مردانِ خدا

حضرت شاہ ولایت صاحب

ضیاء علی خان اشرفی

Www.MadaariMedia.Com

LIBRARY
JAMIA HAMDARD
U27224

297.42092
K55M

MADAARI MEDIA

The Silsila e Aaliya Madaariya Social Platform

سلسلۂ مداریہ کے بزرگوں کی سیرت و سوانح
سلسلۂ عالیہ مداریہ سے متعلق کتابیں
سلسلۂ مداریہ کے علماء کے مضامین تحریرات
سلسلۂ مداریہ کے شعراء اکرام کے کلام

حاصل کرنے کے لئے اس ویب سائیٹ پر جایئے

www.MadaariMedia.com

@MadaariMedia

@MadaariMedia

@MadaariMedia

@MadaariMedia

Authority : Ghulam Farid Haidari Madaari

سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء
محبوب الٰہی کی جنم بھومی
قبلۃ الاسلام مدینۃ الاولیا، بدایوں شریف
کے

مردانِ خدا

Faiyaz Bakhsh

مؤلف
غلام غلامانِ محبوب الٰہی ضیاء علی خاں اشرفی

(جملہ حقوق بحق مولف محفوظ ہیں)

27224.

25-8-99

ناشر: ضیاء علی خاں اشرفی۔ ساکن بدایوں محلہ نئی سرائے
مطبوعہ: نامی پریس۔ لکھنؤ
کتابت: اسلم محمود بدایونی
بار اوّل: اتر پردیش اردو اکاڈمی لکھنؤ کے مالی تعاون سے شایع کی گئی۔
سال شاعت: نومبر ۱۹۷۶ء مطابق ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ
قیمت: پچیس ۲۵ روپے

297.42092
A80M

12
M

ملنے کے پتے:

(۱) درگاہ حضرت خواجہ سید احمد صاحب۔ ساگر تال۔ بدایوں
(۲) خورشید بکڈپو امیٹھی ہاؤس نزد ڈاکخانہ امین آباد۔ لکھنؤ ۱
(۳) نظامی بک ایجنسی نظامی پریس، سوتھا محلہ، بدایوں
(۴) دفتر "ہماری آواز" چاہ میر اسٹریٹ سیکل روڈ بدایوں

LIBRARY
JAMIA HAMDARD
U27224

محمد طیب بخش

اعتراف

یہ کتاب اُتر پردیش اُردو اکاڈمی لکھنؤ کے

مالی اشتراک سے شائع کی گئی ہے

ضیاء علی خاں اشرفی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مندرجات

نمبر شمار	تفصیل	نمبر صفحہ
۱	سرورق	۱
۲	نام مطبع اور ملنے کا پتہ	۲
۳	اعتراف	۳
۴	فہرست ہذا	۴
۵	مکتوب گرامی	۱۷
۶	اشعار در توصیف بدایوں	۱۹
۷	انتساب	۲۲
۸	دیباچہ	۲۳
۹	مقدمہ	۲۶
۱۰	حرف آخر	۳۷

پہلی مجلس اپنے خون سے باغ اسلام کی آبیاری فرماکر بدایوں میں ابدی نیند سونے والے مشاہیر شہداء کے بیان میں۔

۱۱	میر النجبی حضرت خواجہ سید عبداللہ غزنوی ملہم شہید	۴۲
۱۲	حضرت خواجہ ناصر الدین علی شہید	۴۳
۱۳	حضرت حافظ ضیاء الدین مکی	۴۴
۱۴	حضرت حافظ منعم علی۔ حافظ احمد عسقلانی	۴۵
۱۵	حضرت حافظ ظفر الدین تلمسانی۔ حافظ غلام رسول اصفہانی	۴۶
۱۶	حضرت حافظ فضیل نہروال۔ خواجہ عقیل	۴۷

نمبر شمار	تفصیل	نمبر صفحہ
۱۷	حضرت دولہ میاں ۔ سلطان احمد شہید	۴۸
۱۸	حضرت سالار کرار حسین زابلی	۴۹
۱۹	حضرت سید اعظم علی بخاری ۔ سید غلام علی طہرانی	۵۰
۲۰	حضرت سید عباس علی ۔ شاہ حیدر علی جلبی	۵۱
۲۱	حضرت شاہ خدا بخش ۔ شاہ محمود علی	۵۲
۲۲	حضرت مولانا سید نظام الدین بخاری ۔ سید سالار مسعود غازی	۵۳
۲۳	حضرت غازی احسن رسالہ دار (بانکے میاں)	۵۵
۲۴	حضرت میراں ابراہیم تمن دار	۵۶
۲۵	حضرت اوجھل شہید ۔ پیر جمال الدین مصری	۵۷
۲۶	حضرت حافظ عمر خطاب ۔ حافظ ظہیر الدین دمشقی حافظ زکریا	۵۸
۲۷	حضرت خواجہ سید الہام اللہ الہم شہید	۵۹
۲۸	حضرت خواجہ حیدر علی غزنوی ۔ خواجہ سید مرتضیٰ علی	۶۰
۲۹	حضرت داؤد میاں	۶۱
۳۰	حضرت سید برہان الدین قتال	۶۲
۳۱	حضرت سلطان ابراہیم یمنی ۔ سلطان بایزید زنگی	۶۳
۳۲	حضرت سید ابراہیم غزنوی	۶۴
۳۳	حضرت سید حسن عرب خورد	۶۵
۳۴	حضرت سردار حافظ عبد الملک ۔ شاہ علی مردان شاہ او حد الدین خوارزمی	۶۶
۳۵	حضرت شیخ عبد اللہ سجستانی	۶۷
۳۶	حضرت شاہ عصمت اللہ ۔ شاہ رجب علی	۶۸
۳۷	حضرت مٹکی پیر	
۳۸	حضرت ماموں پھاڑہ ۔ مولانا قوم الدین قورجی	۶۹
۳۹	حضرت میاں رنگیلے شاہ ۔ میر باقر علی	۷۰
۴۰	حضرت میر صفدر علی	۷۱

نمبر شمار	تفصیل	نمبر صفحہ
۴۱	حضرت محمد نور میاں ۔ مولانا نعتی	۷۲
۴۲	حضرت میاں کالو سید۔ میاں شرف الدین	۷۳
۴۳	حضرت میاں لوٹن شہید	۷۴
۴۴	حضرت میاں قطب صاحب ۔ ماموں بھانجہ	۷۵
۴۵	حضرت گوگو	۷۶
۴۶	حضرت سرخ پوش سبز پوش	۷۷
۴۷	حضرت پنج پیر بغیہ والے۔ پنج پیر تکیہ والے	۷۸
۴۸	حضرت شاہ اسمٰعیل ثمن دار	۷۹
۴۹	حضرت احمد شہید بھرتولی ۔ شیخ عبداللہ انصاری	۸۰
۵۰	حضرت میاں محمود شاہ میاں شمشیر شاہ	۸۲

دوسری مجلس

حضرت سلطان المشائخ کی ولادت سے قبل وصال فرمانے والے ہندیوں کے مشاہیر مردان خدا کے بیان میں۔

۵۱	حضرت مولانا سید یحییٰ مدنی	۸۵
۵۲	حضرت خواجہ سید اعز الدین احمد یمنی	۸۶
۵۳	حضرت مولانا عبدالرحمٰن ۔ صادق میاں بغدادی	۸۷
۵۴	حضرت مولانا نظام الدین ۔ مولانا سراج الدین ترمذی	۸۸
۵۵	حضرت خواجہ سید علی بخاری	۹۱
۵۶	حضرت سید شرف الدین اعلیٰ قبائی	۹۳
۵۷	حضرت قاضی دانیال قطری	۹۴
۵۸	حضرت خواجہ سید عرب بخاری	۹۵
۵۹	حضرت مولانا رضی الدین صغانی	۹۶
۶۰	حضرت خواجہ شادی لکھنوتی	۹۹
۶۱	حضرت شیخ فتح اللہ شیرازی	۱۰۰
۶۲	حضرت سلطان نصیر الدین غازی	۱۰۱
۶۳	حضرت سید عبداللہ ملتانی ۔ خواجہ سید موسیٰ بخاری	۱۰۳

نمبر شمار	تفصیل	نمبر صفحہ
۶۴	حضرت مُلّا مخلص الدین کرکی	۱۰۴
۶۵	حضرت مُلّا عبداللہ مکی	۱۰۵
۶۶	حضرت مولانا مخدوم عالم سمرقندی	۱۰۶
۶۷	والد نصیر	۱۰۶
۶۸	ایک بزرگ	۱۰۷

تیسری مجلس

حضرت سلطان المشائخ کے دور حیات میں وصال فرمانے والے بدایوں کے مشاہیر مردان خدا کے بیان میں۔

۶۹	سلطان العارفین حضرت خواجہ حسن شیخ شاہی روشنضمیر	۱۱۰
۷۰	حضرت خواجہ محمود مسعود نخاسی	۱۲۰
۷۱	حضرت خواجہ عثمان سہروردی	۱۲۲
۷۲	حضرت شیخ احمد خنداں	۱۲۳
۷۳	سید الافراد حضرت خواجہ سید احمد بخاری	۱۲۴
	شیخ مطیع اللہ شروانی	۱۲۴
۷۴	حضرت شیخ احمد تختہ	۱۳۱
۷۵	حضرت شیخ وجیہہ الدین فاروقی	۱۳۲
۷۶	حضرت خواجہ عزیز اکرکی	۱۳۳
۷۷	حضرت خواجہ سید عبداللہ بخاری	۱۳۴
۷۸	حضرت شیخ اعظم سہروردی۔ خواجہ شادی مقری	۱۳۶
۷۹	حضرت مولانا زین الدین	۱۳۷
۸۰	حضرت خواجہ سید محمود بخاری	۱۳۹
۸۱	حضرت خواجہ محمود بن خواجہ محمد علوی	۱۴۱
۸۲	حضرت قاضی کمال الدین جعفری	۱۴۲
۸۳	حضرت شیخ شرف الدین خیاط۔ خواجہ علی مولا بزرگ	۱۴۳
۸۴	حضرت خواجہ علی مولا خورد۔ مولانا ملک یار قاری	۱۴۷
۸۵	حضرت شیخ احمد نوری	۱۴۸

نمبر شمار	تفصیل	نمبر صفحہ
۴۱	حضرت محمد نور میاں ۔ مولانا نفتی	۷۲
۴۲	حضرت میاں کالو سید۔ میاں شرف الدین	۷۳
۴۳	حضرت میاں لوٹن شہید	۷۴
۴۴	حضرت میاں قطب صاحب ۔ ماموں بھانجہ	۷۵
۴۵	حضرت گوگو	۷۶
۴۶	حضرت سرخ پوش سبز پوش	۷۷
۴۷	حضرت پنج پیر بغیہ والے۔ پنج پیر تکیہ والے	۷۸
۴۸	حضرت شاہ اسمٰعیل تمن دار	۷۹
۴۹	حضرت احمد شہید بھرتولی ۔ شیخ عبداللہ انصاری	۸۰
۵۰	حضرت میاں محمود شاہ میاں شمشیر شاہ	۸۲
	دوسری مجلس حضرت سلطان المشائخ کی ولادت سے قبل وصال فرمانے والے بدایوں کے مشاہیر مردان خدا کے بیان میں۔	
۵۱	حضرت مولانا سید یحییٰ مدنی	۸۵
۵۲	حضرت خواجہ سید اعز الدین احمد یمنی	۸۶
۵۳	حضرت مولانا عبدالرحمٰن صادق میاں بغدادی	۸۷
۵۴	حضرت مولانا نظام الدین ۔ مولانا سراج الدین ترمذی	۸۸
۵۵	حضرت خواجہ سید علی بخاری	۹۱
۵۶	حضرت سید شرف الدین اعلیٰ قبائی	۹۳
۵۷	حضرت قاضی دانیال قطری	۹۴
۵۸	حضرت خواجہ سید عرب بخاری	۹۵
۵۹	حضرت مولانا رضی الدین صغانی	۹۶
۶۰	حضرت خواجہ شادی لکھنوتی	۹۹
۶۱	حضرت شیخ فتح اللہ شیرازی	۱۰۰
۶۲	حضرت سلطان نصیر الدین غازی	۱۰۱
۶۳	حضرت سید عبداللہ ملتانی ۔ خواجہ سید موسیٰ بخاری	۱۰۳

نمبر شمار	تفصیل	نمبر صفحہ
۶۴	حضرت مُلّا مخلص الدین کرکی	۱۰۴
۶۵	حضرت مُلّا عبداللہ مکی	۱۰۵
۶۶	حضرت مولانا مخدوم عالم سمرقندی	۱۰۶
۶۷	والد نصیر	۱۰۶
۶۸	ایک بزرگ	۱۰۷

تیسری مجلس

حضرت سلطان المشائخ کے دور حیات میں وصال فرمانے والے بدایوں کے مشاہیر مردان خدا کے بیان میں۔

۶۹	سلطان العارفین حضرت خواجہ حسن شیخ شاہی روشنضمیر	۱۱۰
۷۰	حضرت خواجہ محمود مسعود نخاسی	۱۲۰
۷۱	حضرت خواجہ عثمان سہروردی	۱۲۲
۷۲	حضرت شیخ احمد خنداں	۱۲۳
۷۳	سید الافراد حضرت خواجہ سید احمد بخاری	۱۲۴
	شیخ مطیع اللہ شروانی	۱۲۴
۷۴	حضرت شیخ احمد تختہ	۱۳۱
۷۵	حضرت شیخ وجیہہ الدین فاروقی	۱۳۲
۷۶	حضرت خواجہ عزیز اکرکی	۱۳۳
۷۷	حضرت خواجہ سید عبداللہ بخاری	۱۳۴
۷۸	حضرت شیخ اعظم سہروردی۔ خواجہ شادی مقری	۱۳۶
۷۹	حضرت مولانا زین الدین	۱۳۷
۸۰	حضرت خواجہ سید محمود بخاری	۱۳۹
۸۱	حضرت خواجہ محمود بن خواجہ محمد علوی	۱۴۱
۸۲	حضرت قاضی کمال الدین جعفری	۱۴۲
۸۳	حضرت شیخ شرف الدین خیاط۔ خواجہ علی مولا بزرگ	۱۴۳
۸۴	حضرت خواجہ علی مولا خورد۔ مولانا ملک یار قاری	۱۴۷
۸۵	حضرت شیخ احمد نوری	۱۴۸

نمبر شمار	تفصیل	نمبر صفحہ
۸۶	حضرت پیر مکہ	۱۵۱
۸۷	حضرت خواجہ مذکر	۱۵۵
۸۸	حضرت شیخ احمد ذکی نہروال	۱۵۶
۸۹	حضرت مولانا علاء الدین اصولی	۱۵۹
۹۰	حضرت شیخ احمد خیاط۔ شیخ احمد بھرتول	۱۶۱
۹۱	حضرت خواجہ علی شوریدہ	۱۶۵
۹۲	حضرت شیخ ابن علی مکی۔ شیخ علی مکی	۱۶۶
۹۳	حضرت قاضی سدا بیگواہ	۱۶۸
۹۴	حضرت شیخ احمد بودلہ	۱۶۹
۹۵	حضرت شیخ شہاب الدین مہرہ	۱۷۰
۹۶	حضرت حاجی جمال ملتان	۱۷۲
۹۷	حضرت خواجہ عزیز کوتوال	۱۷۵
۹۸	حضرت خواجہ حسن افغان طوسی	۱۷۷
۹۹	شاہ ولایت حضرت خواجہ بدرالدین شیخ ابوبکر مولے تاشی	۱۷۹
۱۰۰	حضرت مجید الدین طاہر گنوری	۱۹۰
۱۰۱	حضرت مولانا فخر الدین	۱۹۲
۱۰۲	حضرت خواجہ جلدک سرخیل	۱۹۴
۱۰۳	حضرت میاں مجنوں شاہ	۱۹۶
۱۰۴	حضرت سرخ شہید	۱۹۷
۱۰۵	حضرت شیخ احمد معشوق	۱۹۸
	چوتھی مجلس حضرت سلطان المشائخ کی حیات ظاہری کے بعد وصال فرمانے والے بدایوں کے مشاہیر مردان خدا کے بیان میں	
۱۰۶/۱۰۷	حضرت خواجہ جلدک سرخیل و حضرت پیر بودلہ	۲۰۳
۱۰۸	حضرت حافظ ضیاء الدین بخشی	۲۰۵
۱۰۹	حضرت شاہ محمد جہندہ	۲۰۶
۱۱۰	حضرت شیخ منہاج الدین	۲۰۸

بدایوں کو مدینۃ الاولیاء کیوں کہتے ہیں

"مردانِ خدا" کے اوراق اس سوال کا جواب دیں گے

(پیرزادہ حکیم خواجہ سیّد محفوظ حسن نظامی سجادہ نشین و متولی)

درگاہ حضرت خواجہ سیّد احمد بخاریؒ

ساگرتال۔ بدایوں

مردان خدا" کے اوراق مبارزانِ اسلام کی مجاہدانہ زندگی، علماء کی تبلیغی سرگرمی، فقہا کی سخت گیری، رہروان عشق کی بلند حوصلگی، زاہدوں کی تقویٰ پرستی، صوفیا کے ایثار و قربانی، مشائخ کی کسر نفسی، صاحبدلوں کی دردمندی و خدمت انسانی، مردمان فقر و فنا کی مسکینی، دلق پوش درویشوں کی مستی و قلندری، اہل سکر کی مدہوشی، خاک بر سر اور گریباں چاک گداؤں کی بینوائی کے آئینہ دار ہیں۔

(پیرزادہ سید انتظام حسین خادم و متولی)

درگاہ حضرت خواجہ سید بدرالدین موئی تابؒ شاہ ولایت بدایوں (چھوٹے سرکار)

درگاہ حضرت خواجہ سید حسن شیخ شاہیؒ سلطان العارفین بدایوں (بڑے سرکار)

اللہ

چپے چپے پہ ہیں یاگوہرِ یکتا تہِ خاک دفن ہوگا کہیں اتنا نہ خزانہ ہرگز

شہر بدایوں اہل اللہ کا شہر اور مسکن و ماویٰ رہا ہے۔ دُور و دراز سے اہل دل، صاحب فضل اور ارباب علم و عمل بدایوں آئے بدایوں کو نورِ عرفاں اور شعاعِ فضل و کمال سے درخشاں کیا۔ بدایوں کی زمین میں وہ بھی آسودہ ہیں جو سہروردی انوار و کمالات کے حامل ہیں اور وہ بھی آرام فرما ہیں جو قطب مدار سے وابستہ اور حضرت طیفورِ شامی بایزید بسطامیؒ کے فیوض انوار سے ضیاء بار ہوئے وہ بھی راحت فرما ہیں جو چشتی میخانہ سے شرابِ عشق پی کر ایسے مست الست ہوئے کہ ان کا ہر رگ و ریشہ قالُو بلیٰ کا راگ گاتا رہا۔ وہ نغمہ سنجانِ محبت بھی بدایوں میں آکر لب کشا ہوئے جن کا خون و پوست ذکر الٰہی کی محویت میں صوتِ سرمدی گنگناتا تھا اور قلوبِ خوابیدہ کو جگاتا تھا، وہ بھی مسند نشیں ہوئے جن کی زبان امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فقاہتی کی ترجمان تھی۔ وہ بھی سریر آراء ہوئے جن کی لسانِ حق ترجمان قال اللہ و قال الرسول میں گویا تھی۔ وہ بھی بدایوں میں بسے جو دینی درسیات کے ماہر تھے اور کلمۂ حق کہنے پر قادر تھے۔

چشتی آئے قادری پہنچے سہروردی رہے مداری بسے۔ نقشبندی فیض رساں ہوئے۔ حافظ قرآن، حافظِ حدیث، فقیہہ، معلم دین سب آئے اگر بدایوں کو جگمگایا اور مدینۃ الاولیاء و قبۃ الاسلام کے پاکیزہ القاب سے چمکایا۔ ان تمام بزرگوں کے حالات آپ کو اس کتاب میں ملیں گے۔

یہ پُر انوار کتاب "مردانِ خدا" بدایوں کی ذی علم صاحب نسبت ہستی ضیاء علی خاں اشرفی نے لکھی ہے جو حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں داخل ہیں اور کچھ چھے مقدسہ کے میخانۂ چشت کا جامِ طہور پی کر سرشار ہوئے ہیں۔ اسی چشتیہ بادہ نوشی کے خمار میں مردانِ خدا کے حالات کی تلاش اور کمالات کی تحقیق میں کہاں کہاں گئے اور کن کن دانشوروں سے مل کر حالات کو انوارِ تحقیق سے منور کیا اُن کی اس جانفشانی اور کاوش کے "مردانِ خدا" کے اوراق شاہد ہیں۔ ناظرین کرام ان کو پڑھ کر یقیناً اشرفی صاحب کی تلاش و تحقیق نیز سعی و جستجو کی داد دیں گے۔

حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم فریدی سمستی پوری، صاحبِ ستارِ فضیلت، جامعہ رضویہ (بریلی)، فاضل دینیات (الہ آباد)
شیخ الحدیث و صدر مدرس مدرسہ شمس العلوم بدایوں

ضیاء علیخاں اشرفی اُن معدودے چند ہستیوں میں سے ایک ہیں جن کی فطری صلاحیتوں اور لطیف رجحانات کو ملازمت کی گرانبار مصروفیتیں اور ہجوم آلام روزگار کی یورشیں کچل ڈالنے سے معذور رہیں۔ ادب اُن کی جبلّت ہے اور خدمت ادب اُن کی فطرت۔ اُن کی حالیہ تصنیف "مردان خدا" بہت بڑی خدمت ہے۔ یہ کتاب بیشتر لوگوں کی معلومات میں بابرکت اضافوں کا باعث ہوگی اور خود اُن کے لئے توشۂ آخرت۔ یہ حقیقت واقعہ ہے کہ اس کتاب کے مسودے میں جیسے جیسے میں آگے بڑھتا گیا میرا قلب نئے نئے انوار سے منوّر ہوتا چلا گیا۔

میں ضیاء علی خاں صاحب کو اُن کی اس تصنیف پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

(مولوی ماجد علی حکیم عرف لڈّن میاں، ایم۔ اے، ایل۔ ایل۔ بی، ایڈوکیٹ بدایوں)

ضیاء علیخاں صاحب کو میں ایک مدت سے جانتا ہوں. میرے دیرینہ دوستوں میں ہیں اور کلاس فیلو بھی رہ چکے ہیں. اُن کا علمی ذوق اور ادبی معیار بہت بلند ہے شاعر بھی ہیں اور نثر نگار بھی. دیندار بھی ہیں اور دنیادار بھی. تعلیم سے فراغت پانے کے بعد بدایوں کلکٹری میں ملازم ہو گئے تھے. ملازمت کے دوران فرائض منصبی کو انھوں نے جس حُسن و خوبی کے ساتھ انجام دیا اس کے اثرات و نقوش اب تک لوگوں کے دلوں پر ثبت ہیں. امین بٹوارہ رہے، راشننگ انسپکٹر رہے، عدالتوں میں اہلمد اور پیشکار رہے، محافظ خانہ اور خزانہ کے اہلکار رہے، ناظر رہے جہاں کام کی زیادتی کی وجہ سے اُن کو سر اٹھانے کا موقع نہ ملتا تھا مگر اس کے باوجود ادب کی خدمت سے کبھی غافل نہ رہے ہمیشہ کچھ نہ کچھ لکھتے رہے اور ادبی محفلوں میں شرکت کرتے رہے. تاریخ سے ان کو خاص شغف رہا ہے اور بدایوں کے مزارات نیز تاریخی عمارات کے بارے میں کافی تحقیق کی ہے. ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد کلیتاً تصنیف و تالیف کی طرف متوجہ ہو گئے ہیں. کئی کتابیں لکھ چکے ہیں. "مردان خدا" انھوں نے اس زمانہ میں لکھی ہے جب ان کا شعور پختہ اور ذوق بالیدہ ہو چکا ہے.

یہ سن کر انتہائی مسرت ہوئی کہ اتر پردیش اردو اکاڈمی نے اس کتاب کی اشاعت کے لئے مبلغ پندرہ سو روپئے کی مالی امداد منظور کی ہے.

(بابو سرش چندر چوہری رہبر، بی. اے، ایل. ایل. بی، ایڈوکیٹ بدایوں)

"مردانِ خدا" لکھ کر ضیاء علیخاں اشرفی نے اس کمی کو پورا کر دیا جو ایک مدت سے محسوس کی جا رہی تھی۔

(مولوی احید الدین نظامی، ایف۔ آر۔ اے۔ ایس (لندن) چیف ایڈیٹر ذوالقرنین بدایوں)

یہ کتاب پیرانِ بدایوں کی مکمل تاریخ ہے اور مسلم کلچر کا ایک پہلو اُجاگر کرتی ہے۔ خانصاحب نے اس کو انتہائی محنت اور لگن سے لکھا ہے۔ پہلے اس کا نام "کاشف الاسرار" رکھا تھا اب بدل کر "مردان خدا" کر دیا ہے۔

(ڈاکٹر برج موہن سنگھ، ایم۔ اے، پی ایچ۔ ڈی)

اپنے محترم بزرگ جناب ضیاء علیخاں صاحب اشرفی کے بارے میں بہت کچھ اپنی کتاب میں لکھ چکا ہوں "مردان خدا" میں انھوں نے جو کچھ لکھا ہے بڑی کھوج اور چھان بین کے بعد لکھا ہے۔

(چودھری غلام مصطفےٰ، ایم۔ اے)

مدینتہ الاولیاء بدایوں میں آسودگانِ خاک مردان خدا کا یہ تذکرہ انشاء اللہ اہل دل حضرات کو ذکر خدا کی جانب رہنمائی کرے گا۔ اس لیے کہ

مردانِ خدا خدا نہ باشند لیکن از خدا جدا نہ باشند

امید ہے کہ ارباب ذوق اس سے طمانیت قلب حاصل کریں گے اور فاضل مؤلف کی تحقیق میں سعی جمیل کی داد دیں گے۔

(الحاج مولوی آفتاب احمد جوہر بدایونی، ایم۔ اے، ایل۔ ایل۔ بی، ایچ۔ جے۔ ایس)
ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج

"مردان خدا" صرف بزرگان دین کے حالات سے ہی آگاہی نہیں بخشتی بلکہ مصنف کے ذہنی اور قلبی رجحانات کا پتہ بھی دیتی ہے۔

(حضرت رونق بدایونی)

"مردان خدا" خاصانِ خدا کے مقدس حالات کا جامع و بسیط تذکرہ ہے اور مصنف کی بزرگانِ دین سے عقیدت کا تحریری ثبوت ہے۔

(حضرت جگر سورونوی)

"مردان خدا" بزرگانِ بدایوں کے حالات کا نادر و نایاب مجموعہ ہے۔ اس کے مطالعہ سے ہمیں آگہی ہوتی ہے کہ بدایوں میں اسلام کیوں کر پھیلا۔ صوفیاء اور مشائخ نے بلا امتیازِ مذہب و ملت کیسی فراخ دلی سے خدمت خلق کی اور فیض پہنچایا۔

(منشی انوکھے لال مضطر بدایونی، منشی کامل و اعلیٰ قابل (الہ آباد)

"مردانِ خدا" شہداء اور صالحین کی عملی زندگی کا نظر نواز اور بصیرت افروز مرقع ہے جسے بار بار دیکھنے کو دل چاہتا ہے۔ اس کے روزانہ ورد سے کدورت ذہن اور کثافت قلب دور ہو کر پاکیزگیٔ نفس، پختگیٔ عقائد اور تازگیٔ ایمان ہوتی ہے۔ تقویت روح، اصلاح بطن اور حصول رحمت الٰہی کا یہ ایک مفید و مجرب نسخہ ہے۔

(الحاج حکیم مختار احمد سبزواری "شمس الحکماء" مصنف تاریخ بزرگان دہلی)

"مردان خدا" اولیاء اللہ کے روح پرور اور ایمان افروز حالاتِ زندگی کا دلکش مجموعہ ہے۔ اس کا مطالعہ بزرگان دین سے عقیدت میں اضافہ کا موجب ہوگا اور ان کے نقش قدم پر چلنے کا جذبہ پیدا کرے گا۔

(مولوی محمد عبدالقیوم، ایم۔ اے، بی۔ ایس سی، ایل۔ ٹی، پی۔ ای۔ ایس)
ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف اسکولز

ضیاء علیخاں اشرفی نے شہدائے عظام اور اولیائے کرام کے حالات کا بیش بہا خزانہ بڑی کوشش اور جانفشانی سے اکٹھا کیا ہے۔ اُن کی اس کاوش کی جس قدر بھی داد دی جائے کم ہے۔

(الحاج مولانا محمد علیخاں "شاہین اشرف" اشرفی رٹائرڈ ٹیچر گورنمنٹ انٹر کالج بدایوں)

ضیاء علیخاں اشرفی نے روحانی تاجداروں کے نقوشِ حیات "مردان خدا" میں نہایت حُسن و خوبی کے ساتھ ترتیب دیئے ہیں۔

(مولوی بشیر الدین کامل سیمابی، اعلیٰ قابل، منشی کامل (الہ آباد)

ضیاء علیخاں اشرفی نے بدایوں کے صوفیاء اور مشائخ کی آٹھ سو سالہ تبلیغی سرگرمیاں "مردان خدا" میں بکمال تحقیق درج کی ہیں۔

(حضرت عارف ایوبی)

"مردان خدا" کے اوراق جن بزرگوں کے ذکر سے مزین ہیں انھوں نے واقعی تبلیغی جدوجہد کی ہے۔ مسلمان بادشاہوں نے کبھی اس طرف دھیان نہیں دیا۔ ضیاء علیخاں صاحب کی یہ ایک قابل قدر تصنیف ہے۔ خداوند کریم ان کو جزائے خیر عطا کرے۔

(مولوی عبدالصمد اہل قرآن)

ضیاء علیخاں صاحب نے بزرگوں کے کارناموں کو اس لئے محفوظ کیا ہے کہ وہ بھی اُن جیسے فیض رسانِ خلق ہوں۔ وہ اپنی اس تصنیف کے باعث بھلائے نہیں جاسکتے۔ دعا کرتا ہوں اللہ پاک اُن کو ایسے علمی کارناموں کے واسطے حیاتِ طویل عطا فرمائے۔

(مولوی قمر الدین احمد، بی۔ اے، بی۔ ٹی، رٹائرڈ پرنسپل)

زبدۃ الصالحین حضرت مولانا الحاج ابو المسعود سید محمد مختار اشرف الاشرفی الجیلانی
مدظلہ العالی

سجادہ نشین کچھوچھہ مقدسہ ضلع فیض آباد
کا
مکتوب گرامی

۸۴ء

اعزازِ ارشد سلمکم المولیٰ تعالیٰ سلام مسنون

یہ معلوم ہو کر بڑی مسرت ہوئی کہ آپ نے تذکرۃ الاولیاء پر مشتمل ایک کتاب لکھی ہے جس میں ہدایوں میں آرام فرمانے والے بزرگوں کے علاوہ اُن بزرگوں کے مختصر حالات بھی درج کئے ہیں جن کا ہدایوں میں فیض رہا ہے۔ مالک و مولیٰ آپ کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور دارین کی نعمتوں سے نوازے اور اس کتاب کو مقبول عام فرمائے۔ (آمین)

سید محمد مختار اشرف سجادہ نشین
کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد

مہر

۱۸ مئی ۱۹۷۵ء

اشعار در توصیفِ بدایوں

حضرت امیر خسرو

زبس کز مرقدِ اہلِ بصیرت چشمۂ نور است بجائے سُرمہ در دیدہ کشم خاکِ بداؤں را

علامہ محشر بدایونی

نازم بہ بداؤں کہ سوادش بہ محشر دارد بکنار اہلِ ولا و شہدا را

حضرت مصحفی لکھنوی

قاتل تری گلی بھی بداؤں سے کم نہیں ہر گھر میں جس کے ایک مزارِ شہید ہے

حضرت مذاق بدایونی

کیا ہو پیران بدایوں کا بیاں نام و نشاں باہر اندر شہر کے مدفون ہیں صدہا اولیاء
تُربتوں سے جن کی روشن ہر زمین و آسماں ہو رہا ہے نور کا عالم سمک سے تا سماء

حاجی ضیاء القادری بدایونی

اے بدایوں اے دیارِ پاک اے شہرِ قدیم ہے جہانِ آب و گل میں منزلت تیری عظیم
تجکو ارضِ ہند میں حاصل ہے شانِ امتیاز ہر زمانہ میں رہا تو سربلند و سرفراز
ہر گلی ہر گھر میں تیرے ہیں شہیدوں کے مزار عالمانِ دیں کا ہے تو آج تک دار القرار
تیری گردِ راہ کے ذرّے بھی مہر و ماہ ہیں تجھ میں آسودہ ہزاروں اولیاء اللہ ہیں

مولوی سید طیبین احمد بدایونی

اے بدایوں اے ہزاروں باکمالوں کے وطن اے دیارِ اولیاء اللہ والوں کے وطن
اے ادیبوں شاعروں نازک خیالوں کے وطن اے بدایوں آج ہم آشفتہ حالوں کے وطن

کیوں تجھے وہ عہدِ رفتہ کا فسانہ یاد ہے
جس کو آنکھیں ڈھونڈتی ہیں وہ زمانہ یاد ہے

حضرت نظامی بدایونی

اے بدایوں ہو نہ کیونکر تو زیارت گاہِ عام
تجھ میں اہل اللہ گزرے ہیں بہت عالی مقام

معرفت کا ہند میں روشن ہوا ہے تجھ سے نام
فیض ہے ان سب کا جاری ہند سے تا روم و شام

شہر پیراں نام تیرا ہند میں مشہور ہے
اولیاء اللہ کے تو نور سے معمور ہے

شاذ و نادر تھا تصوف میں کوئی تیرا نظیر
تیرے کھنڈروں میں پڑے سوتے ہیں وہ مہرِ منیر

آب و گل کا تیرے تھا گویا تصوف ہی خمیر
تھا کبھی انوار سے جن کے زمانہ مستنیر

آج جس دولت کا بازارِ جہاں میں کال ہے
تیرا قبرستان اُس دولت سے مالا مال ہے

حضرت شاد صدیقی

شرف اے بدایوں وہ حاصل ہے تجھ کو
بیاں سے ہے جس کی زباں میری قاصر

ولی و مجاہد، مبلغ، مورخ
فقیہ و محدث، ادیب اور شاعر

بکثرت ہوئے خاک سے تیری پیدا
ہے جن کی بدولت شرف تیرا ظاہر

جو دیگر ممالک سے اخیار آئے
ہیں آغوش میں تیری ان کے مقابر

بہا تھن تری خاک درطورِ ساماں
بظاہر زمانہ کو کہل الجواہر

حضرت قمر بدایونی

یارب طفیلِ عزت و کبر و جلال کا
اے بے نیاز واسطہ شانِ جمال کا

یا خالق شفیع قیامت کا واسطہ
اپنے حبیبِ ختمِ رسالت کا واسطہ

بیت الحزن کا مسجد اقصےٰ کا واسطہ — طیبہ کا اور وادیٔ سینا کا واسطہ
پروردگار واسطہ بیت الحرام کا — اے کردگار واسطہ دارالسلام کا
ہر خطۂ سعید و ہمایوں کا واسطہ — آسودگانِ خاکِ بدایوں کا واسطہ
اُن کا طفیل جن کا بدایوں میں فیض تھا — لیکن مقامِ قبر بدایوں نہیں ہوا

یارب عرب کی خیر عراق عرب کی خیر
بغداد کی نجف کی مدینہ کی سب کی خیر

پیرزادہ سید انتظام حسین بدایونی

بدایوں کیلئے اللہ کی یہ دونوں رحمت ہیں — اُدھر سلطانجی صاحب اِدھر شاہِ ولایت ہیں

حضرت شکیل بدایونی

خاکِ وطن کو منہ سے ملیں کیوں نہ ہم شکیل — مدت کے بعد آئے ہیں اپنے دیار میں

حضرت شاداں بدایونی

وطن کی سرزمیں پر فضلِ رب برسوں سے ہے یارو
بدایوں مرکزِ علم و ادب برسوں سے ہے یارو
بدایوں، اولیاء اللہ کی پُر نور بستی ہے
یہاں شام و سحر اللہ کی رحمت برستی ہے
یہ ارضِ محترم جس کی دلِ انساں میں عظمت ہے
اسی کی خاک سے فانی بدایونی کو نسبت ہے
شکیل و بے خود ملّا اسی دھرتی پہ کھیلے ہیں
اسی پر آج بھی ارباب علم و فن کے میلے ہیں
یہاں شاداں بہر سو مشعلِ حق کے اُجالے ہیں
یہاں آرام فرما سیکڑوں اللہ والے ہیں

انتساب

بدایونکے اُن شہداء اور صالحین کے نام جن کا تذکرہ اس کتاب میں ہے

نیز

بزرگانِ دین سے عقیدت رکھنے والے

علم دوست، ادب نواز

عالی جناب **شبیر حسن خاں** صاحب

پریسیڈینٹ میونسپل بورڈ بدایوں کے

اسمِ گرامی و نامِ نامی سے

اپنی اس کتاب کو مُعنوَن کرتا ہوں

—— ضیاء علیخاں اشرفی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

الحمد للہ والنعت لرسولہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ واہلبیتہ و ذریاتہ وعلماءِ ملتہ واولیاءِ اُمتہ وسلم۔ اَما بعد فقیر محمد ضیاء علیخاں اشرفی ابن منشی ناظم علی خاں ساکن بدایوں محلہ نئی سرائے عرض پرداز ہے کہ بندۂ حقیر محکمہ کلکٹری بدایوں میں بزمرۂ اہلکاران ملازم تھا اور دفتری نظام عمل کے تحت اپنے فرائض منصبی انجام دیتا تھا۔ وقتاً فوقتاً علمی وادبی جلسوں میں شرکت بھی کرتا تھا اور کبھی کبھی علما، کرام ومشائخ عظام کی صحبتوں سے مستفید ومستفیض بھی ہوتا رہتا تھا۔ انھیں بزرگانِ دین کا فیضان صحبت ہے کہ مادہ پرستی کے اس دور میں جب کہ روحانیت کے نام سے لوگوں کو ہنسی آتی ہے، خرقہ پوشوں کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ گودڑی پہننے والوں کی تحقیر کی جاتی ہے۔ خانقاہوں کی زندگی اسلام کے منافی بتائی جاتی ہے۔ کرامات کو شعبدہ بازی سے تعبیر کیا جاتا ہے، مزارات کی حاضری قبر پرستی پر محمول کی جاتی ہے اور دین وایمان کی پابندیوں سے لوگ عموماً بے نیاز نظر آتے ہیں۔ میرے دل میں ایک ایسی کتاب لکھنے کا شوق پیدا ہوا جو روحانی اور اخلاقی پیشواؤں کے حالات کی آئینہ دار ہو جس کو پڑھ کر عوام قدیم وازلی حقیقتوں سے آشنا ہوں، اخلاقی وروحانی حقائق سے واقف ہوں اور ان حقائق سے آگاہ لوگوں کی قوت یقین وعمل محکم ہو۔

حالاں کہ اس موضوع پر متعدد کتابیں لکھی جاچکی ہیں اور میں بھی ان کی تقلید

میں نہ صرف ہندوستان بلکہ دیگر ممالک کے روحانی پیشواؤں کے حالات قلمبند کرکے گلدستہ ترتیب دے سکتا تھا مگر میرے ضمیر نے اپنے وطن کی عظمت کو منظر انداز کرنا گوارا نہ کیا جو قدیم زمانہ سے روحانیت کا مرکز رہا ہے اور آج بھی روحانی فیض کا سرچشمہ ہے اسی خیال کو ذہن نشین کرتے ہوئے میں نے صرف ان بزرگوں کے حالات تحریر کئے ہیں جو اس خطۂ سعید میں آسودہ ہیں جس کو بدایوں کہتے ہیں یا جن کا تعلق اس مقدس سرزمین سے رہا ہے۔

یہ کتاب ایک مقدمہ اور پانچ مجالس پر مشتمل ہے جس کی اشاعت اُتر پردیش اُردو اکاڈمی لکھنؤ کے مالی اشتراک سے کی جارہی ہے۔

مقدمہ بدایوں کی امتیازی شان، بدایوں میں کثرت مزارات کے اسباب اور عظمتِ شہداء و مراتب اولیاء کے بیان میں ہے۔

پہلی مجلس اپنے خون سے باغ اسلام کی آبیاری فرماکر بدایوں میں ابدی نیند سونے والے مشاہیر شہداء کے بیان میں ہے

دوسری مجلس حضرت سلطان المشائخ کی ولادت سے قبل وصال فرمانے والے بدایوں کے مشاہیر مردان خدا کے بیان میں ہے۔

تیسری مجلس حضرت سلطان المشائخ کے دورِ حیات میں وصال فرمانے والے بدایوں کے مشاہیر مردانِ خدا کے بیان میں ہے۔

چوتھی مجلس حضرت سلطان المشائخ کی حیات ظاہری کے بعد وصال فرمانے والے بدایوں کے مشاہیر مردانِ خدا کے بیان میں ہے۔

پانچویں مجلس حضرت سلطان المشائخ کے مولد مقدس سے تعلق رکھنے والے بعض مردانِ خدا کے بیان میں ہے۔

کم مائیگی کے احساس نے میرے قلم کی روانی محدود رکھی ہے۔ اختصار

مدنظر رکھنے کے باوجود کتاب ضخیم ہوگئی ہے اور بعض شہداء و صالحین کے حالات بھی درج ہونے سے رہ گئے ہیں جس کے لئے معذرت خواہ ہوں اور امید کرتا ہوں اہلِ بصیرت میری خامیوں اور کوتاہیوں پر نظر کرنے کے بجائے کتاب کی ظاہری و باطنی خوبیاں ملاحظہ فرمائیں گے۔

من نوشتم صرف کردم روزگار
من ننانم ایں بماند یادگار

ایک مجلس میں
حضرت سلطان المشائخؒ نے فرمایا

نماز تراویح سنت ہے اور تراویح میں ایک ختم قران شریف سنت ہے۔ خواہ یہ ختم ایک شب میں کیا جائے خواہ تیس رات یعنی پورے مہینے میں۔ بہرحال تراویح میں ایک ختم قرآن ہونا چاہیئے۔ اس کے بعد دوبارہ ارشاد فرمایا تراویح سنت ہے اور جماعت سنت ہے اور ایک ختم قرآن تراویح میں سنت ہے۔ حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا یہ سنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے یا سنت صحابہ۔ آپ نے ارشاد فرمایا سنت صحابہ ہے۔ ایک روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی تین شب اور کبھی ایک شب، تراویح پڑھی ہے لیکن حضرت عمر فاروق رضؓ نے اپنے عہد خلافت میں اس سنت کی مداومت فرمائی۔ حاضرین میں سے کسی نے دریافت کیا۔ کیا سنت صحابہ بھی سنت ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہمارے مذہب امام اعظم رضؒ میں سنت صحابہ بھی سنت ہے لیکن امام شافعی فرماتے ہیں سنت وہی ہے جو سنت رسول علیہ السلام ہے۔

(فوائد الفواد)

مقدّمہ

قدیم زمانہ سے بدایوں کو امتیازی شان حاصل ہے۔ ہندوستان کے دیگر مقدس مقامات کی طرح یہ بھی ایک متبرک جگہ ہے۔ بیشمار شہداء کرام یہاں آرام فرما رہے ہیں۔ بکثرت اولیائے عظام یہاں مدفون ہیں جن کو **پیران بدایوں** کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ خطہ سعید سلطان المشائخ حضرت خواجہ سید محمد نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی زری زربخش قدس سرہٗ العزیز کا مولد ہے۔ ان کے آب وجد کے مزارات یہاں ہیں۔ حضرت شیخ عثمان اخی سراج الدین آئینہ ہند رحمتہ اللہ علیہ یہیں نشو ونما پاکر سن شعور کو پہنچے تھے۔ حضرت خواجہ حسن سنجری رحمتہ اللہ علیہ اور حاجی احمد ہانسوی رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت بھی یہیں ہوئی تھی۔ ہندوستان کے قدیم محدث حضرت مولانا رضی الدین حسن صغانی رحمتہ اللہ علیہ کا وطن عزیز بھی یہی شہر قدیم تھا اور یہیں ان کا مدفن ہے۔ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کے بعض برادران طریقت بھی اسی ارضِ مقدس میں ابدی نیند سو رہے ہیں۔ سہروردی سلسلہ کے ہفت اختر یہاں مدفون ہیں۔ حضرت خواجہ حسن شیخ شاہی روشن ضمیر سلطان العارفین بدایوں اور حضرت شیخ ابو بکر موئے تاب خواجہ بدرالدین شاہ ولایت بدایوں رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اسی سرزمین میں آرام فرما رہے ہیں۔ حضرت سید سالار مسعود غازی رحمتہ اللہ علیہ کے استاد حضرت خواجہ سید عبداللہ غزنوی رحمتہ اللہ علیہ کا مزار اقدس یہاں ہے جس کی وجہ سے لوگ احتراماً اس کو **بدایوں شریف** کہتے ہیں۔

لوگ اکثر پوچھتے ہیں بدایوں میں اس قدر مزارات کیوں ہیں اس سوال کا جواب

تاریخی واقعات سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کو حل کرنے کیلئے جب ہم کتب تواریخ کی ورق گردانی کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے پانچویں صدی ہجری میں ویدامئو جس کو آج بدایوں کہتے ہیں شمالی ہند کا عظیم فوجی مرکز تھا۔ یہاں ایک مضبوط و مستحکم قلعہ بھی تھا جس کو راجا بدھانے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دوسو چھپّن سال پہلے تعمیر کرایا تھا قنوج اور کالنجر کے قلعوں سے کم اس کی اہمیت نہ تھی۔ اس لئے بیرونی حملہ آور وقتاً فوقتاً اس کو اپنا ہدف بناتے رہے **باقیات الصالحات** میں مولوی عبدالولی چشتی لکھتے ہیں سلطان محمود غزنوی کے ہندوستان پر پیہم حملوں کے دوران ۴۰۹ھ ہجری میں ان کی سپاہ کے کچھ چوپائے بار برداری راستہ بھٹک کر قنوج پہنچنے کے بجائے ویدامئو آگئے تھے جن کو راجا چندر پال نے روک لیا تھا ان کو چھڑانے کے لئے محمودی سپاہ کے کچھ مجاہدین یہاں آئے تھے اور نرغۂ اعداء میں گھر کر شہید ہوئے تھے۔ ان کے مرقد بدایوں کے سب سے قدیم مزارات ہیں **تاریخ اولیائے بدایوں** میں مفتی شرف علی سبزواری لکھتے ہیں سلطان محمود غزنوی کے وصال کے بعد ان کے ہمشیرزادہ حضرت سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ نے علم جہاد بلند کرکے ہندوستان پر چڑھائی کی تھی اور ۴۲۱ھ ہجری میں ویدامئو کے قلعہ کا محاصرہ کیا تھا۔ راجہ چندر پال اپنی فوج لیکر میدان میں آیا تھا اور گھمسان لڑائی کے بعد مارا گیا تھا اس کے سپاہی کثیر تعداد میں میدان جنگ میں کام آئے تھے جو باقی بچے تھے انھوں نے راہ فرار اختیار کی تھی۔ حضرت سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہی بھی کافی تعداد میں شہید ہوئے تھے ان کے مدفن بدایوں اور اس کے مضافات میں پانچویں صدی ہجری کی یادگاریں ہیں حضرت سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کی یلغار کے بعد یہ قلعہ بہت دنوں تک ویران پڑا رہا۔ رفتہ رفتہ اہیر، گڈریہ اور گوجر یہاں آکر بس گئے راجکمار وجے دیو نے قنوج سے آکر اپنا تسلط جمایا۔ جے پال لقب اختیار کیا۔ اور پرانے

قلعہ کی درستی کرا کے بود و باش اختیار کی۔ اس کی اولاد کئی پشت تک یہاں حکمراں رہی اس خاندان کا آخری راجا دھرم پال ہوا۔ وہ نہایت عیش پسند تھا۔ یہاں تک مشہور ہے کہ اس کی محل سرا میں نو سو رانیاں تھیں۔ اس زمانہ میں یہ قلعہ **کوٹ بھدا ابن**[1] نام سے مشہور تھا جو بگڑ کر بعد میں **بداؤن** ہو گیا اور پھر **بدایوں** کہلایا آج اسی کو بدایوں کہتے ہیں ۵۹۹ھ ہجری میں ملک قطب الدین ایبک نے راجا دھرم پال کو شکست دے کر کوٹ بھدا ابن پر اسلامی پرچم لہرایا تھا۔ غوری سپاہ کے بیشمار مجاہدین اس جنگ میں شہید ہوئے تھے۔ ان کے مدفن کثیر تعداد میں بدایوں اور اس کے گرد و نواح میں موجود ہیں شہداء کی طرح صالحین کے مزارات بھی یہاں بہت زیادہ ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ چنگیز خاں جس زمانہ میں وسط ایشیاء کے باشندوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھا رہا تھا اور وہ لوگ تحفظ ناموس اور سلامتی ایمان کی خاطر ترک سکونت کر رہے تھے اسی زمانہ میں ملک شمس الدین التمش ناظم بدایوں نے یہاں اسلامی معاشرہ کی طرح ڈالی تھی اور پرسکون علمی و ادبی ماحول قائم کر دیا تھا جس کا شہرہ سن کر ادیب اور شاعر، مبلغ اور مفسر، فقیہہ اور محدث، صوفیاء اور مشائخ نیز قلندر اور مجاذیب دور دراز ملکوں سے آکر یہاں مسکن گزیں ہو گئے تھے انھوں نے اپنی عمر کے بقیہ لمحات یہیں بسر کئے اور یہیں کی خاک کے پیوند بنے۔ بایں وجہ بدایوں میں کثرت مزارات ہے۔ ہفت روزہ اخبار **ذوالقرنین** کے بدایوں نمبر مطبوعہ ۱۹۵۶ء میں پروفیسر خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں جو لوگ منصب و جاہ کے خواہشمند ہوتے تھے لاہور اور دہلی میں رک جاتے تھے اور جو گوشۂ عافیت چاہتے تھے بدایوں کا رخ کرتے تھے جس

---

[1] کوٹ بھدا ابن یعنی وہ قلعہ جو سرکرے کے بن میں ہو۔

کے باعث بدایوں علم و فضل کا مرکز بن گیا تھا۔ تہذیب و تمدن کا گہوارہ کہلاتا تھا اور **قبتہ الاسلام و مدینتہ الاولیاء** کے ناموں سے مشہور تھا انھیں شہداء اور صالحین میں سے بعض کے مزارات پر آج خلقت کا ہجوم رہتا ہے۔ فیوض و برکات حاصل کرنے کی غرض سے لوگ وہاں حاضر ہوتے ہیں۔ ان کی قبور کی زیارت کر کے آسیب زدہ اور لاعلاج مریض تک شفاء پاتے ہیں، گونگے بولنے لگتے ہیں اور پاگل صحیح العقل ہو جاتے ہیں۔

شہدا، اور صالحین کا حال بیان کرنے سے پہلے یہ بتانا ضروری ہے کہ شہید کس کو کہتے ہیں اور صالحین کون ہوتے ہیں۔ لغت میں شہید کے معنی گواہ اور حاضر کے ہیں نیز خدا کی راہ میں جان سے مارے گئے بیگناہ کے شرع کی رُو سے شہید وہ مرد مومن بھی کہلاتے ہیں جن کو مشرکوں نے قتل کیا ہو یا جائے قتل پر مردہ یا زخمی پائے گئے ہوں وہ اہل صفا بھی مرتبۂ شہادت پاتے ہیں جن کو مسلمانوں نے ظلماً قتل کیا ہو۔ شہید کی تعریف میں وہ مرد مومن بھی آتے ہیں جو آگ میں جل کر، پانی میں ڈوب کر یا کسی وبائی مرض میں مبتلا ہو کر جاں بحق تسلیم ہوں علمائے کرام نے شہدا کی فضیلت میں بہت کچھ بیان کی ہیں۔ مثلاً شہید کے جسم کو مٹی نہیں کھا سکتی شہداء کی قوت نظریہ و عملیہ انبیاء کی قوت نظریہ و عملیہ کے قریب رہتی ہے۔ ان کی رحلت کے وقت ملائکہ حاضر ہوتے ہیں وغیرہ وغیرہ **قرآن مجید** کے اندر سورۂ بقر میں آیا ہے اور مت کہو ان کو مُردہ جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو خبر نہیں ہے **ابو داؤد شریف** کی حدیث ہے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے افضل مومن وہ ہے جو اپنی جان و مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے اور گھاٹی میں عزلت اختیار کرتا ہے۔ اللہ کی عبادت کرتا ہے اللہ سے ڈرتا ہے اور لوگوں کو اپنی شر سے بچاتا ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے جہاد

کس کو کہتے ہیں اور اس کے فضائل کیا ہیں۔ جہاد کہتے ہیں اسلام کی مذہبی لڑائی کو جو کفار سے لڑی جائے۔ اس کے علاوہ نفس سے لڑنے اور اس کے زیر کرنے کو بھی جہاد کہتے ہیں۔ جہاد کا ثواب بہت ہے جو مجاہدین میدان جہاد میں جان سے مارے جاتے ہیں مرتبۂ شہادت پاتے ہیں اور جو فتح و ظفر کیساتھ دشمن پر غالب آتے ہیں غازی کہلاتے ہیں غازی کے مراتب اور فضائل بھی شہداء کی طرح ہیں مگر ان فضیلتوں کے باوجود یہ ملحوظ خاطر رہے۔ باعتبار مراتب افضل انبیا ہیں بعدہٗ صادقین۔ ان کے بعد شہداء اور شہداء کے بعد صالحین۔ صالحین ہی مرتبہ ولایت پر پہنچتے ہیں اور اولیاء کہلاتے ہیں صالح کے لغوی معنی ہیں نیک، نکوکار اور نیک اعمال۔ اسی طرح ولی کہتے ہیں مقرب خدا اور صاحب تصرف کو۔ ولایت کا مفہوم ذرا مشکل ہے اس کو یوں سمجھئے ولایت ایک قرب خاص ہے کہ مولا عزوجل اپنے نیک بندوں کو محض اپنے فضل و کرم سے عطا فرماتا ہے۔ قرب خدا حاصل کرنے کے لئے احکام شریعت اور رموز طریقت سے آگاہی حاصل کرنی پڑتی ہے کیوں کہ خدا کا دوست جاہل نہیں ہوتا اور ولایت بے علم کو نہیں ملتی خواہ علم بطور ظاہر حاصل کیا ہو یا اس مرتبہ پر پہنچنے سے پیشتر اللہ تعالیٰ نے علوم منکشف کر دیئے ہوں۔

کشف المحجوب میں خواجہ علی بن عثمان ہجویری داتا گنج بخش لاہوری رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں اولیائے کرام کو اللہ تعالیٰ نے بڑی طاقتیں عطا فرمائی ہیں ان میں جو اصحاب خدمت ہوتے ہیں ان کو تصرف کا اختیار دیا جاتا ہے۔ سیاہ و سفید کے مختار بنا دیئے جاتے ہیں۔ اصحاب خدمت کو اختیارات اور تصرفات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں ملتے ہیں۔ ان کے درجات ہوتے ہیں علوم غیبیہ اُن پر منکشف ہوتے ہیں لطائف اشرفی میں صاحب تصرف اولیاء اللہ کے درجات کے بارے میں حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمتہ اللہ علیہ

سے منقول ہے آج یکم رجب المرجب ۵۷۵ھ ہجری ہے غوث زمانہ جن کی زیارت میں نے جبل[1] الفتح پر کی تھی وصال فرما گئے۔ اکابر روزگار اور مشائخ عظام میں ہر ایک کی تمنا تھی کہ اس مقام بلند کے لئے میرا انتخاب ہو مگر حق تعالیٰ کی توجہ کریم کو ہزار حمد کہ اس نے اپنی عنایت بے غایت سے اس بے مثل عظمت کا تاج اس فقیر کے سر پر رکھا۔ دستور ولایت کے بموجب غوث کے جنازہ کی نماز غوث پڑھاتا ہے چنانچہ میں نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور جنازہ میں نے اور عبدالرّب نے اور عبدالملک نے اور ایک بزرگ اوتاد سے تھے۔ ہم چاروں نے اٹھایا۔ اس عہدۂ غوثیت سے پہلے میں عبدالملک تھا اور غوث کے داہنے پر میری جگہ تھی۔ اب میں غوث ہوا تو عبدالرّب عبدالملک بنے اور ایک بزرگ اوتاد سے عبدالرّب بنے اور اوتاد میں ایک ابدال سے اور ابدال میں ایک اخیار ہے اور اخیار میں ایک ابرار سے اور ابرار میں ایک نجبا سے اور نجبا میں ایک نقبا سے اور نقبا میں ایک عام مسلمانوں سے داخل کیا گیا۔ **بحر المعانی** میں شیخ جعفر مکی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں قطب عالم جس کو غوث کہتے ہیں ہر زمانہ میں ایک ہوتا ہے اور تمام موجوداتِ عالم کا وجود قطب عالم کے وجود کے ساتھ قائم رہتا ہے۔ قطب عالم کو قطب کبریٰ۔ قطب الارشاد، قطب الاقطاب اور قطب المدار بھی کہتے ہیں۔ غوث کے دو وزیر ہوتے ہیں۔ داہنے ہاتھ والے کا نام عبدالملک ہوتا ہے اور بائیں ہاتھ والے کا عبدالرّب۔ **سفینۃ الاولیاء** میں شہزادہ دارا شکوہ نے لکھا ہے ابدال، اوتاد اور اقطاب کا عزل و نصب اور اولیاء کا سب حال غوث کے اختیار میں ہوتا ہے۔ **کشف المحجوب** میں لکھا ہے غوث

---

[1] جبل الفتح مصر میں ایک پہاڑ ہے جہاں چالیس دن عبادت کرنے سے ابواب معرفت کھل جاتے ہیں۔

اور قطب الاقطاب کا وجود اگر جہان میں نہ ہو تو تمام جہان زیر و زبر ہو جائے لیکن ان دونوں میں فرق ہوتا ہے۔ البتہ غوث جب درجہ میں ترقی کرتا ہے افراد میں داخل ہوتا ہے۔ اسی طرح قطب الاقطاب جب ترقی کرتا ہے وہ بھی افراد میں داخل ہوتا ہے اس طرح غوث اور قطب الاقطاب کا درجہ برابر ہوتا ہے۔ جب افراد میں کوئی ترقی کرتا ہے تو مقام محبوبیت میں پہنچ کر قطب وحدت ہو جاتا ہے۔ محبوب کے خطاب سے سرفراز کیا جاتا ہے۔ **بحر المعانی** میں شیخ جعفر مکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ایک دن یہ فقیر حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ دریائے نیل میں کشتی پر سوار تھا اور ذکر شاہدانِ لایزال کا ہو رہا تھا حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا دو بزرگ مقام محبوبیت میں پہونچے ایک شیخ عبدالقادر جیلانی دوسرے شیخ نظام الدین بداونی۔ ان جیسا درجہ کسی ولی کا نہیں ہوا۔ **بیان الاولیاء** میں شیخ نجم الدین چشتی نظامی رقمطراز ہیں تمام اولیاء اللہ مردان خدا کہلاتے ہیں۔ ان مردان خدا یعنی غوث، قطب، ابدال، اوتاد وغیرہ کے جورو بچے، اسباب، ملک اور مال بھی ہوتا ہے وہ کھاتے پیتے بھی ہیں اور پاخانہ پیشاب بھی کرتے ہیں۔ بیمار ہوتے ہیں تو علاج بھی کراتے ہیں جہان والے ان سے حسد اور انکار بھی کرتے ہیں اور ان کو ایذا بھی پہنچاتے ہیں جس طرح کفار رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچاتے تھے۔ ان کو سوائے کاملین اور اہل حال کوئی نہیں پہچان سکتا۔ اللہ تعالےٰ نے ان کے مرتبہ کو عام لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رکھا ہے۔ ابدال اکثر مشرب قلندریہ رکھتے ہیں اور افراد اکثر رندانہ لباس میں رہتے ہیں تمام اولیاء اللہ بارہ صفات کے ہوتے ہیں ان میں دو اس جہان سے تعلق نہیں رکھتے۔ ایک مکتومان دوسرے مفردان ان کو اس دنیا کے امور سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ **لطائف اشرفی** میں لکھا ہے مکتومان بھی اکثر رندانہ لباس میں رہتے ہیں۔ **بحر المعانی** میں لکھا ہے۔ ہر مقام پر

ایک قطب اس مقام کی نگہبانی کے لئے رہتا ہے اور ہر گاؤں میں ایک ولی ہوتا ہے خواہ مسلمان وہاں رہتے ہوں یا کافر وہاں بستے ہوں۔ قطب کا مرتبہ بہت بلند ہوتا ہے۔ اگر وہ چاہے تو ولی کی ولایت چھین سکتا ہے اور اس کی جگہ دوسرے کو متعین کر سکتا ہے قطب مدار کا مرتبہ یہ ہوتا ہے اگر وہ چاہے تو قطب کو اس کے مقام سے معزول کر سکتا ہے اور اس کی دعا سے دوسرا شخص مرتبۂ قطبیت پر پہنچ سکتا ہے۔ قطبوں کی کوئی انتہا نہیں۔ ہر صفت کے قطب ہوتے ہیں۔ مثلاً قطب زہاد، قطب عباد، قطب عرفان، قطب متوکلان اور قطب الاولیاء وغیرہ۔ قطب الاولیاء تمام روئے زمین پر ایک ہوتا ہے اس کو قطب ولایت مطلق کہتے ہیں۔ اسی کو قطب جہان بھی کہتے ہیں۔ اور جہانگیر بھی۔ جس کو جہانگیر کہتے ہیں اس میں تمام قسموں کی ولایت ہوتی ہے۔ **بیان الاولیاء** میں لکھا ہے جس طرح قطبوں کی انتہا نہیں اسی طرح افراد کی کوئی گنتی نہیں۔ جب تک قطب رہتے ہیں ایک جگہ ساکن رہتے ہیں جب افراد میں پہنچتے ہیں ایک مقام اختیار کرنے سے گریز کرتے ہیں جہاں جی چاہتا ہے رہتے ہیں یہی حال قطب وحدت کا ہے **بحر المعانی** میں لکھا ہے۔ مقام فردانیت میں پہنچ کر خوارق یعنی کرامات کم ہوتی ہیں **کشف المحجوب** میں لکھا ہے خلاف عادت ظہور میں آنے والے امور کرامت کہلاتے ہیں۔ صادق اولیاء سے کرامات ضرور ظہور میں آتی ہیں۔ کرامت ہی ولی کی صداقت کا نشان ہے **بہار شریعت** میں حکیم مولانا امجد علی لکھتے ہیں کرامت اولیاء برحق ہے۔ اس کا منکر گمراہ ہوتا ہے۔ مگر یاد رکھئے کرامت ولی سے حالت سکر میں ہوتی ہے اور سکر کہتے ہیں غلبۂ نیم بے ہوشی اور جذب و مستی کو اور غلبۂ نیم بے ہوشی و جذب و مستی سے مراد اللہ تعالیٰ کی محبت کا غلبہ ہے۔ یہ بتانا یہاں بے محل نہ ہوگا کہ ولی اپنے حال اور مشاہدۂ صفات حق میں باقی ہوتا ہے مگر وہ اپنی ذات کی کوئی خبر نہیں دے سکتا اور نہ غیر اللہ کے ساتھ اس کو کسی

طرح کا آرام ہوتا ہے۔ اسی طرح صوفی وہ کہلاتا ہے جو مشغلہ غیر حق سے دماغ کو پاک رکھے نیز خود فانی اور ذات حق کے ساتھ باقی ہو اور تمام تقاضائے طبعی سے آزاد ہو کر باطن کی حقیقت کے ساتھ مل گیا ہو۔ صوفی کا سب سے بڑا کمال خود کو آتش عشق الٰہی میں جلا دینا ہوتا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے منتہی صوفی جب مقصد کو پہونچتا ہے قلندر ہو جاتا ہے۔ قلندر اس فقیر کو کہتے ہیں جو بظاہر پابند شرع نہ ہو۔ **لطائف اشرفی** میں حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی سے منقول ہے فقراء میں ایک گروہ ملامتیہ بزرگوں کا ہے۔ وہ لوگ فرائض و واجبات اور سنن تو بجائے خود اہم ہیں نوافل اور مستحبات کی پابندی بھی بے حد ضروری سمجھتے ہیں اور ان کو بھی قضا نہیں کرتے مگر اپنی عبادت کو اس طرح چھپائے رہتے ہیں جس طرح برا آدمی اپنی بدکاری کو چھپاتا ہے۔ ان کی کوشش رہتی ہے ان کے حسن عمل سے کوئی باخبر نہ ہونے پائے۔ **کشف المحجوب** میں لکھا ہے طریقت میں ملامت کو فروغ شیخ ابو حمدان نے دیا۔ ان کا کہنا ہے سلامتی کے ترک کا نام ملامت ہے لیکن کوئی شخص ملامت حاصل کرنے کے لئے تارک شریعت ہو اور کوئی عمل خلاف شریعت کرے تو اس کا یہ فعل خالص گمراہی اور ہوس دنیا کے واسطے ہوگا سلسلہ سہروردیہ کے بزرگوں میں ایک گروہ ملنگوں کا ہے جو مجرد اور بے نفس ہوتے ہیں۔ نیز عورت سے اجتناب کرتے ہیں۔ ان کا محبوب مشغلہ پاکوبی کے ساتھ ذکر یا حی یا قیوم کرنا ہے۔ بعض لوگ خدا کی محبت میں اتنے کھنچے ہوتے ہیں کہ آپے سے باہر ہو جاتے ہیں ایسے لوگوں کو مجذوب کہتے ہیں۔ بعض لوگ کسی صاحب کمال کے ہاتھ سے جام معرفت پی کر متوالے اور سرشار ہو جاتے ہیں ان کو مست کہتے ہیں۔

بعض حضرات متقدمین اولیاء اللہ کے حالات سننے کے بعد اکثر فرماتے ہیں اس زمانہ میں ایسے بزرگ نہیں۔ ان کا یہ کہنا غلط ہے اور ناواقفیت پر دلالت کرتا ہے ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے خاص بندے موجود رہے ہیں۔ آج بھی ہیں اور حضرت امام

مہدی علیہ السلام و حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ظہور تک اسی طرح ہوتے رہینگے۔ مردان خدا سے نہ کبھی دنیا خالی رہی ہے اور نہ خالی رہے گی۔ بہار شریعت میں لکھا ہے اولیا، اللہ سے استمداد اور استعانت چاہنا محبوب ہے۔ ان کے مزارات پر حاضری مسلمانوں کے لئے سعادت اور باعث برکت ہوتی ہے۔ اولیاء اللہ اپنی قبروں میں حیات ابدی کے ساتھ زندہ ہیں انھیں ایصال ثواب موجب برکات اور امر مستحب ہے۔ حضرت ابو علی دقاق رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا تھا اولیائے کرام اور خاصان خدا کا کلام سننے اور ان کا ذکر کرنے سے کیا فائدہ ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا تھا اس میں فوائد بے شمار ہیں شوق و ذوق میں ترقی ہوتی ہے، عقدہائے لاینحل حل ہوتے ہیں اور امور مشکلہ کی پریشانی رفع ہو کر دل جمعی ہوتی ہے حضرت امام یوسف ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا تھا یہ زمانہ گزر جائے اور تمام بزرگان زمانہ انتقال فرما جائیں تو ہم کس طرح سلامت رہیں گے۔ آپ نے فرمایا تھا ایک جز بزرگوں کے حالات روزانہ پڑھا کرنا۔ حضرت بابا فرید الدین شکر گنج رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے اولیا، اللہ کے حالات لکھنے اور پڑھنے کے وقت خداوند کریم کی خاص رحمت نازل ہوتی ہے انھیں خیالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اکثر لوگوں نے وقتاً فوقتاً بزرگان دین کے حالات قلمبند کئے ہیں۔ میں بھی ایک مدت سے بدایوں کے شہداء اور صالحین کا تذکرہ لکھ رہا تھا لیکن اس کے مکمل ہونے کی نوبت نہ آتی تھی۔ وجہ یہ تھی کہ ہر کام کا وقت مقرر ہوتا ہے۔ اور جس طرح ہر کام کا وقت مقرر ہوتا ہے اسی طرح ہر کام کا مقصد بھی ہوتا ہے اس کتاب کے لکھنے سے میرا مقصد بدایوں کے مردان خدا کے حالات ہی عوام تک پہنچانا نہیں بلکہ ان بزرگوں کی صفات سے متصف ہونے کا جذبہ بھی ان کے دلوں میں پیدا کرنا مقصود ہے ہر دو مقاصد کی تکمیل کے سلسلہ میں متعدد کتب تواریخ کا مطالعہ مجھ کرنا پڑا ہے۔ تاریخ ابن خلدون سے سیکر کنز التاریخ تک اور ــــ

تذکرۃ الواصلین سے لیکر قصص الانبیاء تک میں نے دیکھی ہیں اور اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ فوائد الفواد، خیر المجالس، اخبار الاخیار، مصباح السالکین اور عظمت الاولیاء میں بدایوں کے مردان خدا کے بہت کچھ حالات درج ہیں یہ کتابیں آج ہمارے لئے مشعل راہ ہیں خداوند کریم ان کے لکھنے والوں کی جانفشانیوں کا اجر عطا فرمائے اور ان کے مرقدوں پر اپنے نور کی بارش کرے۔ تاریخ فرشتہ اور منتخب التواریخ میں بھی چند بزرگوں کے حالات ملتے ہیں انھیں کے حوالوں سے کشف الغطائی احوال اصحاب الصفاء، طبقات الاولیاء فی مدینۃ الاولیاء، روضہ صفاء، باقیات الصالحات، انوار الٰہی، اور تاریخ اولیائے بدایوں وغیرہ لکھی گئی ہیں جن میں بدایوں کے مردان خدا کے حالات نہایت تفصیل اور وضاحت کے ساتھ درج ہیں۔ خداوند کریم ان کے مصنفین کو جزائے خیر دے۔ تاریخ اولیائے بدایوں حکیم محمد یٰسین شوق سبزواری کے والد مفتی شرف علی سبزواری کی تصنیف ہے جس پر حکیم صاحب موصوف نے حواشی چڑھائے ہیں اور بعض بزرگوں کے حالات کا تکملہ بھی کیا ہے۔ یہ کتاب اب تک غیر مطبوعہ ہے اور حکیم صاحب کے فرزند حضرت اوج سبزواری کے پاس موجود ہے۔ اردو زبان کی یہ سب سے پہلی کتاب ہے جو بدایوں کے مردان خدا کے بارے میں لکھی گئی ہے لیکن یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ باقیات الصالحات کا ترجمہ ہے انوار الٰہی حاجی افتخار الدین شور بدایونی کی مساعیہ جمیلہ کا ثمرہ ہے اور ایک حد تک مولوی امانت حسین دانشمندی بدایونی کی فارسی کتاب تاریخ شیخ شاہی کا اردو ترجمہ ہے۔ یہ کتاب بھی غیر مطبوعہ ہے اور حاجی صاحب کے نواسہ بابو رحمن حسین فرشوری کے پاس موجود ہے روضہ صفاء شیخ اکرام اللہ محشر بدایونی کی عرق ریزیوں کا نتیجہ ہے۔ فارسی کی غیر مطبوعہ کتاب ہے جس کا صحیح اور خوشخط نسخہ رام پور رضا لائبریری رام پور میں موجود ہے باقیات الصالحات مولوی عبدالوالی چشتی بدایونی کی لکھی

ہوئی فارسی زبان کی ایک لاجواب کتاب ہے جس کا قلمی نسخہ حکیم مختار احمد سبزواری کے پاس موجود ہے۔ **طبقات الاولیاء** شیخ سعداللہ بصیر ملتانی کی بے مثل کتاب ہے ان کے بھائی شیخ کرامت اللہ بصیر نے اس کا تکملہ کیا تھا اس لئے مجامع بصیرین کے نام سے مشہور ہے۔ اب تک غیر مطبوعہ ہے۔ **کشف العظاء فی احوال اصحاب الصفاء** ملا عبدالقادر مورخ بدایونی کی مشہور و معروف تصنیف ہے، حضرت مذاق میاںؒ کے یہاں تھی۔ اب سے چالیس سال قبل چھوٹے خاں جمعدار کلکٹری بدایوں نے مجھے دکھائی تھی۔ انھیں بھی تاریخ لکھنے کا شوق تھا۔ اکثر کتابیں لاکر مجھے دکھاتے تھے۔ مفتی شرف علی سبزواری کی تاریخ اولیائے بدایوں نیز طبقات الاولیاء اور باقیات الصالحات انھوں نے ہی مجھے دکھائی تھیں یہ کتابیں آج بھی بدایوں میں موجود ہیں مگر بہت مشکل سے دستیاب ہوتی ہیں۔ فرصت کے لمحات میں نے ان کی ورق گردائی میں صرف کئے ہیں اور معاشی مصروفیتوں کے باوجود اپنے عظیم مقصد کی تکمیل میں رات دن لگا رہا ہوں۔ ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد میں نے اپنا وقت اس کتاب کی ترتیب میں صرف کیا ہے۔ اس کو مفید و کارآمد بنانے کی انتہائی کوشش کی ہے نہایت تحقیق و تلاش کے بعد اس کو مرتب کیا ہے پھر بھی بندۂ بشر ہوں خطاء نسیاں کا مرکب۔ قارئین کرام کو اگر کوئی غلطی نظر آئے اس کی صحت فرمالیں اور میرے حق میں دعائے خیر کریں۔ فقط

خاکسار

غلام غلامان محبوب الٰہی

ضیاء علی خاں اشرفی

نئی سرائے، بدایوں

۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۲ھ ہجری

حرف آخر

بدایوں کے تمام شہداء اور صالحین کے حالات نہ کسی فرد واحد کے سینہ میں محفوظ تھے اور نہ کسی ایک کتاب میں درج تھے متعدد کتابوں کی ورق گردانی کے بعد اور مختلف اشخاص سے معلومات فراہم کرکے میں نے ان کو یکجا کیا ہے مگر انتہائی کوشش کے باوجود بعض بزرگوں کے حالات نامکمل رہ گئے ہیں. ممکن ہے میرے بعد آنے والی نسلیں اس کمی کو پورا کردیں. جن حضرات کے چمنستانوں سے خوشہ چینی کرکے میں نے گلکدہ آراستہ کیا ہے اُن میں مولوی عبدالوالی چشتی اور مفتی شرف علی سبزواری کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل تذکرہ ہیں. انھوں نے فوائد الفواد، خیرالمجالس، اخبارالاخیار، عظمت الاولیاء، لمعات صوفیہ، تاریخ فرشتہ، روضہ صفا، کشف العطاف فی احوال اصحاب الصفاء، طبقات الاولیاء فی مدینۃ الاولیاء وغیرہ کے برگ وگل اکٹھے کرکے اپنے گلشن سجائے تھے. مفتی شرف علی والے قدیم گلستاں کو میں نے بطرز جدید آراستہ کیا ہے. کہیں شاخ تراشی کی ہے اور کہیں نئے گل بوٹوں کا اضافہ کیا ہے. رنگ وبو کے لحاظ سے یہ ایک ایسا گلزار ہے جس کی نکہت اہل ذوق کے دماغوں کو یقیناً فرحت بخشے گی اور ان کی روح میں تازگی اور بالیدگی پیدا کرے گی.

اس کار عظیم کی انجام دہی میں مجھے جن دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا ان کا ذکر لاحاصل ہے. پھول چنتے وقت کانٹا لگ ہی جاتا ہے اور شہد نکالتے وقت مکھی ڈنک مار ہی دیتی ہے. بہرحال میں نے امید کا دامن کبھی نہ چھوڑا، دشواریوں اور مشکلات کو منجانب اللہ سمجھ کر برداشت کیا اور اپنی محنت ہی کو محنت کا ثمر جان کر شب و روز اس گل کدہ کی

آبیاری میں مشغول رہا. خدا کے فضل و کرم سے اور بزرگانِ دین کے فیضان تصرف سے کتاب مکمل ہو کر طبع ہونے جا رہی ہے اُن بزرگوں اور دوستوں کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں جو اس کتاب کی ترتیب کے دوران میرے مددگار و معاون رہے خصوصاً صاحبِ علم و عمل، حاجی حرمین شریفین، حافظ کلام ربانی، فدائے محبوب سبحانی رضؓ حضرت **مولانا شاہ عبدالحمید محمد سالم** صاحب سجادہ نشین آستانۂ قادریہ بدایوں جنہوں نے اپنے کتب خانہ سے نادر و نایاب کتابیں مجھے عنایت فرمائیں، علیم الفرصتی کے باوجود کتاب کے مسودہ پر نظر ثانی فرمائی اور اکثر بزرگوں کے حالات سے آگاہی بخشی نیز عالیجناب پیرزادہ **حکیم خواجہ سید محفوظ حسن نظامی** صاحب سجادہ نشین و متولی درگاہ حضرت خواجہ سید احمد بخاری رح جو میرے انتہائی کرم فرما و محسن ہیں اور بصدق دل اس کتاب کی اشاعت میں کوشاں رہے ہیں. ان کے علاوہ بدایوں کے کثیر الاشاعت، مقبول خاص و عام اردو اخبار **ہماری آواز** کے پروپرائٹر و ایڈیٹر عالیجناب **حافظ عبدالمجید** صاحب **شاداں بدایونی** کا انتہائی ممنون کرم ہوں جنہوں نے اپنے مؤقر جریدہ میں میرے مضامین شائع کر کے مجھے عوام سے روشناس کرایا.

حضرت خواجہ حسن شیخ شاہی روشن ضمیر سلطان العارفین بدایوں و حضرت خواجہ بدرالدین شیخ ابوبکر موئے تاب شاہ ولایت بدایوں کی درگاہوں کے جملہ **پیرزادگان و متولیان** کا بھی احسان مند ہوں جنہوں نے بعض مزارات کی نشاندہی کی اور اعراس مقدس کی خصوصی تقریبات میں مجھے شرکت کا موقع دیا. ساتھ ہی ساتھ عالم باعمل، صاحبِ احترام حضرت **مولانا مفتی محمد ابراہیم** صاحب سمستی پوری صدر مدرس مدرسہ شمس العلوم بدایوں کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے سب سے پہلے آکر مجھے یہ خوشخبری سنائی تھی کہ اُتر پردیش اُردو اکاڈمی لکھنؤ نے مردانِ خدا

کی اشاعت کے لئے مالی امداد منظور کرلی ہے بعض کتابیں اور رسائل بھی پڑھنے کیلئے مرحمت فرمائے

بارگاہ رب العزت میں دست بدعا ہوں کہ بطفیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام حضرات کے دلی مقاصد پورے ہوں اور میرا حشر ان بزرگوں کے ساتھ ہو جن کے حالات میں نے بھی کتاب میں تحریر کئے ہیں۔ فقط۔

احقر العباد
ضیاء علیخاں اشرفی

نئی سرائے ۔ بدایوں
۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۵ ہجری

فرمودات

اللہ تعالیٰ نے کرامت کا چھپانا اپنے اولیاء پر فرض کیا ہے جیسا کہ انبیاء پر اظہار معجزہ فرض کیا تھا۔ اگر کوئی شخص کرامت ظاہر کرے گا وہ فرض کا تارک ہوگا۔ یہ بہت خراب کام ہے (شیخ نظام الدین اولیاء)

عقل و عشق آپس میں متضاد ہیں۔ علماء اہل عقل ہیں اور درویش اہل عشق عقل علماء کے عشق پر غالب ہے اور عشق درویشوں کی عقل پر غالب ہے۔ انبیاء علیہم السلام عشق اور عقل دونوں پر غالب ہیں۔ (شیخ نظام الدین الاولیاء)

علماء عام لوگوں میں اشرف ہیں اور فقراء اشراف میں اشرف ہیں۔ فقیر علماء میں ایسا ہی جیسا تاروں بھرے آسمان میں چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے (بابا فرید الدین شکر گنج)

متوکل وہ شخص ہے کہ لوگوں سے رنج و تکلیف اٹھائے تو اس کی نہ شکایت کرے نہ حکایت (خواجہ معین الدین چشتی اجمیری)

پہلی مجلس

اپنے خون سے باغ اسلام کی آبیاری فرما کر بدایوں میں ابدی نیند

سونے والے مشاہیر شہداء کے بیان میں

حضرت خواجہ سیّد عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

میراں جی مشہور ہیں خواجہ سید عبداللہ نام اور میر ملہم لقب تھا۔ غزنی میں پیدا ہوئے تھے۔ وہیں تعلیم و تربیت پائی تھی حسینی سیّد تھے۔ حضرت شیخ عبدالرحمن محمد کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ وہ مرید و خلیفہ حضرت ابوالقاسم ابراہیم نصیر آبادی کے تھے اور انھیں خرقۂ خلافت حضرت شیخ ابوبکر شبلی سے پہنچا تھا وہ مرید و خلیفہ حضرت شیخ جنید بغدادی کے تھے۔ غزنی کے برگزیدہ لوگوں میں آپ کا شمار تھا۔ علم تجوید قرآن میں یگانہ عصر اور فن سپہ گری میں یکتائے زمانہ تھے۔ شہادت کے شوق میں سلطان محمود غزنوی کی سپاہ میں داخل ہو کر متعدد جہاد کئے تھے کارہائے نمایاں کے عوض سپہ سالاری کا منصب جلیلہ پایا تھا۔ مجاہد ذی وقار، غازی نامدار اور ولی روزگار تھے۔ سلطان کی ہمشیرہ کو ان کے شوہر کے پاس پہنچانے غزنی سے اجمیر آئے تھے اور کافی مدت وہاں مقیم رہے تھے۔ نماز فجر کے بعد مراقبہ کرتے تھے ایک روز مراقبہ کی حالت میں منکشف ہوا کہ فتوح جانے والے سلطانی لشکر کے چوپائے بار برداری ویدامئو میں روک لئے گئے ہیں اسی وقت مراقبہ سے سر اٹھایا تھا اور چند کار آزمودہ مجاہدین ساتھ لے کر بہ نیت جہاد اجمیر سے ویدامئو کی سمت روانہ ہو کر برسوں کی منزلیں ہفتوں میں طے کرتے ہوئے ۴۰۹ھ میں بدایوں تشریف لائے تھے اور راجا چندر پال کے سپاہیوں سے نبرد آزمائی کر کے مرتبہ شہادت پایا تھا۔ صاحب تصرف اور صاحب کرامت ہیں۔ آستانہ آپ کا مرجع خلائق ہے۔ کوئی حاجتمند محروم و مایوس نہیں جاتا۔ حضرت شیخ ابوبکر موئی ناب خواجہ بدرالدین شاہ ولایت بدایوں آپ کی قبر شریف کی زیارت کو جاتے وقت دور ہی سے جوتے اتار کر فرماتے تھے اس جگہ بیشمار شہداء مدفون ہیں ایسا نہ ہو

دھوکے میں نعلین اس جگہ پڑ جائے جہاں کوئی بزرگ آسودہ ہوں۔ کرامات آپ کی بیشمار ہیں اور اکثر ظہور میں آتی رہتی ہیں مگر سب سے زیادہ مشہور واقعہ بھوربھی کی لڑکی کا ہے جو محمد تغلق کے عہد میں ہر جمعرات کو چراغ جلانے آپ کے مزار پر آتی تھی۔ ایک روز شیر کہیں سے آگیا اور موقع پاکر لڑکی پر جھپٹا۔ وہ آپ کا نام لیکر چلائی۔ اس کا چلانا تھا کہ شیر اسی وقت خدا کے حکم سے پتھر کا ہو گیا تھا اور لڑکی صحیح سلامت اپنے گھر چلی گئی تھی

حضرت شاہ دلدار علی مذاق بدایونی فرماتے ہیں۔

ابن رسول ہو خلف مرتضیٰ بھی ہو　　محسن ہو ساری خلق کے مشکل کشا بھی ہو
شانِ حسن ہے آپ میں اور شوکتِ حسین　　سید بھی ہو شہید بھی ہو اولیا، بھی ہو

مزار شریف اندرون شہر جانب شمال ایک شاندار درگاہ کے اندر نہایت خوشنما واقع ہے وہیں آپ کے گھوڑے کا مدفن ہے اور کئی ساتھیوں کے مزارات ہیں ان میں بعض زمین دوز ہیں اور بعض کے تعویذ بنے ہیں۔ پورب کی سمت بلندی پر آپ کے ہمراہی **حضرت میر یونس علی** شہید کا مزار ہے اور صدر دروازہ کے اندر جانب غرب سہ دری میں **حضرت میر دلدار علی** شہید کا مزار ہے مسجد سے جانب جنوب **حضرت سید یحییٰ مدنی** قطب بدایوں کا مزار ہے۔

(باقیات الصالحات۔ محاربات ہند۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ تذکرۃ الواصلین)

(اوصاف الاولیاء۔ تاریخ احمدی　　روضہ صفا)

حضرت خواجہ ناصر الدین علی شہید رحمتہ اللہ علیہ

علی بن حمزہ نام اور ناصر الدین لقب تھا۔ میرانجی صاحب کے چچازاد بھائی تھے غازیان ذی وقار اور مجاہدین نامدار میں آپ کا شمار تھا۔ محمودی سپاہ کے نامور سوار تھے حضرت میراں جی صاحب کے ہمراہ ۸۰۹ھ ہجری میں بدایوں آکر شہید ہوئے تھے۔ مزار شریف

اندرون شہر فرشوری ٹولہ میں چکروالی سڑک پر ایک خوشنما درگاہ کے اندر پختہ واقع ہے اصل مزار تہہ خانہ کے اندر ہے اور قبر کی نمود بنا دی ہے۔ جانب غرب دیگر شہداء کے مزارات ہیں۔ آستانہ آپ کا مرجع خلائق ہے۔ کرامات اکثر ظہور میں آتی رہتی ہیں۔ ایک کرامت یہ ہے کہ نیب کے درخت کی ایک شاخ کی پتیاں جو آپ کے مزار پر سایہ فگن ہے ہر موسم میں ہر وقت زرد رہتی ہیں۔ باقی پتیاں موسم کے لحاظ سے اپنا رنگ بدلتی رہتی ہیں۔ مزار سے جانب غرب اہل محلہ نے مسجد بھی تعمیر کرائی ہے۔

(محاربات ہند۔ باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں)

اوصاف اولیا۔ روضہ صفا۔ تذکرۃ الواصلین

حضرت حافظ ضیاء الدین مکّی رحمۃ اللہ علیہ

ضیاء الدین نام تھا۔ مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے تھے۔ وہیں نشو و نما پائی تھی اسی نسبت سے ضیاء الدین مکی کہلائے تھے حافظ قرآن اور صاحب علم تھے۔ جہاد کے شوق میں سلطان محمود غزنوی کی سپاہ میں داخل ہو کر متعدد بار اپنی شمشیر کے جوہر دکھائے تھے۔ غازیان نامدار میں آپ کا شمار تھا۔ شہادت کی تمنا ہمہ اوقات دامن گیر رہتی تھی سلطانی افواج کے چوپائے باربرداری چھڑانے ۴۰۹ھ ہجری میں بدایوں آکر شہید ہوئے تھے۔ آستانہ آپ کا مرجع خلائق ہے۔ بعد نماز جمعہ کافی ہجوم ہوتا ہے۔ مزار شریف بیرون شہر جانب شرق بگوشہ جنوب جج صاحب والی کوٹھی کے متصل ایک خوشنما درگاہ کے اندر پختہ واقع ہے عوام اس کو **ڈھاک والی زیارت** کہتے ہیں۔ بالین مزار ڈھاک کا بہت بڑا درخت کھڑا ہے اس سے ملحق جانب غرب ایک تربت ہے۔ پائیں مزار سید فرخند علی اور ان کے بھائی مدفون ہیں۔ درگاہ کے جنوبی مغربی گوشہ میں حاجی فتح الدین کی قبر ہے بیرون احاطہ شہداء

کے متعدد مزارات ہیں. کرامات اکثر ظہور میں آتی رہتی ہیں. قدیم زمانہ میں مزالکے قریب کوٹھی تھی جس کو اہر والی کوٹھی کہتے تھے وہ کبھی آباد نہ ہوئی. جتنے افسران اس میں رہے سب پریشان رہے. رات کے وقت اس کوٹھی کے کواڑ اکثر خود بخود کھل جاتے تھے. مسجد، حجرہ اور ایک گوشہ محل بھی درگاہ کے اندر ہے

(محاربات ہند. باقیات الصالحات. تاریخ اولیائے بدایوں)

حضرت حافظ منعم علی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ منان مشہور ہیں. حافظ منعم علی نام تھا ۹۰۹ھ ہجری میں بدایوں آکر شہید ہوئے تھے. مزار شریف سول لائن میں جنٹ صاحب والی کوٹھی کے احاطہ میں پختہ واقع ہے. کھیر اور چپاتیوں پر آپ کی فاتحہ ہوتی ہے. جلے بنگلے والے باغ کی آراضی میں حضرت حافظ ضیاء علی شہید کا مزار بحالت بوسیدہ ہے اور کلکٹر صاحب والی کوٹھی کے احاطہ میں برگد کے نیچے حضرت حافظ موسیٰ نصیر آبادی شہید کا مزار ہے. ڈاکٹر سنتوش سنگھ کی کوٹھی کے جانب جنوب کھیتوں میں ماجد علی شہید کا خام مزار جھیل کے نیچے ہے.

(محاربات ہند. باقیات الصالحات. تاریخ اولیائے بدایوں)

حضرت حافظ احمد عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ

رسالہ دار میاں مشہور ہیں. حافظ احمد عسقلانی[1] نام تھا. محمودی سپاہ میں

---

[1] عسقلان ملک شام میں ایک شہر ہے وہاں کے رہنے والے تھے. اسی نسبت سے حافظ احمد عسقلانی مشہور تھے.

2722 h

رسالہ داری کے عہدہ پر فائز تھے۔ سلطانی افواج کے چوپائے باربرداری چھڑانے ۷۰۹ھ ہجری میں، بدایوں آکر شہید ہوئے تھے۔ مزار شریف سول لائن میں اعلیٰ پور جانے والی سڑک کے جانب شمال متصل گرلس گورنمنٹ نارمل اسکول بالائے چبوترہ حریم کے اندر پختہ واقع ہے۔ جانب غرب مسجد کی ٹٹی ہے۔ آدھی رات کے بعد اس مقام سے صحابہ اٹھا کرتا تھا۔

(محاربات ہند۔ باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں)

حضرت حافظ ظفر الدین تلمسانی رحمۃ اللہ علیہ

ظفری صاحب مشہور ہیں۔ حافظ ظفر الدین نام تھا۔ تلمسان علاقہ ترکستان کے باشندہ تھے۔ عالم باعمل اور صاحب ذوق وشوق بزرگ تھے۔ حافظ قرآن ہونے کے علاوہ اطیعو اللہ و اطیعو الرسول کی زرق برق وردی سے آراستہ و پیراستہ محمودی سپاہ کے نامور مجاہد تھے ۷۰۹ھ ہجری میں سلطانی افواج کے چوپائے باربرداری چھڑانے کی غرض سے بدایوں آکر شہید ہوئے تھے۔ مزار شریف بیرون شہر جانب شمال بگوشہ شرق متصل وگیانند رام نرائن ہائر سکنڈری اسکول چیڈکھر تال کے جانب شمال حریم اور خوشنما روضہ کے اندر منجملہ دو ملحقہ قبور جانب غرب ہے۔ جانب شرق حضرت سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہی حضرت سلطان جہانگیر شہید کا مزار ہے۔ آستانہ آپ کا جکری والی زیارت مشہور ہے۔ آدھی رات کے بعد اس مقام سے صحابہ اٹھا کرتا تھا۔ آپ کے مزار سے جانب شرق متصل ریلوے لائن حضرت سید قطب الدین شہید آپ کے ہمراہی کا مزار ہے جس کو قطبی والی زیارت کہتے ہیں

(محاربات ہند۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ باقیات الصالحات)

حضرت حافظ غلام رسول اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ

شہزادے میاں مشہور ہیں۔ حافظ غلام رسول نام تھا۔ اصفہان مملکت ایران میں پیدا ہوئے تھے۔ وہیں نشو و نما پائی تھی۔ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد بشوق جہاد محمودی سپاہ میں داخل ہو گئے تھے۔ ۴۰۹ھ ہجری میں حضرت میراں جی صاحب کے ساتھ بدایوں آکر شہید ہوئے تھے۔ مزار شریف بیرون شہر جانب شمال موضع کھیڑہ بزرگ کی آبادی کے جانب مشرق مسی تال کے غربی کنارہ پر بالائے چبوترہ پختہ واقع ہے۔ حریم بنی ہوئی ہے۔ جانب غرب ایک تربت ہے۔ کھیڑے کے باشندگان اس کو چڑیا والوں کا مزار کہتے ہیں۔ ان کے حالات دستیاب نہ ہو سکے۔ متصل درگاہ حضرت شیخ محمد جھنڈہ صاحب ملک قطب الدین ایبک کے ہمراہی حضرت شاہ کریم الدین شہید کا مزار ہے

(محاربات ہند۔ باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں)

حضرت حافظ فضیل نہروالی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ فضیل نام تھا۔ بغداد شریف کے نزدیک نہروالی میں پیدا ہوئے تھے۔ وہیں تعلیم و تربیت پائی تھی ذی علم صاحب ذوق و شوق بزرگ تھے حافظ قرآن تھے اور علم تجوید قرآن میں کمال حاصل تھا۔ مشہور شہسوار تھے جہاد کے شوق میں غزنی آکر محمودی سپاہ میں داخل ہو گئے تھے۔ مزار شریف جانب غرب بگوشہ شمال منصف عزیز الدین فرشوری والے باغ میں پختہ واقع ہے۔ آپ کے مزار سے جانب غرب حاجی ضیاء الدین فرشوری کی پختہ قبر ہے ان کے قریب منصف عزیز الدین فرشوری اور حکیم نجم الدین مدفون ہیں۔

حضرت خواجہ عقیل رحمتہ اللہ علیہ

خواجہ عقیل حضرت میراں جی صاحب کے ہمراہی تھے۔ ۹۰۸ھ ہجری میں بدایوں آکر شہید ہوئے تھے۔ مزار شریف اندرون شہر قلعہ کی فصیل کے جانب شرق خیل والی مسجد کے ملحق جانب جنوب جداگانہ حریم کے اندر پختہ واقع ہے آپ کے پہلو میں حضرت شاہ غیاث الدین شہید آسودہ ہیں۔ تعویذ بشکل چبوترہ ہے۔

حضرت دولہ میاں رحمتہ اللہ علیہ

دو حقیقی بھائی تھے۔ ایک کا نام میاں سعد اللہ تھا اور دوسرے کا میاں عبد اللہ محمودی سپاہ کے اولوالعزم مجاہد تھے۔ حضرت میراں جی صاحب کے ہمراہ ۹۰۸ھ ہجری میں بدایوں آکر جام شہادت نوش فرمایا تھا۔ دونوں بھائی ایک ہی جگہ مدفون ہیں تربت بھی واحد ہے۔ دولہ میاں کہلاتے ہیں۔ مزار شریف اندرون شہر لال پل سے جانب شرق مویشی اسپتال کی جنوبی دیوار میں واقع ہے۔ بیرون احاطہ تربت و حریم پختہ ہے۔ کسی زمانہ میں اس جگہ شراب کا گودام تھا اس کے بعد جذامی خانہ رہا اس کے بعد چونگی کا اسکول ہوگیا تھا۔ آج وہاں پشو چکتسالیہ ہے

حضرت سلطان احمد شہید رحمتہ اللہ علیہ

سلطان احمد شہید بڑے کروفر کے مرد مجاہد اور محمودی سپاہ کے افسر اعلیٰ تھے۔ قرب سلطانی حاصل تھا۔ سادات کرام سے تھے۔ غازیانِ ذی وقار میں آپ کا شمار تھا شہادت کی تمنا شب و روز دامن گیر رہتی تھی۔ قنوج کی مہم میں سلطان محمود غزنوی کے

ہمرکاب تھے. وہیں سے اپنا تمن لیکر چوپائے بار برداری چھڑانے ۷۰۹ھ ہجری میں بدایوں آکر شہید ہوئے تھے. سلطان محمد تغلق کے عہد میں پختیاں مطرب بچہ بھگت باز نے اپنے دوبارہ ناظم بدایوں ہونے کی خوشی میں آپ کا مزار از سر نو تعمیر کرایا تھا اور دھوم دھام سے فاتحہ کرائی تھی جس میں ابن بطوطہ[1] نامی سیاح بھی شریک ہوا تھا مگر بعض کتابوں میں لکھا ہے ۷۲۸ھ ہجری میں آپ کا مزار تعمیر ہوا تھا اور بعض میں لکھا ہے ۷۰۰ھ ہجری میں تعمیر ہوا تھا. مزار شریف بیرون شہر جانب غرب حضرت حاجی جمال ملتان صاحب کے مزار سے پچھم کی طرف ایک باغ میں بالائے چبوترہ پختہ خوبصورت سنگ خارا کا ہے.

(محاربات ہند. باقیات الصالحات تاریخ اولیائے بدایوں)

اوصاف الاولیاء

حضرت سالار کرار حسین زابلی رحمۃ اللہ علیہ

کرار حسین نام تھا. زابلستان کے رہنے والے تھے اس لئے کرار حسین زابلی کہلاتے

---

[1] ابن بطوطہ ۱۳۰۴ء میں پیدا ہوا تھا. ۲۷ سال کی عمر میں سیاحت شروع کی تھی. چار حج کئے تھے. عمر کے ۲۸ سال سیاحت میں گزارے. عظیم المرتبت عالم تھا. یکم محرم ۷۳۴ھ ہجری کو ہندوستان کی حدود میں داخل ہوا تھا. دہلی کا قاضی القضاۃ بھی رہا. جس ملک میں گیا وہاں اس نے نکاح کیا اور اس ملک سے روانہ ہونے سے پہلے اس عورت کو طلاق دیکر اس کا مہر ادا کر دیتا تھا. بدایوں بھی آیا تھا اپنی کتاب رحلہ میں جس کو سفرنامہ ابن بطوطہ کہتے ہیں (اصل عربی زبان میں ہے) لکھتا ہے. سنبھل کے علاقہ میں بدایوں ایک شہر ہے. ۱۳۷۸ء میں اس کا انتقال ہوا تھا. افریقہ کا باشندہ تھا.

تھے. محمودی سپاہ کے افسر اعلیٰ تھے. انتہائی جری اور بہادر تھے. قنوج کی مہم میں سلطان محمود غزنوی کے ہمرکاب تھے. ۴۰۹ھ ہجری میں چوپائے باربرداری چھڑانے کے سلسلہ میں قنوج سے بدایوں آکر شہید ہوئے تھے. مزار شریف موضع سالار پور پرگنہ بدایوں میں آبادی سے جانب جنوب گنج شہیداں میں مسجد کی ٹٹی کے جانب شرق منجملہ دو ملحق قبور جانب غرب ہے آدھی رات کے بعد اس مقام سے صحابہ اٹھتا تھا.

(محاربات ہند. باقیات الصالحات. تاریخ اولیائے بدایوں)

حضرت سیّد اعظم علی بخاری رحمۃ اللہ علیہ

سید اعظم علی نام تھا بخارا میں پیدا ہوئے تھے اسی نسبت سے اعظم علی بخاری کہلاتے تھے. محمودی سپاہ کے جانباز مجاہد اور سرفروش غازی تھے. حضرت میرانجی صاحب کے ہمراہ ۴۰۹ھ ہجری میں بدایوں آکر شہید ہوئے تھے. مزار شریف اندرون شہر محلہ چودھری سرائے میں بمقام بنے تلے پختہ واقع ہے. جانب غرب چودھری غلام حضرت فاروقی اور ان کے خاندان والوں کی قبریں ہیں. لوگ اپنے بیمار مویشی لاتے ہیں اور مزار کی خاک ان کے تھنوں اور نتھنوں کو لگاتے ہیں. عورتیں اپنے بیمار بچوں کو مزار کی خاک چٹاتی ہیں. صحت یاب ہونے پر کھیر پر فاتحہ دلائی جاتی ہے

(محاربات ہند. باقیات الصالحات. تاریخ اولیائے بدایوں)

حضرت سید غلام علی طہرانی رحمۃ اللہ علیہ

سید غلام علی نام تھا. طہران مملکت ایران کے باشندہ تھے. حضرت میرانجی صاحب کے ہمراہ ۴۰۹ھ ہجری میں بدایوں آکر جام شہادت نوش فرمایا تھا. مزار شریف موضع کھیڑہ بزرگ کی آبادی کے جانب شرق بگوشہ شمال گونٹیا میاں گنج کے شمال بگوشہ غرب

تراتال کے جنوبی کنارہ پر گنج شہیداں میں پختہ واقع ہے۔ حریم اور روضہ تعمیر ہوگیا ہے۔
(مخازبات ہند۔ باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں)

حضرت سیّد عباس علی رحمتہ اللہ علیہ

سید عباس علی محمودی سپاہ کے عظیم المرتبت مجاہد تھے۔ حضرت میراجی صاحب کے ساتھ ۹۰۸ھ ہجری میں بدایوں آکر شہید ہوئے تھے۔ مزار شریف بیرون شہر جانب غرب بگوشہ شمال رائی تال سے تقریباً بیس قدم پورب کی سمت پختہ واقع ہے۔ چراغاں بنا ہے۔ قرب وجوار کے کاشتکار بہت معتقد ہیں۔ آپ کے مزار کے متصل حضرت سید حسن شہید کا مزار ہے جن کو پاٹھک والے پیر بھی کہتے ہیں۔

حضرت حیدر علی حلبی رحمتہ اللہ علیہ

پہلوان صاحب مشہور ہیں۔ حیدر علی نام تھا۔ حلب کے علاقہ میں پیدا ہوئے تھے وہیں نشو ونما پاکر تعلیم وتربیت حاصل کی تھی۔ عالم فاضل، خدا آگاہ بزرگ تھے۔ محمودی سپاہ میں داخل ہوکر متعدد جہاد کئے تھے۔ غازیان نامدار میں آپ کا شمار تھا۔ سلطانی افواج کے چوپائے باربرداری چھڑانے ۹۰۸ھ ہجری میں بدایوں آکر شہید ہوئے تھے۔ مزار شریف بیرون شہر جانب شمال متصل شیام نگر خورد درختاں کے نیچے بالائے چبوترہ بلند پختہ واقع ہے۔ آستانہ آپ کا منبع فیض ہے۔ جنات تک حصول فیض کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ لوگ اپنے بیمار مویشیوں کے لئے بعد مغرب تھوڑا نمک آپ کے پائیں رکھ آتے ہیں اور فجر کی نماز کے بعد اس کو لاکر مویشیوں کو کھلاتے ہیں۔ بحکم خدا وہ صحت یاب ہوجاتے ہیں۔ یہ کہنا غلط ہے آپ بدایوں کے مشہور پہلوان تھے۔
(مخازبات ہند۔ باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں)

حضرت شاہ خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ

شاہ خدا بخش محمودی سپاہ کے جلیل القدر مجاہد تھے. سلطانی افواج کے چوپائے بار برداری چھڑانے ۱۰۰۹ھ ہجری میں بدایوں آئے تھے. مرتبہ شہادت پایا مزار شریف آپ کا بیرون شہر جانب شرق روضہ والی چونگی کی چوکی کے آگے نگلہ مشرقی جانے والی سڑک کی جنوبی پٹڑی پر حریم کے اندر پختہ واقع ہے. شرقی پہلو میں نیب کا درخت کھڑا ہے اس لئے نیب والی زیارت مشہور ہے. حریم کے اندر مسجد کی ٹٹی اور پیپل کا درخت بھی ہے. حریم کے باہر بگوشہ شمال مغرب ایک پختہ قبر ہے.

(محاربات ہند. باقیات الصالحات. تاریخ اولیائے بدایوں)

حضرت شاہ محمود علی رحمۃ اللہ علیہ

پہلوان صاحب مشہور ہیں. شاہ محمود علی نام تھا. سلطان محمود غزنوی کی سپاہ کے نامور اور کارآزمودہ سوار تھے ۱۰۰۹ھ ہجری میں حضرت میراں جی صاحب کے ہمراہ بدایوں آکر شہید ہوئے تھے. مزار شریف اندرون شہر گورنمنٹ انٹر کالج اور زنانہ شفاخانہ کے متصل دونوں سڑکوں کے درمیان خودرو درختان کے نیچے پختہ واقع ہے. حریم بنی ہے. آپ کے مزار سے جانب شمال کمپنی باغ والی سڑک کی غربی پٹڑی بر حضرت میر امجد علی شہید کا مزار ہے. پٹڑی کا درخت سایہ افگن ہے. اسٹیٹ بینک والی سڑک کے جانب شرق مولوی ابوالحسن والی کوٹھی اور گودام کے گوشہ میں حضرت شاہ روشن علی شہید کا مزار ہے. کچہری کلکٹری کے احاطہ میں بگوشہ جنوب مغرب حضرت میر گوہر علی شہید کا مزار ہے چراغدان بنا ہے جانب

شرق دو قبریں ہیں۔

(محاربات ہند۔ باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں)

حضرت مولانا سید نظام الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ

نظام بخاری مشہور ہیں۔ سید نظام الدین نام تھا۔ بخارا میں پیدا ہوئے تھے۔ وہیں نشو و نما پائی تھی۔ صاحب علم و عمل غازی تھے۔ علم ظاہری کے ساتھ علم باطنی بھی تھا۔ شہادت کے شوق میں محمودی سپاہ میں داخل ہو کر متعدد جہاد کئے تھے حضرت میرانجی صاحب کے ہمراہ ۴۰۹ھ ہجری میں بدایوں آکر شہید ہوئے تھے۔ مزار شریف اندرون شہر قاضی ٹولہ میں قاضی محمد جلیس کے چوک کے اندر جانب شرق بوسیدہ ہے۔ ۱۹۴۷ء سے پہلے صحیح حالت میں تھا۔ آپ کے مزار پر جنات تک حصول دعا کے لئے آتے ہیں۔ لالہ لکشمی نرائن داس والے مندر کے متصل آپ کے بھائی حضرت مولانا سید جلال الدین بخاری شہید کا مزار ہے۔ مولوی علی ارشد والی مسجد کے احاطہ میں حریم کے اندر حضرت سید کمال الدین شہید کا مزار ہے۔ کوچہ سعد علی میں مسجد کی کوٹھری کے اندر حضرت خواجہ بہاء الدین شہید اور خواجہ ابو سعید شہید کے مزارات ہیں۔ مردہ ٹولہ میں سر راہ حریم کے اندر حضرت حاجی سدید الدین اصفہانی شہید کا مزار ہے جن کو سدن پیر بھی کہتے ہیں۔

حضرت سیّد سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ

سید سالار مسعود غازی نام تھا کہیں غازی میاں کہلاتے ہیں۔ اور کہیں سالار غازی کوئی بالا پیر کہتا ہے اور کوئی ٹیلا پیر۔ بدایوں والے آپ کو بالے میاں کہتے ہیں۔ والد ماجد کا اسم گرامی سالار ساہو تھا۔ سلطان محمود غزنوی کے ہمشیر زادہ تھے سلسلہ نسب بارہ واسطوں

سے امیر المومنین خلیفتہ المسلمین حضرت مولا علی کرم اللہ وجہ تک پہنچتا ہے۔ سید سالار مسعود غازی بن سالار ساہو بن عطاء اللہ غازی بن طاہر غازی بن طیب غازی بن محمد غازی بن عمر غازی بن ملک آسمان غازی بن بطل غازی بن عبدالمنان بن محمد حنیف بن حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ۔ آبائی وطن غزنی تھا مگر آپ کی ولادت ۱۰ رجب ۴۰۹ھ ہجری کو اجمیر میں ہوئی تھی۔ وہیں نشو و نما پائی تھی اور سید ملک آدم غازی سے علوم دینی و دنیوی کی تعلیم حاصل کی تھی۔ علم بجوید قرآن اور فن سپہ گری حضرت خواجہ سید عبداللہ غزنوی (میرانجی صاحب) سے سیکھا تھا۔ بعد میں ابراہیم تمن دار سے استفادہ کیا تھا۔ تیر اندازی میں حافظ شمس الدین کے شاگرد تھے۔ علوم باطنی کی تکمیل خواجہ سید ابراہیم غازی[1] نے کرائی تھی۔ مادر زاد ولی تھے۔ ظاہری باطنی اشغال میں ہمہ اوقات مصروف رہتے تھے۔ بچپن سے جہاد کا شوق دامنگیر تھا ہوش سنبھالتے ہی جنگ و جدل کی طرف مائل ہو گئے تھے۔ تعلیم کے دوران ہمعمر لڑکوں کی فوج بنا کر آپس میں لڑا کرتے تھے۔ اپنے ماموں سلطان محمود غزنوی رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ کئی بار جہاد میں شرکت کی تھی۔ سومنات کے معرکہ میں بھی سلطان کے شریک کار رہے تھے۔ ۴۲۱ھ ہجری میں ایک لشکر ہزار کے ساتھ بعمر پندرہ سال بدایوں تشریف لائے تھے اور راجا چندر پال کو شکست دے کر ویدامئو کا قلعہ فتح کیا تھا۔ جنگ کے دوران ایک انگلی آپ کی شہید ہو گئی تھی۔ جس کو مٹی ڈال کر دفن کر دیا تھا۔ مولوی محلہ میں مدرسہ قادریہ کے جانب غرب گھورن مستری والے پھاٹک میں زمانہ قدیم سے مرجع اہل عقیدت ہے۔ اس کے جانب شرق آپ کے علمدار حضرت **میاں جمال** شہید کا مزار ہے

---

[1] خواجہ سید ابراہیم غازی کا مزار بہرائچ میں ہے۔ سید ملک آدم غازی کا مزار لکھنؤ صجتیا باغ میں ہے۔ خواجہ سید عبداللہ غزنوی۔ میراں ابراہیم تمن دار اور حافظ شمس الدین کا تذکرہ اس کتاب میں ہے۔

موضع لکھن پور میں آپ کے زخموں کا غسالہ دفن ہے اور گھوڑے کا مدفن ہے۔ وہیں حضرت **غازی الیاس** شہید کا مزار ہے جن کو گاذر الیاس بھی کہتے ہیں ان تمام مزارات کو حریم سے محیط کر دیا ہے جس کو **حظیرہ** کہتے ہیں۔ بدایوں سے چل کر دیگر مقامات کو رونق بخشتے ہوئے بہرائچ پہنچے تھے۔ ۱۴ رجب ۴۲۴ھ ہجری کو جام شہادت نوش فرمایا تھا۔ مزار شریف بمقام بہرائچ۔ شہر سے تخمیناً تین کلومیٹر دور جانب شمال وسیع اور عالیشان درگاہ کے اندر پختہ واقع ہے۔ ۱۴ رجب کو ہر سال نہایت تزک و احتشام کے ساتھ عرس ہوتا ہے علاوہ ازیں جیٹھ کے پہلے اتوار کو ہر سال عظیم الشان میلہ بھی لگتا ہے جس میں دور و نزدیک سے حاجتی آکر شریک ہوتے ہیں۔ کثیر تعداد میں جذامی آتے ہیں اور مزار شریف کے غسالہ میں نہاتے ہیں۔ خدا کے حکم سے ان میں سے بعض صحتیاب ہو کر جاتے ہیں۔ بی بی زہرہ کے جہیز کی زیارت بھی اس موقع پر کرائی جاتی ہے۔ کرامتیں آپ کی اکثر ظہور میں آتی رہتی ہیں۔ ایک بار موضع لکھن پور کے باشندوں کو گردونواح کے لوگوں نے لوٹنا چاہا تھا مگر رات کے وقت جب وہ لٹیرے حظیرہ کے حین میں آئے تو دیکھا بیشمار خیمے نصب ہیں اور عجیب و غریب شکل و شباہت کے لوگ مصروف پکار ہیں۔ ان کے گھوڑے ہنہنا رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ لوگ خوف زدہ ہو گئے تھے اور اپنے ارادہ سے باز آکر واپس چلے گئے تھے۔ صبح کو ان میں سے ایک نے آکر لکھن پور والوں سے یہ واقعہ بیان کیا تھا جس کو سن کر وہ لوگ آپ سے عقیدت رکھنے لگے تھے۔ شہر کے مسلمانوں سے چندہ فراہم کر کے حظیرہ تعمیر کرایا تھا اور سالانہ فاتحہ کے موقع پر جیٹھ کے مہینے میں نذر و نیاز پیش کرتے تھے حظیرہ کا میلہ بدایوں کے یادگاری میلوں میں تھا۔ ۱۹۴۷ء کے بعد بن کٹ جانے سے یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ مگر خدام اب بھی فاتحہ کراتے ہیں۔ ملا نور بدخشانی فرماتے ہیں

وطن غزنی و مولد اجمیر بود　　ز مدفن بہ بہرائچ عزت فزود

حضرت غازی احسن رسالہ دار رحمتہ اللہ علیہ

بانکے میاں مشہور ہیں. غازی احسن نام تھا. حضرت سلطان ابراہیم یمنی کے دوستوں میں تھے. انتہائی جری اور بہادر غازی تھے. سلطان محمود غزنوی کے ہمراہ متعدد جہاد کئے تھے. حضرت سید سالار مسعود غازی رحمتہ اللہ علیہ کے لشکر میں رسالہ دار تھے. انہیں کے ہمراہ بہ نیت جہاد ہندوستان تشریف لائے تھے. ۴۲۱ھ ہجری میں بدایوں آکر جام شہادت نوش فرمایا تھا. مزار شریف حضرت سلطان العارفین صاحبؒ کی درگاہ سے جانب شرق بگوشہ جنوب خوشنما روضہ کے اندر پختہ واقع ہے. آستانہ آپ کا مرجع خلائق ہے دور و نزدیک سے آئے ہوئے پاگل اور آسیب زدگان رات دن مزار کے گرد پڑے رہتے ہیں. جمعرات کو کافی ہجوم رہتا ہے.

(محاربات ہند. باقیات الصالحات. تاریخ اولیائے بدایوں)

تاریخ اسکندری. طبقات الاولیاء

حضرت میراں ابراہیم تمن دار رحمتہ اللہ علیہ

میراں صاحب ولی مشہور ہیں. سید ابراہیم نام تھا. محمودی سپاہ میں تمن دار تھے عظیم المرتبت غازیوں میں شمار تھا. فن سپہ گری میں یکتائے زمانہ اور تیر اندازی میں مشہور زمانہ تھے. نشانہ آپ کا کبھی خطا نہیں کرتا تھا آواز پر تیر چلاتے تھے. صاحب علم و عمل تھے علم تجوید قرآن میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے. حضرت سید سالار مسعود غازی رحمتہ اللہ علیہ کو علم تجوید قرآن اور فن سپہ گری کی تکمیل کرائی تھی. انھیں کے ہمراہ بہ نیت جہاد ہندوستان

تشریف لائے تھے۔ ۴۲۱ھ ہجری میں سہسوان آکر جامِ شہادت نوش فرمایا تھا۔ سہسوان کے شاہ شہداء کہلاتے ہیں۔ صاحبِ فیض و صاحبِ کرامت ہیں۔ آستانہ آپ کا مرجعِ خلائق ہے۔ پنجشنبہ کو کافی ہجوم رہتا ہے۔ مزار شریف قصبہ سہسوان کی آبادی سے جانب جنوب وسیع درگاہ کے اندر بلند و پختہ واقع ہے قبہ بنا ہے اور مزار پر غلاف پڑا رہتا ہے۔ قبہ کے دروازہ کے سامنے آپ کے گھوڑے کا مدفن ہے۔ اس کے جانب جنوب جہانگیر بادشاہ کے وزیر کی قبر ہے جس نے درگاہ تعمیر کرائی تھی۔ اس کے جنوب میں ملحق دیوار حضرت **سید صلاح الدین** شہید کا مزار ہے جن کو پاٹن شہید بھی کہتے ہیں۔ محلہ چاہ شیریں میں ایک چبوترہ پر حضرت **حافظ شمس الدین** شہید کا پختہ مزار ہے جنہوں نے حضرت سید سالار مسعود غازی کو فن تیراندازی سکھایا تھا۔

(محاربات ہند۔ باقیات الصالحات)

حضرت اوجھل شہید رحمۃ اللہ علیہ

اوجھل شہید مشہور رہیں۔ محمد خاں نام تھا۔ بعض حضرات کہتے ہیں محمد شاہ نام تھا۔ حضرت سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ بہ نیت جہاد ہندوستان تشریف لائے تھے۔ ۴۲۱ھ ہجری میں بدایوں آکر جامِ شہادت نوش فرمایا تھا۔ اہلِ محلہ آپ کی بہت سی کرامات بیان کرتے ہیں۔ مزار شریف اندرون شہر محلہ فرشوری ٹولہ میں فرشوریوں والی مسجد کے احاطہ میں پختہ واقع ہے۔ چند قبور اہل محلہ کی اور بھی ہیں

حضرت پیر جمال مصری رحمۃ اللہ علیہ

پیر جمال مصر کے باشندہ تھے۔ حضرت سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ بہ نیت جہاد ہندوستان تشریف لائے تھے۔ ۴۲۱ھ ہجری میں بدایوں آکر شہید

ہوئے تھے۔ مزار شریف قصبہ گگرالہ تھوک پچھم میں تالاب کے کنارہ پختہ واقع ہے حضرت میاں درگاہی شاہ رام پوری آپ کے مزار پر چلہ کش رہے تھے اور فیض روحانی حاصل کیا تھا۔

(محاربات ہند۔ باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں)

حضرت حافظ عمر خطّاب رحمۃ اللہ علیہ

عمر کتاب مشہور ہیں۔ عمر خطاب نام تھا۔ حافظ قرآن تھے۔ سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ بہ نیت جہاد ہندوستان تشریف لائے تھے۔ ۴۲۱ھ ہجری میں بدایوں آکر جام شہادت نوش فرمایا۔ مزار شریف متصل گنبد جھجھار خاں محلہ قبول پورہ کی آبادی سے جانب شرق پختہ واقع ہے۔ کھیت کے اندر ہے چراغدان بنا ہے۔ (پیر جی راحت علی سے ملاقات)

حضرت حافظ ظہیر الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ

ظہیر الدین نام تھا۔ دمشق کے رہنے والے تھے حافظ قرآن تھے۔ حضرت سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ بہ نیت جہاد ہندوستان تشریف لائے تھے ۴۲۱ھ ہجری میں بدایوں آکر مرتبۂ شہادت پایا۔ مزار شریف سابقہ تحصیلی اسکول کے احاطہ میں نیب کے درخت کے نیچے پختہ واقع ہے۔ چراغدان بنا ہے۔ آپ کے مزار کے جانب شمال پرانے زنانہ شفاخانہ کے احاطہ میں جس میں اب پردھان اچاریہ ماڈل اسکول رہتے ہیں حضرت **میر محامد علی** شہید کا مزار ہے جن کو کاؤ سید کہتے ہیں۔ فقیر کی سرائے والے اسکول کے متصل سڑک کے جانب غرب چودھری سرائے کی اراضی میں حضرت **حافظ اسحٰق** شہید کا مزار ہے۔ چراغدان بنا ہے

ان کے مزار سے جانب شمال قلعہ کی فصیل کے اوپر سیدوں محلہ میں حضرت **حافظ اسمعیل** شہید کا مزار ہے حالت بوسیدہ ہے۔ اہل محلہ کو توجہ کرنی چاہیئے۔

حضرت حافظ زکریا رحمتہ اللہ علیہ

حافظ زکریا شہید حضرت سید سالار مسعود غازی کے ہمراہیوں میں ہیں ۴۲۱ھ ہجری میں بدایوں آکر مرتبہ شہادت پایا تھا۔ مزار شریف حضرت شاہ ولایت صاحب کی درگاہ کے پس پشت نیب کے درخت کے نیچے پختہ ہے۔

حضرت خواجہ سیّد الہام اللہ رحمتہ اللہ علیہ

الہم شہید مشہور رہیں۔ خواجہ سید الہام اللہ نام تھا۔ بعض تذکرہ نگاروں نے آپ کو حضرت میرانجی صاحب کا چھوٹا بھائی لکھا ہے اور بعض نے ہمشیر زادہ محمودی سپاہ کے نامور شہسوار اور عظیم المرتبت غازی تھی۔ مجاہدین ذی وقار میں آپ کا شمار تھا۔ حضرت سید سالار مسعود غازی رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ بہ نیت جہاد ہندوستان تشریف لائے تھے۔ ۴۲۱ھ ہجری میں بدایوں آکر شہید ہوئے تھے۔ لاشہ سے عجیب و غریب کرامتیں ظہور میں آئی تھیں۔ صاحب فیض ہیں۔ مستمندوں کی حاجت روائی فرماتے ہیں۔ محلہ والوں پر خاص کرم رہتا ہے۔ شہزادہ رکن الدین فیروز آپ سے بہت عقیدت رکھتا تھا۔ اپنی نظامت کے دوران ۶۲۸ھ ہجری میں اس نے آپ کے مزار پر گنبد تعمیر کرایا تھا۔ ۹۵۷ھ ہجری میں شہزادہ محمد عادل خاں نے رنتھمبور سے واپسی پر آپ کے مزار کی درستی کرائی تھی۔ حضرت امیر خسرو دہلوی بھی آپ کے مزار پر حصول برکات کے لیے تشریف لائے تھے۔ ایک قصیدہ آپ کی شان میں لکھا تھا۔ مزار شریف اندرون شہر مولوی محلہ میں میاں حیدر شاہ والی مسجد

کے احاطہ میں جانب جنوب پختہ واقع ہے۔ مزار کے جانب شرق تین قبریں ہیں۔ مسجد کے جانب شمال چبوترہ پر پچھم کی طرف حضرت میاں **قادر شاہ پنجابی** کا مزار ہے۔ ان کے شرقی پہلو میں حضرت **میاں حیدر مقری** مدفون ہیں ان کے برابر میاں برکت اللہ کی قبر ہے۔ علاوہ ازیں اور بھی چند قبریں ہیں۔ گنبد منہدم ہوگیا ہے اور اس کا اب کوئی وجود نہیں رہا۔ ملوں والی مسجد کے جانب جنوب ایک احاطہ میں جس کو باغیچہ دانشمندان کہتے ہیں حضرت **شاہ غریب اللہ** شہید کا مزار ہے جن کو پیر غریب کہتے ہیں مولوی عبدالغفور دانشمندی والی مسجد کے احاطہ میں حضرت **حاجی صفی الدین** بخاری شہید کا مزار ہے۔ جانب شمال اور بھی چند قبریں ہیں۔ آپ کا مزار پانچ قبروں کے درمیان میں پختہ ہے۔

(محاربات ہند۔ باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں)

تذکرۂ یوسف خاں۔ اوصاف الاولیاء۔ عظمت الاولیاء۔ تاریخ شیخ خاہی

حضرت خواجہ حیدر علی غزنوی رحمتہ اللہ علیہ

حیدر شہید مشہور ہیں۔ خواجہ سید حیدر علی نام تھا۔ حضرت علی شہید صاحب کے چھوٹے بھائی تھے۔ بہادری میں یگانہ روزگار اور تیغ زنی میں یکتائے زمانہ تھے۔ سلطان محمود غزنوی کے ساتھ متعدد جہاد کئے تھے کانگڑہ کی مہم میں سالار ساہو کیساتھ رہے تھے۔ حضرت سید سالار مسعود غازی رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ بہ نیت جہاد ہندوستان تشریف لائے تھے۔ سنہ ۴۲۱ ہجری میں بدایوں آکر جام شہادت نوش فرمایا تھا۔ مزار شریف اندرون شہر سوتھہ محلہ میں چاہ بھٹی کے قریب جانب شرق حریم کے اندر پختہ واقع ہے۔ نیب کے درخت سایۂ افگن ہیں۔

(محاربات ہند۔ باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں)
عظمت الاولیاء۔ طبقات الاولیاء

حضرت خواجہ سیّد مرتضیٰ رحمتہ اللہ علیہ

بے سر شہید مشہور ہیں. خواجہ سید مرتضیٰ نام تھا. عظیم المرتبت مجاہدین اور رفیع المنزلت اولیاء میں تھے. صاحب علم و عمل ہونے کے ساتھ ساتھ فاضل اکمل اور حافظ قرآن تھے علم تجوید قرآن کے ماہر تھے. حضرت سید سالار مسعود غازی رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ بہ نیت جہاد ہندوستان تشریف لائے تھے. لشکر کے امام تھے. ۴۲۱ھ ہجری میں بدایوں آکر جام شہادت نوش فرمایا تھا. لاشہ سے عجیب و غریب کرامتیں ظہور میں آئی تھیں. آذان کی آواز سن کر جنبش میں آگیا تھا. مزار شریف اندرون شہر محلہ سرائے فقیر میں منگا شاہ والی مسجد کے احاطہ میں بلند و پختہ واقع ہے. آپ کے غربی پہلو میں حضرت **میاں محمد شاہ قندھاری** کا مزار ہے. تلاش کے باوجود آپ کا سر نہ مل سکا تھا دھڑ دفن کیا گیا تھا اس لئے بے سر شہید مشہور ہیں

(محاربات ہند. باقیات الصالحات. تاریخ اولیائے بدایوں)

اوصاف الاولیاء

حضرت داؤد میاں رحمتہ اللہ علیہ

نادان شہید کہلاتے ہیں. داؤد میاں نام تھا حضرت سید سالار مسعود غازی رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ بہ نیت جہاد ہندوستان تشریف لائے تھے. ۴۲۱ھ ہجری میں بدایوں آکر جام شہادت نوش فرمایا تھا. مزار شریف قصبہ بسولی میں آبادی سے جانب غرب عیدگاہ کے پچھم حریم کے اندر پختہ واقع ہے. برگد کا درخت سایہ افگن ہے. اس نواح میں حسن میاں شہید کا مزار ہے. جن کو حافظ صاحب کہتے ہیں.

(محاربات ہند. تاریخ اولیائے بدایوں. باقیات الصالحات)

حضرت سیّد برہان الدین قتّال رحمتہ اللہ علیہ

کوتوال صاحب مشہور ہیں۔ سید برہان الدین، نام قتال لقب تھا۔ غزنی میں پیدا ہوئے تھے۔ وہیں تعلیم و تربیت پائی تھی۔ بڑے دبدبہ اور وقار کے فوجی افسر تھے۔ بڑے بڑے معرکوں میں سلطان محمود غزنوی کے ہمرکاب رہے تھے۔ غازیان نامدار اور مجاہدین ذی وقار میں آپ کا شمار تھا۔ حضرت سید سالار مسعود غازی رحمتہ اللہ علیہ کے قریبی رشتہ دار تھے۔ انھیں کے ہمراہ بہ نیت جہاد ہندوستان تشریف لائے تھے۔ سنہ ۴۲۱ھ ہجری میں بدایوں آکر جام شہادت نوش فرمایا تھا۔ مزار شریف اندرون شہر حلوائی بازار میں سڑک سے جانب شمال شکستہ حریم کے اندر رنجہ واقع ہے۔ آپ کے مزار سے جانب غرب چار قبور ہیں۔ ان کے جنوب میں بگوشہ غرب حضرت میاں منصور شہید کا مزار ہے۔ ۱۹۴۷ء کے بعد تمام مزارات مٹی کے ڈھیر کے نیچے دب گئے ہیں اور آراضی پر دوکانیں تعمیر ہو رہی ہیں۔ کوتوال صاحب کی وجہ تسمیہ یہ بتائی جاتی ہے کہ آپ سعودی لشکر میں کوتوال تھے۔ منڈی چوک کے جانب غرب عباسیوں والی مسجد کے احاطہ میں حضرت مولانا فضل علی شہید مدفون ہیں ان کے قریب حضرت قاضی عبد السلام عباسی کا مزار ہے۔ مولانا فضل علی شہید کا مزار اب معدوم ہے۔ حسین گلی والی مسجد سے ملحق جانب جنوب حریم کے اندر حضرت سید علی حسین شہید کا مزار ہے۔ محلہ کانسین میں مولوی تفضل حسین والی مسجد کے پیچھے لوہار کی دوکان میں "جمن شہید" حضرت شاہ اسحاق شہید کا مزار ہے اور مسجد کے آبچک میں حضرت میاں علی شیر شہید کا مزار ہے۔ سید علی حسین شہید حضرت میراکھی صاحب کے ہمراہی تھے اور شاہ اسحاق شہید و میاں علی شیر شہید ملک قطب الدین ایبک کے ہمراہی تھے۔

(بحار بات ہند۔ باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔
گزیٹر بدایوں۔ اوصاف الاولیاء طبقات الاولیاء۔ تاریخ اسکندری

حضرت سلطان ابراہیم یمنی رحمۃ اللہ علیہ

سید ابراہیم یمنی کے والد ماجد کا اسم گرامی سید سمعنان بن سید احمد زکریا تھا۔ سادات عظام حسینی سے تھے۔ سلسلہ نسب امام حسین علیہ السلام سے ملتا ہے۔ خلفائے عباسیہ کے عہد میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے چھوٹے صاحبزادہ سید رشید الدین تحفظ ناموس اور سلامتی ایمان کی خاطر مدینہ منورہ کے در و دیوار کو آخری سلام کر کے یمن چلے آئے تھے۔ ان کے صاحبزادہ سید حسام الدین ہوئے۔ جنہوں نے یمن کے تخت کو رونق بخشی۔ ان کی اولاد کئی پشت تک یمن میں حکمراں رہی۔ سلطان ابراہیم یمنی انھیں کی اولاد میں تھے۔ یمن کے شاہی محلات میں آپ کی ولادت ہوئی تھی۔ وہیں نشو و نما پائی تھی اور اپنے والد ماجد کے بعد تخت نشین ہوئے تھے۔ انتہائی ذکی اور حلیم الطبع ہونے کے ساتھ ساتھ ہمت و بہادری میں یگانۂ عصر اور شجاعت و دلیری میں یکتائے زمانہ تھے۔ جہاد کے متعدد معرکے سر کئے تھے۔ حضرت سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ بہ نیت جہاد ہندوستان تشریف لائے تھے۔ ۴۲۱ھ ہجری میں بدایوں آکر جام شہادت نوش فرمایا۔ مرقد مطہر بیرون شہر جانب غرب گنج شہیداں میں معدوم ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں راپڑ والے گنبد کے جنوب میں ہے۔ بعض کہتے ہیں حضرت میرانجی صاحب کی درگاہ کے اندر ہے اور بعض کہتے ہیں حضرت سلطان العارفین صاحب کے بن میں ہے۔ یہ کہنا غلط ہے کہ آپ کا مزار بہرائچ میں ہے۔ وہاں خواجہ سید ابراہیم غازی شہید کا مزار ہے۔ آپ کے دو فرزندان تھے۔ ایک بخارا میں رہے تھے دوسرے بدایوں چلے آئے تھے۔

سلطان ابراہیم یمنی شہید۔

خواجہ سید محمود (بخارا میں رہے تھے)
خواجہ سید اعزالدین احمد (بدایوں چلے آئے تھے)

خواجہ سید عمر
مولانا فخر الدین
خواجہ سید حسن شیخ شاہی سلطان العارفین بدایوں
خواجہ عثمان
خواجہ سید بدرالدین شیخ ابوبکر ہوئے تاب شاہ ولایت بدایوں
بنوبی

حضرت سلطان بایزید زنگی رحمتہ اللہ علیہ

زنگی شہید مشہور ہیں۔ بایزید نام تھا۔ زنگبار کے سلطان تھے اسی لئے سلطان بایزید زنگی کہلاتے تھے۔ بعض لوگ جنگی شہید کہتے ہیں۔ سومنات کے معرکہ میں سلطان محمود غزنوی کے ہمراہ تھے۔ امارت چھوڑ کر درویشی اختیار کی تھی۔ صاحب علم و فضل تھے۔ رات دن ذکر و شغل میں مصروف رہتے تھے۔ شہادت کی تمنا ہمہ اوقات دامن گیر رہتی تھی۔ فجر کی نماز کے بعد مراقبہ کرتے تھے۔ ایک دن مراقبہ کی حالت میں اچانک چونک پڑے تھے اور خوش ہوتے ہوئے مسجد سے نکل کر حضرت سید سالار مسعود غازی رحمتہ اللہ علیہ کے لوائے جہاد کے نیچے کھڑے ہو گئے تھے۔ انھیں کے ہمراہ بہ نیت جہاد ہندوستان تشریف لائے تھے ۴۲۱ھ ہجری میں بدایوں آکر مرتبہ شہادت پایا تھا۔ مزار شریف اندرون شہر محلہ چاہ میر میں مولوی عاشق حسین والی مسجد کے صحن میں پختہ واقع ہے۔ جلالی شان ہویدا ہے۔ سلطان فیروز تغلق نے آپ کے مزار پر گنبد تعمیر کرا کے ۲ صفر ۷۵۸ھ ہجری کو کتبہ نصب کرایا تھا۔ اس پر آپ کی شہادت کا واقعہ عربی زبان میں کندہ ہے۔ گنبد نابود ہو گیا۔ کتبہ آپ کے سرہانے رکھا ہے اس کے دوسری طرف زمانہ قدیم کی تراشیدہ مورت ہے اور سمت ۱۰۶۶ بکرمی کندہ ہے۔

(محاربات ہند۔ باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں)

طبقات الاولیاء

حضرت سید ابراہیم غزنوی رحمتہ اللہ علیہ

آپ خواجہ سید ابراہیم غازی کے علاوہ شہید ہیں جن کا مزار بہرائچ میں ہے۔ آپ کا

نام سید ابراہیم غزنوی تھا۔ حضرت علی شہید صاحب کے منجھلے بھائی تھے۔ نہایت وجیہ خوبصورت، خندہ رو، خوش تقریر، ظریف الطبع، اٹھارہ سالہ نوجوان شکل وصورت میں حضرت سید سالار مسعود غازی رحمتہ اللہ علیہ سے مشابہت رکھنے والے انتہائی جری اور بہادر مجاہد تھے۔ انھیں کے ہمراہ بہ نیت جہاد ہندوستان تشریف لائے تھے۔ ۴۲۱ھ ہجری میں بدایوں آکر جام شہادت نوش فرمایا۔ حضرت سید سالار مسعود غازی رحمتہ اللہ علیہ کا خط لے کر آپ ہی راجا چندر پال کے دربار میں پہنچے تھے۔ آپ کی ہمت وجسارت دیکھ کر راجا آپ ہی کو سید سالار مسعود غازی سمجھا تھا اور سپاہیوں کو اشارہ کر کے آپ کو شہید کرا دیا تھا۔ مزار شریف اندرون شہر سوتھا محلہ میں بمقام پیپڑی تلے حریم کے اندر پختہ واقع ہے۔ حریم کی مشرقی دیوار کی بنیاد میں آپ کے ساتھی حضرت **سید ہارون** شہید کا مزار ہے۔ آپ کے مزار کے متصل سڑک پختہ کے جانب جنوب جناب انور بیگ قاسمی کے مکان میں سید شریف احمد شہید کا پختہ مزار ہے۔

(محاربات ہند۔ باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں)

طبقات الاولیاء۔ اوصاف الاولیاء

حضرت سید حسن عرب خورد رحمتہ اللہ علیہ

حضرت سید سالار مسعود غازی رحمتہ اللہ علیہ کے لشکر میں سید حسن نام کے دو مجاہد تھے۔ ایک وہ جن کا مزار موضع منونہ میں ہے۔ دوسرے آپ تھے۔ ہر دو مجاہدین میں امتیاز کی غرض سے مورخین لفظ خورد اور بزرگ استعمال کرتے آئے ہیں اور آپ کو سید حسن خورد لکھتے ہیں۔ نہایت دلاور اور قد آور جوان تھے۔ تیر اندازی میں کمال حاصل تھا نشانہ کبھی خطا نہیں ہوتا تھا۔ گھوڑوں کے علاج میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ مسعودی لشکر کے گھوڑوں کا صبح وشام معائنہ فرماتے تھے۔ حضرت سید سالار مسعود غازی کے ہمراہ

بہ نیت جہاد ہندوستان تشریف لائے تھے۔ ۴۲۱ھ ہجری میں بدایوں آکر جام شہادت نوش فرمایا تھا۔ مزار شریف جامع مسجد شمسی کے شمال بگوشہ غرب ایک چبوترہ پر منجملہ دو ملحق مزارات ایک آپ کا ہے دوسرا حضرت **اخون محمد عمر زابلی** شہید کا ہے۔ پیشتر املی کا درخت کھڑا تھا۔ تاریخ اسکندری میں لکھا ہے آج بھی لوگ اپنے بیمار گھوڑوں کو آپ کے مزار پر دعا کے لئے لاتے ہیں۔ صحت یاب ہونے پر قند سیاہ پر نیاز دلاتے ہیں

حضرت سردار حافظ عبدالملک رحمتہ اللہ علیہ

لک شہید مشہور ہیں۔ سردار حافظ عبدالملک نام تھا۔ نقیب المجاہد کے نام سے یاد کئے جاتے تھے۔ حضرت سید سالار مسعود غازی رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ بہ نیت جہاد ہندوستان تشریف لائے تھے۔ ۴۲۱ھ ہجری میں بدایوں آکر مرتبہ شہادت پایا تھا۔ مزار شریف موضع نوشیرہ پرگنہ اُجھیانی میں آبادی سے جانب غرب پختہ واقع ہے۔ املی کا درخت سایہ افگن ہے۔

(محاربات ہند۔ باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں)

حضرت شاہ علی مردان رحمتہ اللہ علیہ

روشن شہید مشہور ہیں۔ شاہ علی مردان نام تھا حضرت سید سالار مسعود غازی رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ بہ نیت جہاد ہندوستان تشریف لائے تھے۔ ۴۲۱ھ ہجری میں بدایوں آکر جام شہادت نوش فرمایا تھا۔ مزار شریف قصبہ لسوڑی میں آبادی سے جانب شمال قلعہ کی مغربی فصیل پر پختہ واقع ہے پورب کی جانب نیب کا درخت ایستادہ ہے۔ نواب دوندے خاں کو بشارت دے کر اپنا مزار

تعمیر کرایا تھا۔

(محاربات ہند۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ باقیات الصالحات)

حضرت شاہ اوحدالدین خوارزمی رحمۃ اللہ علیہ

شاہ اوحدالدین نام تھا۔ خوارزم کے باشندہ تھے۔ حضرت سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ بہ نیت جہاد ہندوستان تشریف لائے تھے۔ ۴۲۱ھ ہجری میں بدایوں آکر جام شہادت نوش فرمایا۔ مزار شریف اندرون شہر اناج منڈی سے جانب جنوب اور سنگیتا سینما (انور اک ٹاکیز) کے جانب شرق سڑک کی جنوبی پٹڑی پر ہے حریم بنی ہے۔ قصائی خانہ کے ملحق جانب جنوب بگوشۂ شرق حضرت **میاں حیدر شاہ غازی** شہید کا مزار ہے۔ بیشتر مزار کھیت کی منڈیر پر تھا اب دو کانیں تعمیر ہونے کی وجہ سے ایک احاطہ کے اندر کر دیا ہے اور احاطہ پاٹ کر اصل مزار تہہ خانہ میں کر دیا ہے اوپر تربت بنا دی ہے

حضرت شیخ عبداللہ سجستانی رحمۃ اللہ علیہ

عبداللہ نام تھا سجستان کے رہنے والے تھے جس کو سیستان بھی کہتے ہیں حضرت سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ کے ہمراہ بہ نیت جہاد ہندوستان تشریف لائے تھے ۴۲۱ھ ہجری میں بدایوں آکر شہادت پائی۔ مزار شریف اندرون شہر محلہ فرشوری ٹولہ میں نونی کنوئیں والی مسجد کے صحن میں پختہ واقع ہے۔ مراثیوں والے امام باڑہ کی شرقی دیوار کی بنیاد میں حضرت **حافظ خیرالدین** شہید کا مزار ہے۔ نونی کنوئیں کی من پر حضرت **بادشاہ میاں** شہید کا مزار ہے۔ مطلوب حسین قوال کے مکان میں حضرت **سید علی حسین، سید تفضل حسین** اور **سید تجمل حسین** شہداء کے مزار ان ہیں

حضرت شاہ عصمت اللہ رحمتہ اللہ علیہ

حضرت سید سالار مسعود غازی رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ بہ نیت جہاد ہندوستان تشریف لائے تھے۔ ۴۲۱ھ ہجری میں جام شہادت نوش فرمایا تھا مزار شریف پرائیویٹ بس اسٹینڈ پر بالائے چبوترہ حریم کے اندر پختہ واقع ہے جس کو **جھیل والی زیارت** کہتے ہیں پکنی باغ سے جانب شرق لوجی والی کوٹھی کے احاطہ میں حضرت **میر ارشد علی** شہید اور حضرت **حافظ رشید علی** شہید کے مزارات ہیں۔

(محاربات ہند۔ باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں)

حضرت شاہ رجب علی رحمتہ اللہ علیہ

راجا شہید مشہور ہیں۔ شاہ رجب علی نام تھا۔ حضرت سید سالار مسعود غازی رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ بہ نیت جہاد ہندوستان تشریف لائے تھے۔ ۴۲۱ھ ہجری میں بدایوں آکر جام شہادت نوش فرمایا تھا۔ مزار شریف اندرون شہر محلہ سید باڑہ کونچہ کالیان میں خواجہ سید علی بخاری کی بنوائی ہوئی مسجد کے دروازہ پر حریم کے اندر پختہ واقع ہے۔ حلوائیان والے امام باڑہ میں حضرت **شاہ اساس الدین** شہید کا مزار ہے جن کو آسا شہید کہتے ہیں۔ غزنویوں والی مسجد کے صحن میں حضرت **مولانا شہاب الدین** شہید کا مزار ہے۔

(محاربات ہند۔ باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں)

حضرت مٹکی پیر رحمتہ اللہ علیہ

چالیس شہداء جن کے نام معلوم نہ ہو سکے۔ ایک کوئیں کے اندر دفن ہیں اور مٹکی پیر کہلاتے ہیں۔ یہ چالیسو مجاہدین حضرت سید سالار مسعود غازی رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ بہ نیت جہاد ہندوستان تشریف لائے تھے ۴۲۱ھ ہجری میں بدایوں آکر مرتبۂ شہادت پایا تھا۔ سرہانے آپ کے پتھر کی مٹکی رکھی ہے مراد پوری ہونے پر اس کو مٹھائی سے بھرا جاتا ہے اس لئے مٹکی پیر کہلاتے ہیں۔ مزار شریف اندرون شہر محلہ کمانگران میں مختصر درگاہ کے اندر واقع ہے۔ درگاہ کے اندر ایک مزار **شہنشاہ شہیداں** کے نام سے ہے۔ ان کے حالات بھی دستیاب نہ ہو سکے۔

(محاربات ہند۔ باقیات الصالحات ـــ منشی اختر علیخاں سے ملاقات)

حضرت ماموں پھاڑہ رحمتہ اللہ علیہ

ماموں پھاڑہ مشہور ہیں۔ غازی شوکت پاشا نام تھا۔ ترکستان کے رہنے والے تھے۔ حضرت سید سالار مسعود غازی رحمتہ اللہ کے ہمراہ بہ نیت جہاد ہندوستان تشریف لائے تھے۔ ۴۲۱ھ ہجری میں بدایوں آکر جام شہادت نوش فرمایا تھا۔ مزار شریف بیرون شہر موضع نیک پور کی آبادی سے جانب جنوب گھونچہ گھاٹ کے شمالی کنارہ پر پختہ واقع ہے۔

(محاربات ہند۔ باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں)

حضرت مولانا قوم الدین قوجی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ بہ نیت جہاد ہندوستان تشریف لائے تھے۔ سنہ ۴۲۱ ہجری میں بدایوں آکر مرتبہ شہادت پایا تھا۔ مزار شریف اندرون شہر گورنمنٹ روڈ ویز اسٹیشن کے احاطہ میں جانب جنوب خوشنما روضہ کے اندر سرراہ ہے۔ حجرہ اور ٹٹی مسجد بھی ہے۔ منجملہ پختہ سمیت تعویذوں کے جانب شرق آپ کا ہے۔ دو بزرگوں کے نام معلوم نہ ہو سکے۔

(محاربات ہند۔ باقیات الصالحات، تاریخ اولیائے بدایوں)

حضرت میاں رنگیلے شاہ رحمۃ اللہ علیہ

رنگیلے شاہ مشہور ہیں۔ صفی الدین نام تھا۔ محمودی سپاہ کے ذی وقار مجاہد تھے۔ حضرت سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ بہ نیت جہاد ہندوستان تشریف لائے تھے۔ سنہ ۴۲۱ ہجری میں بدایوں آکر مرتبہ شہادت پایا تھا۔ مزار شریف اندرون شہر مولوی محلہ میں بڑ والی مسجد کے قریب جامع مسجد کے جنوبی دروازہ سے پچھم کی طرف جانے والی سڑک کے جانب شمال چبوترہ پر حریم اور روضہ کے اندر پختہ واقع ہے۔ آپ کے پہلو میں آپ کے بھائی حضرت نبی اللہ شہید مدفون ہیں

(محاربات ہند۔ باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں)

حضرت میر باقر علی شہید رحمۃ اللہ علیہ

بزرگ میاں مشہور ہیں۔ میر باقر علی نام تھا۔ محمودی سپاہ کے نامور مجاہد تھے

حضرت سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ بہ نیت جہاد ہندوستان تشریف لائے تھے سنہ ۴۲۱ ہجری میں بدایوں آکر شہید ہوئے تھے۔ مزار شریف اندرون شہر محلہ کوٹھی شہباز پور میں مسجد سے جانب شرق گلی کے اندر پختہ واقع ہے۔ جاٹوں والے کنوئیں کے پاس حضرت **میاں صادق علی** شہید کا مزار ہے ان کے مزار سے جانب غرب کھیڑہ نواح والی سڑک کے جانب شرق چبوترہ پر ملک قطب الدین کے ہمراہی حضرت **میر محبوب علی** شہید کا مزار ہے۔ چراغدان بنا ہے۔ ان کے مزار سے جانب جنوب ایک مکان کے اندر حضرت **سید ذوالفقار علی** شہید کا مزار ہے ٹکٹ گنج میں رائے صاحب گوبردھن سنگھ والے مکان سے جانب شمال مسجد کے احاطہ میں حضرت **میاں ریحان علی** شہید حضرت **میاں رضوان علی** شہید اور حضرت **میاں سبحان علی** شہید کے مزارات ہیں۔ کیدارناتھ بنرجی انٹر کالج کے متصل جانب جنوب حضرت **میاں امداد علی** شہید کا مزار ہے۔ شہباز پور میں املی والی مسجد کے صحن میں حضرت **سید حسن** اخی ترک و میاطی شہید کا مزار ہے جن کو مسکین شاہ کہتے ہیں۔ مسجد کے جانب شمال چوک قصاباں میں حضرت **سید خلیل احمد** شہید کا مزار ہے جن کو کوٹھی والے پیر کہتے ہیں۔ مسجد سے جانب جنوب تخمیناً ایک سو میٹر پر حضرت **سالم ہاشم** کا مزار ہے۔

(محاربات ہند۔ باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں)

حضرت میر صفدر علی رحمۃ اللہ علیہ

جوگی والے پیر مشہور رہیں۔ میر صفدر علی نام تھا۔ حضرت سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ بہ نیت جہاد ہندوستان تشریف لائے تھے۔ سنہ ۴۲۱ ہجری میں بدایوں آکر شہید ہوئے تھے۔ مزار شریف اندرون شہر محلہ جوگی پورہ میں نگر پالکا کاریالیہ کے مشرقی دروازہ کے شمالی بازو سے ملحق نالہ پر حریم کے اندر پختہ واقع

ہے۔ روضہ بھی تعمیر ہو گیا ہے پر کاش ٹاکیز کے پیچھے حضرت شاہ نثار علی شہید کا مزار ہے۔ سرہانے چراغدان بنا ہے۔ میونسپل گرلس انٹر کالج کے باغیچہ میں حضرت سید واحد علی بخاری شہید کا مزار ہے۔ دائیں بائیں دو قبور ہیں۔ تحصیل کے احاطہ میں تحصیلدار صاحب کی نشست گاہ کے باغیچہ میں دو کانوں کے پیچھے حضرت سید باقر علی خجندی شہید کا مزار ہے۔ اناج منڈی کے جانب شرق سڑک کی غربی پٹڑی پر حضرت شاہ حمداللہ طوسی شہید کا مزار ہے۔ سید واحد علی بخاری اور شاہ حمداللہ طوسی حضرت میرانجی صاحب کے ہمراہی تھے۔

(محاربات ہند۔ باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں)

حضرت محمد نور میاں رحمتہ اللہ علیہ

بھینسوڑ والے پیر مشہور ہیں۔ محمد نور میاں نام تھا۔ شہادت کے شوق میں حضرت سید سالار مسعود غازی رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ بہ نیت جہاد ہندوستان تشریف لائے تھے۔ سنہ ۴۲۱ ہجری میں بدایوں آکر شہید ہوئے تھے۔ مزار شریف موضع ٹکوڑا عیسیٰ پور پرگنہ سہسوان میں بھینسوڑ ندی کے پل کے جانب غرب سر راہ حریم کے اندر پختہ واقع ہے۔ فقیر رہتا ہے۔ آدھی رات کے بعد صحابہ اٹھتا تھا۔

(محاربات ہند۔ تاریخ اولیائے بدایوں)

حضرت مولانا نفقی رحمتہ اللہ علیہ

مولانا نفقی عالم، فاضل، مرد کامل تھے۔ حضرت سید سالار مسعود غازی رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ بہ نیت جہاد ہندوستان تشریف لائے تھے سنہ ۴۲۱ ہجری میں بدایوں آکر مرتبۂ شہادت پایا تھا۔ مزار شریف موضع باگو پرگنہ اسدپور میں بر و مار ندی کے کنارہ

کھیڑہ پر پختہ واقع ہے۔ قدیم زمانہ میں اس جگہ جنگل تھا جس میں شیر رہتا تھا۔

(محاربات ہند۔ باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں)

حضرت میاں کالو سیّد رحمتہ اللہ علیہ

کالو سید مشہور ہیں۔ غازی عبدالرزاق نام تھا۔ محمودی سپاہ کے جانباز مجاہد تھے۔ حضرت سید سالار مسعود غازی رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ بہ نیت جہاد ہندوستان تشریف لائے تھے۔ سنہ ۴۲۱ ھجری میں بدایوں آکر جام شہادت نوش فرمایا تھا۔ مزار شریف بیرون شہر جانب شرق تخمیناً تین کلومیٹر دور داتا گنج والی سڑک کی جنوبی پٹری پر پختہ واقع ہے۔ فقیر رہتا ہے۔

(محاربات۔ باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں)

حضرت میاں شرف الدین رحمتہ اللہ علیہ

شرف الدین نام تھا اور گنج بخش لقب۔ حضرت شیخ ابو علی دقاق نیشاپوری کے مرید و خلیفہ تھے وہ حضرت شیخ ابراہیم نصیرآبادی کے تھے۔ وہ حضرت شیخ ابوبکر شبلی کے تھے اور وہ حضرت شیخ جنید بغدادی کے تھے نہایت عابد و زاہد، متقی و ابرار، واقف اسرار پروردگار بزرگ تھے۔ حضرت سید سالار مسعود غازی رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ بہ نیت جہاد ہندوستان تشریف لائے تھے۔ سنہ ۴۲۱ ہجری میں بدایوں آکر شہید ہوئے تھے۔ مزار شریف قصبہ اوجھیانی میں گنج شہیداں کے اندر پختہ واقع ہے۔

(محاربات ہند۔ باقیات الصالحات)

حضرت میاں لوٹن شہید رحمتہ اللہ علیہ

لوٹن شہید مشہور ہیں. خواجہ سید عثمان نام تھا. ہرات کے رہنے والے تھے اس لئے خواجہ سید عثمان ہراتی کہلاتے تھے. حضرت میر انجی صاحب اور حضرت علی شہید صاحب کے ہمعصر تھے پانسو سواروں کا لشکر جرار لیکر حضرت سید سالار مسعود غازی رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ بہ نیت جہاد ہندوستان تشریف لائے تھے. ان میں آپ کے چھ حقیقی بھائی اور تھے. بدایوں آکر جام شہادت نوش فرمایا. سنہ ۴۲۱ ہجری میں ویدامئو کے قلعہ کے باہر جانب غرب آپ کی شہادت ہوئی تھی عظیم المرتبت شہداء میں آپ کا شمار ہے. قرب و جوار کے کاشتکار بہت احترام کرتے تھے. باقیات الصالحات میں لکھا ہے پزاوے والے آپ کی فاتحہ دلانے کے بعد پزاوے میں آگ لگاتے ہیں. مزار شریف بیرون شہر جانب غرب اندر حدود آراضی موضع اکرم نگر گڈھی حضرت شاہ ولایت صاحب کی درگاہ سے جانب شمال بگوشہ غرب پزاووں سے پچھم کی طرف ایک باغ کے اندر پختہ واقع ہے. آپ کے چھ بھائی جو اس نواح میں مدفون ہیں حسب ذیل ہیں.

(۱) حضرت حافظ سلیمان ہراتی شہید عرف چھوٹے میاں. مزار شریف حضرت لوٹن شہید کے مزار سے جانب شمال سو سوا سو قدم کی دوری پہ ہے.

۲. حضرت سید یعقوب ہراتی شہید. مزار شریف راپڑ والے گنبد کے قریب کنوئیں کی من پہ ہے.

۳. حضرت سید یوسف ہراتی شہید. مزار شریف حضرت لوٹن شہید کے جانب جنوب بگوشہ شرق ہے.

۴. حضرت سید ہارون ہراتی شہید. مزار شریف حضرت خواجہ سید یوسف ہراتی شہید کے مزار سے جانب جنوب ہے.

۵. حضرت سید لقمان ہراتی شہید، مزار شریف حضرت سید ہارون شہید کے جانب شرق بگوشۂ جنوب ہے۔

۶. حضرت سید موسیٰ ہراتی شہید، مزار شریف سید لقمان ہراتی کے مزار سے جانب جنوب ہے۔

حضرت میاں قطب صاحب رحمتہ اللہ علیہ

میر صالح نام تھا، قطب صاحب مشہور ہیں۔ حضرت سید سالار مسعود غازی رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہی تھے۔ بدایوں آکر ۴۲۱ھ ہجری میں جام شہادت نوش فرمایا۔ مزار شریف بیرون شہر جانب غرب ایک باغ کے اندر چبوترہ پر پختہ واقع ہے۔ آپ کے مزار سے جانب غرب اسی باغ کے اندر ایک ٹیلے پر عاشق معشوق (سعد علی، مدد علی) کی پختہ قبریں ہیں مگر حالت بوسیدہ ہے۔

حضرت ماموں بھانجہ رحمتہ اللہ علیہم

غازی احمد خاں اور غازی محمد خاں نام تھے۔ آپس میں ایک دوسرے کے رشتہ دار تھے۔ غازی احمد ماموں تھے اور غازی محمد بھانجہ۔ لشکر میں ماموں بھانجہ کے نام سے مشہور تھے۔ غوری سپاہ کے نامور مجاہدین میں تھے۔ قطب الدین ایبک کے ہمراہ بہ نیت جہاد ۵۹۱ھ ہجری میں بدایوں آکر شہید ہوئے تھے۔ صاحب فیض ہیں، مستمندوں کی حاجت روائی فرماتے ہیں۔ عورتیں اکثر حصول اولاد کی خاطر آپ کے مزار پر حاضر ہوتی تھیں۔ کوٹ بھدراین کے محاصرہ کے دوران ملک قطب الدین ایبک کو کسی بزرگ نے خواب میں بشارت دی تھی قطب الدین اب وقت آ پہنچا ہے قلعہ فتح ہونے کا۔ پریشان نہ ہو۔ آج انشاء اللہ تیسرے پہر کو آندھی آئیگی اور ہر طرف

تاریکی مسلط ہو جائے گی۔ روشنی کی خاطر لوگ چراغ جلائیں گے مگر ہوا کے تیز جھونکوں کے آگے کسی کی نہ چلے گی۔ تم اس وقت اپنے لشکر کا جائزہ لینا صرف ایک خیمہ کے اندر چراغ جلتا پاؤ گے۔ دو مجاہدین اسی کے اندر ملیں گے انھیں کے ذریعہ قلعہ فتح ہوگا۔ قطب الدین نے بڑی بیچینی سے دن گزارا تھا۔ عصر کے وقت خدا کے حکم سے بکالی آندھی آئی تھی قطب الدین نے لشکر کا جائزہ لیا تھا۔ جیسا بتایا گیا تھا صرف ایک خیمہ کے اندر چراغ جل رہا تھا اور غازی احمد و غازی محمد تلاوت قرآن میں مشغول تھے۔ بقیہ تمام خیمے تیرہ و تاریک پڑے تھے۔ قطب الدین نے خواب کا حال ہر دو مجاہدین سے بیان کیا تھا جس کو سن کر وہ دونوں فرط مسرت سے جھوم اٹھے تھے۔ دوسرے دن صبح ہوتے ہی بھر تول دروازہ کے کواڑوں میں لگی ہوئی برچھیوں کی نوک پر اپنی چھاتیاں رکھ کر ہاتھیوں کی مستک سے زور کرایا تھا۔ پھاٹک کے کواڑ اکھڑ کر دور گرے تھے اور قلعہ فتح ہو گیا تھا مگر ہر دو مجاہدین اسی وقت جاں بحق تسلیم ہو گئے تھے۔ مزارات ہر دو شہداء کے پہلو بہ پہلو اندرون شہر محلہ شیخ پٹی میں ٹونک والے رؤساء کے مکان کے پھاٹک میں حریم کے اندر پختہ واقع ہیں۔ جانب جنوب بگوشہ غرب حضرت **میر قاسم** شہید کا مزار ہے

(مآثر الامراء ہند۔ باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ منشی عبدالرؤف سے ملاقات)

حضرت گومگو رحمۃ اللہ علیہ

غازی اکرم خاں اور محرم خاں نام تھے۔ گومگو عرفیت تھی۔ کسی زمانہ میں اکو مکو کہلاتے تھے۔ حضرت حاجی[1] شریف زندنی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے حضرت مولانا رکن الدین

---

[1] حاجی شریف زندنی کا وصال ۶۱۲ھ ہجری میں ہوا تھا ان کے مرید و خلیفہ خواجہ عثمان ہارونی تھے جنکا وصال ۶۱۷ھ ہجری میں ہوا تھا۔ مزار شریف مکہ میں ہے خواجہ عثمان ہارون کے مرید و خلیفہ سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی سنجری تھے جنکا وصال ۶۳۳ھ ہجری میں ہوا مزار شریف اجمیر میں ہے۔

شاہ چشتی سے بھی فیض حاصل کیا تھا۔ غوری الاصل مجذوب صفت سرفروش مجاہد تھے ریاضت اور مجاہدہ میں عالی مقام اور بلند مرتبہ رکھتے تھے۔ قوت یزدانی تھی۔ دن کو شہر غور کے بازاروں میں پھرا کرتے تھے۔ رات خرابات دمشق میں بسر کرتے تھے۔ وضع سپاہیانہ اور حالت قلندرانہ رکھتے تھے۔ ہاتھوں میں تلواروں کے بجائے اونٹوں کی لپلپیاں ہوتی تھیں۔ بشوق شہادت سلطان محمد غوری کی سپاہ میں داخل ہو گئے تھے ملک قطب الدین ایبک کے ہمراہ بہ نیت جہاد ۵۹۵ھ ہجری میں بدایوں آکر شہید ہوئے تھے ۵ رمضان کو کوٹ بھدابن کے بھرتول دروازہ کے باہر آپ کی شہادت ہوئی تھی۔ بعض مورخین نے لکھا ہے ۶ ر ذی الحجہ ۵۹۹ھ ہجری کو جیٹھ بدی اماوس وقت طلوع آفتاب دونوں حضرات نے جام شہادت نوش فرمایا تھا۔ صاحب فیض اور مرجع اہل ذوق ہیں۔ حضرت شیخ احمد معشوق آپ کے مزار پر چلہ کش ہونے کے بعد شہر میں داخل ہوئے تھے۔ مزار شریف ہر دو شہداء کے پہلو بہ پہلو شہر کی آبادی سے ملحق جانب شمال ٹونک والے رؤساء کے مکانات کے متصل کوٹلہ کی بھیٹوں کے پورب میں حریم کے اندر پختہ واقع ہیں۔ جانب شرق میر غلام علی بلند شہری کی اہلیہ مدفون ہیں۔ جانب غرب مسجد کی ٹٹی ہے۔

(محاربات ہند۔ باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں)

حضرت سرخ پوش سبز پوش رحمتہ اللہ علیہم

غازی حامد اور غازی راشد نام تھے۔ ایک صاحب سرخ رنگ کا لباس پہنتے تھے دوسرے سبز رنگ کا اس لیے سرخ پوش سبز پوش کہلاتے تھے امارت چھوڑ کر درویشی اختیار کی تھی۔ قادری مشرب بزرگ تھے۔ بغداد شریف میں رہتے تھے اور ریاضت و مجاہدات کرتے تھے۔ شہادت کے شوق میں غزنی پہنچ کر غوری سپاہ میں داخل ہو گئے تھے۔ ملک قطب الدین ایبک کے ہمراہ بہ نیت جہاد ۵۹۹ھ ہجری میں بدایوں آکر جام شہادت نوش

فرمایا تھا۔ مزار شریف حضرت خواجہ سید احمد بخاری کی درگاہ کے اندر جانب شرق بگوشہ شمال جداگانہ حریم کے اندر پہلو بہ پہلو پختہ واقع ہے۔ غلاف پڑا رہتا ہے۔ پختہ سڑک کے غربی کنارہ پر پلیا کے پاس کھیت میں ٹیڑھی قبر شریف حافظ عظیم الدین شہید کی ہے۔

(محاربات ہند۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ باقیات الصالحات)

حضرت پنج پیر لغبیہ والے رحمۃ اللہ علیہم

ملک قطب الدین ایبک کے ہمراہ بہ نیت جہاد ۵۹۹ھ ہجری میں بدایوں آکر جام شہادت نوش فرمایا۔ ان پانچو شہداء کے نام **حافظ نصر اللہ، میاں برکت اللہ، میاں عظمت اللہ، میاں رحمۃ اللہ** اور **میاں ضیاء الدین** ہیں۔ مزارات آپ کے اندرون شہر محلہ جوگی پورہ میں چھ سڑکا سے گھنٹہ گھر جانے والی سڑک کے جانب شمال بھورجی کے مکان کے قریب حریم کے اندر پختہ واقع ہے۔ فی الحال دو قبریں ہیں۔

(محاربات ہند۔ باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں)

حضرت پنج پیر تکیہ والے رحمۃ اللہ علیہم

آپ کے حالات کسی کتاب میں دستیاب نہ ہو سکے مگر کرامات اکثر ظہور میں آتی رہتی ہیں صاحب فیض ہیں۔ مستمندوں کی حاجت روائی فرماتے ہیں۔ غدر کے ایام میں آپ کے مزار کے قریب بیشمار سبز پوش سوار دیکھے گئے تھے جنہوں نے شہر کو غارتگری سے بچایا تھا۔ نئی سرائے کے باشندے بہت معتقد ہیں، سالانہ فاتحہ بھی کراتے ہیں۔ مزار شریف بیرون شہر نئی سرائے کے شمالی دروازہ

کے جانب شمال بگوشۂ شرق تکیہ غریب شاہ میں خانصاحب محمد امیر خاں مختار والے قطعہ میں پختہ بحالت بوسیدہ ہیں۔ آپ کے مزار سے تھوڑے فاصلہ پر جانب شرق بگوشۂ شمال چند و کھرتال کے جنوبی کنارہ پر ایک خام مزار ہے جس کو **کھرنی والی زیارت** کہتے ہیں۔ نام ان کا بھی معلوم نہ ہو سکا۔ دمی لال والے باغ کی آراضی میں ایک مزار نیب کے درخت کے نیچے ہے جس کو **نیب والی زیارت** کہتے ہیں۔

حضرت شاہ اسماعیل تمن دار رحمۃ اللہ علیہ

محمد اسماعیل نام تھا شاہ اسماعیل مشہور تھے۔ غوری سپاہ میں تمن دار تھے ۵۹۹ھ ہجری میں ملک قطب الدین ایبک کے ہمراہ بہ نیت جہاد بدایوں تشریف لائے تھے راجا دھرم پال کو آپ ہی نے موت کی آغوش میں سلایا تھا۔ بعد میں خود بھی شہید ہو کر سرخ رو ہوئے تھے۔ مزار شریف اندرون شہر مولوی محلہ میں شاہ احسان اللہ والی مسجد کے احاطہ میں جانب جنوب بگوشۂ شرق پختہ واقع ہے۔ تین قبریں ہیں۔ ان میں پورب کی طرف کی قبر شریف آپ کی ہے۔ آپ کے غربی پہلو میں حضرت سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہی حضرت **شیخ احمد خفیف شیرازی** شہید کا مزار ہے اور حجرہ کے قریب شاہ احسان اللہ فرشوری مدفون ہیں۔ شیخ احمد خفیف شیرازی عامر سبزوار تھے۔ شیخ مصلح الدین سعدی اور شیخ حمید الدین گنوری آپ کے پیر پوتے تھے۔

(محاربات ہند۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ باقیات الصالحات)

حضرت احمد شہید کھرتولی رحمۃ اللہ علیہ

ملک قطب الدین کے ہمراہ ۵۹۹ھ ہجری میں بدایوں آکر شہید ہوئے تھے۔ مزار شریف اندرون شہر محلہ گونٹیا میرانجی میں بابو عبدالقادر والی کوٹھی میں املی کے نیچے پختہ واقع ہے جانب جنوب چھ سات قدم پر حضرت میر یاد علی شہید کا مزار ہے۔ جانب شمال پچاس ساٹھ قدم پر بنجارہ کی قبر ہے آپ کے چھ بھائی بھی آپ کے ساتھ تھے جن کے نام میر تقی، میر نقی، میر مہدی، میر عسکری اور میر کاظم علی تھے۔ ان کے مزارات مجید اللہ والے باغ کی آراضی میں ہیں میر محمود علی کا مزار کھرتول دروازہ کے غربی پچھے پر معدوم ہے

(محاربات ہند۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ باقیات الصالحات۔ نصرت احمدی)

حضرت شیخ عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ

جھنڈے والے پیر مشہور ہیں۔ شیخ عبداللہ انصاری نام تھا۔ حضرت شیخ ابو ایوب انصاری رضؓ کی اولاد میں تھے۔ حضرت شیخ احمد رفاعی کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ شریعت اور طریقت سے آگاہ زینت اسلام حضرت شیخ عبداللہ انصاری قادری مشرب بزرگ تھے۔ سلطان محمد غوری کی سپاہ میں علمبردار تھے اپنے خاندان کے ستر اشخاص لے کر بہ نیت جہاد ملک قطب الدین ایبک کے ہمراہ بدایوں تشریف لائے تھے۔ ان میں چھ آپ کے حقیقی بھائی تھے ۵۹۹ھ ہجری میں کوٹ بھدا بن کے جانب شرق ساتوں بھائیوں کی شہادت ہوئی تھی آپ کا مزار اقدس اندرون کھنڈ ساری محلہ میں سید سلامت اللہ والی مسجد کے پیچھے جریم

حریم کے اندر پختہ واقع ہے۔ غلاف پڑا رہتا ہے۔ جھنڈا جس کو غوثیہ علم کہتے ہیں مسجد سے جانب جنوب جداگانہ حریم کے اندر نصب ہے اس کے اندر ایک تربت بنی ہے ۱۱ ربیع الثانی کو ہر سال اس جھنڈے کو غسل دیکر غلاف تبدیل کیا جاتا ہے۔ حضرت شیخ عبداللہ قادری اور حضرت غوث الاعظم دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ ہوتی ہے۔ آپ کے چھ بھائی درج ذیل ہیں۔

حضرت شیخ **ذکریا انصاری** شہید جن کا مزار کھنڈ ساری محلہ میں بساطی والی مسجد کے جانب جنوب اندر حدود آراضی تکیہ بنگالن شاہ فقیر ایک مکان میں پختہ واقع ہے۔

حضرت شیخ **یحییٰ انصاری** شہید جن کا مزار کھنڈ ساری محلہ میں انوار حسین قریشی کے مکان کے سامنے ہے۔ حریم بنی ہے۔ انوار حسین حاجی الطاف حسین کے بیٹے ہیں ان کے والد کا نام ملا چھدو تھا۔

حضرت شیخ **اعزالدین انصاری** شہید جن کا مزار کھنڈ ساری محلہ میں سبزی فروشوں والی گلی میں چبوترہ پر حریم کے اندر پختہ واقع ہے۔ جانب جنوب صوفی انصار حسین قریشی کا مکان ہے

حضرت شیخ **احسان اللہ انصاری** شہید جن کا مزار کھنڈ ساری محلہ میں عبدالرحیم و عبدالکریم لوہے والوں کے مکان کے سامنے چبوترہ پر پختہ واقع ہے۔

حضرت شیخ **جمال الدین انصاری** و حضرت شیخ **حمزہ انصاری** شہداء جن کے مدفن محلہ کانسین میں پہلو بہ پہلو اس مکان کے اندر ہیں جس میں پیشتر ڈاکٹر مہتاب سنگھ بیٹھتے تھے۔

علاوہ ازیں حضرت شیخ **حسام الدین** شہید بھی آپ کے خاندان کے ایک بزرگ تھے جن کا مزار بھی کھنڈ ساری محلہ میں پسر ہٹے کے پیچھے سبزی فروشوں والی گلی میں مختصر حریم کے اندر پختہ واقع ہے۔

(محاربات ہند۔ باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں)

حضرت میاں محمود شاہ رحمتہ اللہ علیہ

آپ بھی شہدائے متقدمین میں ہیں۔ خواب میں بشارت دے کر اپنا مزار پختہ بنوایا تھا اہل محلہ بہت معتقد ہیں سالانہ فاتحہ بھی کراتے ہیں۔ مزار شریف اندرون شہر محلہ فرشوری ٹولہ میں چکر والی سڑک پر جانب غرب انعام احمد صاحب کی کوٹھی کے ملحق جانب شمال ہے اس کوٹھی میں اب لڑکیوں کا اسکول ہے۔

حضرت میاں شمشیر شاہ رحمتہ اللہ علیہ

آپ کے حالات بھی کسی کتاب میں دستیاب نہ ہو سکے مگر قیاس کیا جاتا ہے کہ آپ بھی شہدائے متقدمین میں ہیں۔ محلہ جالندھری سرائے کے باشندگان زیادہ معتقد ہیں۔ آستانہ آپ کا بیرون شہر جانب جنوب متصل مقبرہ مخدومہ جہاں میراں سرائے کی آبادی سے جانب غرب پختہ واقع ہے جس کو **نیل والی زیارت** کہتے ہیں۔

حضرت خواجہ عثمان رحمتہ اللہ علیہ

قبول پورہ کے رہنے والے جناب مہدی خاں صاحب کے باغ میں ایک بلند چبوترہ پر چند قبور پختہ روضہ کے اندر اور چند صحن میں ہیں جن میں ایک قبر خواجہ عثمان کی بتائی جاتی ہے صاحب مزار کے حالات کسی کتاب میں دستیاب نہ ہو سکے البتہ حضرت سلطان العارفین صاحب اور حضرت شاہ ولایت صاحب کے زائرین جب اُدھر سے گزرتے ہیں تو فاتحہ پڑھ لیتے ہیں۔ چڑھاوا بھی چڑھتا ہے اور ایک درویش بھی وہاں رہتے ہیں۔ وہی جاروب کشی کی خدمت انجام دیتے ہیں۔ جانب غرب مسجد کی ٹٹی بھی ہے۔

دوسری مجلس

حضرت سلطان المشائخ کی ولادت سے قبل وصال فرمانے والے
بدایوں کے مشاہیر مردان خدا کے بیان میں

صدر دروازہ درگاہ حضرت سلطان العارفین صاحب

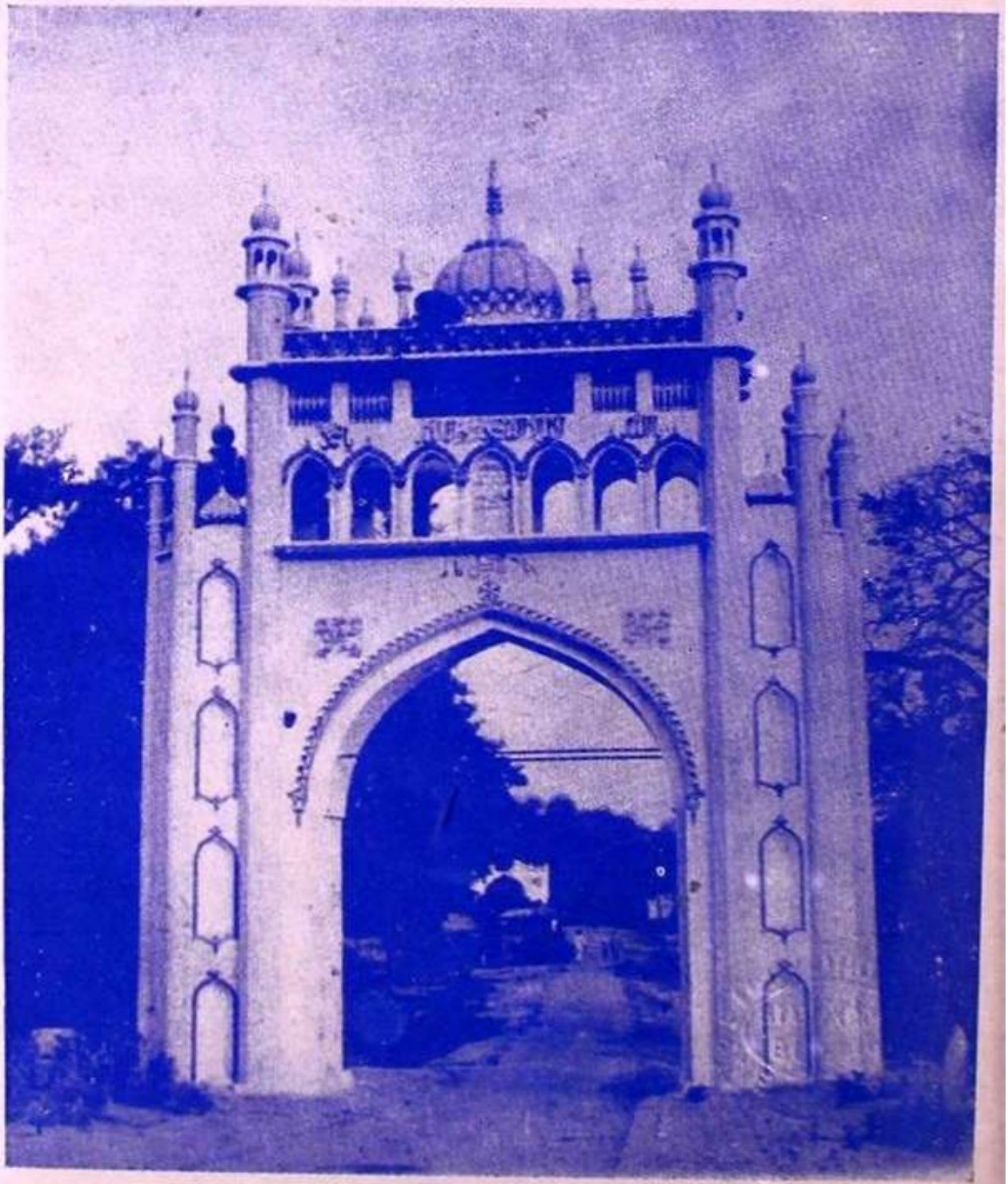

فوٹو گرافر: شفیع بریلی فوٹو اسٹوڈیو بدایوں

حضرت مولانا سیّد یحییٰ مدنی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا سیّد یحییٰ مدنی کے آبا و اجداد مدینہ منورہ کے رہنے والے تھے۔ بعد میں وہاں کی سکونت ترک کر کے بغداد شریف میں بود و باش اختیار کر لی تھی۔ آپ کی ولادت بغداد شریف میں ہوئی تھی۔ وہیں سن شعور کو پہنچے تھے مدرسہ نظامیہ میں داخل ہو کر حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے شرف تلمذ حاصل کیا تھا۔ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد علوم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے تھے اور تاج العارفین حضرت ابوالوفا کابکی سے بیعت ہو کر خرقۂ خلافت حاصل کیا تھا۔ طریقہ جنیدیہ رکھتے تھے۔ سلاطین عباسیہ کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر بغداد کو خیرباد کہہ دیا تھا۔ خراسان چلے گئے تھے۔ جب وہاں بھی سکون نہ پایا تو غزنی کی راہ لی تھی۔ غزنی میں آپ کی مناسب قدر ہوئی تھی۔ لشکر کے امام مقرر کر دیئے گئے تھے۔ ملک قطب الدین ایبک آپ کی اقتداء میں نماز ادا کر کے بے حد محظوظ ہوتے تھے۔ سفر و حضر میں ساتھ رکھتے تھے انھیں کے لشکر کے ساتھ ۵۹۹ھ ہجری میں بدایوں تشریف لائے تھے۔ قلعہ فتح ہونے کے چند یوم بعد آپ علیل ہو گئے تھے۔ علاج و معالجہ کے باوجود کچھ افاقہ نہ ہوا تھا۔ بالآخر یہیں کی خاک کے پیوند بنے۔ عظیم المرتبت عالموں میں شمار کئے جاتے تھے۔ صاحب حال و قال، عبادت و ریاضت میں بے مثال ہمت و مجاہدہ میں لاثانی، حافظ کلام ربانی۔ قطب وقت تھے ۱۵ رمضان ۵۹۹ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ نماز جنازہ مولانا سید سراج الدین ترمذی نے لاہور سے آ کر پڑھائی تھی

قطعہ تاریخ وفات

بلند مرتبہ یحییٰ امام قطب الدین — کہ بود سید عالی تبار و پاک رواں
چو شد ز دار فنا بہر سال گفت خرد — علی الحساب بگو کُلُّ مَن عَلَیھَا فَان

۵۹۹ھ = ۳۸۷ + ۲۱۲

مزار شریف حضرت میراں جی صاحب کی درگاہ کے اندر مسجد کے جانب جنوب پختہ واقع ہے۔ اس قبر کو پیرزادگان (مولانا فخرالدین کی اولاد) حضرت سلطان ابراہیم یمنی شہید کا مزار بتاتے ہیں۔

(طبقات الاولیاء فی مدینۃ الاولیاء باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں)

حضرت خواجہ سید اعزالدین احمد یمنی رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ سید اعزالدین احمد یمنی تاجدار یمن کے گھر میں پیدا ہوئے تھے۔ سادات بنی فاطمہ سے تھے۔ سلسلہ نسب پندرہ واسطوں سے حضرت امام حسین علیہ السلام تک پہنچتا تھا۔ کچھ دنوں ظاہری طور پر خدمت خلق میں مصروف رہے تھے۔ اس کے بعد سلطنت چھوڑ کر درویشی اختیار کر لی تھی۔ شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی سے شرف بیعت حاصل تھا۔ پرسکون ماحول کی تلاش میں ملتان ہوتے ہوئے ۶۰۵ھ ہجری میں مع اہل و عیال بدایوں تشریف لائے تھے اور متصل جامع مسجد شمسی بود و باش اختیار کی تھی۔ زاہد و پرہیزگار، عابد و شب بیدار، سالک و گوشہ نشیں، صوفی صاف باطن اور عارف باکمال تھے۔ طویل عمر پائی۔ بعض حضرات کا خیال ہے تخمیناً ڈیڑھ سو سال بقید حیات رہے۔ بعض کا خیال ہے اس سے بھی زیادہ۔ ۱۸ رجب ۶۰۶ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ گنج شہیداں میں دفن کئے گئے تھے۔

قطعہ تاریخ وفات

میر اعزالدین سہروردی آں کہ بود — سیدِ عالی نسب والا حسب شیخِ یمن
چوں بحکم ایزدی از دار فانی رخت بست — ملہمے از غیب نور مرقد گفتا بمن

۶۰۵ھ

مزار شریف حضرت سلطان العارفین صاحب کی درگاہ کے اندر پختہ واقع ہے آپ کے شرقی پہلو میں آپ کی اہلیہ مدفون ہیں۔ آپ ہی کے صاحبزادگان حضرت شاہ ولایت صاحب اور حضرت سلطان العارفین صاحب ہیں۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ ملفوظات حمیدی)

حضرت مولانا عبدالرحمٰن رحمتہ اللہ علیہ

مولانا عبدالرحمٰن نام تھا رحمٰن پیر مشہور تھے۔ نہایت متقی اور متورع تھے۔ دنیاداروں سے سروکار نہ رکھتے تھے۔ توکل پر گزران تھی۔ حضرت مولانا سراج الدین ترمذی کے مرید تھے ۳ شعبان ۶۰۶ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ قبر شریف متصل روضہ جمنی معدوم ہے۔

(باقیات الصالحات تاریخ اولیائے بدایوں۔ لمعات صوفیہ)

حضرت صادق میاں بغدادی رحمتہ اللہ علیہ

مولانا عفیف الدین نام تھا۔ بغداد شریف کے رہنے والے صاحب کمال اور واقف اسرار ذوالجلال تھے۔ بطریق سیاحت ہندوستان تشریف لائے تھے۔ بدایوں آکر سکونت اختیار کی تھی۔ حضرت مولانا سراج الدین ترمذی کے مرید و خلیفہ تھے۔ رات دن عبادت الٰہی میں مشغول رہتے تھے ایک روز مغرب کی نماز میں ایک اجنبی آکر شریک نماز ہوا اور بعد نماز آپ سے ملکر جب مسجد سے باہر نکلا تو مولانا رضی الدین حسن صغانی بھی اس کے ساتھ ہولئے۔ وہ شخص رجال الغیب سے تھا مولانا موصوف نے اس سے پوچھا آپ مولانا عفیف الدین سے ملے وہ کیسے آدمی ہیں۔ اس نے نے کہا یہ صادق میاں! یہ تو نہایت بزرگ ہیں۔ یہ کہتے تو کہہ گیا پھر افسوس کرنے لگا اور استغفر اللہ پڑھتا ہوا چلا گیا۔ مولانا رضی الدین کچھ سمجھ نہ سکے پلٹ کر مسجد میں آئے اور سارا ماجرہ آپ سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا اگر وہ استغفر اللہ نہ کرلیتا تو میں اسی وقت اس کو زمین پر ٹپک کر اس کی ہڈی پسلیاں چور چور کر دیتا۔ وہ مردان خدا کا راز فاش کرتا ہے یہ کہہ کر اسی وقت مسجد سے اٹھ کر چلے گئے تھے اور پھر ایک مدت تک نظر نہ آئے۔ کئی سال بعد مولانا سراج الدین ترمذی ایک روز نماز فجر کے بعد آبدیدہ ہوتے ہوئے اٹھے اور حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا افسوس! بابا صادق کا انتقال ہوگیا۔ چلو اُن کے جنازہ کی نماز پڑھکر دفن کریں۔ مسجد کے دروازہ پر جنازہ رکھا تھا مولانا نے امامت کر کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور دفن کیا الربیع الاول ۶۰۷ھ ہجری کو وصال ہوا تھا قبر شریف متصل روضہ جمنی معدوم ہے صاحب باطن کا بیان ہے کہ عفیف الدین کا وصال خراسان میں ہوا تھا۔

مردان غیب نہلا گئے جنازہ پڑھ گئے دروازہ مسجد کے پر دفنا گئے

حضرت مولانا نظام الدین رحمتہ اللہ علیہ

م الدین نام تھا ماوراءالنہر کے باشندہ تھے بطریق سیاحت ہندوستان تشریف لائے تھے بدایوں آکر مسکن گزیں ہوئے تھے۔ حضرت مولانا سراج الدین ترمذی کے مرید تھے۔ مرید ہونے کے بعد جذبہ میں بھر کر مدت دراز صحرا نوردی میں رہے۔ انسان سے جدا رہتے تھے۔ صحرائی جانوروں سے الفت رکھتے تھے۔ آخر عمر میں کھیڑہ بزرگ آکر قیام پذیر ہو گئے تھے۔ ہر وقت مراقبہ میں رہتے تھے۔ استغراق کا عالم طاری رہتا تھا۔ شہر کے لوگ کھانا لے جاکر کھلا دیتے تھے۔ نہایت نیک طینت، پاکباز صاحب کرامت بزرگ تھے۔ علوم دینی اور دنیوی سے کماحقہ آگاہ تھے ۱۲ ذی قعدہ ۷۰۰ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف موضع کھیڑہ بزرگ کی آبادی سے تخمیناً تین فرلانگ دور جانب شمال بگوشہ غرب سڑک پختہ سے ڈیڑھ سو گز جانب غرب پختہ واقع ہے۔ پیشتر درخت برگد کھڑا تھا۔ مزار سے جانب شرق پچاس ساٹھ قدم پر املی کا درخت کھڑا ہے۔ کھیڑا نوادہ کے چودھری صاحبان اس جگہ میاں نور محمد کی فاتحہ دلاتے ہیں۔

(باقیات الصالحات ۔ تاریخ اولیائے بدایوں ۔ لمعات صوفیہ۔ ماسٹر ضیاء احمد سے ملاقات)

حضرت مولانا سراج الدین ترمذی رحمتہ اللہ علیہ

سراج الدین نام تھا۔ شہر ترمذ میں پیدا ہوئے تھے۔ وہیں نشو و نما پاکر تعلیم و تربیت حاصل کی تھی۔ حضرت خواجہ سید احمد[1] توختہ سے بیعت ہو کر خرقہ خلافت پایا تھا۔ پیر و مرشد کے ہمراہ وطن مالوف سے ہجرت کر کے ہندوستان تشریف لائے تھے اور لاہور میں بود و باش اختیار کی تھی شب و روز ان کی اطاعت میں مشغول رہتے تھے۔ پانچوں وقت نماز کے لئے مصلا بچھاتے تھے ایک روز عشاء کی نماز کے بعد آپ کے شیخ نے مراقبہ سے سر اٹھا کر فرمایا سراج الدین تم بدایوں کے

---

[1] خواجہ سید احمد توختہ (ایستادہ) کا مزار لاہور میں ہے

صاحب ولایت ہوئے۔ سید یحییٰ مدنی قطب بدایوں کا انتقال ہوگیا۔ ابھی جاؤ اور ان کے جنازہ کی نماز پڑھا کر دفن کراؤ۔ بعد ازاں مصلے کا کونہ اٹھا کر اس کے نیچے سے دو دینار نکال کر آپ کو دیئے اور فرمایا ان کو راہ میں خرچ کرنا۔ شہر پناہ کے دروازہ پر سواری تیار ملے گی چنانچہ آپ اسی وقت شہر پناہ کے دروازہ پر پہنچے ایک شخص اونٹ پر زین کسے آواز دے رہا تھا بدایوں جانے والے مسافر چلو سواری تیار ہے۔ آپ نے کرایہ پوچھا اس نے کہا دو دینار۔ وہ دونوں دینار جو پیر و مرشد نے دیئے تھے ساربان کے حوالے کئے اور اونٹ پر سوار ہوگئے۔ آن واحد میں اس نے بدایوں کے بھرتول دروازہ پر لاکر کھڑا کر دیا تھا حالاں کہ میلوں کی مسافت تھی۔ اونٹ سے اُتر کر آپ قلعہ کے اندر داخل ہوئے تھے۔ ایک جنازہ سامنے رکھا تھا اور انبوہ کثیر آدمیوں کا تھا۔ آپ کو دیکھتے ہی ناظم بدایوں نے کہا تھا مولانا سید یحییٰ مدنی کا انتقال ہوگیا ان کے جنازہ کے نماز پڑھا دیجئے۔ آپ نے فوراً آگے بڑھ کر نماز پڑھائی تھی اور میت دفن کرائی تھی۔ اس کے بعد ناظم کے ساتھ آپ ایوان شاہی آئے تھے اور کئی روز اس کے مہمان رہے تھے۔ بعد ازاں شہر سے جانب غرب خانقاہ بنا کر سلسلہ رشد و ہدایت جاری کر دیا تھا۔ بہت لوگ مرید ہوگئے تھے۔ نہایت روشن خیالی اور زہد و تقویٰ میں بے مثال تھے۔ شریعت کے کاموں میں بہت دلچسپی لیتے تھے۔ شب و روز یادِ الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ پیر و مرشد کی طرح طریقہ جنیدیہ پر کاربند تھے۔ سماع سے پرہیز تھا صاحب وقار، واقف اسرار پروردگار، متقی و ابرار، مرد بزرگ، صاحب ولایت تھے۔ ناظم بدایوں تک نیچی نگاہ کر کے آپ سے گفتگو کرتے تھے۔ خلقت دیدار کی مشتاق رہتی تھی۔ جمعہ کے دن اکثر اشخاص جامع قطبی[1] کے راستہ میں دو رویہ صفیں بنا کر بیٹھ جاتے تھے

---

[1] جامع مسجد قطبی کو اب شیخ احسان اللہ والی مسجد کہتے ہیں۔ محلہ سید باڑہ میں واقع ہے۔ جامع مسجد شمسی کی تعمیر سے قبل اسی مسجد میں نماز جمعہ ہوتی تھی۔ قطب الدین ایبک کے عہد نظامت میں تعمیر ہوئی تھی اس لئے جامع مسجد قطبی کہلاتی تھی۔

جب آپ اُدھر سے گزرتے تھے تو رخ روشن کی زیارت کرکے دیدار کی پیاس بجھاتے تھے۔

سلطان المشائخ حضرت محبوب الہیؒ سے منقول ہے بدایوں میں مولانا سراج الدین نامی ایک بزرگ عارف کامل تھے۔ انھیں یہ تمنا تھی کہ مروں تو مکہ شریف میں دفن کیا جاؤں۔ چنانچہ وہ بدایوں سے ہجرت کرکے مکہ شریف چلے گئے۔ مگر چند یوم بعد واپس چلے آئے تھے۔ جب واپس آگئے تو لوگوں نے پوچھا آپ تو ہجرت کر گئے تھے اب کیسے آنا ہوا۔ فرمایا وہاں میں نے خواب دیکھا کچھ لوگ مکہ کے اطراف و جوانب سے مردے نکال کر لے جاتے ہیں اور اِدھر اُدھر سے جنازے لاکر وہاں دفن کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کیا کرتے ہو۔ بولے جو لوگ جوار مکہ میں دفن ہونے کی اہلیت رکھتے ہیں مگر کسی دوسری جگہ دفن کر دیئے گئے ہیں ہم ان کے جنازے یہاں لاکر دفن کرتے ہیں اور جو اس مقام کے اہل نہیں ہوتے مگر یہاں دفن کر دیئے جاتے ہیں ہم ان کے جنازے یہاں سے لے جاکر دیگر جگھوں پر دفن کرتے ہیں۔ یہ دیکھ کر میرے دل میں خیال آیا اگر میں اس جگہ کے لائق ہوں گا تو میرا مقصد بدایوں رہ کر بھی پورا ہو جائے گا یہی سوچ کر واپس چلا آیا ہوں۔

تذکرۃ الواصلین میں لکھا ہے جنازے لے جانے اور لانے پر کچھ فرشتے تعینات ہیں ان کو فرشتے نقال کہتے ہیں۔

۱۳ ربیع الاول ۶۱۰ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔

قطعہ تاریخ وصال

آں شیخ سراج الدین تر مذ موطن — وآں شاہِ ولایت و سراج ملت
چوں سال وفات او بجستم زخرد — مشہور جہاں بگفت سال رحلت

۶۱۰ھ

مزار شریف حضرت شاہ ولایت صاحب کی درگاہ کے اندر حجرہ سے جانب جنوب پختہ واقع ہے۔ غلاف پڑا رہتا ہے۔ شرقی پہلو میں املی کا درخت ہے۔

حضرت خواجہ سیّد علی بخاری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت محبوب الٰہی صاحب کے جدامجد (دادا) خواجہ سید علی بخاری صوفیائے عظام میں تھے۔ والد ماجد کا اسم گرامی خواجہ سید عبداللہ خلّمی تھا اور ان کے والد خواجہ سید حسن شرف جہاں کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے انھوں نے ہی اپنے والد حضرت میر علی بے بازو بخاری کے نام پر آپ کا نام علی رکھا تھا۔ حضرت میر علی بے بازو حضرت سید جعفر ثانی ؒ اولاد میں تھے اور بخارا کے رہنے والے تھے مگر کسی وجہ سے وہاں کی سکونت ترک کر کے غزنی میں بود و باش اختیار کر لی تھی۔ ان کے بیٹے خواجہ سید حسن شرف جہاں مرید و خلیفہ حضرت مخدوم علی بن عثمان ہجویری داتا گنج بخش لاہوری کے تھے۔ جن کا مزار لاہور میں ہے۔ خواجہ سید حسن شرف جہاں کے بیٹے خواجہ سید عبداللہ خلّمی بھی درویش صاحب حال تھے۔ اپنے والد بزرگوار سے خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ خواجہ سید علی بخاری کی زادبوم غزنی تھی۔ ۵۱۹ھ ہجری میں پیدا ہوئے تھے۔ عمر کا بیشتر حصہ غزنی میں ہی گزرا تھا۔ رسم تسمیہ خوانی آپ کے دادا نے ادا کرائی تھی اور چند ابتدائی کتابیں پڑھائی تھیں۔ ان کی وفات کے بعد اپنے والد ماجد سے علوم ظاہری و باطنی کی تعلیم حاصل کی تھی۔ سلسلہ جنیدیہ میں انھیں کے مرید ہو کر خرقۂ خلافت حاصل کیا تھا۔ غزنی سے ہجرت کر کے ہندوستان تشریف لائے تھے اور لاہور میں اقامت گزیں ہوئے تھے حضرت خواجہ علی ہجویری کے مزار پر چلہ کشی کر کے فیض روحانی حاصل کیا تھا۔ پرسکون زندگی بسر کرنے کی خاطر ۶۰۷ھ ہجری میں لاہور سے چل کر بدایوں تشریف لائے تھے اور قلعہ کے اندر تنگی ٹیلہ پر محل اقامت قرار دیا تھا۔ نہایت صاف باطن صوفی مشرب بزرگ تھے۔ اوائل عمری سے ہی تصوف کی حق نما تجلیات سینہ سے لگائے ہوئے تھے۔ تنہائی پسند تھے اپنی حویلی کے قریب مسجد تعمیر کرالی تھی۔ زیادہ تر وہیں بیٹھے رہتے تھے رات دن مراقبہ اور مکاشفہ کی کیفیت طاری رہتی تھی ۹۳ برس کی عمر پائی مگر ہمیشہ پابندی علائق سے

آزاد رہے اور دل کو تصور حقیقی کے مشاہدے سے منور رکھا۔ ایک دختر بی بی ہاجرہ اور دو فرزند حضرت خواجہ سید احمد اور حضرت خواجہ سید محمد دانیال اپنی یادگار چھوڑے تھے۔ بی بی ہاجرہ کا عقد ملا حسن واعظ کے ساتھ ہوا تھا۔ خواجہ سید احمد نے بدایوں میں سکونت اختیار کی تھی اور خواجہ سید محمد لاہور رہیں، بود و باش رکھتے تھے۔ ملک محمد بختیار خلجی کے ہمراہ بہار جاکر اقامت گزیں ہوئے تھے۔ ان کے بیٹے جمال الدین تھے اور ان کے بیٹے سید ابراہیم بخاری تھے اور ان کے بیٹے سید فرید طویلہ بخش تھے جنکا مزار اقدس بہار شریف میں ہے۔ بعض تذکرہ نگاروں نے آپ کی تاریخ وصال غرۂ جمادی الثانی ۶۱۲ھ ہجری لکھی ہے اور بعض نے ۲۱ جمادی الآخر ساگر تال کے جنوبی کنارہ پر حضرت سرخ پوش سبز پوش شہداء کے جوار میں دفن کئے گئے تھے

قطعہ تاریخ وفات

آں قدوۂ راستی علی ذوالمجد — ذاتش زعلوم بود روشن قندیل
چوں رفت بخلد با ترنم رضواں — فرمود ابو تراب سال ترحیل
۶۱۲

مزار شریف حضرت خواجہ سید احمد صاحب کی درگاہ کے اندر منجملہ دو ملحق قبور جانب غرب پختہ ہے۔ جانب شرق آپ کے فرزند سید الافراد حضرت خواجہ سید احمد بخاری آسودہ ہیں۔ بعض مورخین کہتے ہیں خواجہ سید علی بخاری اور خواجہ سید عرب بخاری ساتھ ساتھ بخارا سے لاہور اور لاہور سے بدایوں تشریف لائے تھے۔ بعض کہتے ہیں حضرت خواجہ سید عرب بخاری پہلے تشریف لائے تھے بعد میں خواجہ سید علی بخاری غزنی سے لاہور اور لاہور سے بدایوں تشریف لائے تھے۔ بعض مورخین لکھتے ہیں خواجہ سید عرب صاحب آپ کے رشتہ کے بھتیجے تھے اور بعض نے لکھا ہے برادر عم زاد تھے۔ آخر الذکر زیادہ معتبر ہے۔ شجرہ ملاحظہ ہو۔

میر علی بے بادو

سید حسن شرف جہاں — سید حسین
سید عبداللہ خلمی
سید علی بخاری

سید محمد اطہر

سید موسیٰ — سید عرب

(رسالہ العلم کراچی جلد ۱۰ شمارہ ۳ ۔ باقیات الصالحات)
مفتی صاحب سے ملاقات

حضرت سید شرف الدین اعلیٰ قبائی رحمۃ اللہ علیہ

سید شرف الدین نام تھا اور اعلیٰ تخلص۔ اشرف العلماء کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔ آپ کے آبا و اجداد قبا[1] کے ذی علم اور صاحب ثروت لوگ تھے۔ والد ماجد کا اسم گرامی سید محمد تھا۔ حضرت سید جعفر ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں تھے۔ شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ سے شرف بیعت حاصل تھا۔ ۵۸۲ھ ہجری میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ ہندوستان تشریف لائے تھے اور لاہور میں بود و باش اختیار کی تھی۔ ملک شمس الدین التمش ناظم بدایوں کی درویش نوازی کا شہرہ سن کر ۶۰۵ھ ہجری میں لاہور سے چل کر بدایوں آئے تھے۔ محلہ سید باڑہ آباد کیا تھا۔ مکان پر درس و تدریس کا سلسلہ جاری کر دیا تھا۔ عابد و زاہد، حنفی المذہب، سنّی العقائد، مشاہیر فضلائے بدایوں میں تھے ۲ ربیع الثانی روز جمعہ ۶۱۴ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔

قطعہ تاریخ وفات

آں امیر قبا شرف اعلیٰ — اشرف القوم صاحب الیقاں
چوں بجنت رسید رضواں گفت — ہست تاریخ مقتدائے جہاں

۶۱۴ھ

مزار شریف بیرون شہر جانب غرب حاجی جمال ملتان صاحب کے مزار سے تخمیناً دو سو قدم رحیم کی طرف موضع چندن نگر میں بمقام چندینا پختہ واقع ہے۔ دعائے عدیلہ گچ پر لکھی ہے۔ جانب غرب کسی بزرگ کا مزار ہے اور جانب شمال بگوشہ غرب ایک قبر ہے۔ مولانا علاء الدین اصولی آپ ہی کے صاحبزادے تھے جنہوں نے سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی کو پڑھایا تھا

---

[1] قبا مدینہ منورہ کے قریب ایک مقام ہے۔

آپ کا نسلی سلسلہ اب تک قائم ہے۔ ان میں اکثر افراد ذی علم اور صاحب ثروت ہیں

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ تذکرۃ الفضلاء)

حضرت قاضی دانیال قطریؒ رحمۃ اللہ علیہ

قاضی دانیال قطریؒ پاکباز، صاحب نسبت اور عامل شریعت بزرگ تھے۔ علمائے ذی وقار میں آپ کا شمار تھا۔ والد ماجد کا اسم گرامی مولانا شیخ حاجی شہید تھا۔ شیخ عبدالرحمٰن بن امان مدنی کی اولاد میں تھے۔ سلسلۂ نسب سولہ واسطوں سے امیرالمومنین امام المتقین، خلیفۃ المسلمین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہونچتا ہے۔ آباؤ اجداد قطر[1] کے رہنے والے تھے۔ وہیں آپ کی ولادت ہوئی تھی اور تحصیل علوم کی تھی۔ اسی نسبت سے قطریؒ مشہور تھے۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوکر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے برادر طریقت تھے۔ ۵۹۹ھ ہجری میں ملک قطب الدین ایبک کے ہمراہ قاضی عسکری کی حیثیت سے بدایوں تشریف لائے تھے اور اندرون قلعہ سکونت اختیار کی تھی۔ حضرت خواجہ سید احمد بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مستعفی ہونے پر بدایوں کے قاضی مقرر ہوئے تھے۔ زہد و ورع میں یکتائے زمانہ نہایت متبرک شیخ اور متبحر عالم تھے۔ کمال دیانتداری اور حق شناسی کے ساتھ عہدۂ قضا کے فرائض انجام دیئے۔ ناظم بدایوں ہمیشہ آپ کے پیچھے نماز فجر ادا کرتے تھے اور آپ کا کلام بڑے خلوص سے سنتے تھے ۲۹ ربیع الثانی ۶۱۸ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔

قطعہ تاریخ وفات

قطریؒ شیخ فاضل دوراں — حضرت دانیال خلد مکاں

رفت چوں در جناں فرمود — زبدۂ مسلمیں شد ز جہاں

۶۱۸ھ

---

[1] قطر ملک عرب میں ایک جگہ ہے۔

مزار شریف حضرت پیر مکّہ صاحب کے جوار میں ہے۔ پیشتر حریم بنی تھی اسی کے اندر بی بی ساجدہ خاتون زوجہ قاضی سعد الدین عرف قاضی سدا بیگواہ متوفیہ غرّہ جمادی الآخر ۶۷۹ھ ہجری اور بی بی عبیدہ خاتون عرف کنیز فاطمہ زوجہ قاضی صدر الدین وقت باقی متوفیہ ۹ جمادی لآخر ۶۸۲ھ ہجری مدفون ہیں۔ ہر دو بیبیاں شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کی مریدہ تھیں۔ حضرت قاضی صاحب کا نسلی سلسلہ اب تک قائم ہے۔ ان میں بیشتر افراد صاحب علم اور ذی جاہ ہیں۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء، ودیعۃ العظمیٰ۔ تاریخ اسکندری)

حضرت خواجہ سیّد عرب بخاری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت محبوب الٰہی صاحب کے جد مادری (نانا) خواجہ سید عرب بخاری ولی روزگار تھے والد ماجد کا اسم گرامی خواجہ سید محمد تھا اور دادا کا نام نامی خواجہ سید حسین بن علی باز دتھا۔ سیّد اعظم ابو عبید اللہ جعفر ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں تھے۔ خواجہ سید علی بخاری کے رشتہ کے چچازاد بھائی تھے۔ آبا و اجداد کا وطن بخارا تھا بعد میں وہاں کی سکونت ترک کر کے غزنی چلے آئے تھے۔ ۵۵۱ھ ہجری میں آپکی ولادت ہوئی تھی۔ سلطان قطب الدین ایبک کے عہد میں اہل و عیال کے ہمراہ غزنی سے چل کر ہندوستان تشریف لائے تھے اور لاہور میں قیام کیا تھا۔ ۶۰۶ھ ہجری میں قبۃ الاسلام کی کشش نے بدایوں بلا لیا تھا۔ محلہ سوکھا میں متصل مسجد قاضی حسام الدین ملتانی بود و باش اختیار کی تھی۔ سلسلہ چشتیہ میں حضرت خواجہ عثمان ہارونی سے بیعت ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے پیر بھائی تھے۔ سلسلہ قادریہ میں اپنے والد کے مرید و خلیفہ تھے۔ انھوں نے حضرت پیران پیر دستگیر شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ علم و فضل میں یگانۂ عصر تھے۔ اور مرتبہ ولایت پر پہنچے ہوئے تھے بیشمار لوگوں کے دل آپ کے پنجۂ تصرف میں تھے۔ درویش سے لیکر شاہ تک آپ کی خدمت میں سعادت مندانہ حاضر ہوتے تھے۔ روحانی کمالات حاصل تھے۔ امیرانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ خرچ دولت مندانہ

تھا۔ دو چار نئے مہمان دستر خوان پر روزانہ حاضر ہوتے تھے۔ پاس ایک حبّہ نہ ہوتا تھا مگر خرچ کے قابل رقم روزانہ مصلے کے نیچے سے برآمد ہو جاتی تھی۔ دنیا داروں میں دولت مند مشہور تھے حقیقت حال سے کوئی آگاہ نہ تھا۔ صورت کے امیر اور سیرت کے درویش تھے اہل اللہ آپ کے مزار پر مراقب ہوتے ہیں اور فیض پاتے ہیں۔ کرامات اکثر ظہور میں آتی رہتی ہیں۔ ۱۸ شوال ۶۱۸ھ ہجری کو واصل حق ہوئے تھے۔ سر سٹھ سال کی عمر پائی۔ مولانا رضی الدین حسن صغانی نے نماز جنازہ کی امامت کی تھی۔ شیخ فتح اللہ چشتی شیرازی اور ملا عبداللہ مکی نے قبر میں اتارا تھا۔ خواجہ محمود مسعود نخاسی پاس کھڑے آنسو بہا رہے تھے۔

قطعہ تاریخ وفات

بجنت رفت زیں دنیائے فانی — چو آں سیّد عرب ماہِ طریقت
شنیدم از ندائے ملہم غیب — نصیر یاوراں تاریخ رحلت

۶۱۸ھ

مزار شریف بیرون شہر جانب شمال ایک مختصر حریم کے اندر پختہ واقع ہے۔ مشرقی پہلو میں ایک قبر ہے۔ حریم سے جانب شرق پندرہ سولہ قدم کے فاصلہ پر بالائے چبوترہ ملاحسن واعظ کا مزار ہے اور تیس بتیس قدم کے فاصلہ پر خواجہ سید موسیٰ آسودہ ہیں۔ ان کی لوحِ مزار گول ہے۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں، طبقات الاولیاء، اسرار الاولیا۔ تذکرۂ اولیائے ہند)

(سوانح خواجہ معین الدین چشتی، طبقات محمودی)

حضرت مولانا رضی الدین صغانی رحمۃ اللہ علیہ

رضی الدین نام تھا اور موید بالقوۃ القدسیہ کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔ قصبہ چغانہ علاقہ ماوراء النہر آپ کے آباؤ اجداد کا مسکن تھا۔ اہل عرب چغانہ کو صغانہ کہتے ہیں اسی نسبت سے آپ صغانی مشہور تھے۔ بعض کتابوں میں آپ کے والد کا نام محمد اور بعض میں صالح درج ہے۔

حضرت مولانا مخدوم عالم سمرقندی سے تحصیل علوم کی تھی بعد تحصیل علم صوری و معنوی سلسلہ نقشبندیہ میں انھیں کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ عالم فاضل، صاحب نسبت اور حلیم الطبع بزرگ تھے۔ لغت، فقہ اور حدیث کے امام مانے جاتے تھے۔ اکابر علماء میں اور اجلہ محدثین میں آپ کا شمار تھا۔ احادیث نبوی یکجا کر کے ایک کتاب لکھی تھی جو بہت مقبول ہوئی۔ اس کتاب کا پورا نام 'مشارق الانوار النبویہ من صحاح الاخبار المصطفویہ' ہے جس کے بارے میں مولانا موصوف نے خود فرمایا ہے 'اس کتاب میں جتنی حدیثیں میں نے لکھی ہیں وہ بروز قیامت میرے اور خداوند عزوجل کے درمیان حجت ہیں۔

شیخ الاسلام حضرت بابا فرید الدین شکر گنج اجودھنی رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے مولانا رضی الدین صغانی نے اپنی کتاب مشارق الانوار میں جتنی حدیثیں لکھی ہیں وہ سب صحیح ہیں۔ اس میں تیس ہزار حدیثیں زبان مبارک حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحت شدہ ہیں۔ اگر کسی حدیث میں مولانا کو مشکل درپیش ہوتی تھی تو اسی رات کو خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تھے اور اس حدیث کو آنحضرت کے روبرو پیش کرتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تصحیح فرما دیتے تھے۔

سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی قدس سرہٗ سے منقول ہے مولانا رضی الدین صغانی صاحب مشارق الانوار کی یہ تحریر صحیح ہے کہ میری یہ کتاب حق تعالیٰ اور میرے درمیان حجت ہے۔ ان کا یہ حال تھا اگر کسی حدیث میں ان کو مشکل درپیش ہوتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھتے تھے اور آپ سے تصحیح فرما لیتے تھے۔ وہ بدایوں کے رہنے والے تھے کول جا کر نائب مشرف (نائب صدر محرریہ) ہو گئے تھے۔ ایک روز مشرف (صدر محرریہ) نے کوئی بات کہی مولانا اسی کو سن کر مسکرا دیئے۔ مشرف کو یہ فعل آپ کا ناگوار گزرا اور دوات پھینک کر ماری۔ حالاں کہ چوٹ نہیں آئی مگر وہاں سے اٹھ کر چلے آئے اور بولے ایسے جاہلوں کے ساتھ مجھے نشست و برخاست نہیں رکھنی

چاہیئے اسکے بعد والی کول کے فرزند کو پڑھانے پر مقرر ہو گئے تھے۔ سوٹکے ملتے تھے اسی پر قانع تھے پھر ایک روز نیا جوتا پہن کر حج کو چل دیئے تھے جب ایک منزل طے کر چکے تو صعوبتِ سفر غالب ہوئی۔ بغیر سواری چلنے سے عاجز ہو گئے۔ دل میں سوچنے لگے کاش کوئی سواری مل جاتی تو یہ سفر بآسانی طے ہو جاتا۔ حاکم کول کا لڑکا آپ سے بہت عقیدت رکھتا تھا۔ جب اسے معلوم ہوا آپ کول سے چلے گئے ہیں بے حد ملول ہوا اور اسی وقت تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر آپ کے پاس پہنچا اور واپسی کے لئے بہت منت وسماجت کی مگر آپ راضی نہ ہوئے۔ تب اس نے کہا آپ پیدل سفر نہ کر سکیں گے تکلیف ہوگی میرا گھوڑا لیتے جایئے۔ چنانچہ آپ اس گھوڑے پر سوار ہو کر مکہ معظمہ تشریف لے گئے تھے حج سے فارغ ہو کر بغداد شریف پہنچے تھے وہاں ایک محدث ابن زہری رہتے تھے اور اونچے ممبر پر بیٹھ کر حدیث بیان کرتے تھے علماء ان کے گرد صفیں بنا کر بیٹھتے تھے ایک روز مولانا رضی الدین صغانی بھی اس مجلس حدیث میں تشریف لے گئے اور سب سے آخری صف میں بیٹھ گئے۔ ابن زہری نے حدیث در بارہ موافقت کرنے مؤذن کے وقت سُننے اذان بیان کی اور اس کو اس طرح شروع کیا اِذَا سَکَتَ الْمُوَذِّن یعنی جو الفاظ موذن شروع کرے وہی سُننے والے کو کہنے چاہیئے۔ آپ نے آہستہ سے کہا اِذَا سَکَتَ الْمُوَذِّن۔ یعنی جب موذن چپ رہے تب سننے والے کو کہنا چاہیئے۔ اس کا چرچا ایک دوسرے کے ذریعہ ابن زہری کے کان تک پہنچا انھوں نے پوچھا کس نے کہی یہ بات۔ مولانا رضی الدین نے جواب دیا میں نے کہی۔ ابن زہری بولے دونوں طرح صحیح ہے۔ لوگوں نے کہا کتاب دیکھنی چاہیئے۔ چنانچہ کتاب دیکھی گئی تو دونوں طرح سے لکھا پایا مگر اذا سکتَ المؤذن کی نسبت لکھا تھا اصح ہے۔ جب یہ خبر خلیفہ بغداد کو پہنچی تو اس نے بلوا کر آپ کو بہت انعام واکرام دیا اور کچھ علم بھی سیکھا بغداد سے چل کر دہلی آئے تھے۔ ایک روز اپنے دوستوں سے کہہ رہے تھے۔ ایک

میرا وہ زمانہ تھا جب میں نے اپنے استاد سے کتاب ملحض مستعار مانگی تھی مگر انھوں نے نہیں دی تھی۔ آج میرا یہ زمانہ ہے کہ سو اشخاص مثل مالک کتاب اگر مجھ سے طلب کریں تو میں دینے میں دریغ نہ کروں گا۔ کسی نے جاکر یہ بات ان کے استاد سے کہہ دی وہ مرد بزرگ صاحب ولایت تھے بولے ان کا حج قبول نہیں ہوا۔ اگر ہوتا تو ایسی باتیں نہ کہتے۔ سلطان المشائخ یہ بیان فرماکر چشم پُرآب ہوگئے تھے اور ان کے صدق کی تعریف کرنے لگے تھے۔ اس مجلس میں حضرت سلطان المشائخ نے مدفن کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا تھا اس لئے آپ کے مدفن اور تاریخ وصال کے بارے اختلاف ہے بعض تذکرہ نگار کہتے ہیں لاہور میں دفن ہیں۔ بعض نے لکھا ہے بغداد میں آپ کا وصال ہوا تھا۔ خاک مکہ معظمہ لے جاکر دفن کی گئی تھی۔ اور بعض یہ کہتے ہیں آپ کا وصال بدایوں میں ہوا تھا۔ مزار شریف اندرون شہر منڈی مسجد کے احاطہ میں جانب شرق بگوشہ شمال پختہ واقع ہے۔ سرہانے کھجور کا درخت کھڑا ہے۔ یہ بتانا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ حضرت محبوب الٰہی صاحب کو حضرت مولانا رضی الدین صغانی سے قریبی نسبت تھی کیونکہ حضرت سلطان المشائخ نے مولانا کمال الدین زاہد سے حدیث پڑھی تھی اور انھوں نے مولانا برہان الدین محمود سے اور انھوں نے مولانا رضی الدین صغانی سے

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ فوائد الفواد۔ مباحث و مسائل۔ طبقات الاولیاء)

حضرت خواجہ شادی لکھنوتی رحمۃ اللہ علیہ

ملک شادی نام تھا۔ صاحب ثروت گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ امارت چھوڑ کر درویشی اختیار کی تھی۔ قصبہ لکھنوتی علاقہ بنگال آبائی وطن تھا۔ ضعیف العمری میں سیاحت کرتے ہوئے بدایوں تشریف لائے تھے اور حضرت خواجہ حسن۔ شیخ شاہی روشن ضمیر سلطان العارفین بدایوں کے مرید ہوکر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ صاحب ترک و تجرید اور

اہلِ ذوق و شوق بزرگ تھے۔ معمّر ہونے کی وجہ سے حضرت سلطان العارفین صاحب آپ کا بہت احترام کرتے تھے۔ حضرت سلطان المشائخ کی مجلس میں خواجہ حسن سنجری نے بدایوں سے دہلی تک سفر میں راحت نصیب ہونے کے سلسلہ میں بدایوں کے جن بزرگوں کے فیض کا تذکرہ کیا تھا ان میں خواجہ شادی لکھنوتی کا اسم گرامی بھی تھا۔ ایک سو سال سے زیادہ عمر پا کر ۶ رمضان ۶۱۹ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف مابین مزارات حضرت بانکے میاں صاحب اور حضرت سلطان العارفین صاحب راستہ کے جانب شمال ایک ٹیلہ پر پختہ واقع ہے۔ جانب شرق زین دوز قبر خواجہ ملک ہرقاری کی ہے۔ پیشتر حریم اور مسجد کی ٹٹی بنی تھی۔

(تاریخ اولیائے بدایوں۔ باقیات الصالحات۔ طبقات الاولیا، ۔ فوائد الفواد)

حضرت شیخ فتح اللہ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ فتح اللہ نام تھا اور پیرفتوں عرفیت تھی۔ شیراز کے رہنے والے تھے وہیں تعلیم و تربیت پائی تھی۔ اسی نسبت سے شیخ فتح اللہ شیرازی مشہور تھے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے پیر بھائی تھے۔ نیشاپور جاکر حضرت خواجہ عثمان ہارونی سے بیعت ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا شیخ نجم الدین صغریٰ کے ساتھ ایران سے چلکر ہندوستان تشریف لائے تھے۔ کچھ دن دہلی میں قیام کیا تھا اس کے بعد بدایوں آکر قعہ کے اندر پتنگی ٹیلہ کے متصل بود و باش اختیار کی تھی۔ ایک وسیع خانقاہ تعمیر کراکے سلسلۂ رشد و ہدایات جاری کیا تھا۔ غلغلۂ کرامت سن کر رجوعات خلق ہونے لگی تھی۔ عالی مرتبت بزرگ تھے۔ فتوحات کا کچھ شمار نہ تھا۔ بڑے بڑے عہدیدار دیدار کی تمنا میں ڈیوڑھی پر حاضر ہوتے تھے اور سلام ہو جانا بہت بڑی نعمت سمجھتے تھے۔ روانگی سفر سے قبل لوگ اکثر آپ سے ملنے آتے تھے اور طالب دعا ہوتے تھے۔ جس شخص پر آپ کی نگاہ پڑ جاتی تھی اس کا

دن بھر تمازت آفتاب کا اثر نہیں ہوتا تھا۔ حضرت محبوب الٰہی صاحب کا مقولہ ہے اس میّت کو اللہ تعالیٰ عذاب قبر سے نجات بخشے گا جس کا جنازہ مولانا مخدوم عالم سمرقندی اور شیخ فتح اللہ شیرازی کے مزارات کے درمیان ہو کر نکلے گا۔ یہ بات جن لوگوں کو معلوم ہے وہ آج بھی اپنے مردے اس راستہ سے نکال کر لے جاتے ہیں، ۲۹ ربیع الاوّل ۶۲۱ھ سنہ ہجری کو نماز تہجد کی ادائیگی کے دوران ایک شرابی نے پیٹھ میں خنجر بھونک کر شہید کر دیا تھا۔ قاتل بھی اندھیرے میں بھاگتا ہوا ایک دیوار سے ٹکرا کر ہلاک ہو گیا تھا۔ مزار شریف اندرون شہر محلہ چاہ میریں سر راہ ایک غیر مسقف کوٹھری کے اندر پختہ واقع ہے۔ املی کا درخت کھڑا ہے۔ کوٹھری کے باہر جانب شرق بگوشہ جنوب لکڑیوں کی ٹال میں میاں **میرن شاہ** کی قبر ہے ٹال کے شمال میں الف خاں کے محل کی جنوبی دیوار سے ملحق ایک حریم کے اندر میر سبحان علی شہید عرف کالو سید کا مزار ہے۔ پیر فتوں صاحب کے مزار کے جانب جنوب ایک احاطہ کے اندر پانچ قبور ہیں۔

(تاریخ اولیائے بدایوں۔ باقیات الصالحات۔ تذکرۃ الواصلین۔ طبقات الاولیاء)

حضرت سلطان نصیر الدین غازی رحمۃ اللہ علیہ

سلطان نصیر الدین غازی نام تھا۔ سلطان شیر چشتی مشہور تھے۔ نہاوند کے شاہی محل میں پیدا ہوئے تھے۔ نیشاپور کے علماء سے تعلیم حاصل کی تھی۔ رے میں تخت نشین ہو کر سرکش بادشاہوں کے خلاف جہاد کیا تھا۔ کچھ دن ظاہری طور پر خدمت خلق میں مصروف رہنے کے بعد لباس شاہانہ اُتار کر رکھ دیا تھا۔ خرقہ فقر پہن کر صحرا نوردی اختیار کر لی تھی۔ عبادت و ریاضت میں دن گزارنے لگے تھے۔ چلہ کشی زیادہ کرتے تھے۔ ایک روز نہاوند کے غار میں حضرت خضر علیہ السلام سے

آپ کی ملاقات ہوئی تھی۔ انھوں نے فرمایا تھا۔ نصیرالدین تجھے اگر درویشی کی طلب ہے تو قطب الدین بختیار اوشی کے پاس ہندوستان جا۔ وہ تجھے انشاءاللہ تعالا واصل حق کرے گا۔ چنانچہ آپ نہاوند سے چل کر دہلی تشریف لائے تھے۔ جس وقت حضرت خواجہ قطب الدین کی خانقاہ میں پہنچے تھے اس وقت وہاں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری بھی رونق افروز تھے۔ خواجہ بزرگ نے آپ کو دیکھتے ہی فرمایا تھا۔ قطب الدین تمہاری خدمت میں سلطان آیا ہے اس کو سلطانی وضع میں رکھنا۔ چنانچہ حضرت خواجہ قطب الدین صاحب نے غسل کرا کے نئی پوشاک پہنائی تھی اور سر پر تاج رکھ کر اپنا مرید کیا تھا۔ مجاہدے اور مجادلے کرا کے خرقہ خلافت اور شال خلافت سے سرفراز فرمایا تھا اور بڑے احترام سے بدایوں کے منصب ولایت پر مامور کر کے بھیجا تھا۔ ملک نصیرالدین طغاں کے عہد نظامت میں بدایوں تشریف لائے تھے۔ قلعہ سے باہر جانب شرق عظیم الشان خانقاہ بنا کر سلسلہ رشد و ہدایت جاری کیا تھا مرد بزرگ صاحب ولادیت تھے۔ سالکوں کے پیشواء اور مجذوبوں کے رہنما کہلاتے تھے۔ ذی وقار صاحب ماہی مراتب درویش تھے۔ سر پر تاج بدن میں عبا جواہرات سے مرصع ہوتی تھی۔ شیر پر سوار ہو کر سانپ کا کوڑا ہاتھ میں لئے ہوئے صبح و شام سیر کو نکلا کرتے تھے۔ آگے آگے نقیب منقبت پڑھتا جاتا تھا پیچھے پیچھے جھمگٹ مریدان نامدار کا ہوتا تھا۔ فتوحات کا کچھ شمار نہ تھا۔ کوئی دن ایسا نہ ہوتا تھا جو شہزادگان و امرائے دہلی آستانہ بوس نہ ہوتے ہوں۔ سماع کے بہت شوقین تھے۔ بیسوں قوال علوفہ دار تھے۔ دور دور سے مشائخ عظام اگر آپ کی مجلس میں شریک ہوتے تھے۔ باوجود کثرت فتوحات روزانہ سب خرچ ہو جاتا تھا جو بچتا تھا وہ شہر کے بھکاریوں پر تقسیم کر کے عشاء کی نماز سے قبل بے باقی کے اطلاع دی جاتی تھی۔ ۵ ذی الحجہ ۶۷۱ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف اندرون شہر محلہ جوگی پورہ

میں متصل چھ سڑکہ ایک مختصر حریم کے اندر پختہ واقع ہے۔ دونوں جانب پختہ سڑکیں ہیں سرہانے املی کا درخت کھڑا ہے۔ حریم کے اندر بگوشہ جنوب مشرق حضرت **سید جمال احمد** بلگرامی کا مزار ہے۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ عظمت الاولیاء۔ طبقات الاولیاء۔ ملفوظات حمیدی)

حضرت خواجہ سید عبداللہ ملتانی رحمتہ اللہ علیہ

خواجہ سید عبداللہ ملتانی صوفی مشرب بزرگ تھے۔ سات سال کی عمر میں حافظ قرآن ہو گئے تھے قاضی حسام الدین ملتانی سے فقہ اور حدیث کی تعلیم حاصل کی تھی۔ حضرت شیخ صدرالدین عارف ملتانی کے مرید تھے جنھوں نے اپنے والد حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی سے خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ وہ مرید و خلیفہ حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کے تھے۔ حضرت سلطان العارفین صاحب کی ہمشیرہ بی بی زینب عرف بنوبی کے ساتھ آپ کا نکاح ہوا تھا۔ خواجہ منور آپ کے صاحبزادے تھے ۶۰۴ھ ہجری میں اپنے خسر خواجہ سید اعز الدین احمد یمنی کے ساتھ بدایوں تشریف لائے تھے۔ صاحب زہد و اتقاء دیندار بزرگ تھے ۲۰ رجب ۶۲۲ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف حضرت شاہ ولایت صاحب کی درگاہ سے ملحق مقبرہ سرخیلان کے جانب شمال پختہ واقع ہے۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات اولیاء۔ ودیعتہ العظمیٰ)

حضرت خواجہ سیّد موسیٰ بخاری رحمتہ اللہ علیہ

حضرت خواجہ سیّد عرب بخاری کے چھوٹے بھائی خواجہ سید موسیٰ بخاری صوفیائے کرام سے تھے۔ غزنی میں پیدا ہوئے تھے۔ وہیں نشو و نما پائی تھی۔ اپنے والد خواجہ

سید محمد بخاری کے مرید و خلیفہ تھے۔ حضرت خواجہ سید علی بخاری کے ہمراہ ۶۰۷ھ ہجری میں بدایوں تشریف لائے تھے اور سادات قبائی کے مکان میں قیام کیا تھا۔ مدت العمر وہیں رہے۔ عالم فاضل، فقیہ کامل، وسیع النظر، صاحب زہد و تقویٰ بزرگ تھے۔ عبادت و ریاضت میں لاثانی، جامع سیادت و نجابت اور عشق و محبت میں سرشار تھے۔ توکل پر گزران تھی عمر کا بیشتر حصہ گوشہ نشینی میں گزرا تھا۔ ننانوے (۹۹) سال کی عمر پاکر ۲۱ ربیع الاول ۶۲۳ھ ہجری کو وصال فرمایا۔ مزار شریف بیرون شہر جانب شمال حضرت خواجہ سید عرب بخاری کے مزار سے ۳۲۰ ۳۳ قدم جانب شرق بالائے چبوترہ پختہ واقع ہے۔ لوح مزار گول ہے۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ حقیقت الفقراء)

حضرت مُلّا مخلص الدین کرکی رحمۃ اللہ علیہ

مخلص الدین نام تھا۔ کرک کے رہنے والے تھے۔ اسی لئے کرکی مشہور تھے۔ ملک شمس الدین التمش کے عہدِ نظامت میں صاحب خدمت ہو کر آئے تھے۔ بدایوں کے قریب ایک موضع میں بود و باش اختیار کی تھی۔ آپ کی سکونت کی وجہ سے اس گاؤں کا نام ملائی مشہور ہو تھا جو بگڑ کر ملاح مئی ہو گیا ہے۔ حافظ قرآن تھے۔ حالات عجیبہ اور خوارق عادات غریبہ رکھتے تھے۔ پیشہ معلمی کرتے تھے۔ روزانہ اپنے گاؤں سے شہر آکر لڑکوں کو پڑھاتے تھے۔ نظر پُر تاثیر تھی۔ حضرت مخدوم شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی سے منقول ہے مولانا مخلص الدین کرکی مرد بزرگ صاحب ولایت تھے۔ ایک دن اپنے شاگردوں کے ساتھ شہر آرہے ہیں۔ راستہ میں اکوئے کے درختوں سے شاگردوں نے کچھ پھل توڑ کر آپ کو دکھائے۔ آپ نے فرمایا یہ کھیرے ہیں۔ شاگرد بولے نہیں اکوئے کے پھل ہیں۔ آپ نے پھر فرمایا یہ کھیرے ہیں، شاگردوں نے کہا مولانا کھیروں کا زمانہ نہیں ہے۔ یہ پھل تو ہم نے اکوئے کے درختوں سے توڑے ہیں۔ آپ نے وہ پھل اپنے شاگردوں سے لے لئے اور چاقو سے تراش کر ان کو

کھلائے تو واقعی کھیروں کا ذائقہ تھا۔ ۱۸ر رمضان ۶۲۶ھ ہجری کو بدایوں میں وصال ہوا تھا۔ قبر شریف پیر مکہ صاحب کے جوار میں ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں پیر مکہ صاحب کی درگاہ سے ملحق جانب غرب بگوشہ جنوب منجملہ دو ملحقہ قبور ایک آپ کی ہے۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیا۔ خیر المجالس)

حضرت مُلّا عبداللہ مکّی رحمتہ اللہ علیہ

مُلّا عبداللہ قریش مکہ سے تھے اور امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ساتویں پشت میں تھے۔ والد ماجد کا اسم گرامی شیخ عبدالرحمٰن تھا اور دادا کا نام نامی شیخ صفی اللہ تھا۔ ۶۰۲ھ ہجری میں مکہ معظمہ سے ہندوستان تشریف لائے تھے اور لاہور میں اقامت گزیں ہوئے تھے۔ لاہور سے چل کر دہلی آئے تھے اور دہلی سے پرسکون ماحول کی تلاش میں بدایوں کی راہ لی تھی۔ ۶۱۰ھ ہجری میں بدایوں آکر قلعہ کے جانب غرب بگوشہ جنوب سکونت اختیار کی تھی آپ کی سکونت کی وجہ سے وہ جگہ سرائے مُلّا مشہور ہوئی تھی۔ عابد و زاہد صاحب کرامت بزرگ تھے۔ سچائی اور صفائی قلب رکھتے تھے۔ ہمت و سخاوت میں مقام بلند اور پایہ ارجمند تھا۔ مرتے وقت وصیت کی تھی میرے جنازے کی نماز وہ شخص پڑھائے جس کی عصر کی سنتیں کبھی قضا نہ ہوئی ہوں۔ اس وصیت کو لاہور سے آکر شیخ مطیع اللہ شیروانی نے پورا کیا تھا ۱۷ر رجب ۶۲۷ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ قبر شریف شیخ احمد خیاط کے جوار میں ہے بعض حضرات کہتے ہیں شیخ احمد خیاط کی حریم کے اندر جانب غرب بگوشۂ جنوب منجملہ دو قبور ایک آپ کی ہے۔

باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیا۔ نور الابصار

کتاب الانساب الشرفا، البدایوں

حضرت مولانا مخدوم عالم سمرقندی رحمتہ اللہ علیہ

مخدوم عالم نام تھا. سمرقند کے رہنے والے تھے. حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا. سلطان شمس الدین التمش کے عہد حکومت میں بدایوں تشریف لائے تھے. جامع علوم ظاہری و باطنی اور مجمع کمالات صوری و معنوی تھے. سخاوت. شجاعت. حلم اور حسن خلق میں بے مثال ہے. مدرسہ مغربیہ بدایوں کے مدرس اعلیٰ تھے. بعدہٗ محکمہ احتساب میں مفتی ہو گئے تھے. قطب وقت تھے. ۲۷ ذی قعدہ روز جمعہ سنہ ۶۳۰ ہجری کو وصال ہوا تھا. مزار شریف اندرون شہر محلہ چاہ میر میں قاضی رکن الدین والی مسجد کے گوشہ شمال مشرق میں پختہ واقع ہے. سرہانے پتھر رکھا ہے جس پر تاریخ وصال کندہ ہے.

(باقیات الصالحات. تاریخ اولیائے بدایوں. طبقات الاولیاء)

والد نصیر رحمتہ اللہ علیہ (شیخ ظہیر الدین)

اس کا حال کشف الغطاء فی احوال اصحاب العباء از علامہ ابوفی میں تفصیل سے مذکور ہے۔

فوائد الفواد میں حضرت خواجہ حسن سنجری لکھتے ہیں ۶ جمادی الاول سنہ ۷۱۷ ہجری کو میں نے حضرت سلطان المشائخ کی قدم بوسی کی اس وقت مردان غیب کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی اور پیر و مرشد بیان فرما رہے تھے. مردان غیب جس کو قابل، عالی ہمت اور صاحب مجاہدہ پاتے ہیں اپنے ساتھ لے جاتے ہیں. اس کے بعد حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا نصیر نام کے ایک شخص بدایوں میں رہتے تھے وہ بیان کرتے تھے میرے والد (ظہیر الدین) واصل حق تھے. ایک رات ہمارے دروازہ پر آکر کسی نے آواز دی. میرے والد باہر گئے اور سلام کا جواب دیا. میں نے اندر سے سنا. اس کے بعد میں نے اپنے والد کو یہ کہتے سنا. بہت خوب میں اپنے اہل و عیال سے رخصت ہو آؤں. مگر ان کو جواب ملا اتنا وقت نہیں ہے. پھر خدا معلوم

وہ کہاں چلے گئے۔

ایک بزرگ

فوائد الفواد میں حضرت سلطان المشائخ سے منقول ہے بدایوں میں ایک شخص صائم الدہر تھے۔ ہر روز افطار کے وقت دہلیز میں بیٹھ کر اپنے غلاموں کو مہمان کی تلاش میں بھیجتے تھے اور اُنکے ساتھ افطار کرتے تھے۔ اندر لے جاکر کھانا کھلاتے تھے۔

فوائد الفواد میں

خواجہ حسن سنجری لکھتے ہیں روز یکشنبہ ۲۹ ماہ جمادی الآخر ۷۱۳ھ ہجری کو دولت قدمبوسی حاصل ہوئی۔ گفتگو فضیلت نماز باجماعت کے بارے میں ہو رہی تھی۔ خواجہ ذکر اللہ بالخیر (حضرت سلطان المشائخ رحمتہ اللہ علیہ) نے مجھ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا ہمیشہ جماعت سے نماز پڑھتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ میرے غریب خانہ کے متصل مسجد ہے مگر کوئی مؤذن یا دوسرا شخص ایسا وہاں نہیں رہتا ہے کہ اگر بندہ کسی ضروری حاجت کو رفع کرنے چلا جائے وہ دادات قلم و کاغذ کی نگہبانی کرے اس سبب سے میں اپنے مکان میں جماعت سے نماز پڑھ لیتا ہوں خواجہ ذکر اللہ بالخیر نے فرمایا خیر نماز باجماعت ہو جاتی ہے مگر بہتر یہ ہے کہ نماز باجماعت مسجد میں پڑھی جائے۔

ماہی مراتب

اخبار الصنادید میں حکیم مولوی محمد نجم الغنی خاں صاحب رام پوری لکھتے ہیں ماہی کے معنی مچھلی اور چاند والی چیز کے ہیں اور مراتب خواہ مرتبہ خواہ درجہ کو کہتے ہیں۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ ایران کے بادشاہ نوشیرواں کا پوتا خسرو پرویز ملکی فساد میں اپنی سلطنت سے خارج ہوکر ملک روم میں چلا گیا جہاں کے بادشاہ نے اس کو اپنی بیٹی بیاہی وہاں سے وہ فوجی مدد لیکر واپس آیا اور اپنی قدیمی سلطنت پر نئے سر سے قابض ہوا اس کے فتح پانے کے وقت نجوم کے حساب سے ماہ یعنی چاند بُرج حوت (ماہی یعنی مچھلی) میں تھا۔ اس نے اس موقع کو نیک شگون سمجھ کر اپنے خاص عزت دار مددگار سرداروں کو کسی قدر جھنڈے عنایت کئے جن میں چاندی اور سونے کے چاند اور مچھلی کی صورتیں بنی ہوئی تھیں اسی چیز کا نام ماہی مراتب ہوگیا۔ (جلد اول صفحہ ۱۱۴)

فقراء اپنے مخصوص مریدین کو عَلَم اور مثال خلافت دیکر تبلیغ کے لئے روانہ کرتے تھے اس عَلَم میں چاند تارے کا نشان ہوتا تھا جس کو وہ عَلَم دیا جاتا تھا اس کو صاحب ماہی مراتب کہتے تھے اس کے ساتھ لشکر (گروہ مریدین) اور نقارہ بھی ہوتا تھا۔ اس کے دروازہ پر صبح و شام نوبت بھی بجتی تھی اگر وہ خانقاہ کے باہر جاتا تھا تو شاہانہ انداز کے ساتھ جاتا تھا

یہ کہنا غلط ہے کہ ماہی مراتب مقامات فنا میں سے ہے یا مقام ولایت ہے یہ کہنا صحیح ہے کہ وہی لوگ اس کے پانے کے مستحق ہوتے ہیں جو مقامات فنا سے گزر کر ولایت کے اصلی مقام پر پہونچ جاتے ہیں۔

تیسری مجلس

حضرت سلطان المشائخ کے دورِ حیات میں وصال فرمانے والے

بدایوں کے مشاہیر مردانِ خدا کے بیان میں

حضرت شیخ شہاب کا تذکرہ اس مجلس میں کیوں ہے جبکہ حضرت سلطان المشائخ نے بقول خود انکو دیکھا بھی نہ تھا۔

حضرت سلطان العارفین خواجہ حسن شیخ شاہی روشن ضمیر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سلطان العارفین صاحب مشائخ اجلہ، مشاہیر صوفیا اور اکابر اولیاء میں ہیں دربار قدس میں شان رفیع اور مرتبہ عظیم رکھتے ہیں۔

نام، لقب اور خطاب

حسن نام تھا اور شیخ شاہی لقب۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو سلطان العارفین کا خطاب مرحمت فرمایا تھا اور قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ شاہ روشن ضمیر کہتے تھے عوام میں اب تک بڑے سرکار مشہور ہیں۔ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے۔ بدایوں میں دو بھائی تھے۔ ایک شیخ شاہی روشن ضمیر دوسرے شیخ ابوبکر موئے تاب۔ شیخ ابوبکر موئے تاب کو میں نے دیکھا تھا شیخ شاہی کو نہیں دیکھا تھا۔

حسب و نسب

یمن کے شاہی خاندان سے تھے۔ والد ماجد کا اسم گرامی خواجہ سید اعز الدین احمد یمنی تھا۔ سادات بنی فاطمہ سے تھے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی پندرھویں پشت میں تھے۔ سلسلہ نسب درج ذیل ہے۔

خواجہ حسن شیخ شاہی بن خواجہ سید اعز الدین احمد بن سلطان ابراہیم بن سید محمد سمعان بن سید احمد زکریا بن سید اسحٰق بن سید احسن بن سید معروف بن سید حسام الدین یمنی بن سید رشید الدین مدنی بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین علیہ السلام بن حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ

بعض حضرات کا خیال ہے کہ حضرت خواجہ سید اعز الدین احمد صاحب اور حضرت سلطان ابراہیم یمنی صاحب کے درمیان ایک نام اور ہونا چاہیے کیونکہ حضرت سلطان ابراہیم شہید کی شہادت ۴۲۱ھ ہجری میں ہوئی تھی اور خواجہ سید اعز الدین احمد صاحب کا وصال ۵۰۵ھ ہجری میں ہوا تھا۔ اس طرح ایک سو چوراسی سال کی مدت دونوں بزرگوں کے درمیان گزر جاتی ہے اور اتنی طویل عمر کسی شخص کی اس زمانہ میں ہونا قابل قیاس نہیں۔

بعض حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ حاجی جمال الدین ملتانی جو حضرت خواجہ صدر الدین ملتانی کے مرید و خلیفہ تھے حضرت سلطان العارفین صاحب کے استاد حضرت قاضی حسام الدین ملتانی کے سوا بزرگ تھے۔ واحد شخص نہیں تھے۔ کیونکہ شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں حضرت قاضی حمید الدین ناگوری بھی تھے اور خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانی بھی۔ خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانی کے صاحبزادے اور خلیفہ حضرت شیخ صدر الدین ملتانی تھے۔ ان کے مرید و خلیفہ حاجی جمال الدین ملتانی تھے قاضی حسام الدین ملتانی نہ تھے اور اگر اسی نام کے تھے تو وہ کوئی دوسرے بزرگ تھے۔ قاضی حمید الدین ناگوری کے خلفاء میں حضرت خواجہ حسن شیخ شاہی روشن ضمیر سلطان العارفین بدایونی تھے۔ اس طرح شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کے سلسلہ میں چوتھے نمبر پر حاجی جمال ملتان صاحب کا نام آتا ہے اور تیسرے نمبر پر حضرت سلطان العارفین صاحب کا اس لئے تیسرے نمبر والے کا استاد چوتھے نمبر والا نہیں ہو سکتا اور حاجی جمال ملتان صاحب و قاضی حسام الدین ملتانی واحد بزرگ نہیں۔ حضرت سلطان العارفین صاحب نے جن قاضی حسام الدین ملتانی سے تعلیم حاصل کی تھی۔ وہ کوئی دوسرے بزرگ تھے اور حاجی جمال الدین ملتانی دوسرے بزرگ تھے۔ میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا قارئین کرام خود اس بات کا فیصلہ کر لیں۔

تعلیم و تربیت

والدین کے سایۂ عاطفت میں نشو و نما پاکر سن شعور کو پہنچے تھے۔ قاضی حرم الدین ملتانی سے علوم ظاہری کی تعلیم حاصل کی تھی۔

بدایوں میں تشریف آوری

۶۰۴ھ ہجری میں اپنے والدین کے ساتھ بدایوں تشریف لائے تھے اور متصل جامع مسجد شمسی بود و باش اختیار کی تھی۔ بعض حضرات کہتے ہیں یمن سے آئے تھے۔ بعض کہتے ہیں ملتان سے آئے تھے۔

بیعت و خلافت

علم باطنی کے حصول کے شوق میں بدایوں سے دہلی تشریف لے گئے تھے اور سلسلہ سہروردیہ میں حضرت قاضی حمید الدین ناگوری کے مرید ہوئے تھے۔ بعد تکمیل مدارج حضرت قاضی صاحب نے ایک دن دہلی کے حوض شمسی پر بیٹھ کر جماعت مشائخ کے روبرو اپنا فرقۂ خلافت آپ کو پہنایا تھا۔ شجرۂ طریقت درج ذیل ہے۔

خواجہ حسن شیخ شاہی مرید و خلیفہ قاضی حمید الدین ناگوری مرید و خلیفہ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی مرید و خلیفہ شیخ ضیاء الدین سہروردی۔ مرید و خلیفہ شیخ وجیہہ الدین سہروردی۔ مرید و خلیفہ شیخ محمد بن عبد اللہ مرید و خلیفہ

خواجہ عبد العزیز مرید و خلیفہ	شیخ احمد اسود مرید و خلیفہ	شیخ نمشاد دینوری مرید و خلیفہ	
شیخ جنید بغدادی مرید و خلیفہ	شیخ سری سقطی مرید و خلیفہ	شیخ معروف کرخی مرید و خلیفہ	
امام علی رضا مرید و خلیفہ	امام موسیٰ کاظم مرید و خلیفہ	امام جعفر صادق مرید و خلیفہ	
امام محمد باقر مرید و خلیفہ	امام زین العابدین مرید و خلیفہ	امام حسین شہید کربلا مرید و خلیفہ	

خلیفۃ المسلمین حضرت مولا علی کرم اللہ وجہ مرید خلیفہ خاتم المرسلین حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

خواجہ محمود موئینہ دوز کی رائے

خواجہ محمود[1] موئینہ دوز کو جب قاضی صاحب نے مطلع کیا تھا کہ آج میں نے اپنا خرقہ ایک شاہ کو پہنایا ہے تو وہ بہت خوش ہوئے تھے اور فرمایا تھا آپ نے بہت خوب کیا ہے. آپ جو کام بھی کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے.

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اور حضرت خواجہ حسن شیخ شاہی روشن ضمیر

بعد حصول خرقۂ خلافت حضرت شیخ شاہی بحکم پیر و مرشد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے تھے. انھوں نے دیکھتے ہی فرمایا تھا آؤ سلطان العارفین بدایوں. کھڑے ہوکر مصافحہ و معانقہ کیا تھا اور دعا دی تھی تم نہ صرف حیات میں بلکہ بعد ممات بھی شاہی کروگے.

دہلی سے واپسی

آپ کی آمد کی خبر پاکر حضرت شاہ ولایت صاحب اور حاجی جمال ملتان صاحب دیگر اہلیان شہر کے ساتھ ساگرتال پہنچے تھے. بے شمار آدمیوں کا ہجوم ہوگیا تھا اور کثیر مجمع کے ساتھ آپ شہر میں داخل ہوئے تھے. ناظم بدایوں بھی آپ سے ملنے آیا تھا. آپ کے زہد و اتقاء کا شہرہ سنکر خلقت گرویدہ ہوگئی تھی.

---

[1] خواجہ محمود موئینہ دوز کا وصال ۶۵۵ھ ہجری میں ہوا تھا مزار دہلی میں محلہ قصابان کے قریب سید نورالدین مبارک کے مزار کے آگے ہے.

دور دور سے لوگ آکر مرید ہوئے تھے۔ ایک عظیم الشان خانقاہ تعمیر کرا کے سلسلہ رشد و ہدایت جاری کیا تھا۔

سیرت و شخصیت

عالم و فاضل، عابد و زاہد، متقی و ابرار، صاحب ترک و تجرید، منجملۂ ارباب تفرید، شب بیدار مجاہد تھے۔ اصحاب صفہ کی پیروی میں گوشہ گزیں رہے، تمام عمر شادی نہیں کی۔ آپ کی زندگی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے اتباع کا پورا نمونہ تھی صبح صادق اٹھتے اور وضو کر کے جامع مسجد شمسی میں تشریف لے جاتے تھے۔ نماز باجماعت ادا کرتے تھے۔ فتوحات کا کچھ شمار نہ تھا۔ تصرفات غیبی سے دسترخوان وسیع ہو گیا تھا۔ دہلی کے شہزادگان تک مہمان رہتے تھے۔ مگر اس کے باوجود آپ اکسب سنتی والتوکل حالتی پر تکیہ کرتے تھے رسیاں بٹ کر اپنا خرچ چلاتے تھے۔ سماع کے بہت شوقین تھے۔ جہاں جاتے تھے یاروں کی جماعت کے ساتھ جاتے تھے۔ فتوحات کی آمدنی مسکینوں اور درویشوں پر صرف کرتے تھے۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی سے آپ کے خصوصی تعلقات تھے۔ ان کے یہاں مجلس سماع میں اکثر شریک ہوتے تھے۔ اٹھائیس سال بدایوں میں رہ کر خدا پرستی اور انسانیت کا پیغام سنایا۔ محبت و صداقت کا درس دیا اور باہمی اتحاد و اخلاص اور اعتماد و تعظیم کی بنیاد پر ایک پاکیزہ معاشرہ استوار کیا جس کا شہرہ سن کر دور دراز علاقوں سے آکر لوگ یہاں آباد ہوئے اور یہی وجہ ہے جو آج بے شمار اشخاص بلا لحاظ مذہب و ملت عرس کے موقع پر اکٹھے ہو کر خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔ جس طرح آپ اپنی حیات میں مستمندوں کی حاجت روائی فرماتے تھے اسی طرح آپ بحالت ممات بھی فرماتے ہیں۔ زمانہ قدیم سے مشائخ آپ کے آستانہ پر چلہ کشی کر کے فیض روحانی

حاصل کرتے آئے ہیں. کہا جاتا ہے آپ جھالرہ کی کھدائی میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے شریک کار رہے تھے۔

نگاہ شمشیر اثر

ایک مرتبہ خانقاہ شریف میں مجلس سماع منعقد تھی اور آپ عالمِ کیف میں تھے. اسی اثناء میں آپ کے ہمشیرزادہ خواجہ منوّر[1] جو ابھی بچہ تھے باہر سے آکر شریک مجلس ہوگئے. تھوڑی دیر میں خواجہ منوّر کو وجد آگیا. بے اختیار ہوکر حبت ماری اور غوغا کیا. شور سن کر آپ نے تیز نگاہ سے ان کی سمت دیکھا ہی تھا کہ خواجہ منوّر زمین پر گر کر جاں بحق تسلیم ہوگئے۔

فوائد الفواد میں

حضرت سلطان المشائخ سے منقول ہے. بدایوں میں ایک بزرگ شیخ شاہی تھے قاضی حمید الدین ناگوری ان کو شاہ روشن ضمیر کہتے تھے. میں نے ان کو نہیں دیکھا البتہ ان کے چھوٹے بھائی شیخ ابوبکر موئی تاب کو دیکھا تھا سنتا ہوں ان کے بڑے بھائی خواجہ شیخ شاہی موئی تاب سے بدایوں میں بڑی رونق تھی. کثرت سے رجوعات خلق رہتی تھی. چھوٹے بڑے سب ان کے قدم چومتے تھے جس طرف ان کا گزر ہوتا تھا جمِ غفیر زیارت کرنے والوں کا ہو جاتا تھا. بڑے مستجاب الدعوات تھے. جو منہ سے نکالتے تھے ہو جاتا تھا. بار بار فرمایا ہے میری وفات کے بعد جس شخص کو مشکل پیش آئے اس کو لازم ہے تین روز مسلسل میری قبر کی زیارت کرنے آئے. انشاء اللہ تعالیٰ اس کی مہم پوری ہوگی. اگر نہ ہو چوتھے دن آئے ضرور حاجت

---

[1] خواجہ منوّر کا وصال سنہ ۶۲۰ ہجری میں ہوا تھا، ۱۲ جمادی الاوّل کو. مزار بدایوں میں ہے۔

پوری ہوگی. اگر خدانخواستہ پوری نہ ہو پانچویں دن اگر میری قبر کی اینٹ سے اینٹ بجا دے

ایک بار شیخ نظام الدین ابوالمؤید بدایونی اگر ایسے علیل ہوئے کہ اٹھنے بیٹھنے کی طاقت نہ رہی. علاج معالجہ کے باوجود تکلیف میں اضافہ ہوتا گیا تب انھوں نے بیماری سے نجات پانے کی دعا کے لئے حضرت شیخ شاہی سے درخواست کی. پہلے تو حضرت شیخ شاہی نے معذرت چاہی اور کہا آپ بزرگ ہیں میں ایک بازاری شخص ہوں. مجھ سے آپ ایسا فرماتے ہیں لیکن شیخ نظام الدین ابوالمؤید کے اصرار پر حضرت شیخ شاہی مجبور ہو گئے. شیخ شرف الدین خیاط اور شیخ احمد خیاط کو بلوایا. جو آپ کے مخصوص دوستوں میں تھے. جب وہ آگئے تو آپ نے فرمایا مولانا نظام الدین صاحب نے ایک اہم کام میرے سپرد کیا ہے تم دونوں میرا ہاتھ بٹاؤ سر سے لے کر سینہ تک میں مشغول ہوتا ہوں بقیہ نصف حصہ کے لئے آپ دونوں صاحبان متوجہ ہوں. الغرض تینوں اصحاب نے مل کر کوشش کی تھی اور شیخ نظام الدین ابوالمؤید کی بیماری مبدل بصحت ہوگئی تھی مگر یہ سب کرامت مولانا شاہی کی تھی.

ایک مرتبہ حضرت شیخ شاہی اپنے احباب کے ساتھ باہر تشریف لے گئے اور کھیر پکانے کا بندوبست کیا. برتن چھوٹا ہونے کے سبب دودھ جوش میں آکر گرنے لگا. یہ دیکھ کر کسی ساتھی نے اس کو نکال کر کھا لیا. جب وہ کھیر آپ کے سامنے لائی گئی تو آپ نے فرمایا اس کھانے میں خیانت ہوئی ہے میں نہیں کھاؤں گا. جب تفتیش حال کی گئی تو دو اشخاص نے اس امر کا اعتراف کیا اور کہا دودھ ضائع ہو جانے سے ہم نے یہ بہتر سمجھا کہ اس کو کھالیں. آپ نے فرمایا تمہارا یہ فعل نامناسب ہوا. اس لئے تم دونوں اس کی سزا بھگتو اور اتنی دیر دھوپ میں کھڑے ہو کہ تمہارے جسم سے اتنا پسینہ نکل جائے جتنا دودھ تم نے پیا ہے. چنانچہ بلا چون وچرا دونوں احباب دھوپ میں کھڑے ہو گئے تھے. جب ان کے بدن سے کافی پسینہ نکل گیا تو آپ نے جرّاح کو بلوا کر اپنی فصد کھلوائی اور جتنا پسینہ احباب کے جسم سے خارج ہوا تھا اس کے بقدر

آپنے بدن سے خون نکلوایا۔

مندرجہ بالا ہر دو حکایات اس امر کی وضاحت کرتی ہیں کہ آپ اپنے احباب کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے تھے اور ان سے ایسی ہی محبت کرتے تھے جیسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام سے کرتے تھے۔ آپ کے احباب بھی آپ سے بے حد محبت کرتے تھے اور تعمیل حکم میں جان کی بازی لگا دیتے تھے۔

خواجہ محمود مسعود نخاسی اور خواجہ حسن شیخ شاہی

ایک روز حضرت شیخ شاہی کے یہاں کچھ مشائخ باہر سے آگئے۔ ان کی تواضع میں آپ نے مجلس سماع منعقد کرائی۔ رات بھر خوب نعرہائے حق ہو بلند ہوتے رہے۔ خواجہ محمود مسعود نخاسی ایک مجذوب صفت بزرگ آپ کے پڑوس میں رہتے تھے انھیں یہ بات پسند نہ آئی۔ صبح کو جب حضرت شیخ شاہی نماز فجر ادا کر کے مسجد سے باہر تشریف لائے تو خواجہ محمود نخاسی نے بے ساختہ کہا "اے جوان سیاہ فام ہنگامہ بر شب کردۂ سوختہ خواہی شد۔ حضرت شیخ شاہی نے بھی جواباً کہا" تو خود سوختہ خواہی شد۔" چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

شہادت

۲۴، ۲۵ رمضان ۶۳۲ھ ہجری کی درمیانی شب میں آپ اپنی خانقاہ کے بالائی حصہ پر تلاوت قرآن مجید میں مشغول تھے۔ اچانک آگ کا شعلہ بھڑکا اور اس کے صدمہ سے آپ جاں بحق تسلیم ہو گئے۔ خدام و مریدین نیچے کے حصہ میں سو رہے تھے اس لئے کسی کو خبر بھی نہ ہو سکی۔ ۲۵ رمضان روز جمعہ دفن کئے گئے تھے۔ مولانا زین الدین نے نہلایا تھا اور حاجی جمال ملتان صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی تھی۔

اس حادثہ کے چند یوم بعد خواجہ محمود مسعود نخاسی بھی اپنے الاؤ کی آگ میں جل کر شہید ہو گئے تھے۔ دونوں بزرگوں کا کہا پورا ہوا تھا۔

قطعہ تاریخ وفات

دریغا کہ اُمید گاہِ انام — حسن شیخ شاہی ذوالاحتشام
بفردوس در لیل آدینہ رفت — شب بست و پنجم زماہِ صیام
بجو تاریخ جستم زسال رحیل — بگفتا خرد اہلِ توفیق عام

۷۳۲ھ

سراج السالکین ہیں

شیخ بدرالدین سلیمان چشتی اجودھنی کے بیٹے۔ شیخ علاءالدین موج دریا لکھتے ہیں میرے والد فرماتے تھے مجھے مولانا حافظ بودلہ بدایونی نے بتایا تھا کہ حضرت۔ شیخ شاہی موئی تاب کی تجہیز و تکفین کے وقت میں موجود تھا میرے علاوہ شیخ احمد خیاط، شیخ شرف الدین خیاط، شیخ احمد تختہ، شیخ احمد معشوق، شیخ ابن علی مکی، شیخ احمد بھرتولی۔ مولانا زین الدین، شیخ احمد نوری، شیخ احمد نہروالی۔ شیخ احمد خنداں، سید عثمان، سید ابوبکر موئے تاب۔ ملک اعزالدین ناظم بدایوں۔ قاضی رکن الدین، خطیب یار محمد قاری اور خواجہ شادی مقری بھی شریک تھے۔ انبوہ کثیر مشائخ اور علماء و عمایدین شہر کا تھا۔

مزار شریف

شہر سے جانب غرب بگوشہ جنوب سوت ندی کے پار ایک وسیع اور شاندار درگاہ کے اندر منجملہ دو ملحق مزارات جانب غرب واقع ہے۔ جانب شرق آپ کے منجھلے بھائی **خواجہ عثمان** کا مزار ہے۔ جانب جنوب بگوشہ غرب آپ کے **والدین** کے مزارات

ہیں. اور جانب شمال بگوشہ غرب آپ کے بھانجہ **خواجہ منوّر** کا مزار ہے. پائیں قبور عبدالکریم وعبدالرحیم قوالوں کی ہیں بعض حضرات کہتے ہیں جانب شرق آپ کا مزار ہے اور جانب غرب خواجہ عثمان کا ہے. محافظ مزار میاں نور محمد جن ہیں ان کے بیٹھنے کی جگہ بیرون درگاہ جانب شرق ہے پختہ چبوترہ اور چراغدان بنا ہے.

کرامات

کرامات آپ کی روزانہ ظہور میں آتی رہتی ہیں. بیسیوں لاعلاج مریض، آسیب زدگان، مجنون اور پاگل، گونگے بورے، لولے اپاہج اور نابینا درگاہ کے بن میں پڑے رہتے ہیں. صبح شام قبر شریف کی زیارت کرتے ہیں اور صحت یاب ہوکر اپنے اپنے گھروں کو جاتے ہیں. بدھ اور جمعرات کو کافی ہجوم ہوتا ہے.

اقوال

اسباب ظاہری پر بھروسہ کرنے سے غرور پیدا ہوتا ہے. تواضع اللہ تعالیٰ کو پسند ہے. جس کی توبہ عمل سے درست ہے وہی مقبول ہے. تقویٰ کی ابتداء معرفت اور اس کی انتہا توحید ہے. ظاہر میں خلق کے ساتھ رہو اور باطن میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ رہو.

خلفاء اور جانشین

آپ کے خلفاء میں شیخ ابوبکر موئے تاب خواجہ بدرالدین شاہ ولایت بدایوں، خواجہ عثمان، خواجہ شادی لکھنوتی اور شیخ احمد تختہ خاص طور پر قابلِ تذکرہ ہیں اول الذکر آپکے سجادہ نشین ہوئے تھے.

عرس مقدس

۲۳ر لغایتہ ۲۵ر رمضان نہایت اعلیٰ پیمانہ پر ہوتا ہے

باقیات الصالحات. تاریخ اولیائے بدایوں. فوائد الفواد. حیات شیخ شاہی. مفتاح الاسرار

عظمت الاولیاء۔ معراج الولایت۔ خزینۃ الاصفیاء۔ ودیعۃ العظمیٰ۔ خیر المجالس
تاریخ فرشتہ۔ اسرار الاولیاء۔ ملفوظات حمیدی۔ جامع السلاسل۔ تاریخ شیخ شاہی
جامع الکلمات سراج السالکین

حضرت خواجہ محمود مسعود نخاسی رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ محمود مسعود نخاسی واقف اسرار یزدانی تھے۔ فوائد الفواد میں محمود اور اخبار الاخیار میں مسعود نام لکھا ہے۔ تذکرۃ الواصلین میں مسعود نخاسی تحریر ہے۔ محاربات ہند میں لقب سراج الہدایۃ مرقوم ہے۔ خوارزم میں پیدا ہوئے تھے۔ وہیں بود و باش بھی تھی اسلئے بعض کتابوں میں آپ کا نام محمود خوارزمی لکھا ہے۔ مولانا جلال الدین رومی کے صاحبزادے مولانا بہاء الدین سے دینی اور دنیوی علوم کی تحصیل کی تھی حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ سے بیعت ہو کر خرقۂ خلافت حاصل کیا تھا۔ معاصر اور صحبت یافتہ شیخ مجد الدین بغدادی۔ بابا کمال جندی شیخ رضی الدین علی لالا اور شیخ نجم رازی رحمۃ اللہ علیہم کے تھے۔ متعدد درویشوں کے ساتھ پیر و مرشد کی خانقاہ میں رہ کر ریاضت اور مجاہدے کرتے تھے۔ ایک روز شیخ نجم الدین کبریٰ نے اپنے تمام مریدین اور معتقدین کو بلا کر فرمایا تم لوگ اپنے اپنے مقامات کو چلے جاؤ۔ مشرق سے آگ لگنے والی ہے جو مغرب تک صفایا کرتی چلی جائے گی۔ اس میں میری بھی شہادت ہو گی۔ یہ اشارہ منگولوں کی غارت گری کی طرف تھا۔ چنانچہ سب مریدین رخت سفر باندھ کر اپنی اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔ محمود خوارزمی کرمان کی طرف نکل گئے تھے۔ وہاں سے اصفہان اور نیشاپور ہوتے ہوئے غور پہنچے تھے۔ بعدہٗ سلطان محمد غوری کی سپاہ میں داخل ہو کر میراں خنگ سوار چشتی کے ساتھ ۵۸۸ھ ہجری میں ہندوستان آگرا اجمیر میں اقامت گزیں ہوئے تھے۔ ملک شمس الدین التمش کے دور نظامت میں بدایوں کے

صاحب خدمت ہو کر آئے تھے اور زیر تعمیر جامع مسجد کے ملحق جانب شرق فروکش ہو گئے تھے۔ دن بھر نخاسہ میں رہ کر لوگوں کو نصائح کرتے تھے۔ شام کو لکڑیوں کا گٹھا سر پر رکھے اپنے تکیہ پر چلے آتے تھے۔ علوم رسمی اور حقیقی کے ماہر تھے وضع رندانہ اور مشرب قلندرانہ رکھتے تھے۔ مہینہ میں پندرہ دن سلوک میں رہتے تھے اور پندرہ دن جذبہ میں جذبہ کے دوران جنگل کی سمت نکل جاتے تھے اور درختوں کی پتیاں کھا کر دن گزارتے تھے۔ جب سلوک میں ہو جاتے تو آبادی میں چلے آتے تھے۔ دن کو اپنے الاؤ کی آگ کے اہتمام میں مصروف رہتے تھے اور رات بھر شہر کا گشت مثل چوکیداروں کے لگاتے تھے۔ لباس سپاہیانہ پہنتے تھے۔ تلوار کمر میں ہوتی تھی اور نیزہ ہاتھ میں۔ کسی دنیادار سے ملتفت نہ ہوتے تھے۔ مولانا زین الدین صدر مدرس مدرسہ معزیہ آپ سے بہت عقیدت رکھتے تھے۔ بظاہر مجذوب تھے مگر بہت بڑے صاحب باطن تھے۔ حضرت سلطان المشائخ سے منقول ہے بدایوں میں ایک بزرگ محمود نخاسی رہتے تھے۔ ایک مرتبہ مولانا زین الدین نے آپ کو بلایا اور کہا ہم کو کچھ فائدے کی باتیں بتائیے۔ آپ نے فرمایا اول شراب لاؤ جب شراب آگئی تو آپ نے فرمایا جامع مسجد کے حوض کے کنارہ بیٹھ کر پیوں گا۔ چنانچہ مولانا زین الدین آپ کو حوض کے کنارہ لے گئے اوہاں پہنچ کر مولانا زین الدین سے آپ نے فرمایا۔ تم ساقی بنو اور مجھے پیالے بھر بھر پلاؤ۔ مولانا زین الدین صاحب نے ایسا ہی کیا جب مست ہو گئے تو کپڑے اتار کر حوض میں گھس گئے۔ تھوڑی دیر بعد باہر آئے اور فرمایا اب مجھ سے فائدے کی باتیں پوچھو۔ آپ نے پانچ نصیحتیں کی تھیں جن کو مولانا زین الدین کے حال میں درج کیا جائے گا۔ ایک مرتبہ ملک نصیر الدین طغاں ناظم بدایوں کے یہاں آپ پہنچ گئے۔ وہ اپنے احباب کے ساتھ مشغول طعام تھا۔ آپ کو دیکھتے ہی بولا آیئے کھانا کھا لیجئے۔ آپ فوراً بیٹھ گئے اور کھانا شروع کر دیا۔ ایک کتا بھی آپ کے پیچھے چلا آ رہا تھا وہ بھی گھس پڑا اور کھانے لگا۔ یہ دیکھ کر سب لوگ دست کش ہو گئے مگر آپ

بدستور مشغول طعام رہے۔ جب کھا چکے تو لوگوں نے پوچھا آپ نے کتے کے ساتھ کھانا کھالیا۔ آپ نے فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے الدنیا جیفۃ وطالبہا کلاب (دنیا مردار ہے اور خواہشمند کتے ہیں) اس لئے تم دنیا داروں اور کتے کے ساتھ کھانا برابر ہے۔ حضرت شیخ شاہی کے وصال کے بعد ایسے بیمار پڑے کہ اٹھنے بیٹھنے کی طاقت نہ رہی۔ اسی حالت میں جذبہ شروع ہوگیا تھا۔ ترنگیں بھرنے لگے تھے، ۲۹ ربیع الثانی ۶۳۳ھ ہجری کو جلتے ہوئے الاؤ میں اچانک گر کر جاں بحق تسلیم ہوگئے تھے۔ مزار شریف جامع مسجد شمسی کے ملحق جانب شرق ایک حریم کے اندر رچنہ واقع ہے۔ آپ کے مزار کے پائیں ایک قبر ہے۔

(محاربات ہند۔ باقیات الصالحات۔ تذکرۃ الواصلین۔ فوائد الفواد۔ طبقات الاولیاء
تاریخ اولیائے بدایوں۔ اخبار الاخیار۔ حدیقۃ البیان فی اہل عرفان)

حضرت خواجہ عثمان سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سلطان العارفین صاحب کے منجھلے بھائی خواجہ عثمان زبدۃ الصالحین اور قدوۃ العارفین تھے۔ والدین کے سایۂ عاطفت میں پروان چڑھے تھے۔ قاضی حسام الدین ملتانی سے علوم دین کی تعلیم حاصل کی تھی۔ ۶۰۴ھ ہجری میں اپنے والد کے ہمراہ بدایوں تشریف لائے تھے۔ عالم علوم شریعت۔ عارف معارف وحقائق، اہل درد اور صاحب ترک و تجرید بزرگ تھے۔ خوف خدا سے ہمیشہ گریاں ولرزاں رہتے تھے قلب مبارک سوز و گداز کا حامل تھا۔ اگر کوئی مبتدی مرید آپ کی عبادت اور گریہ دیکھتا تھا تو وہ آپ کا گرویدہ ہوجاتا تھا۔ سماع کے وقت بیقرار ہوجاتے تھے۔ بہت سے مشائخ کی صحبت میں رہے تھے۔ حضرت سلطان العارفین صاحب کے مرید وخلیفہ تھے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مخصوص دوستوں میں تھے۔ شادی

کی نہیں تھی۔ حالت تجرد میں وصال ہوا۔ آپ کی خواہش تھی کہ حضرت سلطان العارفین صاحب کی وفات کے بعد میں ان کا قائم مقام بنوں۔ چنانچہ ایک بار آپ نے اس امر کا اظہار بھی حضرت شیخ شاہی سے کیا تھا۔ حضرت شیخ شاہی نے فرمایا تھا بدایوں کی ولایت بدرالدین کی قسمت میں ہے۔ تم کو میرے پہلو میں جگہ ملے گی۔ ۶ رجب ۶۳۳ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ اپنے برادر معظم کے پہلو میں دفن کیے گئے تھے۔ مزار شریف حضرت سلطان العارفین صاحب کے شرقی پہلو میں ہے۔ بعض تذکرہ نگار کہتے ہیں غربی پہلو میں ہے

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ عظمت الاولیاء)

حضرت شیخ احمد خنداں رحمتہ اللہ علیہ

شیخ احمد نام تھا۔ مسکرا کر بات کرنے کی وجہ سے شیخ احمد خنداں مشہور تھے انتہائی شیریں گفتاری کے سبب شکر دہاں کہلاتے تھے۔ شیخ الشیوخ حضرت مولانا شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ محترم اولیاء اور معتبر درویشوں میں شمار کیے جاتے تھے۔ کمالات ظاہری سے آراستہ اور رموز شریعت سے پیراستہ تھے ابواب صوری و معنوی آپ کے چہرہ پر تاباں و درخشاں رہتے تھے۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں شیخ احمد خنداں بہت کامل اور اہل منازل تھے۔ آستانہ آپ کا مرجع خلائق ہے۔ ہفت احمد بدایوں میں شامل ہیں ۲۸ رمضان ۶۳۳ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف اندرون شہر سوتھا محلہ میں۔ شیخ ممدو والی مسجد کے صحن میں پختہ واقع ہے۔ اسی مسجد میں مولانا علاء الدین اصولی معتکف ہوئے تھے۔

باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیا۔ نزہت السالکین

اخبار الاخیار۔ لمعات صوفیہ

حضرت شیخ مطیع اللہ شروانی رحمۃ اللہ علیہ

مطیع اللہ نام تھا اور مطاء عرفیت تھی۔ شہر شروان میں پیدا ہوئے تھے۔ خچر پر سواری کرتے تھے اس لئے شیخ مطاء خرسوار مشہور تھے۔ سید اعز الدین مکی لاہوری کے مرید تھے۔ مشرب سہروردیہ تھا۔ عرب و عجم میں بہت سیاحی کی تھی۔ ۵۷۴ھ ہجری میں حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے تھے وہاں سے پیر و مرشد کے ہمراہ ہندوستان تشریف لائے تھے اور لاہور میں قیام کیا تھا۔ ۶۲۷ھ ہجری میں پیر و مرشد کے وصال کے بعد بسلسلہ تجارت بدایوں تشریف لائے تھے اور ملا عبداللہ مکی کے جنازہ کی نماز پڑھا کر ان کی وصیت پوری کی تھی صاحب زہد و اتقاء عارف حق تھے۔ کبھی عصر کی سنتیں قضا نہیں ہوئیں۔ ۱۷ شعبان ۶۳۴ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ گنج شہیداں میں دفن کئے گئے تھے۔ قبر شریف حضرت شیخ احمد خیاط کے جوار میں ہے۔ آپ کا نسلی سلسلہ اب تک قائم ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں شیخ احمد خیاط کی حریم کے اندر جانب جنوب بگوشہ غرب منجملہ دو پختہ قبور ایک آپ کی ہے۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ تحفۃ الواصلین)

حضرت سید الافراد خواجہ سید احمد بخاری رحمۃ اللہ علیہ

سید الافراد خواجہ سید احمد بخاری اپنے زمانہ کے عالموں کے پیشواء سالکوں کے رہنما اور نور بزم اصفیاء تھے

نام اور لقب

بعض تذکرہ نگاروں نے آپ کا نام احمد ذاتیاں لکھا ہے اور بعض نے احمد دانیاں بعض آپ ہی کو احمد بھرتول کہتے ہیں مگر یہ تینوں نام یا اس قسم کے دیگر نام غیر مستند اور صحت طلب ہیں۔ صحیح نام آپ کا احمد تھا۔ مقبول بارگاہ خداوندی تھے۔ تقرب یزدانی حاصل

تھا. ولایت کے اعلیٰ مقام فردانیت میں پہنچے ہوئے تھے. افراد میں بھی بلند و بالا مرتبہ تھا. بایں وجہ سید الافراد کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے.

خاندانی حالات

بعض تذکروں میں آپ کے والد کا نام دانیال لکھا ہے اور بعض میں محمد تحریر ہے مگر شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں سید علی لکھا ہے. یہی نام پائے تحقیق کو پہنچتا ہے. حضرت خواجہ میر علی بے بازو بخاری غزنوی کی اولاد میں تھے. آبائی وطن بخارا تھا اور بخارا سے پہلے مشہد مقدس اور اس سے پہلے مدینہ منورہ. شجرہ پدری درج ذیل ہے

خواجہ سید احمد بخاری بن خواجہ سید علی بن خواجہ سید عبداللہ بن خواجہ سید حسن شرف جہاں بن خواجہ میر علی بے بازو بن سید احمد مشہدی بن سید عبداللہ مشہدی بن سید علی اصغر مشہدی بن سید جعفر ثانی بن امام علی نقی بن امام علی تقی بن امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام بن امیر المومنین خلیفۃ المسلمین حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ

ولادت

۵۹۹ھ ہجری میں پیدا ہوئے تھے. مادر زاد ولی تھے. وقت ولادت کلمۂ طیبہ زبان پر جاری تھا.

تعلیم و تربیت

غزنی میں تعلیم و تربیت پائی تھی

بیعت و خلافت

باقیات الصالحات میں لکھا ہے خواجہ سید احمد اپنے والد خواجہ سید علی کے مرید و

خلیفہ تھے۔ اور وہ اپنے والد خواجہ سید عبداللہ خلمی کے اور وہ اپنے والد خواجہ سید حسن شرف جہاں کے اور وہ حضرت خواجہ علی بن عثمان ہجویری جلابی داتا گنج بخش لاہوری کے تذکرۃ الواصلین میں مفتاح التواریخ کے حوالہ سے لکھا ہے حضرت سید احمد صاحب سلسلہ قادریہ میں مرید تھے۔ پیرزادہ حکیم خواجہ سید محفوظ حسن نظامی متولی درگاہ نے جو شجرہ مرتب کیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے آپ چشتیہ سلسلہ میں حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ شجرۂ طریقت سلسلۂ جنیدیہ درج ذیل ہے۔

خواجہ سید احمد بخاری مرید و خلیفہ خواجہ سید علی بخاری مرید و خلیفہ خواجہ سید عبداللہ خلمی مرید و خلیفہ
خواجہ علی بن عثمان ہجویری مرید و خلیفہ شیخ ابوالفضل بن حسن غزنوی مرید و خلیفہ شیخ علی خضری مکی مرید و خلیفہ
شیخ ابوبکر شبلی مرید و خلیفہ شیخ جنید بغدادی مرید و خلیفہ شیخ سری سقطی مرید و خلیفہ
شیخ معروف کرخی مرید و خلیفہ شیخ داؤد طائی مرید و خلیفہ شیخ حبیب عجمی مرید و خلیفہ
خواجہ حسن بصری مرید و خلیفہ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ مرید و خلیفہ سرکار دو عالم سید الانبیاء
حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ جن سے ہندوستان کے ہر چشتیہ خاندان کا شجرہ ملتا ہے حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ وہ خواجہ قطب الدین مودود چشتی کے، وہ خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی کے، وہ خواجہ ابو محمد چشتی کے، وہ خواجہ ابو احمد ابدال چشتی کے، وہ خواجہ ابو اسحاق شامی کے، وہ خواجہ ممشاد علو دینوری کے، وہ خواجہ امین الدین ہبیرۃ البصری کے، وہ خواجہ حذیفۃ المرعشی کے، وہ خواجہ سلطان ابراہیم بن ادھم کے، وہ خواجہ فضیل بن عیاض کے وہ خواجہ عبدالواحد بن زید کے وہ خواجہ حسن بصری کے وہ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کے وہ نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔

سفر و سیاحت

چنگیز خاں کے عہد میں وسط ایشیا کے کوہستان سے نکل کر اپنے والد کے ہمراہ ہندوستان کے سبزہ زاروں میں تشریف لائے تھے اور لاہور میں قیام کیا تھا۔ حضرت داتا گنج بخش خواجہ علی بن عثمان ہجویری جلابی کے مزار پر حاضری دی تھی۔ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے۔ شیخ نظام الدین کے والد بزرگوار احمد بن دانیال غزنی سے ہندوستان کی طرف آکر شہر بدایوں میں متوطن ہوئے تھے۔ باقیات الصالحات میں بھی ایسا ہی لکھا ہے غزنی سے لاہور آئے تھے۔

بدایوں میں تشریف آوری

اپنے والد ماجد کے ہمراہ ۶۰۷ھ ہجری میں لاہور سے چل کر بدایوں تشریف لائے تھے اور جنگی ٹیلہ پر سکونت اختیار کی تھی۔

سیرت و شخصیت

منجملہ ارباب تفرید، منبع فیوض برکات، مخزن کمالات، قدسی صفات، خلوت نشیں، صاحب علم و فضل تھے۔ جامع مسجد شمسی کے سب سے پہلے امام مقرر ہوئے تھے شریعت اور طریقت میں آپ کا قدم استحکام کے ساتھ جما ہوا تھا۔ زہد و ورع میں اپنے والد بزرگوار کے نقش قدم پر چلتے تھے۔ بے شمار اشخاص آپ کے دست حق پرست پر توبہ کر کے دولت اسلام سے مالا مال ہوئے۔ جن و بشر دونوں میں سلسلہ رشد و ہدایت چلا۔ جنوں کے بادشاہ شاہ عظمت علی صاحب بھی آپ کے مرید ہیں۔ آستانہ آپ کا مرجع خلائق ہے۔ چہار شنبہ کو حاجتمندوں کا ہجوم رہتا ہے۔ ہفت احمد کی حاضری سے قبل آپ کے آستانہ پر حاضر ہو کر اجازت طلب کرنی ضروری ہے۔ نواب حافظ

رحمت خاں والیٔ کٹھر آپ سے بہت عقیدت رکھتے تھے اور ہر چہار شنبہ کو مزار پر حاضر ہوتے تھے۔ بزرگوں سے سنا ہے سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی صاحب نے فرمایا ہے جو شخص مجھ تک نہ آسکے میرے والد کے مزار پر جاکر رجوع کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کو مقصد میں ضرور کامیابی عطا کرے گا۔

منصب قضائے شہر

آپ کے علم و فضل کا شہرہ سن کر ملک شمس الدین التمش ناظم بدایوں آپ سے ملنے کا خواہاں ہوا تھا اور مجلس خاص میں آپ کو مدعو کیا تھا۔ ایک باریک اور لاینحل مسئلہ پر قاضی دانیال قطری سے بحث کرائی تھی۔ دوران مباحثہ آپ نے تسلی بخش جواب دیتے ہوئے تقریر بے نظیر کی تھی جس کو سن کر التمش بہت خوش ہوا تھا اور منصب قضائے شہر عطا کیا تھا۔ آٹھ سال تک کار منصبی کو حسن و خوبی کے ساتھ انجام دینے کے بعد ۶۱۵ھ ہجری میں مستعفی ہو کر خانہ نشین ہو گئے تھے۔

ہر دل عزیزی

اپنے زمانہ کے علماء اور روساء کا مرجع تھے۔ ناظم بدایوں تک آپ کے در دولت پر حاضری دیتے تھے۔ سلطان شمس الدین التمش سے خصوصی تعلقات تھے دہلی سے خط و کتابت ہوتی تھی۔ قاضی منہاج السراج اور مولانا ضیاء الدین سنامی آپ کے پرخلوص دوستوں میں تھے۔

سماع کے بارے میں

ایک بار آپ نے فرمایا تھا یستحبّ لاھل الحقائق و مباحٌ لاھل العلم و مکروہٌ لاھل النفس والفجور

شادی اور اولاد

حضرت خواجہ سید عرب کی صاحبزادی بی بی زلیخا کے ساتھ آپ کا عقد ہوا تھا۔ ان کے بطن سے دو اولادیں ہوئی تھیں ایک صاحبزادے سلطان المشائخ حضرت خواجہ سید محمد نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی دوسری صاحبزادی بی بی زینب جن کو بی بی جنت بھی کہتے ہیں۔ حضرت محبوب الٰہی صاحب نے شادی نہیں کی تھی البتہ بی بی جنت کی اولاد آج بھی بدایوں اور دہلی میں موجود ہے۔

ایک روایت ہے

جب آپ کے صاحبزادے حضرت محبوب الٰہی صاحب چار سال کے ہو گئے تھے تب بی بی زلیخا نے خواب میں دیکھا تھا کوئی شخص کہہ رہا ہے تم اپنے بیٹے اور شوہر میں سے ایک کو پسند کر لو یہ دونوں بیک وقت نہیں رہ سکتے۔ چنانچہ بی بی زلیخا نے بیٹے کو قبول کیا تھا شوہر انھیں ایام میں انتقال فرما گئے تھے۔

وصال

۶ ذی الحجہ ۶۳۵ھ ہجری کو آپ کا وصال ہوا تھا۔ اپنے والد کے شرقی پہلو میں دفن کئے گئے تھے۔

قطعہ تاریخ وفات

افتخارِ قوم خواجہ سید احمد یادگار — لمعۂ شمع شریعت نور بزم اصفیا
خود گزشت و شمسِ خود را در جہاں تنہا گزاشت — وادریغا شد رفیقِ محترم از من جدا
اندریں غم سالِ رحلت ارقمِ جسم بگفت — در یکتا ہست عام رحلتِ آں مقتدا

۶۳۵ھ

(قاضی رکن الدین شمس عثمانی بدایونی ۔۔۔ متوفی ۶۳۵ھ ہجری)

مزار شریف

ساگر تال کے جنوبی کنارہ پر ایک وسیع اور پرفضا درگاہ کے اندر منجملہ دو ملحقہ مزارات جانب شرق پختہ واقع ہے۔ جانب غرب آپ کے والد خواجہ سید علی بخاری کا مزار ہے ہر دو مزارات کے پائیں حضرت شاہ صدر الدین ملتانی اور حضرت شیخ اختیار الدین عمر چشتی بدایونی کے مزارات زمیں دوز ہیں۔ گیلری کے اندر بگوشہ جنوب مشرق پیرزادہ سید شاہ علیم[1] مدفون ہیں ان کے شرقی پہلو میں گیلری کے باہر سید شاہ احسن محو استراحت ہیں۔ درگاہ کے گوشۂ شمال مشرق میں حضرت سرخ پوش سبز پوش شہداء ایک جداگانہ حریم کے اندر ہیں۔ اس حریم کے جانب جنوب سید نجم الدین عرف چھمی صاحب اور جانب شرق بی بی افضل جہاں دختر سید علیم شاہ مدفون ہیں۔ درگاہ کے گوشہ جنوب مشرق اور جنوب مغرب میں چند قبور پختہ ہیں۔ احاطہ درگاہ میں ایک عالیشان مسجد بھی ہے۔ اس کے جانب شمال یک درہ میں ایک طاق ہے جس میں شاہ عظمت علی کی فاتحہ ہوتی ہے۔ وہیں ہم لوگ اپنے دادا حضرت انتظام علیخاں شہید کی فاتحہ بتاشوں پر کراتے ہیں[2]

عرس مقدس

بڑے اہتمام کے ساتھ یکم لغایت ۶ ذی الحجہ ہر سال بطریق خواجگان چشت ہوتا ہے

---

[1] پیرزادہ سید شاہ علیم مرد بزرگ اہل حال صاحب کمال تھے جذب وسلوک دونوں شانیں تھیں۔ نسلی سلسلہ قاضی محی الدین کاشانی سے ملتا تھا جو حضرت سلطان المشائخ کے خلفاء میں تھے اور دہلی کے قاضی القضاۃ تھے۔

[2] حضرت انتظام علیخاں شہید کے والد کا نام منشی امام علی خاں تھا۔ عنفوان شباب میں کالے کتے کے کاٹنے سے آپ کی موت واقع ہوئی تھی۔

۱۸ر دسمبر ۱۹۷۴ء کو عرس کے موقع پر مکرمی بابو رادھارمن جوش بدایونی نے بارگاہ عالی میں حاضر ہوکر ایک منقبت پیش کی تھی. اس کے چند اشعار ملاحظہ ہوں

تصدق شان رحمت کے یہ عالم ہی عقیدت کا
کہ میلہ سا لگا رہتا ہے در پر اہل حاجت کا

یقین و علم و عرفاں زہد و تقوی حسن سیرت کا
سبق ملتا ہے اس در سے شعور آدمیت کا

بنائے احترام و ناز محبوب الٰہی ہی
اب اس سے آپ اندازہ کریں اس در کی عظمت کا

یہ ساگر تال اور اس کی یہ شہرت ایک عالم میں
تصرف ہے یہ خواجہ سید احمد کی زیارت کا

سمجھتے ہیں امٹ اے جوش جو تقدیر کا لکھا
یہاں آئیں تماشا کیوں نہ دیکھیں شان قدرت کا

عارف ایوبی صاحب نے بھی حضرت کی مدح میں چند اشعار پیش کئے تھے جن کا کا نمونہ درج ذیل ہے.

جب چلی جھوم کے گلزار بدایوں میں نسیم
جا بجا پھیل گئی نکہت سید احمد

اوج پر آگیا قسمت کا ستارہ اس کی
ہوگئی جس کو عطا خلعت سید احمد

تذکرۃ الواصلین. تاریخ اولیائے بدایوں. باقیات الصالحات. طبقات الاولیاء

خواجہ سید محفوظ حسن نظامی صاحب کے فرمودات

حضرت شیخ احمد تختہ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ احمد نام تھا. تفت کے رہنے والے تھے اس لئے شیخ احمد تفتہ کہلاتے تھے. بعد میں احمد تختہ مشہور ہوئے. آج حکیم جی کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں. عنفوان شباب میں سیاحت کرتے ہوئے ہندوستان تشریف لائے تھے اور بدایوں آکر بود و باش اختیار کی تھی. شیخ شرف الدین خیاط سے خصوصی تعلقات ہوگئے تھے. انھیں کے یہاں رہتے تھے. ذاکر و شاغل مرد مجرد تھے حالاں کہ آپ ہفت احمد بدایوں میں نہیں ہیں. مگر

جب سے شیخ احمد معشوق کا مزار سوت ندی میں آگیا ہے حاجی آپ کے مزار پر حاضری دیتے ہیں اور زمرۂ ہفت احمد میں شمار کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت شیخ شاہی کے ہمراہ آپ اور شیخ شرف الدین خیاط کہیں جا رہے تھے۔ برسات کا موسم تھا۔ راستہ میں کیچڑ کی چھینٹیں حضرت شیخ شاہی کی چادر پر پڑ گئیں۔ سوت ندی قریب تھی۔ آپ فوراً پانی کے کنارے جھک گئے۔ شیخ شرف الدین خیاط نے آپ کی پیٹھ پر مار مار کر چادر صاف کی تھی۔ یہ دیکھ کر حضرت شیخ شاہی نے فرمایا تھا شیخ احمد تو نے میری چادر نجاست ظاہری سے پاک کی میں نے تیرے قلب کو نجاست باطنی سے پاک کیا۔ اسی دن سے آپ کا قلب نور معرفت سے روشن ہو گیا تھا۔ مرتبہ ولایت پر پہونچ گئے تھے اور بجائے احمد تفتہ کے احمد تختہ مشہور ہو گئے تھے۔ مرد بزرگ صاحب ولایت تھے۔ ۳ر رمضان ۶۳۵ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف حضرت سلطان العارفین صاحب کی درگاہ سے تخمیناً ڈیڑھ سو قدم جانب جنوب بگوشۂ شرق پختہ واقع ہے۔ پیشتر املی کا درخت کھڑا تھا۔

(باقیات الصالحات۔ نظمت الاولیاء۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء، ہفت احمد بدایوں)

حضرت شیخ وجیہ الدین فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ وجیہ الدین فاروقی درویش صاحب دل تھے۔ والد ماجد کا اسم گرامی حاجی سعد الدین تھا۔ شیخ وجیہ الدین اور حاجی سعد ۵۹۹ھ ہجری ملک قطب الدین ایبک کے ہمراہ بدایوں تشریف لائے تھے حاجی سعد الدین منصب ذابح البقر پر مامور کیے گئے تھے اور آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ جاری کر دیا تھا۔ ذی علم، صاحب کمال، زہد و اتقاء میں بے مثال، سالک گوشہ نشیں عالی خیال تھے۔ ریاضت و مجاہدات نیز کرامات و خوارق میں بلند مقام رکھتے تھے۔ شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ الاسلام بابا فرید الدین شکر گنج

اجودھنی کے ہمعصر تھے۔ دونوں حضرات آپ سے ملنے بدایوں تشریف لائے تھے اور آپ ہی کے یہاں قیام کیا تھا۔ حضرت بابا فرید الدین شکر گنج کے چھوٹے بھائی شیخ نجیب الدین متوکل بھی آپ سے ملنے تشریف لائے تھے۔ اپنے مکان کے قریب ایک مسجد تعمیر کرا لی تھی اسی میں عبادت و ریاضت کرتے تھے۔ شکستہ ہونے پر وہ مسجد شیخ عبدالحق نے از سر نو تعمیر کرا کے اپنے نام کا پتھر لگوا دیا ہے۔ ۱۰ ذی الحجہ ۶۳۵ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ اپنی بنوائی ہوئی مسجد کے احاطہ میں دفن کئے گئے تھے۔ محلہ بیدوں ٹولہ میں شیخ عبدالحق والی مسجد کے احاطہ میں چاہ پختہ کے شمال دو پختہ قبور تھیں جن میں شرقی قبر آپ کی تھی اور جانب غرب آپ کے والد ماجد دفن تھے۔ دونوں قبور کے پختہ تعویذ بنے تھے۔ اہل محلہ نے صحن مسجد کشادہ کرنے کی غرض سے تعویذ شکست کرا دیئے۔ مگر نشانات باقی ہیں۔

باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ اسرار الاولیاء۔ نظمت الاولیاء۔ طبقات الاولیاء اخبار الاولیاء

حضرت خواجہ عزیز کرکی رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ عزیز کرکی مرد بزرگ صاحب ولایت تھے۔ عزیز نام تھا۔ کرک کے رہنے والے تھے اس لئے کرکی کہلاتے تھے۔ صاحب خدمت ہو کر بدایوں آئے تھے۔ ہمیشہ ذکر و شغل میں رہتے تھے۔ حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی سے منقول ہے خواجہ عزیز کرکی بڑے بالنسبت بزرگ تھے۔ سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی سے منقول ہے خواجہ عزیز کرکی بہت بزرگ تھے۔ بدایوں میں رہتے تھے۔ بدایوں ہی میں آسودہ ہیں۔ خواجہ حسن سنجری نے دریافت کیا سنا ہے وہ زندہ چڑیاں نگل جاتے تھے اور کچھ دیر بعد ان کو خلق سے نکال کر اڑا دیتے تھے۔ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا میں نے یہ حال اور واقعہ

نہیں دیکھا البتہ سنا ہے. اس کے بعد فرمایا یہ بھی سنا ہے جاڑوں کے موسم میں رات کے وقت وہ جلتے تنور میں داخل ہو جاتے تھے اور صبح تک وہیں رہتے تھے بعد ؛ سلامت نکل آتے تھے دراصل وہ کرک کے رہنے والے تھے اور فیروزے کانوں کے بیچا کرتے تھے لیکن اس حال میں بھی مستغرق بیاد الہٰی رہتے تھے. ایک روز کرک کے حاکم نے زبردستی ان کو قید کر دیا جب لوگوں نے آپ کی نیک بختی اور خدا شناسی کا حال بادشاہ سے کہا تو اس نے رہائی بخشی. لوگ قید خانہ سے نکالنے گئے مگر آپ باہر نہ آئے اور ارشاد فرمایا جب تک والئ شہر کو بارگاہ الہٰی سے سزا نہ دلوا لوں گا باہر نہ آؤں گا چنانچہ چند روز بعد والئ شہر کو سخت جانی و مالی نقصان پہونچا تب آپ قید خانہ سے باہر تشریف لائے، ۱۵ر جمادی الثانی سنہ ۶۳۶ ہجری کو وصال ہوا تھا. حضرت پیر مکہ صاحب کے جوار میں مدفون ہیں. بعض حضرات کہتے ہیں حضرت پیر مکہ صاحب کی درگاہ سے جانب مشرق بگوشہ جنوب آپ کا مزار ہے.

خیر المجالس . فوائد الفواد . طبقات الاولیاء . تاریخ اولیائے بدایوں.

خزینۃ الاصفیاء . باقیات الصالحات

حضرت خواجہ سیّد عبد اللہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ سید عرب صاحب کے بڑے فرزند خواجہ سید عبد اللہ حضرت سلطان المشائخ کے بڑے ماموں تھے. اپنے والد بزرگوار کے ساتھ سنہ ۶۰۶ ہجری میں بدایوں تشریف لائے تھے. سوکھا محلہ میں مولانا حسام الدین سہروردی والی مسجد کے نزدیک رہتے تھے. اپنے والد کے مرید و خلیفہ تھے. انھیں سے علوم دین کی تعلیم حاصل کی تھی. دنیا اور آخرت کی سعادت آپ کے دامن پر بکھری ہوئی تھی. زہد و تقویٰ میں بے مثال عالم باعمل تھے. چلہ کشی شعار تھا، ۲ر ذی الحجہ سنہ ۶۳۷ ہجری کو وصال ہوا تھا. مزار

شریف حضرت سید احمد صاحب کی درگاہ سے جانب شمال سرگرتال کے اندر ایک چبوترہ پر منجملہ دو پختہ قبور جانب غرب ہے۔ جانب شرق آپ کے چھوٹے بھائی حضرت **خواجہ سید محمود بخاری** کا مزار ہے۔ روضہ بنا ہے۔ سید محمود صاحب کے جانب شرق آپ کے فرزند **سید محمد صالح** مدفون ہیں۔ پائیں حضرت سید عبدالکریم[1] سمرقندی کا مزار ہے۔ نوادہ کے لوگ ٹلیا والی زیارت کہتے ہیں

نسب نامہ بموجب روایات قدیم

میر علی بے بازو بخاری غزنوی

- خواجہ سید حسین غزنوی
  - خواجہ سید ابوالمفاخر محمد اطہر
    - خواجہ سید المحرب
      - خواجہ سید محمود
      - خواجہ سید عبداللہ
        - زوجہ خواجہ سید احمد بخاری — بی بی زلیخا
        - خواجہ سید محمد صالح
          - بی بی رقیہ — زوجہ خواجہ سید عبداللہ
          - خواجہ سید محمد فاخر
            - خواجہ سید رفیع الدین ہارون
            - خواجہ سید تقی الدین نوح
- خواجہ سید حسن شرف جہاں غزنوی
  - خواجہ سید عبداللہ خلمی
    - خواجہ سید علی بخاری
      - خواجہ سید احمد بخاری — بی بی ماجرہ، زوجہ ملا سید حسن واعظ
      - بی بی زینب — زوجہ خواجہ سید محمد صالح
      - سلطان المشائخ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی
    - خواجہ سید موسیٰ بخاری
      - ملا سید حسن واعظ
        - خواجہ سید عبداللہ
          - خواجہ سید عمر
            - خواجہ سید قاسم
          - خواجہ سید ابوبکر مصلی دار
            - خواجہ سید عبدالعزیز مشہور عزیز الدین

باقیات الصالحات — تاریخ اولیائے بدایوں
طبقات الاولیاء — سراج الاولیاء

[1] سید عبدالکریم سمرقندی سلسلہ نقشبندیہ قادریہ میں مولانا محمد یعقوب بدخشانی کے مرید تھے۔ ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۰۷ھ ہجری کو وصال ہوا تھا حسب وصیت خواجہ سید عبداللہ بخاری کے پائیں دفن کیے گئے تھے۔

حضرت شیخ اعظم سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ اعظم نام تھا۔ شیخ عماد الدین کے بیٹے تھے۔ دادا کا نام نامی شیخ الشیوخ حضرت مولانا شہاب الدین عمر سہروردی تھا نسلاً شیخ صدیقی تھے۔ اصل باشندہ بغداد شریف کے تھے۔ یمن میں بود و باش اختیار کر لی تھی۔ ۶۰۴ھ ہجری میں خواجہ سید اعز الدین احمد یمنی کے ہمراہ بدایوں تشریف لائے تھے اور متصل جامع مسجد شمسی جانب جنوب بگوشہ مشرق سکونت پذیر ہوئے تھے۔ نہایت پاکباز، نیک دل، نیک صفات، حق شناس، صاحب نسبت، عشق الٰہی سے سرشار اور واقف رموز پروردگار بزرگ تھے۔ قوت بصری کے کئے کمانیں بناتے تھے۔ رنگ سازی میں کمال حاصل تھا۔ حضرت سلطان العارفین صاحب کی مجالس سماع میں اکثر شرکت فرماتے تھے۔ سلسلہ سہروردیہ کے باکمال بزرگوں میں آپ کا شمار تھا۔ بیعت کے بارے میں نہیں کہا جا سکتا اپنے والد کے مرید تھے یا دادا کے بدایوں محلہ کمانگران میں وصال ہوا تھا۔ مزار شریف حضرت شاہ ولایت کی درگاہ کے اندر جانب جنوب پختہ واقع ہے آپ کا نسلی سلسلہ اب تک قائم ہے۔ آپ ہی کے پیشہ کی وجہ سے وہ جگہ محلہ کمانگران مشہور ہے۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ حاجی عطاء اللہ سے ملاقات)

حضرت خواجہ شادی مقری رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ شادی نام تھا۔ خواجہ مقری کے غلام تھے۔ لاہور میں بود و باش تھی اپنے آقا سے قرآن مجید پڑھا تھا۔ ہفت قرأت کے قاری تھے۔ قبتہ الاسلام کا شہرہ سن کر بدایوں تشریف لائے تھے۔ لڑکوں کو قرآن مجید پڑھاتے تھے اس لئے مقری کہلاتے تھے۔ مرد بزرگ سرچشمہ حقائق و معارف اور صاحب کرامت تھے۔ حافظ قرآن بھی تھے اور انتہاد

کی صلاحیت رکھتے تھے جو بچہ ایک تختی آپ سے پڑھ لیتا تھا خداوند کریم سارا قرآن مجید اس کی قسمت میں ولیت کر دیتا تھا۔ سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی سے منقول ہے بدایوں میں ایک شخص نہایت صاحب صلاحیت و صاحب کرامت رہتے تھے۔ قرآن شریف ان کو ساتوں قرأت کے ساتھ یاد تھا۔ نام ان کا شادی مقری تھا۔ جو شخص ان سے ایک تختی پڑھ لیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ تمام قرآن مجید اس کو مرحمت فرماتا تھا۔ یہ کرامت ان کی مشہور تھی۔ میں نے بھی شادی مقری سے ایک پارہ پڑھا تھا۔ شادی مقری خواجہ مقری کے شاگرد تھے اور خواجہ مقری لاہور میں رہتے تھے۔ بڑے بزرگ تھے۔ ایک شخص لاہور سے آیا شادی مقری اس سے ملنے گئے اور اپنے استاد کی خیریت پوچھی۔ اگرچہ خواجہ مقری کا انتقال ہو گیا تھا لیکن آنے والے نے کہا وہ بخیریت ہیں۔ شادی مقری نے لاہور کا حال پوچھا۔ اس نے کہا وہاں بارش بہت زیادہ ہوئی۔ سیکڑوں مکانوں اور جانوروں کو نقصان پہنچا۔ یہ سنتے ہی شادی مقری رونے لگے اور فرمایا معلوم ہوتا ہے میرے آقا اس واقعہ سے قبل انتقال فرما گئے تب مسئول علیہ نے کہا بے شک ان کا وصال ہو گیا۔ خواجہ شادی مقری کا وصال ۲۷ رجب ۶۳۹ھ ہجری کو ہوا تھا۔ قبر شریف حضرت سلطان العارفین صاحب کے جوار میں ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں خواجہ شادی لکھنوتی کے جانب شرق سکندر سنگی والے کی قبر کے جانب شمال ہے اور بعض کہتے ہیں خواجہ شادی لکھنوتی کے مزار سے جانب غرب بلند اور پختہ چبوترہ پر منجملہ پانچ قبور درمیان میں ہے۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ فوائد الفواد۔ طبقات الاولیاء)

حضرت مولانا زین الدین رحمتہ اللہ علیہ

مولانا زین الدین عالم باعمل اور عارف باکمال تھے۔ ملک العلماء کے خطاب سے سرفراز تھے۔ دانشمندانہ شان رکھتے تھے۔ بدایوں کے عظیم المرتبت علماء اور جلیل القدر

عرفا میں آپ کا شمار تھا لیکن کبھی کسی کے روبرو زانوئے شاگردی تہہ نہیں کیا تھا علم لدنی تھا۔ علم باطنی میں فیض یافتہ حضرت خواجہ محمود نخاسی کے تھے، علاوہ ازیں حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح پاک سے بھی فیض حاصل کیا تھا مدرسہ معزیہ کے مدرس اعلیٰ تھے۔ جامع علوم صوری و معنوی اور صاحب تصرف تھے۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے خواجہ محمود مسعود نخاسی نے مندرجہ ذیل پانچ نصائح مولانا زین الدین کو کیے تھے۔

اپنے گھر کا دروازہ کسی فقیر یا سائل پر بند مت کرو، جو میسر ہو دیتے رہو۔

خنداں پیشانی سے ہر ایک سے ملا کرو۔ جو کچھ قلیل و کثیر پاس ہو دینے میں دریغ نہ کرو۔ اپنا بوجھ کسی پر مت ڈالو۔ دوسروں کا بوجھ خود اٹھاؤ۔

سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی سے منقول ہے مدرسہ کلاں میں ایک دانشمند مولانا زین الدین نامی رہتے تھے۔ اچھے عالم تھے۔ جو مسئلہ ان سے پوچھا جاتا تھا نہایت خوبی کے ساتھ اس کو بیان کرتے تھے۔ مباحثہ کے وقت عالمانہ تقریر کرتے تھے۔ تعلیم کے بارے میں جب ان سے پوچھا گیا تو فرمایا میں نے کسی سے نہیں پڑھا نہ کسی کی شاگردی کی ہے۔ جوانی کے زمانہ سے نماز اویس قرنی پڑھتا تھا۔ جب میں بوڑھا ہونے آیا تو ایک روز میں نے دعا مانگی الٰہی میں بوڑھا ہونے آیا اور کسی سے کچھ پڑھا نہیں تو مجھے علم عطا کر دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس نماز کی برکت سے علم کا دروازہ مجھ پر کھول دیا جس کی بدولت اب کیسا ہی باریک مسئلہ مجھ سے پوچھا جاتا ہے میں اس کو مشرح بیان کر دیتا ہوں۔

ایک شخص جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج جسمانی کا قائل نہ تھا ایران سے چل کر آپ کے پاس آیا اس کی شکل دیکھتے ہی آپ نے خادم سے کہا آغا بھوکے ہیں ان کے لئے کھانا لاؤ۔ جتنی دیر میں خادم گھر سے کھانا لایا اتنی دیر میں آپ نے

تصرفات کے ذریعہ ایسا مطمئن کر دیا کہ اس کو اقرار کرنا پڑا واقعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جسمانی معراج ہوئی تھی۔

۹ صفر ۶۴۱ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مدرسہ معزیہ کے شمال مشرقی گوشہ میں دفن کئے گئے تھے۔ قبر شریف جامع مسجد کے پیچھے خطیبوں والے مکان کے اندر ہے مگر فی الحال معدوم ہے۔

باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ اخبار الاخیار۔ فوائد الفواد طبقات الاولیاء۔ سراج الاولیاء۔ تذکرۃ العلماء

حضرت خواجہ سید محمود بخاری رحمۃ اللہ علیہ

سید محمود نام تھا۔ مخدوم الملک کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔ والد ماجد کا اسم گرامی خواجہ سید عرب بخاری تھا۔ سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی قدس سرہٗ کے چھوٹے ماموں تھے۔ اپنے والد کے ہمراہ بدایوں تشریف لائے تھے۔ انھیں کے شاگرد اور مرید تھے۔ ذی علم، خدا آگاہ صاحب تصنیف و تالیف تھے۔ مولانا رضی الدین صغانی آپ کے علم کی بہت تعریف کرتے تھے، ۲۷ رجب ۶۴۱ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ اپنے بڑے بھائی کے پہلو میں دفن کئے گئے تھے۔ یہ کہنا غلط ہے کہ آپ خواجہ سید موسیٰ بخاری کے فرزند تھے مزار شریف ساگر تال کے اندر ایک چبوترہ پر منجملہ دو ملحقہ پختہ قبور جانب شرق ہے، جانب غرب آپ کے بڑے بھائی حضرت خواجہ سید عبداللہ بخاری مدفون ہیں نواحے کے لوگ ٹلیا والی زیارت کہتے ہیں۔ ٹھلیا والی کہنا غلط ہے۔ چھوٹے ٹیلہ کو ٹلیا کہتے ہیں۔ آپ کی درگاہ ایک چھوٹے ٹیلہ پر ہے۔

(نسب عامہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

نسب نامہ بموجب تحقیقات جدیدہ

خواجہ میر علی بے باز و بخاری غزنوی

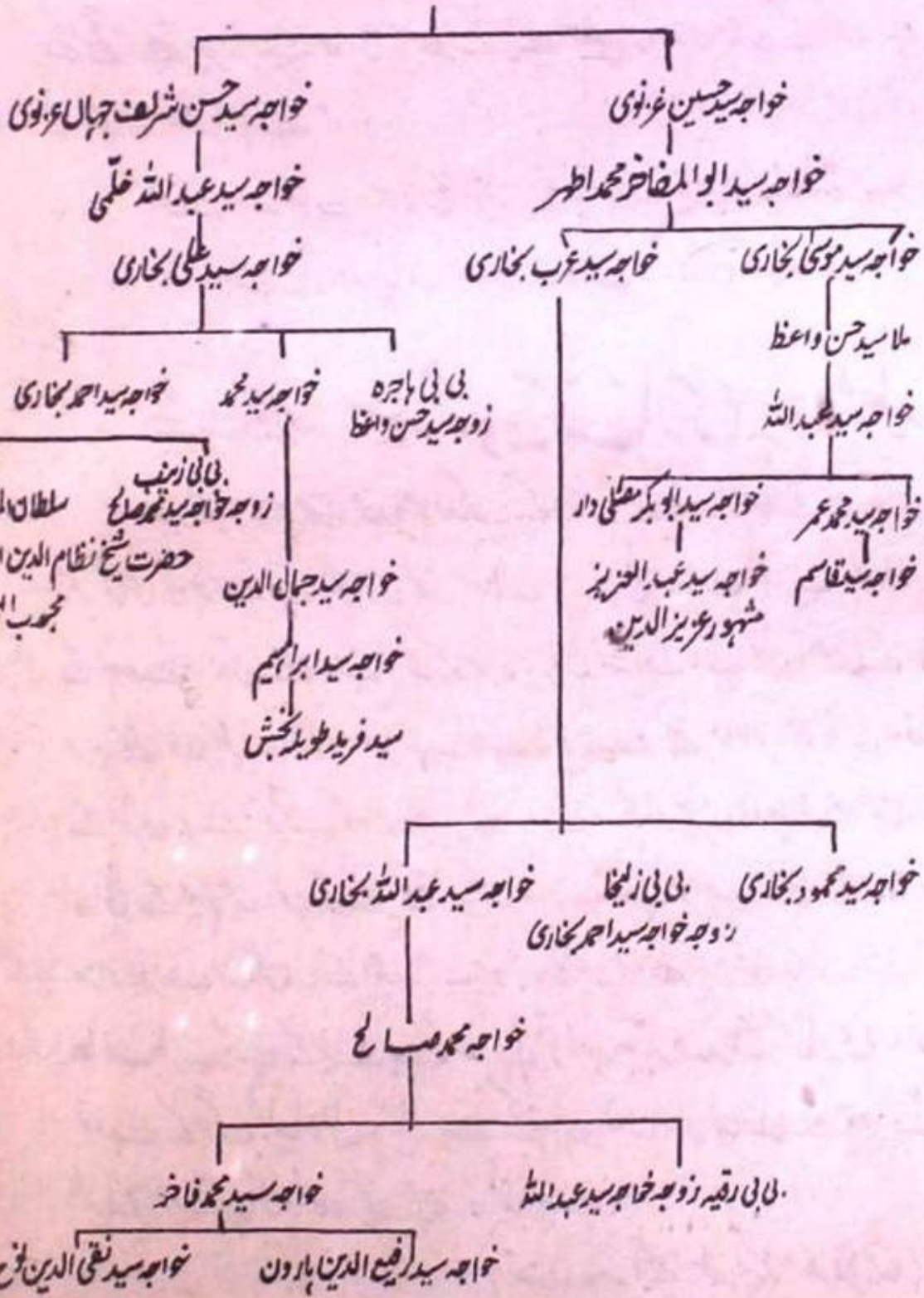

(باقیات الصالحات ۔ تاریخ اولیائے بدایوں ۔ طبقات الاولیاء)

حضرت خواجہ محمود بن محمد علوی رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ محمود بن علوی بڑے پایۂ کے بزرگ تھے. آباو اجداد بدخشاں کے کے رہنے والے تھے اور علوی خاندان سے تھے. آپ کے والد محمد علوی چنگیز خاں کے مظالم سے تنگ آکر ہندوستان چلے آئے تھے اور بدایوں میں بود و باش اختیار کی تھی خواجہ محمود بدایوں میں پیدا ہوئے تھے. یہیں نشو و نما پائی تھی. عالم باعمل صوفی صاف باطن اور وجیہہ و خلیق انسان تھے. دوران گفتگو چہرے سے نور جھڑتا تھا. شاگرد و معتقد حضرت مولانا زین الدین کے تھے. عالم متبحر تھے. لوگ آپ کی شاگردی کا فخر کرتے تھے سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی سے منقول ہے بدایوں میں ایک علوی رہتا تھا. اس کے گھر میں لڑکا پیدا ہوا. اسی روز قمر برج عقرب میں تھا. لوگ اس دن کے بچے کو منحوس سمجھتے ہیں. اس علوی نے وہ لڑکا دائی کو برائے پرورش دیدیا تھا. جب دو تین سال کا ہوا اس نے اپنا رنگ روپ نکالا. نہایت حسین و جمیل تھا سب لوگ اس کو پیار کرتے تھے. کسی نے اس کے ماں باپ سے کہا ایسے کٹھور کیوں ہو گئے ہو. اپنے بچہ کو لے آؤ. القصہ وہ لے آئے اور اس کو قرآن مجید اور علم ادب پڑھایا پڑھ لکھ کر وہ لڑکا عالم متبحر ہوا میں نے ان کو دیکھا تھا حسن کامل رکھتے تھے. عالم اور مجتہد تھے. بدایوں کے بہت سے باشندے ان کے شاگرد تھے. ادب میں صلاحیت کامل ان کو حاصل تھی جو شخص دیکھتا تھا اس امر کا اعتراف کرتا تھا کہ واقعی یہ آل رسول ہیں. ۱۱ شعبان ۶۴۳ھ ہجری کو وصال ہوا تھا. قلعہ کی جنوبی دیوار کے نیچے دفن کئے گئے تھے.

باقیات الصالحات تاریخ اولیائے بدایوں فوائد الفواد طبقات الاولیاء تذکرۃ الاولیاء

حضرت قاضی کمال الدین جعفری رحمتہ اللہ علیہ

قاضی کمال الدین جعفری عالم شریعت، حامل طریقت اور اہل منازل تھے کمال الدین نام تھا اور قاضی نجم الدین شامی لقب سادات عظام حسینی سے تھے. سلسلہ نسب امام جعفر صادق علیہ السلام تک پہنچتا تھا. شہر مرخش علاقہ شام آپ کا آبائی وطن تھا حکیم ابن رشد قرطبی سے علوم معقولات اور منقولات کی تعلیم حاصل کی تھی ملک محمد بختیار خلجی کے ہمراہ ملک ہزیر الدین حسن ارتب ناظم بدایوں کے عہد میں بدایوں تشریف لائے تھے. متصل جامع مسجد شمسی بود و باش اختیار کی تھی، ذی علم صاحب تصنیف اور سرآمد فضلائے عصر تھے. کئی کتابیں تصنیف کی تھیں. کتاب مغنی یہیں رہ کر لکھی تھی بعدہٗ آنولہ کے قاضی ہوگئے تھے. عمر کے آخر حصہ میں بدایوں کے قاضی القضاۃ ہوئے تھے. اپنے کار منصبی کو نہایت حسن و خوبی سے انجام دیتے تھے. شیخ جلال الدین تبریزی کے مرید و خلیفہ تھے. پیر و مرشد کی خصوصی توجہ کی بدولت اولیائے وقت میں شمار کئے جاتے تھے. شیخ جلال الدین تبریزی جب بدایوں آکر مسکن گزیں ہوئے تھے تو قاضی صاحب کے مکان پر ملنے تشریف لائے تھے. حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی سے منقول ہے قاضی کمال الدین جعفری جلیل القدر علامہ تھے. سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی سے منقول ہے قاضی کمال الدین جعفری واصلان حق سے تھے. کعبہ شریف میں حضرت خضر علیہ السلام سے ان کی ملاقات ہوئی تھی. حضرت خضر علیہ السلام نے ہی ان کو مسبعات عشر کی تلقین فرمائی تھی اور یہ بھی بتایا تھا مجھے یہ وظیفہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین فرمایا ہے. باوجود کثرت کار منصبی تلاوت قرآن مجید میں بے حد مصروف رہتے تھے. جب بوڑھے ہوگئے تھے تو مسبعات عشر پر اکتفا کرلی تھی. اکثر فرماتے تھے یہ جامع اوراد ہے ۱۳ محرم

۶۴۵ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف جامع مسجد شمسی کے شمالی دروازہ کے سامنے ایک حریم کے اندر پختہ واقع ہے۔

باقیات الصالحات تاریخ اولیائے بدایوں خیر المجالس فوائد الفواد
طبقات الاولیا مراۃ الجناں

حضرت شیخ شرف الدین خیاط رحمۃ اللہ علیہ

شیخ شرف الدین خیاط بلند پایہ بزرگ تھے۔ خیاطی یعنی درزی کا پیشہ کرتے تھے اس لئے شیخ شرف الدین خیاط مشہور تھے۔ حضرت سلطان العارفین صاحب کے مرید و خلیفہ تھے۔ پیر و مرشد کی مخصوص توجہ نے مرتبہ کمال کو پہنچا دیا تھا۔ ذی اقتدار اولیائے وقت میں شمار کئے جاتے تھے۔ حضرت شیخ شاہی کے ساتھ آپ نے اور حضرت شیخ احمد خیاط نے توجہ کر کے حضرت شیخ نظام الدین ابو المؤید کا مرض سلب کیا تھا۔ مگر یہ سب کرامت حضرت سلطان العارفین صاحب کی تھی۔

۱۹ شوال ۶۴۵ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف حضرت سلطان العارفین صاحب کے جوار میں جانب غرب بگوشہ جنوب پختہ واقع ہے۔ قدیم زمانہ میں برگد کا درخت کھڑا تھا۔

باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ فوائد الفواد۔ طبقات الاولیاء
پیر جی انتظار حسین کے فرمودات

حضرت خواجہ علی مولا بزرگ رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ علی مولا بزرگ کی ابتدائی زندگی ریاکاری اور غارتگری میں گزری تھی۔ دن بھر شہر میں گھوم کر دہی بیچا کرتے تھے رات کو ڈاکوؤں کے ساتھ لوٹ مار کرتے تھے۔ موضع

مواسی ضلع بدایوں میں رہتے تھے. مولا نام تھا ذات کے اہر تھے. شیخ وجیہہ الدین فاروقی کے مکان پر حضرت خواجہ فرید الدین شکر گنج اجودھنی کی موجودگی میں شیخ جلال الدین تبریزی کے ہاتھ پر توبہ کر کے مسلمان ہوئے تھے. علی نام رکھا گیا تھا. پیر و مرشد کی توجہ سے صاحب قدر و منزلت بزرگ ہو گئے تھے. قبولیت عظیم رکھتے تھے. طے الارض میں کمال حاصل تھا. حضرت سلطان العارفین صاحب کے دوستوں میں تھے. آپ ہی کے ہاتھوں مولانا علاء الدین اصولی نے سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی کے سر پر دستار فضیلت بندھوائی تھی ابواب معرفت آپ پر کھل گئے تھے. رات دن شیخ کی خدمت میں رہتے تھے. پھر ایک علی مولا اور بدایوں میں ہو گئے تھے. اس لئے امتیاز کی غرض سے آپ کو علی مولا بزرگ اور ان کو علی مولا خورد کہا جاتا تھا. سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی سے منقول ہے. مسلمان ہونے کے بعد علی اپنے گھر گئے تھے اور ایک لاکھ جیتل[1] لا کر شیخ کی نذر کئے تھے. شیخ جلال الدین تبریزی نے فرمایا تھا ان کو تم اپنے پاس رکھو جس کو جتنے بتاؤں دیتے رہنا چنانچہ جو سائل آتا اس کو شیخ جلال الدین تبریزی انھیں کے ہاتھوں دلواتے تھے. کسی کو دس کسی کو بیس کسی کو پچیس جیتل لیکن اقل بخشش آپ کی پانچ تھی. پانچ سے کم کسی نہیں دلواتے تھے. تھوڑے دنوں میں سب رقم ختم ہو گئی صرف ایک جیتل باقی رہ گیا. آپ کے دل میں خیال آیا اقل بخشش شیخ کی پانچ ہے اگر پانچ دینے کو کہا تو میں کہاں سے دوں گا اسی خیال میں تھے کہ ایک سائل آ گیا. شیخ جلال الدین تبریزی نے فرمایا ایک جیتل اس فقیر کو دے دو. حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی سے منقول ہے ایک زمانہ

---

[1] جیتل ایک سکہ ہوتا تھا.

ہیں دو علی مولا بدایوں میں رہتے تھے. ایک علی مولا بزرگ دوسرے علی مولا خورد' علی مولا بزرگ شیخ جلال الدین تبریزی کے مرید تھے اور حضرت شیخ نظام الدین اولیاء کی دستار بندی کے وقت بلائے گئے تھے. مقبولیت عظیم رکھتے تھے اور صاحب یقین تھے. آپ کچھ پڑھے نہ تھے صرف پنج وقتی نماز ادا کرتے تھے. جملہ مشائخ اور علماء و خلق آپ کو متبرک سمجھتے تھے اور پاؤں چومتے تھے. مقبولیت ان میں ظاہر تھی. جو شخص ان کو دیکھتا تھا وہ اقرار کرتا تھا. واقعی یہ اللہ کے ولی ہیں. شیخ جلال الدین تبریزی کے مرید مولانا برہان الدین علامہ نے لکھا ہے جس دن پیر مرشد بدایوں سے تشریف لے گئے تھے اس روز میں نے اور علی مولا بزرگ نے مغرب کی نماز جامع مسجد شمسی میں ادا کی تھی علی مولا بزرگ تو نماز پڑھ کر جلد ہی چلے گئے تھے مگر مجھے دیر ہوگئی تھی. جب میں اپنے اوراد سے فارغ ہوکر باہر آیا تو کیا دیکھتا ہوں علی مولا دونوں ہاتھوں میں حلوہ لئے جامع مسجد کے شرقی دروازہ کے اوٹے پر بیٹھے ہیں. مجھے دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور بولے مولانا حلوہ کھاؤ تمہارے پیر کا دیا ہوا تبرک ہے. میں نے پوچھا تمہیں کیسے ملا. بولے میرے پیر اب اپنی منزل پر بنگال پہنچ گئے. جس جگہ انھوں نے قیام کیا ہے وہاں ایک بت خانہ تھا اس کے پجاری ان کی نورانی شکل دیکھ کر مسلمان ہو گئے اور تمام بت اس جگہ سے ہٹا دیئے. پیر و مرشد نے وہیں نماز مغرب ادا کی. بعد نماز وہ لوگ تھالوں میں بھر کر حلوہ لائے اور شیخ کی نذر کیا. انھوں نے اس کو تمام حاضرین میں تقسیم کرا دیا. میں بھی. تخانہ کے دروازہ پر کھڑا یہ تماشا دیکھ رہا تھا. پیر و مرشد نے مجھے اندر بلوا کر حلوہ دیا اور فرمایا "جاؤ ابھی بدایوں واپس جاؤ. تم کیا جانتے نہیں ہو. تجاہل عارفانہ کر رہے ہو." میں نے ان کے ہاتھ سے حلوہ لے کر کھایا. نہایت لذیذ تھا. کیونکہ کھوپڑا اس میں زیادہ پڑا تھا اس دن میں نے جانا کہ علی مولا بزرگ طے ارض میں کمال رکھتے ہیں. خان بہادر مولوی

رضی الدین بسمل لکھتے ہیں دستار بندی کے وقت حضرت محبوب الٰہی صاحب نے اپنا سر آپ کے سامنے جھکا دیا تھا۔ آپ نے دعا دی تھی اللہ تعالیٰ تم کو علمائے دین سے کرے۔ چنانچہ آپ کی دعا قبول ہوئی اور حضرت محبوب الٰہی صاحب مجاث اور محفل شکن کے خطابات سے سرفراز کیے گئے۔

شیخ جلال الدین تبریزی جب بدایوں سے جانے لگے تو انبوہ کثیر آدمیوں کا ان کے پیچھے ہولیا تھا۔ علی مولا بزرگ بھی ان کے ساتھ تھے۔ شہر سے باہر نکل کر شیخ جلال الدین تبریزی نے کہا اب آپ لوگ واپس جائیں۔ چنانچہ کچھ لوگ پلٹ آئے مگر بعض منع کرنے کے باوجود پیچھے پیچھے چلتے رہے۔ کوس دو کوس چل کر شیخ جلال الدین نے پھر لوگوں سے واپس جانے کو کہا۔ چنانچہ کچھ لوگ اور پلٹ آئے مگر بعض ان کی محبت میں ایسے دیوانے تھے کہ منع کرنے کے باوجود پیچھے چلتے رہے۔ بالآخر انھوں نے تیسری بار کہا۔ تیسری مرتبہ کہنے پر سب لوگ پلٹ آئے مگر خواجہ علی مولا بزرگ نے دست بستہ عرض کی۔ اپنا شیدائی بنا کر اب مجھے کہاں چھوڑے جاتے ہو اپنے ساتھ لیتے چلو۔ شیخ جلال الدین تبریزی نے فرمایا تم کو مصلحتاً بدایوں میں چھوڑے جاتا ہوں۔ یہ شہر تمہارے حوالہ ہے آج سے تم اس کی نگرانی کرو۔ یہ الفاظ شیخ جلال الدین کی زبان سے نکلتے ہی خواجہ علی مولا بزرگ پر اسرار الٰہی کھل گئے تھے اور وہ بدایوں کی قطبیت پر مامور ہو گئے تھے، ۶ صفر ۶۴۷ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔

مزار شریف حضرت سلطان العارفین صاحب کی درگاہ سے جانب غرب بگوشہ جنوب چالیس پچاس قدم کے فاصلہ پر پختہ واقع ہے۔ آپ کے مزار سے جانب شرق حضرت شیخ شرف الدین خیاط کا مزار ہے اور جانب شمال بگوشہ غرب میاں عبد اللہ طغاں کا مزار ہے جو حضرت خلدک سرخیل کے خلیفہ تھے۔ پیشتر اس جگہ برگد کا درخت کھڑا تھا۔

حضرت خواجہ علی مولا خورد رحمتہ اللہ علیہ

علی مولا خورد مجذوب صفت درویش تھے ان کو علی مولا صغیر بھی کہتے تھے علی مولا بزرگ کے ہمعصر تھے. صاحب کرامت تھے. نظر کیمیا اثر رکھتے تھے. ہر وقت استغراق کا عالم طاری رہتا تھا. دنیا اور اہل دنیا سے کوئی سروکار نہ رکھتے تھے چہرہ سے جلال برستا تھا. بہت کم کسی سے بات کرتے تھے. زیادہ تر خاموش رہتے تھے سامنے جاتے ہوئے لوگ ڈرتے تھے. شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی سے منقول ہے بدایوں میں دو علی مولا رہتے تھے. ایک علی مولا کبیر دوسرے علی مولا صغیر. ۶ جمادی الثانی ۶۴۸ھ ہجری کو وصال ہوا تھا. مزار شریف اندرون شہر محلہ سید باڑہ میں جامع مسجد قطبی کے احاطہ میں جس کو شیخ احسان اللہ والی مسجد کہتے ہیں زیر چبوترہ پختہ واقع ہے حالت بوسیدہ ہے. قریب ہی حضرت **سید شریف بیڑی والے** اور حضرت **سید محمد حنیف شاہ چشتی** کے مزارات ہیں. درزیوں والی مسجد کے احاطہ میں میاں محمد عارف شہید کا مزار ہے. (باقیات الصالحات. عظمت الاولیاء. خیر المجالس. طبقات الاولیاء)

حضرت مولانا مَلِک یار قاری رحمتہ اللہ علیہ

ملک محمد نام تھا اور ملک یار عرفیت. امرائے نیشاپور کی نسل سے تھے. بطریق سیاحت ہندوستان تشریف لائے تھے اور بدایوں آکر بود و باش اختیار کی تھی. شیخ بدر الدین سمرقندی[1] فردوسی کے مرید و خلیفہ تھے. جن کو خرقہ خلافت حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ سے پہنچا تھا. علاوہ ازیں شیخ فرید الدین عطار سے بھی فیض حاصل کیا تھا. صاحب کرامت

---

[1] حضرت شیخ بدر الدین سمرقندی کا وصال ۲۵ جمادی الاول ۶۱۶ھ ہجری کو ہوا تھا. مزار شریف موضع سنگولہ علاقہ دہلی میں ہے.

اہل معرفت اور صاحب ذوق بزرگ تھے۔ کسی کے آگے زانوئے تلمذ تہہ نہیں کیا تھا۔ خداداد علم تھا۔ لوگ کہتے ہیں حضرت خضر علیہ السلام نے انھیں تعلیم دی تھی جامع مسجد شمسی کے امام بھی رہے تھے۔ قرآن مجید نہایت خوش الحانی سے پڑھتے تھے اس لئے مولانا ملک یار قاری مشہور تھے۔ سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی صاحب سے منقول ہے میری طالب علمی کے زمانہ میں بدایوں میں ایک بزرگ ملک یار رہتے تھے۔ وہ میرے استاد کے ہمعصر تھے۔ ایک روز میں اور میرے استاد ایک کتاب کا مقابلہ کر رہے تھے۔ اصل نسخہ ان کے روبرو تھا اور نقل میرے ہاتھ میں تھی۔ کبھی میں پڑھتا اور کبھی میرے استاد۔ ایک مصرعہ ناموزوں لکھا تھا۔ اس کے معنی صحیح نہیں ہو رہے تھے۔ بہت غور و فکر کے باوجود مشکل حل نہ ہو سکی۔ اسی اثناء میں مولانا ملک یار تشریف لے آئے۔ میرے استاد نے ان سے مشکل بیان کی انھوں نے فوراً صحیح مصرعہ پڑھ دیا جس سے تسکین ہو گئی۔ مولانا ملک یار نے کسی سے پڑھا نہیں تھا مگر اللہ تعالیٰ نے انھیں علم غیب نصیب کیا تھا۔ ایک مرتبہ جامع مسجد بدایوں کی امامت مولانا ملک یار کو عطا کی گئی تھی۔ کچھ لوگوں نے اعتراض کیا اور کہا یہ امامت کے قابل نہیں ہیں۔ اس پر میرے استاد نے فرمایا اگر امامت جامع مسجد بغداد کی مولانا ملک یار کی سپرد کی جائے تو بجا ہے۔ ۷ ربیع الاول سنہ ۶۷۹ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف حضرت خواجہ ملک شاہی لکھنوتی کے مزار سے جانب شرق اسی چبوترہ پر ہے۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ عظمت الاولیا۔ فوائد الفواد۔ طبقات الاولیاء)

حضرت شیخ احمد نوری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ احمد نوری اپنے زمانہ کے کاملین میں تھے۔ شیخ احمد نام تھا۔ اُمّی اور نوری

صفات کے ساتھ منسوب کئے جاتے تھے. شیخ اوحدالدین کرمانی کے مرید و خلیفہ تھے جن کو خرقہ خلافت شیخ رکن الدین سنجادی سے پہنچا تھا. وہ مرید و خلیفہ شیخ قطب الدین سہروردی کے تھے اور انھوں نے شیخ ضیاءالدین سہروردی سے خلافت حاصل کی تھی. نہایت عابد و زاہد تھے. بدایوں کے ہفت احمد میں داخل ہیں. اُمّی ضرور تھے مگر دانشمندوں میں شمار کئے جاتے تھے. نورانی چہرہ تھا. بات کرتے وقت چہرہ سے نور جھلکتا تھا اسی لئے نوری مشہور تھے. احکام شرع کی سختی سے پابندی کرتے تھے. حضرت شاہ ولایت صاحب کی خانقاہ کے اندر مجلس سماع کے دوران آپ کا وصال ہوا تھا. حضرت بابا فرید الدین شکر گنج اجودھنی، حضرت شیخ نجیب الدین متوکل دہلوی، حضرت مولانا بدر الدین اسحٰق، حضرت شیخ نظام الدین ابوالموید، حضرت شیخ علی الدین قصاب حضرت شیخ احمد نہروالی حضرت شیخ ابوبکر موئے تاب، حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی حضرت خواجہ محمود معینہ دوز اور حضرت مولانا ناصح الدین تجہیز و تکفین میں شریک تھے. سب درویشوں نے اپنے ہاتھوں سے جھاؤ کی ٹوکریوں میں بھر کر قبر پر مٹی ڈالی تھی جو بوجہ تر شح نرم ہو گئی تھی. ٹوکریوں کے نشانات قبر پر نمودار ہو گئے تھے. وہ نشانات عہد اکبری تک موجود رہے تھے. اکبر بادشاہ نے آپ کا مزار پختہ بنوانا چاہا تھا مگر شیخ سلیم چشتی نے اس کو سمجھا دیا تھا کہ ان کی قبر پر اولیاء اللہ کے ہاتھوں کی ڈالی ہوئی مٹی کے نشانات ہیں. جب وہ معدوم ہو جائیں گے تو صاحب مزار خود اپنا مزار پختہ بنوالیں گے. سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی صاحب سے منقول ہے بدایوں شہر میں میرے ایک دوست احمد نام کے تھے. وہ نہایت صالح اور ابدال صفت تھے. اگرچہ پڑھے لکھے نہ تھے مگر رات دن مشاغل شرع کی تحقیق میں رہتے تھے ایک بار مجھ سے ملنے دہلی بھی آئے تھے اور میری والدہ کا حال دریافت کیا تھا. ان کے انتقال کی بابت سن کر بہت رنجیدہ ہوئے تھے اور ان کے حق میں دعائے مغفرت

کی تھی اور مجھ سے کہا تھا خدا تمہاری عمر دراز کرے۔ اس واقعہ کے چند روز بعد ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ بعد وفات میں نے ان کو خواب میں دیکھا۔ اپنی عادت کے موافق مجھ سے احکام شرع اور مسائل دین دریافت کرنے لگے جس طرح وہ عالم حیات میں پوچھا کرتے تھے۔ میں نے کہا تم یہ مسائل جو پوچھتے ہو تمہاری زندگی میں کار آمد تھے اب تم وفات پا چکے تمہیں ان سے کیا سروکار۔ یہ سن کر شیخ احمد نوری بولے نظام الدین تم سے یہ امید نہ تھی کہ تم اولیاء اللہ کو مردہ کہو وہ زندہ ہیں۔

حضرت بابا فرید الدین شکر گنج سے منقول ہے حضرت شیخ شاہی کے عرس کی تقریبات کے بعد حضرت شاہ ولایت صاحب نے مہمانوں کی رخصتی دعوت کے سلسلہ میں رات کے وقت مجلس سماع منعقد کرائی تھی۔ اس میں شیخ احمد نوری بھی مدعو تھے۔ آپ نہا دھو کر کپڑے بدل کر عطر لگا کر خلاف عادت نکلے۔ گھر سے نکلتے ہی لوگوں نے پوچھا حضرت کہاں جا رہے ہیں۔ فرمایا یہ عید کا احترام ہے کل ہی تو عید ہو گی۔ جب خانقاہ پہنچے قوالی شروع ہو چکی تھی۔ سب درویش حلقہ بنائے بیٹھے تھے۔ میر مجلس حضرت شاہ ولایت صاحب تھے آپ کو اس حالت میں دیکھ کر وہ آنکھوں میں آنسو بھر لائے مگر زبان سے کچھ نہ کہا۔ آپ کے پہنچتے ہی قوال نے ایک رباعی پیش کی جس کو سنتے ہی پہلے تو آپ کانپنے لگے پھر بے ہوش ہو کر سربسجود ہو گئے۔ حضرت شاہ ولایت صاحب نے نظر اٹھا کر دیکھا اور فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون شیخ احمد چل بسے۔ یہ سن کر سب درویش آپ کے گرد جمع ہو گئے اور آپ کو جاں بحق تسلیم پا کر افسوس کرنے لگے۔ شوال کی چاند رات کو ۷۵۰ھ ہجری میں وصال ہوا تھا۔ قاضی سدا بیگواہ نے نماز جنازہ پڑھائی تھی۔ مزار شریف اندرون شہر اندر حدود آراضی محلہ سرائے فقیر بڑی پاکھڑ کے چوراہے کے نزدیک سڑک کی مشرقی پٹڑی پر ایک حریم کے اندر پختہ واقع ہے۔ مزار کے جانب جنوب مسجد ہے

اور مسجد کے جنوب میں حجرہ ہے جس میں اب ولی محمد رہتے ہیں۔ جانب شمال میاں[1] مسکین شاہ کی قبر خام ہے

باقیات الصالحات ۔ تاریخ اولیائے بدایوں ۔ عظمت الاولیاء
فوائد الفواد ۔ طبقات الاولیاء ۔ راحت القلوب

حضرت پیر مکّہ رحمتہ اللہ علیہ

پیر مکہ صاحب بہت بڑے صاحب باطن اور عارف حق تھے

نام

شیخ حسن مکّی نام تھا پیر مکّہ مشہور تھے

بدایوں میں تشریف آوری

مکہ شریف کے رہنے والے تھے بدایوں کے صاحب خدمت ہو کر آئے تھے اور سب سے پہلے حضرت سلطان العارفین صاحب کے در دولت پر حاضری دی تھی۔ حضرت سلطان العارفین صاحب نے اپنے نور باطن سے معلوم کر کے حضرت شاہ ولایت صاحب سے کہا تھا دروازہ پر ایک درویش کھڑے ہیں کٹورے میں پانی بھر کر لے جاؤ اور ان کے روبرو پیش کرو۔ چنانچہ حضرت شاہ ولایت صاحب نے پانی سے بھرا کٹورہ آپ کے سامنے پیش کیا تھا۔ آپ نے جھولی میں سے ایک پھول نکال کر اس میں ڈال دیا تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت سلطان العارفین صاحب بہت خوش ہوئے تھے اور آپ کا قیام بدایوں میں پسند فرمایا تھا چنانچہ آپ

---

[1] میاں مسکین شاہ علی مسجد نواح پیشاور کے باشندہ تھے۔ بدایوں آکر مسکن گزیں ہو گئے تھے۔ سنہ ۱۳۹۰ ہجری میں وصال ہوا تھا۔

رندانہ لباس میں خود کو چھپائے ہوئے ایک بوزہ گر کی دوکان پر رہتے تھے اور مکو کہلاتے تھے۔

بیعت اور خلافت

مولوی وحید احمد صاحب لکھتے ہیں خواجہ عثمان ہارونی کے مرید تھے۔ مولوی عبدالوالی صاحب نے لکھا ہے خواجہ معین الدین چشتی اجمیری سے خرقۂ خلافت حاصل کیا تھا۔ میں نے صرف اس قدر لکھا دیکھا ہے ــــ اُوَاز متبعین خواجۂ ہندالولی بود۔" جو حضرات اس سے زیادہ کہتے ہیں وہ اپنے قول کے جواز میں ضرور کوئی سند رکھتے ہوں گے۔

سیرت و شخصیت

منجملہ ارباب تقرید صاحب کمال بزرگ تھے۔ طریقہ ملامتیہ رکھتے تھے طے الارض کے ذریعہ مکہ معظمہ جاکر حرم شریف میں نماز جمعہ ادا کرتے تھے۔ ولایت کا اعلیٰ مقام فردانیت حاصل تھا۔ آستانہ آپ کا مرجع خلائق ہے۔

حاجی جمال ملتان صاحب اور شیخ حسن مکی صاحب

اتفاقاً ایک جمعہ کو عین نماز کے وقت امام کی طبیعت اچانک ناساز ہوگئی، انھوں نے کہلا بھیجا بدایوں کے شیخ حسن مکی آج میرے بجائے امامت کریں۔ چنانچہ آپ نے خانۂ کعبہ کے اندر امامت کی تھی حاجی جمال ملتان صاحب بھی شریک جماعت تھے۔ واپس آکر وہ آپ سے ملنے بوزہ گر کی دوکان پر گئے تھے۔ آپ نے بڑے احترام سے حاجی صاحب کو اپنے پاس بٹھایا تھا اور سکورہ بودہ کا بھرا ہوا ان کو پیش کیا تھا۔ حاجی صاحب نے لے تو لیا تھا مگر پاس شریعت سے پیا نہیں تھا

مردہ زندہ کرنا

ایک بچہ آپ سے بہت مانوس ہوگیا تھا۔ وہ اکثر آپ کے پاس آتا جاتا تھا

ایک بار جب آپ مکہ شریف جانے لگے تو وہ بھی ساتھ ہولیا۔ حرم شریف کے ایک کونہ میں اس کو بٹھا کر آپ نے نماز جمعہ ادا کی۔ نماز سے فارغ ہو کر جب واپس آئے تو اس کو بھی اپنے ساتھ لیتے آئے اور اس کے والدین کے حوالہ کر دیا حالانکہ آپ نے تاکید کر دی تھی اس امر کا اظہار کسی پر نہ کرنا مگر بچہ نادان تھا والدین کے بہلانے پھسلانے پر سب کچھ کہہ سنایا۔ راز افشا کرنا تھا کہ زمین پر گر کر جاں بحق تسلیم ہو گیا یہ دیکھ کر اس کے والدین آپ کے پاس آئے اور سخت کلامی کی۔ آپ نے خواجہ علی شوریدہ کے ذریعہ حضرت شیخ ابوبکر موئے تاب سے امداد چاہی۔ حضرت شیخ ابوبکر نے فرمایا شیخ حسن مکی سے کہو اللہ تعالیٰ نے تم کو یہ دسترس دی ہے تم خود توجہ کرو۔ اگر ضرورت سمجھتا تو میں ضرور تمہاری مدد کرتا۔ چنانچہ آپ خود ہی اس بچے کے مکان پر تشریف لے گئے تھے اور اس کے سرہانے کھڑے ہو کر کہا تھا اے لڑکے اب نیند سے جاگ جا، کب تک سوتا رہے گا۔ اتنا کہتے ہی لڑکا زندہ ہو گیا تھا مگر آپ نے اسی وقت اپنی قبر کھودنے کو فرمایا تھا اور یہ بھی فرمایا تھا میری قبر کے برابر ایک قبر اور تیار رکھنا میرے یار کا جنازہ اونٹ پر رکھا ہوا آئے گا اس کو میرے پہلو میں دفن کرنا۔ یہ کہہ کر آپ نے جان سپرد آفرینندہ جاں کر دی تھی۔ بعض حضرات اس واقعہ کو حاجی جمال ملتان صاحب سے منسوب کرتے ہیں

شیخ جہانگیر موذن مکہ اور شیخ حسن پیر مکہ

نماز جمعہ کے بعد طواف کعبہ کرنا آپ کا معمول تھا۔ ایک مرتبہ شیخ جہانگیر موذن مکہ نے منع کیا۔ آپ نے فرمایا بیٹھے رہو۔ شیخ جہانگیر نے جب اٹھنا چاہا تو اٹھ نہ سکے۔ لوگ سمجھ گئے یہ سب کچھ شیخ حسن مکی کی بدولت ہے۔ اِدھر اُدھر دوڑ دھوپ کر کے آپ کو تلاش کیا اور شیخ جہانگیر کے پاس لا کر خواستگار معافی ہوئے۔ آپ نے ان کی صحت کے لئے دعا کی تھی اور شیخ جہانگیر صحت یاب ہو کر چلنے لگے تھے۔ شیخ جہانگیر کی

درخواست پر آپ نے ان کو اپنا مرید بھی کر لیا تھا. مرید ہونے کے بعد انھوں نے تمنا کی تھی جب آپ کا وصال ہو تب ہی میرا دم نکلے اور جس جگہ آپ سپرد خاک کیے جائیں اسی جگہ میں بھی دفن کیا جاؤں. آپ نے فرمایا تھا اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہوگا. چنانچہ جس روز آپ کا وصال ہوا تھا اسی روز حضرت شیخ جہانگیر موذن مکہ نے بھی انتقال فرمایا تھا. نماز جنازہ پڑھ کر لوگوں نے جنازہ حسب وصیت اونٹ کی پیٹھ پر رکھ کر آبادی کے باہر کر دیا تھا. وہی اونٹ آپ کی قبر کے پاس آکر رک گیا تھا اور جنازہ اتارتے ہی مر گیا تھا. آپ کی وصیت کے مطابق شیخ جہانگیر موذن مکہ کو آپ کے پہلو میں دفن کیا گیا تھا اور ان کے قریب جانب شرق اونٹ کو بھی دفن کر دیا تھا.

وصال

۱۲ شوال ۶۵۷ھ ہجری کو وصال ہوا تھا

قطعہ تاریخ وفات

آں حسن مکی مرید خواجۂ ہندالولی — داشتہ شہرت بنام پیر مکہ بالتمام
چوں سوئے دالبقا رفت از جہاں ہاتف بگفت — نور عرفاں ہست سال وصل آں ذوالاحترام

۶۵۷ھ

مزار شریف

بیرون شہر جانب غرب ایک کشادہ درگاہ کے اندر منجملہ دو ملحق مزارات جانب غرب پختہ واقع ہے. جانب شرق حضرت شیخ جہانگیر موذن مکہ کا مزار ہے. ہر دو مزارات کے جانب شرق اونٹ کی قبر ہے. محافظ مزار ایک جن ہے جس کے بیٹھنے کی جگہ پائیں مزار ہے جس کو لوگ بچے کی قبر کہتے ہیں. بچہ زندہ ہو کر عمر طبعی کو پہنچا تھا اس کی قبر کا سوال ہی کیا ہے. درگاہ کے گوشہ جنوب مغرب میں پہلی قبر مولوی غلام رسول کے بھائی شیخ ظہور احمد کی ہے. ان کے جانب غرب

دو ملحق قبور ہیں سے ایک ملا مخلص الدین کرکی کا مزار ہے۔ دوسری قبر کے بارے میں صحیح نہیں کہا جاسکتا۔ ان دونوں قبور سے جانب غرب جداگانہ حریم کے اندر حضرت **پھولن شاہ** کا مزار ہے۔ جانب جنوب سہ دری میں مولوی[1] غلام رسول اور بیگم طوائف[2] کی قبور ہیں۔ درگاہ کے باہر جانب شرق اور جانب جنوب بیشمار قبور ہیں اور اکثر بزرگوں کے مزارات ہیں

باقیات الصالحات۔ سوانح خواجہ معین الدین چشتی۔ تاریخ اولیائے بدایوں عظمت الاولیاء۔ طبقات الاولیاء۔ در فرید۔ تذکرۃ الواصلین۔ بابو رحمن حسین فرشوری سے ملاقات

حضرت خواجہ مذکّر رحمتہ اللہ علیہ

خواجہ مذکر اہل جذب اور صاحب شہود تھے۔ تقی الدین سبنکی نام تھا۔ خواجہ مذکر مشہور تھے۔ عدن کے باشندہ تھے۔ وہیں سمندر کے کنارہ اپنی کشتی سے لوگوں کا اسباب ڈھوتے تھے اس لئے سبنکی کہلاتے تھے۔ قبتہ الاسلام کا شہرہ سن کر بدایوں تشریف لائے تھے اور متصل خانقاہ حضرت شاہ ولایت صاحب محلہ سوکھا میں بود و باش اختیار کی تھی۔ حضرت

---

[1] مولوی غلام رسول شیخ سکندر کے بیٹے تھے۔ ان کے فرزند حکیم نثار احمد تھے ان کے بیٹے منشی انوار حسین مہتمم درگاہ ہیں۔ مولوی غلام رسول میرے بھی استاد تھے۔ میں نے ان سے فارسی پڑھی تھی۔

[2] بیگم طوائف حاجی افتخار الدین مشور کی والدہ تھی۔ شیخ سکندر سے انکے تعلقات تھے وہ درگاہ کے منتظم تھے اس لئے بیگم وہاں دفن ہوئی۔ حاجی صاحب خود اس کے پہلو میں دفن ہونا چاہتے تھے لیکن ان کی منکوحہ نے بعد انتقال ان کو بڑے باغ میں دفن کرایا اور خود ان کے پہلو میں دفن ہوئیں۔ بیگم کے پہلو میں قبر کی جگہ اب تک محفوظ ہے۔ طوائف دلہن سے الجھ پڑی اپنی بات کہہ رہی تھی کہ وہ منشی اعجاز حسین سے ہوئی۔ (یہ بات محرر ہیں کی زبانی مجھکو بتائی)

شیخ حسن مکی کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ ریاضت اور مجاہدہ میں عالی منزلت اور عظیم المرتبت بزرگ تھے۔ حافظ قرآن تھے۔ قرآن مجید نہایت خوش الحانی سے پڑھتے تھے۔ بعد نماز جمعہ اپنے مکان پر لوگوں کو قرآن کے معنی و مطالب بیان کرتے تھے۔ ہمیشہ پند و نصائح کرنے کی وجہ سے خواجہ مذکر مشہور تھے سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی صاحب سے منقول ہے بدایوں میں مذکر نامی ایک بزرگ تھے۔ ان کا ممبر دیوار کے قریب تھا۔ وہ دیوار ترچھی اور ٹوٹی ہوئی تھی بلندی پر اس میں کئی طاق تھے جن میں کوئی شخص بیٹھ نہیں سکتا تھا۔ مگر یہ بزرگ دوران تذکرہ جب ان پر وجدانی کیفیت طاری ہوتی تھی یک بیک جست بھر کر کسی ایک طاق میں بیٹھ جاتے تھے۔ ۱۶ ربیع الاول ۶۵۸ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف اندرون شہر عقب جامع مسجد شمسی اندر حدود آراضی مدرسہ معزیہ، مدرسہ والی مسجد کے دکھن مکان کی جنوبی دیوار کے نیچے پختہ مگر بوسیدہ ہے۔ آپ کی قریب شیخ جلال الدین فاروقی دفن ہیں۔

باقیات الصالحات۔ کشف المعانی۔ فوائد الفواد۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء عظمت الاولیاء

حضرت شیخ احمد ذکی نہروال رحمۃ اللہ علیہ

شیخ احمد ذکی نہروال مرد بزرگ صاحب ولایت تھے

شیخ احمد نام تھا اور احمد الدین لقب۔ فقیہ مادھو امام اجمیر کا رکھا ہوا نام ذکی تھا۔ قصبہ نہروال علاقہ گجرات میں پیدا ہوئے تھے۔ وہیں نشو و نما پائی تھی بعد میں اجمیر چلے آئے تھے۔ وہاں آپ کی ملاقات فقیہ مادھو امام مسجد اجمیر سے ہوئی تھی۔ انھیں سے نعمت باطنی بھی پائی تھی۔ اجمیر سے دہلی چلے آئے تھے اور

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کی خانقاہ میں رہتے تھے۔ تاریخ فرشتہ میں آپ کو خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کا مرید لکھا ہے۔ حضرت سلطان العارفین صاحب کے ہمراہ دہلی سے بدایوں تشریف لائے تھے اور چاہ ماہی پر بود و باش اختیار کی تھی۔ اولاً فقیہ مادھو امام اجمیر سے نعمت پائی تھی بعدہٗ سلسلہ سہروردیہ میں قاضی حمید الدین ناگوری سے خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے فیض یافتہ تھے۔ نہایت ذکی الطبع، حافظ قرآن اور واقف اسرار حقیقت بزرگ تھے۔ پارچہ بافی کرکے بسر اوقات کرتے تھے۔ جامع مسجد شمسی جاکر نماز پنج گانہ باجماعت ادا کرتے تھے۔ صاحب کشف و کرامات تھے۔ سماع کے شوقین تھے۔ قطب صاحب کی مجلس میں کثرت سے شرکت فرماتے تھے جس مجلس سماع میں حضرت قطب صاحب کے وصال کا واقعہ ہوا تھا آپ بھی موجود تھے۔ بدایوں کے ہفت احمد میں داخل ہیں۔ حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی سے منقول ہے شیخ احمد کو بعض اوقات اپنی کارگاہ میں حالت کیف پیدا ہو جاتی تھی۔ کام سے ہاتھ اٹھا لیتے تھے لیکن کپڑا بنا ہوا پاتے تھے۔ بہت بڑے بزرگ تھے۔ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی بہت کم درویشوں کی عبادت کو پسند کرتے تھے مگر جب شیخ احمد نہروال کا ذکر آتا فرماتے اگر شیخ احمد کی عبادت تولی جائے تو اس صوفیوں کی عبادت کے برابر نکلے گی۔ ایک مرتبہ قاضی حمید الدین ناگوری آپ کے مکان پر ملنے تشریف لائے تھے اور آپ کو کپڑا بنتے دیکھ کر فرمایا تھا۔ احمد تو کب تک اس کام میں مشغول رہے گا۔ ان کے جانے کے بعد شیخ احمد نے اٹھ کر بلی ہوئی میخ محکم کرنی چاہی تھی مگر جیسے ہی میخ پر ہاتھ رکھا تھا ٹوٹ گیا تھا اور ان کے منہ سے بے اختیار چیخ نکلی تھی میرے پیر نے میرا ہاتھ توڑ دیا۔ اس کے بعد انہوں نے بننا تنا ترک کر دیا تھا۔ خواجہ حسن سنجری لکھتے ہیں شیخ احمد نہروال کی عادت تھی

یاروں کی جماعت کے ساتھ جامع مسجد جاتے تھے۔ ایک بار علی شوریدہ درویش نے اس طرح جانے سے منع بھی کیا تھا مگر شیخ احمد نہروال نے ان کی بات کی پروا نہ کی تھی اور اسی طرح جاتے رہے تھے۔ ایک دن اتفاق سے جامع مسجد جاتے ہوئے شیخ احمد نے دیکھا ایک آدمی دوسرے کو مار پیٹ کر رہا ہے۔ آپ نے فوراً درمیان میں آکر اپنے یاروں کی مدد سے مظلوم کو بچالیا۔ اسی اثناء میں علی شوریدہ بھی وہاں آگئے۔ شیخ احمد نے کہا اسی کام کے لئے تو میں یاروں کو ساتھ لاتا ہوں حضرت سلطان المشائخ سے کسی نے دریافت کیا شیخ احمد کس کے مرید تھے۔ آپ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں۔ پھر تھوڑی دیر بعد فرمایا ایسا کہا جاتا ہے۔ آپ نے نعمت فقیہ مادھو امام سے پائی تھی اور فقیہ مادھو اجمیر کی مسجد کے امام تھے۔ شیخ احمد نہروال کا گلا بہت اچھا تھا اور ہندی کلام اچھا گاتے تھے۔ ان کا گانا سن کر لوگ وجد کرنے لگتے تھے۔ فقیہ مادھو نے ان سے کہا تم اپنی آواز اس طرح ضائع نہ کرو قرآن شریف یاد کرلو۔ اس کو پڑھا کرو۔ چنانچہ انھوں نے قرآن شریف یاد کرنا شروع کردیا اہلیت رکھتے تھے چند یوم کے اندر حافظ کلام ربانی ہو گئے تھے۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں ایک مرتبہ آپ کے مکان میں چور گھسا جب کچھ نہ پایا اور محروم جانے لگا تو آپ نے اس کو پکار کر کہا ذرا ٹھہر جا تجھے قسم ہے خدا کی۔ اور جلدی سے اٹھ کر اپنی کارگاہ میں سے سات گز کپڑا پھاڑ کر اس کی طرف پھینک دیا اور کہا یہ لیتا جا۔ چور کپڑا لے کر اس وقت تو چلا گیا تھا مگر صبح کو آپ کے والدین آپ کے پاس آیا تھا اور قدموں پر گر کر توبہ کی تھی، ۱۵ رمضان سنہ ۶۶۱ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف اندرون شہر چاہ میر محلہ میں مچھلی کنوئیں والی مسجد کے احاطہ میں بجانب جنوب ایک چبوترہ پر منجملہ تین قبور درمیان میں پختہ واقع ہے۔ دائیں اور بائیں آپ کے دونوں بھائی شیخ محمد اور شیخ محمود آسودہ ہیں۔ حکیم محمد یٰسین شوق نے

آپ کی مدح میں ایک غزل لکھی تھی اس کا مقطع ملاحظہ ہو۔

خلق کی حاجت روائی آپ کا جب ہو شعار شوق کیوں حیران ہو یا حضرت احمد ذکی

باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ عظمت الاولیاء۔ طبقات الاولیا حیات شیخ شاہی۔ اخبار الاخیار۔ کشف المعانی۔ خیر المجالس۔ فوائد الفواد سیر العارفین۔ محاربات ہند

حضرت مولانا علاء الدین اصولی رحمتہ اللہ علیہ

مولانا علاء الدین اصولی زہد و تقویٰ میں لاثانی عالم باعمل تھے۔ والد ماجد کا اسم گرامی اشرف العلماء مولانا سید شرف الدین اعلیٰ تھا۔ بدایوں میں پیدا ہوئے تھے۔ مدرسہ معزیہ میں تعلیم حاصل کی تھی۔ علم باطنی میں شیخ جلال الدین تبریزی کے فیض یافتہ تھے۔ بے حد ذہین اور طباع اپنے وقت کے سربرآوردہ عالم و فاضل، عابد و زاہد، غیور و خداترس بزرگ تھے۔ نسب نامۂ سادات قبائیاں میں آپ کو قطب الاولیاء لکھا ہے۔ علم و عمل دونوں حیثیتوں میں ممتاز مانے جاتے تھے۔ فقہ حنفیہ کے ماہر تھے۔ اصول فقہ میں کامل دستگاہ رکھتے تھے اور اصولی مشہور تھے۔ رات رات بھر تلاوت قرآن مجید میں مشغول رہتے تھے۔ سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی صاحب کو بکمال شفقت پڑھا کر متبحر عالم بنایا تھا اور ان کے سر پر دستار فضیلت خواجہ علی مولا بزرگ کے ہاتھوں سے بندھوائی تھی۔ علم ظاہری کے ساتھ ساتھ علم باطنی بھی تھا۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں ایک روز شیخ جلال الدین تبریزی اور حضرت بابا فرید الدین شکر گنج بدایوں میں شیخ وجیہ الدین فاروقی کی دہلیز میں بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ مولانا علاء الدین اصولی لڑکپن کے ایام میں کھیلتے ہوئے ان کے سامنے سے گزرے۔ حضرت شیخ جلال الدین تبریزی نے پاس بلا کر اپنا پیرہن اتار کر آپ کو پہنا دیا تھا اور پانچ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ کر آپ کے

اوپر دم کر دی تھی جس کی برکت سے آپ میں خصائص حسنہ آگئے تھے۔ سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی سے منقول ہے میرے استاد مولانا علاء الدین اصولی بہت بڑے بزرگ صاحب ذوق وشوق تھے لیکن کسی کے مرید نہ تھے ورنہ صاحب حال ہوتے ان کو کرامت اور بزرگی شیخ جلال الدین تبریزی کے پیرہن کی وجہ سے حاصل تھی ایک بوڑھی کنیز آپ نے خریدی تھی۔ ایک روز وہ رونے لگی آپ نے سبب پوچھا اس نے کہا میرا ایک لڑکا گاؤں میں رہتا ہے۔ جس کی یاد مجھے بہت ستاتی ہے۔ اور یہی سبب میرے رونے کا ہے۔ یہ سن کر آپ کا دل بھر آیا تھا اور اس کنیز کو آزاد کر دیا تھا۔ بعض تذکرہ نگاروں نے اسی پیرہن کو خرقہ تصور کیا ہے۔ چنانچہ علامہ محمد قاسم استرآبادی لکھتے ہیں۔

مولانا علاء الدین اصولی شیخ جلال الدین تبریزی سے خرقہ رکھتے تھے اور عمر کے آخری حصہ میں شیخ نظام الدین اولیاء نے اپنا خرقہ مولانا کو پہنانا تھا اور دعائے خیر فرمائی تھی۔ مولانا اسی دم شیخ نظام الدین اولیاء کے مرید ہوئے تھے اور تھوڑے دن بعد واصل حق ہو گئے تھے۔ حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی سے منقول ہے۔ ایک روز آپ فاقہ سے تنگ آکر بیٹھے ہوئے کھل کھا رہے تھے۔ اسی اثنا میں حجام آگیا۔ آپ نے جلدی سے کھل کر ٹکڑا اپنی پگڑی میں رکھ لیا جب سر منڈوانے کو پگڑی اتاری تو کھل اس میں سے نکل کر زمین پر گر پڑی۔ حجام نے اس بات کا تذکرہ شہر کے ایک رئیس سے کیا انھوں نے کچھ نقد اور جنس مولانا کے یہاں بھجوائی۔ مگر آپ نے اس کو قبول نہ کیا تھا۔ فوراً ہی تمام اشیاء واپس کر دی تھیں اور حجام کو اپنے یہاں آنے سے منع کر دیا تھا۔ ۹ رجب ۶۶۲ھ ہجری کو وصال ہوا تھا مزار شریف حضرت سلطان العارفین صاحب کی درگاہ کے جانب جنوب بگوشہ شرق پچاس ساٹھ قدم کے فاصلہ پر پختہ واقع ہے۔ آپ کے مزار سے جانب شرق بگوشہ شمال سات آٹھ قدم پر مولانا سید یونس علی محدث کا مزار ہے۔

{باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ تاریخ فرشتہ۔ اخبار الاخیار۔ خیر المجالس فوائد الفواد۔ اسرار الاولیاء۔ کشف المعانی۔ کتاب الانساب الشرفاء البدایوں۔ نسب نامہ سادات قنائیاں}

حضرت شیخ احمد خیاط رحمۃ اللہ علیہ

شیخ احمد نام تھا۔ خیاطی کا پیشہ کرتے تھے۔ اس لئے شیخ احمد خیاط مشہور تھے۔ اہل کرامت اور صاحب ولایت تھے۔ حاجی جمال ملتان صاحب کے شاگرد اور شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے مرید تھے۔ انتہائی محتاط اور صاحب تقویٰ بزرگ تھے کپڑے سی کر گذر بسر کرتے تھے۔ ہفت احمد بدایوں میں آپ کا شمار ہے حضرت سلطان العارفین صاحب کے مخصوص دوستوں میں تھے۔ شیخ نظام الدین ابوالموید کو مرض کی تکلیف سے نجات دلانے میں حضرت سلطان العارفین صاحب کے شریک کار رہے تھے۔ کپڑے سیتے وقت اتنی احتیاط برتتے تھے کہ جب کسی کا سفید کپڑا سیتے تھے تو رنگین لباس پہن لیتے تھے اور جب رنگین کپڑا سیتے تھے تو سفید لباس پہن لیتے تھے تاکہ ایک تار بھی باقی نہ رہے تمام کترن بین کر سلوانے والے کے حوالے کر دیتے تھے۔ آپ کا نسلی سلسلہ اب تک قائم ہے ۸ رمضان ۶۶۲ھ ہجری کو وصال ہوا تھا مزار شریف بیرون شہر جانب غرب ایک بلند اور پختہ چبوترہ پر حرم کے اندر واقع ہے۔ جانب جنوب بگوشہ غرب حضرت **ملا عبداللہ مکی** اور حضرت شیخ **مطیع اللہ شروانی** کے مزارات ہیں۔

باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیاے بدایوں۔ طبقات الاولیاء
عظمت الاولیاء۔ در فرید۔ حدیقۃ الاولیاء

حضرت شیخ احمد بھرتول رحمۃ اللہ علیہ

شیخ احمد بھرتول مرد بزرگ صاحب ولایت تھے۔ اجمیر کے رہنے والے تھے۔ وہاں خواجہ احمد کے نام سے یاد کئے جاتے تھے عمر کے آخر حصہ میں بدایوں تشریف لائے تھے اور بیرون قلعہ بھرتول

دروازہ کے قریب بود و باش اختیار کی تھی اس لئے شیخ احمد بھرتول کہلاتے تھے۔ شیخ ضیاء الدین[1] رومی کے مرید و خلیفہ تھے جن کو خرقہ خلافت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی سے پہنچا تھا۔ صاحب حال و قال اور حامل خوارق عادات و کرامات تھے۔ اجمیر شریف اکثر جاتے تھے بدایوں کے ہفت احمد میں داخل ہیں۔ شیخ ضیاء الدین رومی فرماتے تھے میرا یار خواجہ احمد سماع کا بے حد شوقین تھا۔ اس کے مرنے کے بعد میں نے اس کو خواب میں دیکھا بہشت کے عالیشان محل میں بیٹھا تھا مگر مغموم تھا میں نے اس مرتبہ پانے کی مبارک باد اس کو دی اور پوچھا مغموم کیوں ہو وہ بولا یہ سب کچھ پایا لیکن جو لذت اور حالت سماع میں پاتا تھا نہیں ہے۔ سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہیؒ سے منقول ہے خواجہ احمد عظیم صالح تھے۔ شیخ الاسلام حضرت خواجہ معین الدین کے پوتوں میں تھے فرماتے تھے میرے دوستوں میں ایک شخص سپاہی پیشہ تھا۔ وہ ہمیشہ مغرب کی نماز کے بعد دو رکعت نماز سلامتی ایمان کے واسطے پڑھتا تھا۔ ایک روز ہم دونوں کو جنگل میں دیر ہو گئی۔ اس زمانہ میں چوروں کا بہت زور تھا وہ ہمیں دکھائی بھی دیئے تھے اس لئے میں نے جلدی سے تین رکعت فرض اور دو رکعت نماز سنت ادا کی اور تحفظ کے لئے شہر میں داخل ہو گیا مگر میرے دوست نے باوجود چور دیکھنے کے نماز مغرب ادا کرنے کے بعد دو رکعت نماز حفظ الایمان بھی پڑھی۔ اس کی رحلت

---

[1] شیخ ضیاء الدین رومی کا مزار دہلی میں ہے۔ سنہ ۷۲۱ ہجری میں وصال ہوا۔

کے وقت میں اس کے سرہانے موجود تھا اس کی موت ایسی خوش اسلوبی سے ہوئی جیسی ہونی چاہئے۔ اگر مجھے محکمہ قضا میں لے جاکر حلفیہ دریافت کیا جائے تب بھی میں اس کی سلامتیٔ ایمان کی گواہی دوں گا۔

معین الاولیاء میں لکھا ہے خواجہ وحید اور خواجہ احمد حضرت خواجہ ضیاء الدین ابو سعید کے بیٹے تھے اور ہر دو بزرگان حضرت بابا فرید الدین شکر گنج کے ہمعصر تھے۔ اخبار الاخیار میں تحریر ہے خواجہ احمد شیخ الاسلام معین الدین کے پوتے تھے اور سید ابو یزید بن شیخ نجم الدین بن شیخ قیام الدین کے بیٹے تھے۔

یہ صحیح ہے شیخ احمد حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے پوتے تھے۔ یہ بھی صحیح ہے کہ ان کے بھائی خواجہ وحید حضرت بابا فرید الدین شکر گنج رحمتہ اللہ علیہ کے مرید تھے مگر سید ابو یزید بن شیخ نجم الدین بن شیخ قیام الدین کے بیٹے نہیں تھے بلکہ حضرت خواجہ ابو سعید ضیاء الدین کے بیٹے تھے۔ سید ابو یزید بن شیخ نجم الدین بن شیخ قیام الدین ان سے بہت بعد کو ہوئے ہیں۔ شجرہ ملاحظہ ہو۔

(شجرہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیے)

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ

- خواجہ ضیاء الدین ابو سعید — بی بی حافظہ جمال زوجہ شیخ رضی الدین عرف عبداللہ بن قاضی حمید الدین ناگوری — خواجہ حسام الدین ابو صالح ابدال میں کامل ہو گزرے تھے — خواجہ فخر الدین ابو الخیر
  - خواجہ احمد — شیخ ضیاء الدین رومی کے مرید تھے — ۶۶۳ھ ہجری میں وصال ہوا تھا
  - خواجہ وحید — بابا فرید الدین شکر گنج کے مرید تھے — ۷۳۱ھ ہجری میں وصال ہوا تھا

- فرزند
- فرزند
- شیخ حسام الدین سوختہ — ۷۴۱ھ ہجری میں وصال ہوا
- فرزند
- فرزند

- شیخ قیام الدین بابر یال — ۷۶۷ھ ہجری میں وصال ہوا تھا
- خواجہ معین الدین خورد — ۷۶۱ھ ہجری میں وصال ہوا

- شیخ نجم الدین خالد — ۷۷۶ھ ہجری میں وصال ہوا

- سید ابو یزید
- سید کمال الدین حسن — ۸۶۶ھ ہجری میں وصال ہوا تھا

- خواجہ احمد
- خواجہ وحید

رمضان کی چاند رات کو ۶۶۳ھ ہجری میں شیخ احمد بھرتول کا وصال ہوا تھا۔ مزار شریف اندرون شہر گونٹیا میراں جی صاحب کی آبادی سے ملحق جانب شمال ہے۔

باقیات الصالحات تاریخ اولیائے بدایوں۔ عظمت الاولیاء طبقات الاولیاء فوائد الفواد اخبار الاخیار

حضرت خواجہ علی شوریدہ رحمتہ اللہ علیہ

خواجہ علی شوریدہ مرد عارف تھے۔ علی نام تھا۔ دنیا اور اہل دنیا سے کوئی سروکار نہ رکھتے تھے۔ اس لیے علی شوریدہ کہلاتے تھے۔ گجرات کے رہنے والے تھے۔ وہیں کے نامور علماء سے تحصیل علم کی تھی۔ بعدہٗ اجمیر چلے آئے تھے اور فقیہ مادھوا مام مسجد اجمیر سے اکتساب فیض کیا تھا۔ بطریق سیاحت بدایوں تشریف لائے تھے اور شہر سے دور موضع ریمہ میں حضرت سلیمان شہید کے مزار کے نزدیک متمکن ہوئے تھے۔ ترک و تجرید میں شہرۂ آفاق تھے۔ توکل پر گزران تھی۔ ریاضت و عبادت میں ہمہ اوقات مشغول رہتے تھے حاجی حرمین شریفین تھے۔ دنیاوی معاملات سے کنارہ کش رہتے تھے۔ کتب بینی کا بہت شوق تھا۔ حج کے سفر میں بھی کتابیں ساتھ لے گئے تھے۔ آپ کا مقولہ تھا کسب حلال کی چیز ضائع نہیں جاتی ہے گم ہونے پر بھی مل جاتی ہے۔ ناظم بدایوں آپ سے بہت عقیدت رکھتا تھا۔ شیخ احمد ذکی نہروال کے مرید تھے اور شیخ حسن مکی کے ہمعصر تھے۔ حضرت سلطان المشائخ سے منقول ہے ایک درویش تھے جب کوئی مریض درد شکم کا ان کے پاس آتا اس کو شکنبہ کھانے کو کہتے اور درد سر کے مریض کو سری بریاں کھانے کو بتا دیتے تھے۔ الغرض جو زبان سے کہہ دیتے تھے اسی کے کھانے سے درد اچھا ہو جاتا تھا۔ علی شوریدہ نے ان سے منع کیا کہ ایسا نہ کرو ورنہ کسی دن بلا میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ آخر کار ایسا ہی ہوا۔ وہ ایک بلا میں مبتلا ہوئے اور علی شوریدہ سے استمداد چاہی لیکن انہوں نے دعائے خیر نہ کی اور وہ درویش اسی حال میں مر گئے۔ خواجہ علی شوریدہ کا وصال ۹ شوال ۶۶۷ھ ہجری کو

ہوا تھا. مزار شریف موضع ریمہ پرگنہ بدایوں میں آبادی سے جانب شرق حضرت سلیمان شہید کے پائیں ہے.

(باقیات الصالحات. تاریخ اولیائے بدایوں. طبقات الاولیاء عظمت الاولیاء. فوائد الفواد)

حضرت شیخ ابن علی مکی رحمتہ اللہ علیہ

شیخ ابن علی نام تھا اور محک الرجال لقب. کسی زمانہ میں جھاڑی والے ابن میاں مشہور تھے آج ڈاکٹر صاحب کہلاتے ہیں بدایوں کے مشہور علماء و عرفا میں تھے. باوجود شان محدثانہ رکھنے کے سماع سے رغبت تھی بدایوں میں بود و باش رکھتے تھے. حضرت سلطان العارفین صاحب کے مرید تھے، ۱۱ ذی قعدہ ۶۷۲ھ ہجری کو وصال ہوا تھا. مزار شریف حضرت سلطان العارفین صاحب کی درگاہ کے جانب جنوب تخمیناً چار سو قدم کے فاصلہ پر برگد کے نیچے پختہ واقع ہے. آپ کے مزار سے جانب غرب کسی بزرگ کا مزار ہے جن کو حاجتی کپیا ڈنڈر صاحب کہتے ہیں.

(باقیات الصالحات. تاریخ اولیاء بدایوں. عظمت الاولیاء. طبقات الاولیاء)

حضرت شیخ علی مکی رحمتہ اللہ علیہ

شیخ علی مکی مرد بزرگ صاحب ولایت تھے. حضرت سلطان المشائخ سے منقول ہے ایک بزرگ شیخ علی مکی حضرت شیخ الاسلام فرید الدین مسعود کے مرید تھے. ان کو سفر درپیش آیا خدمت میں حضرت شیخ الاسلام حاضر ہوئے اور رخصت چاہی. انھوں نے مرخص کیا. شیخ علی اجودھن سے روانہ ہوئے اور نزدیک ہی کسی گاؤں میں قیام کیا. دوسرے دن پھر حضرت شیخ الاسلام

کی زیارت کو آئے حضرت نے فرمایا آج کیسے آنا ہوا کل ہی تو سفر کو گئے تھے۔ انھوں نے جواب دیا میرے ہمراہی نے فلاں موضع میں قیام کیا تھا میرے دل نے گوارا نہ کیا کہ اتنا قریب ہوکر آپ کی زیارت کا شرف حاصل نہ کروں، حضرت شیخ الاسلام نے ان کے اس حسن عقیدت و محبت کی آفریں کی۔

الغرض وہ پھر رخصت ہوئے اور دوسرے روز اتفاق سے اسی گاؤں میں رہ کر پھر حضرت شیخ الاسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس روز حضرت شیخ الاسلام نے خادم سے کہا دو روٹیاں لاکر ان کو دیدو۔ قصہ مختصر خادم نے دو روٹیاں لاکر شیخ علی کو دیدیں۔ حضرت شیخ الاسلام نے ان کو تیسری بار مرخص کیا۔ اس کے بعد ان کو پھر کبھی حضوری حضرت شیخ الاسلام کی نصیب نہ ہوئی۔ وہ سیاحت بہت کرتے تھے اور خود بیان کرتے تھے ایک مرتبہ میں کرمان کی سیر کر رہا تھا۔ وہاں کے قاضی نے مجلس سماع منعقد کرائی تھی اور کرمان کے ائمہ و مشائخ جمع تھے۔ اس مجلس کا حال سن کر ایک خستہ حال مگر صاحب کمال درویش بھی بے بلائے مجلس میں پہنچ گیا۔ سماع شروع ہونے پر اس درویش کو جنبش ہوئی۔ رقص کرنا چاہا یہ امر قاضی کو برا معلوم ہوا۔ کیوں کہ وہ چاہتا تھا پہلے صدر یا کسی معروف بزرگ اہل شہر کو وجد ہو۔ اس نے زور سے چلا کر کہا اے بے ادب درویش بیٹھ جا درویش اسی جگہ بیٹھ گیا۔ مجلس میں اس کی بڑی سبکی ہوئی۔ تھوڑی دیر بعد قاضی کو وجد آیا۔ درویش نے زور سے کہا قاضی بیٹھ جاؤ۔ یہ کلام اس درویش کا ایسا با اثر تھا کہ قاضی خوف زدہ ہوکر بیٹھ گیا۔ القصہ بعد اختتام مجلس ہر شخص اپنی اپنی جائے قیام کو چلا گیا۔ وہ صاحب کمال درویش بھی چلا گیا۔ مگر قاضی بدستور اپنی جگہ بیٹھا رہا۔ ہر چند اٹھنا چاہا مگر اٹھ نہ سکا ہلنا دشوار تھا۔ سات سال تک اسی طرح بیٹھا رہا بعد سات سال وہ درویش

پھر وہاں پہنچا۔ قاضی کو دیکھا زار و قطار رو رہا تھا۔ اسی جگہ بیٹھا تھا اور عجیب صورت ہو گئی تھی۔ درویش نے پاس جاکر کہا قاضی اٹھئے مگر اس نے اغماض کیا اور نہ اٹھا۔ درویش نے دوسری اور تیسری بار پھر اسی طرح کہا مگر قاضی نہ اٹھا۔ بالآخر درویش نے کہا خیر یہیں بیٹھا رہ اور اسی حالت میں مرجا۔ یہ کہہ کر درویش چلا گیا۔ درویش کے جانے کے بعد قاضی نے اٹھنا چاہا مگر ہل نہ سکا اور اسی حالت میں فوت ہوا۔ بعض حضرات کہتے ہیں شیخ علی نے یہ حکایت درویش کی اپنے متعلق بیان کی تھی۔ شیخ علی مکی بڑے بزرگ اور بابرکت تھے۔ اکثر گڑگڑا کر دعا مانگتے تھے الٰہی مجھے ایسی جگہ موت آئے جہاں تیرے سوا میرا کوئی واقف حال نہ ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ وہ اپنے مکان بدایوں واپس جا رہے تھے۔ راستہ میں قصبہ نجلانہ پہنچ کر ان کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی اور سفر کرنے کے قابل نہ رہے۔ وہیں انتقال فرمایا اور وہیں دفن ہوئے

(فوائد الفواد)

حضرت قاضی سدا بیگواہ رحمۃ اللہ علیہ

قاضی سعد الدین نام تھا۔ بلاگواہان کشف باطنی سے مقدمات فیصل کرتے تھے اسی لئے قاضی سدا بیگواہ مشہور تھے۔ ماہر علوم صوری اور جامع علوم معنوی تھے۔ والد ماجد کا اسم گرامی قاضی رکن الدین تھا جن کو شمس الدین کا خطاب ملا تھا اور وہ بیٹے قاضی دانیال قطری کے تھے۔ نسلاً شیخ عثمانی تھے۔ مولوی محلہ میں آبائی مکان تھا۔ بدایوں میں پیدا ہوئے تھے۔ مدرسہ معزیہ میں تعلیم حاصل کی تھی۔ سلسلہ سہروردیہ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا بہاء الدین زکریا ملتانی کے مرید تھے۔ عالم متبحر، فاضل اجل اور عارف کامل تھے۔ ضمیر آپ کا تجلیات الٰہی

کا آئینہ دار تھا۔ بہت بڑے صاحب باطن بزرگ اور فقیہ بے مثال تھے۔ ۹ صفر سنہ ۶۷۷ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ اپنے دیوان خانہ میں دفن کئے گئے تھے۔ مزار شریف اندرون شہر مولوی محلہ میں گل چیں والی مسجد کے صحن میں پختہ واقع ہے۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء)

حضرت شیخ احمد بودلہ رحمتہ اللہ علیہ

شیخ احمد بودلہ کو احمد مجرد اور احمد چرم پوش بھی کہتے ہیں۔ اجمیر کے رہنے والے تھے۔ بطریق سیاحت پنجاب کی سمت چلے گئے تھے۔ وہاں سے بدایوں تشریف لائے تھے اور عقب جامع مسجد شمسی بود و باش اختیار کی تھی۔ مرد بزرگ صاحب ولایت تھے۔ حضرت شیخ صدرالدین عارف ملتانی سے خلافت حاصل کی تھی ابدال صفت عظیم المرتبت بزرگوں میں آپ کا شمار تھا۔ علوم رسمی و حقیقی کے ماہر صاحب ترک و تجرید تھے۔ نماز باجماعت ادا کرتے تھے۔ حافظ قرآن تھے اسی لئے مولانا حافظ بھی کہلاتے تھے۔ حضرت سلطان العارفین صاحب کی تجہیز و تکفین کے وقت موجود تھے۔ ہمعصر و مصاحب حضرت حاجی جمال ملتان صاحب کے تھے۔ ہفت احمد بدایوں میں داخل ہیں شاہ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں خواجہ احمد مجرد تھے۔ سماع کے وقت بیقرار ہو جاتے تھے۔ طریقہ ابدال کا رکھتے تھے۔ سید وجیہہ الدین مبارک کرمانی عرف سید محمد کرمانی لکھتے ہیں میں نے ان سے پوچھا آپ رہتے تو خوش ہیں۔ فرمایا میری خوشی یہ ہے کہ میں پانچو وقت نماز باجماعت پالیتا ہوں۔ سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی سے منقول ہے ایسے تین عالم میں نے دیکھے ہیں جو صاحب علم بھی تھے اور درویش صفت بھی۔ ان میں ایک مولانا شہاب الدین میرٹھی تھے

دوسرے مولانا حافظ احمد تھے اور تیسرے مولانا کیتھلی۔ اسی وقت یہ حکایت بھی بیان فرمائی مولانا حافظ احمد بڑے باخدا عالم اور حافظ کلام ربانی تھے۔ ایک مرتبہ میں بعد وصال حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ عازم اجودھن تھا۔ حدود سرسی میں مجھے مولانا احمد حافظ ملے اور فرمایا جب تم شیخ الاسلام صاحب کے روضہ پر پہنچو میری جانب سے دست بستہ عرض کرنا میں طالب دنیا نہیں ہوں اس کے طلب کرنے والے بہت ہیں اور عقبیٰ مجھے چاہئے نہیں۔ میں صرف اس قدر چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرا خاتمہ بخیر کرے اور نیک لوگوں کے زمرہ میں بروز حشر اٹھائے۔ ۲۷ رمضان ۶۸۳ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف اندرون شہر متصل گھنٹہ گھر تکیہ پیر بودلہ میں منجملہ دو ملحق مزارات جانب غرب ہے۔ جانب شرق حضرت پیر بودلہ مدفون ہیں۔ چراغدان واحد ہے۔ ان دونوں مزارات کے جانب شرق حضرت شاہ جی شہباز محمد غوث قادری کا مزار ہے۔ اخبار الاخیار میں آپ کا تذکرہ دو جگہ دو ناموں سے ہے ایک مولانا احمد حافظ کے نام سے دوسرا خواجہ احمد بدایونی کے نام سے۔

باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ اخبار الاخیار۔ سیر الاولیاء
فوائد الفواد۔ طبقات الاولیاء۔ مجمع الاخیار

حضرت شیخ شہاب الدین مہمہ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ شہاب الدین نام تھا۔ شہر مہمہ مملکت ایران کے رہنے والے جامع علوم صوری و معنوی تھے۔ والد ماجد کا اسم گرامی مولانا شیخ جمال الدین تھا۔ علوم درسیہ و رسمیہ کی تکمیل کے بعد معرفت و حقیقت کے منازل طے کرنے کی غرض سے ہندوستان تشریف لائے تھے اور دہلی میں قیام کیا تھا۔ ادباء اور شعراء سے ربط ضبط پیدا

کر لیا تھا۔ محافل شعر و سخن میں شرکت فرماتے تھے۔ کلام استادانہ ہوتا تھا ملک الشعراء کے خطاب سے سرفراز کئے گئے تھے۔ دہلی سے ناگور تشریف لے گئے تھے اور صوفی حمید الدین[1] ناگوری کی خدمت میں پہنچ کر شرف بیعت حاصل کیا تھا۔ علوم معنوی سے بہرہ مند ہو کر خرقہ خلافت پایا تھا۔ بحکم پیر و مرشد بدایوں آکر بود و باش اختیار کی تھی۔ متبحر علمی دیکھ کر مدرسہ معزیہ کی مدرسی سے نوازا گیا تھا۔ عالم فاضل اور خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ ذہن، ادراک اور حافظ خدا داد تھا۔ جس کو پڑھاتے تھے کامل بنا دیتے تھے۔ حافظ ضیاء الدین نخشبی نے آپ کی حیات اور وفات کے بعد مزار پر جا کر تحصیل علم کی تھی۔ آج بھی نجی طالب علم آپ کے مزار پر جا کر اپنا سبق یاد کرتے ہیں۔ حضرت امیر خسرو دہلوی آپ سے مشورۂ سخن کرتے تھے۔ ملا عبد القادر مورخ بدایونی آپ کی ہم وطنی کو باعث افتخار سمجھتے تھے۔ منتخب التواریخ میں آپ کی بہت تعریف لکھی ہے اور چند قصائد بھی درج کئے ہیں۔ ۱۷ جمادی الثانی ۶۸۶ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف حضرت پیر مکہ صاحب کی درگاہ سے جانب غرب بگوشہ جنوب ایک چبوترہ پر پختہ واقع ہے۔ لوح مزار پر سنہ وصال اور نام تحریر ہے۔ صاحب فیض ہیں۔ آپ کے پائیں حضرت **حافظ ضیاء الدین نخشبی** کا مزار ہے۔

باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء
اخبار ذوالقرنین مطبوعہ اپریل ۱۹۵۶ء۔ مجمع الانوار۔ تاریخ الشعراء

---

[1] صوفی حمید الدین ناگوری حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے خلیفہ تھے۔ ۲۹ ربیع الاول ۶۷۳ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار بمقام ناگور صلاقہ مالوہ ہے۔

حضرت حاجی جمال ملتاں رحمۃ اللہ علیہ

حاجی جمال ملتان صاحب عرفان اور مشاہیر فضلائے ملتان میں تھے

نام

× قاضی حسام الدین نام تھا اور حاجی جمال[1] ملتان لقب۔ استاد پیر اور کلہ پیر مشہور ہیں۔

ابتدائی حالات

آبائی وطن ملتان تھا۔ وہیں پیدا ہوئے تھے۔ قاضی زادگان کی نسل سے تھے۔ ملتان کے نامور علماء سے علوم دینی اور دنیوی کی تحصیل کی تھی۔ بعد تحصیل علم ملتان کے قاضی مقرر ہو گئے تھے۔ مگر چند یوم بعد ہی ملازمت چھوڑ کر یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے تھے درس تدریس کا سلسلہ جاری کر دیا تھا۔

بدایوں میں تشریف آوری

سنہ ۶۰۴ ہجری میں سید اعز الدین احمد کرمانی کے ہمراہ بدایوں تشریف لائے تھے اور سوکھ محلہ میں سکونت اختیار کی تھی۔

---

[1] فوائد الفواد کی انسٹھویں مجلس میں (روز دوشنبہ تاریخ ۱۸ محرم سنہ ۷۱۹ ہجری) خواجہ جمال ملتانی کا تذکرہ ہے قاضی جمال ملتانی بھی آگے چل کر آپ ہی کو لکھا ہے۔ مگر بعض حضرات کہتے ہیں حاجی جمال ملتان اور قاضی حسام الدین واحد بزرگ نہیں۔ قاضی حسام الدین ملتانی جو حضرت سلطان العارفین صاحب کے استاد تھے کسی اور مقام پر دفن ہیں۔ ان کا یہ بھی اعتراض ہے جو شخص حضرت سلطان العارفین صاحب کا استاد ہو وہ شیخ صدر الدین عارف کا مرید کس طرح ہو سکتا ہے۔ مولف نے تحقیق کیا ہے۔ اگر کچھ نہیں تو پڑتا میف بیکار ہے۔

بیعت وخلافت

عمر کے آخر حصہ میں ملتان جاکر حضرت شیخ صدرالدین عارف ملتانی کے مرید ہوکر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔

سیرت و شخصیت

منجملہ ارباب تفرید تھے۔ رفیع القدر عالموں اور عظیم المرتبت بزرگوں میں آپ کا شمار تھا۔ طویل عمر پائی۔ طے الارض کے عامل تھے۔ نماز جمعہ مکہ معظمہ جاکر حریم شریف میں ادا کرتے تھے۔ ولایت کا اعلیٰ مقام فردانیت حاصل تھا۔ مستمندوں کی حاجت روائی بعد ممات بھی فرماتے ہیں۔ آستانہ آپ کا مرجع خلائق ہے۔ جو بچہ بولتا نہ ہو اگر اس کو آپ کے مزار کے پائیں گڑھے میں کی مٹی چٹائی جائے تو بولنے لگتا ہے۔ دُور دُور سے آکر لوگ اس مٹی کو تبرکاً لے جاتے ہیں اور اپنے گونگے بچوں کو کھلاتے ہیں۔ بحکم خدا وہ بولنے لگتے ہیں۔

تاریخ فرشتہ میں

علامہ محمد قاسم استرآبادی لکھتے ہیں ایک روز مولانا حسام الدین ملتانی اپنے پیر طریقت کے ہمراہ شیخ الاسلام حضرت مولانا بہاء الدین زکریا ملتانی کے روضہ پر تشریف لے گئے۔ فاتحہ اور زیارت مزار سے فارغ ہوکر روضہ سے نکلتے وقت آپ کے دل میں خیال آیا کاش میری قبر کے لئے حضرت شیخ الاسلام کے پائیں جگہ مل جاتی تاکہ عذاب دوزخ سے نجات مل جاتی مولانا صدرالدین عارف نے اپنے نور باطنی سے معلوم کرکے قاضی صاحب کو مخاطب کرکے فرمایا مولانا حسام الدین تمہاری قبر کے لئے جوار شیخ الاسلام میں جگہ دینے میں مجھے کوئی تامل نہیں ہے مگر حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہاری قبر کے لئے خطۂ بدایوں میں بشارت دی ہے۔ تمہاری آرام گاہ یقیناً وہیں بنے گی۔

فوائد الفواد میں

سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی صاحب سے منقول ہے ایک رات قاضی جمال ملتانی نے خواب میں دیکھا حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم بدایوں کے اطراف میں وضو فرما رہے ہیں۔ خواب سے بیدار ہو کر آپ نے نماز فجر ادا کی۔ اس کے بعد اپنے شاگردوں کو لے کر وہ جگہ تلاش کی جہاں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہوئے تھے۔ جب وہاں پہونچے تو دیکھا وہ جگہ پانی سے تر ہے۔ آپ نے حاضرین سے کہا میری قبر کی جگہ ہے۔ چنانچہ بعد وصال وہیں دفن کئے گئے تھے۔

سلک السلوک میں

حافظ ضیاء الدین نخشبی لکھتے ہیں حضرت شاہ ولایت صاحب کے وصال کے بعد میں نے کچھ لوگوں کی موجودگی میں حضرت شاہ ولایت صاحب کے مزار سے حضرت قاضی صاحب کے مزار کا فاصلہ پیمائش کیا تو اسی قدر پایا جتنا فاصلہ حضرت شیخ شاہی کے مزار سے حضرت قاضی صاحب کے مزار تک ہے۔

تذکرۃ الواصلین میں

خان بہادر مولوی رضی الدین بسمل بدایونی لکھتے ہیں حضرت حاجی جمال الدین صاحب نے بشارت دی ہے جو شخص آپ کی قبر کے پاس سے ہو کر گذرے گا انشاء اللہ تعالیٰ ببرکت نزول اجلاس حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اس پر آتش دوزخ حرام ہوگی

روضۂ صفاء میں

شیخ اکرام اللہ محشر نے لڑکے کی حکایت آپ کی طرف منسوب کی ہے جس کو ہم نے پیر مکہ صاحب کے حال میں درج کیا ہے۔

وصال

۱۱ رمضان المبارک ۶۸۷ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔

قطعہ تاریخ وفات

رفت از دنیا بفردوسِ بریں — چوں حسام الدین شہ والازماں
رحلتش بدر تمام آمد دیگر — نیّر اکبر حسام الدیں بخواں

۶۸۷ھ — ۶۸۷ھ

مزار شریف

بیرون شہر جانب غرب ایک بلند و پختہ چبوترہ پر خوشنما اور رنگین روضہ کے اندر پختہ واقع ہے۔ جانب غرب ملحق مزار مسجد ہے۔

باقیات الصالحات میں

مولوی عبدالوالی چشتی لکھتے ہیں آپ کے مزار کے چاروں طرف حریم بنی ہوئی تھی۔ سرہانے ایک چھوٹا دروازہ تھا جس کو بہشتی کھڑکی کہتے تھے عرس کے دن دور و نزدیک سے آئے ہوئے زائرین اس دروازہ میں ہو کر نکلنا باعث نجات عذاب دوزخ سمجھتے تھے۔

باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ عظمت الاولیاء۔ طبقات الاولیاء تاریخ بہمنی۔ تذکرۃ الفضلاء

حضرت خواجہ عزیز کوتوال رحمتہ اللہ علیہ

خواجہ عزیز کوتوال سالک مجذوب سطوت، صاحب جود و نوال تھے۔ عزیز نام تھا۔ پیر و مرشد نے کوتوال کا خطاب عطاء کیا تھا۔ اس لئے خواجہ عزیز کوتوال مشہور تھے۔ والد ماجد کا اسم گرامی رشید بخشی تھا۔ بخشی بمملکت ایران

میں پیدا ہوئے تھے۔ وہیں تعلیم و تربیت پائی تھی بطریق سیاحت ہندستان تشریف لائے تھے اور دہلی میں قیام کیا تھا۔ خواجہ ضیاء الدین کے مرید ہوئے تھے۔ انھیں کے حکم سے بدایوں آکر بود و باش اختیار کی تھی۔ مجذوب صفت صاحب ایقاں بزرگ تھے۔ اکثر جذبہ کی حالت رہتی تھی۔ کبھی کبھی سلوک میں ہو جاتے تھے۔ اشاعت اسلام کے لئے تلوار تک میان سے باہر نکال لیتے تھے۔ حضرت سلطان المشائخ سے منقول ہے بدایوں میں عزیز نامی کوتوال شہر حضرت خواجہ ضیاء الدین کے مرید تھے آدمی صالح تھے اور درویشوں سے نیک عقیدت رکھتے تھے۔ کبھی کبھی دعوت بھی کرتے تھے اور صوفیوں کے مکان پر جاتے تھے اور دیر تک ان سے گفتگو کرتے تھے۔ افسوس کہ جوانی کے عالم میں بجوار بدایوں شہید ہوئے ایک روز میں لکھورہ باغ انبہ کی طرف گیا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں عزیز کوتوال شہر مع چند دوستوں کے دسترخوان بچھائے ہوئے اور اس پر لذیز کھانے رکھے ہوئے بیٹھے ہیں۔ مجھے دیکھتے ہی پکارنے لگے یہاں آیئے۔ میں ڈرا کہیں نقصان نہ پہنچائیں اور ڈرتے ڈرتے ان کے پاس گیا۔ مگر انھوں نے میری بہت تعظیم کی اور ساتھ کھانا کھلایا اور دیر تک باتیں کرتے رہے ۸ ربیع الاول ۶۸۸ھ ہجری کو بمقام اوجھیانی شہید ہوئے تھے۔ بدایوں لاکر دفن کئے گئے تھے۔ مزار شریف حضرت پیر مکہ صاحب کی درگاہ کے جانب شرق پختہ واقع ہے۔

باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ فوائد الفواد

مرآۃ الجنان

حضرت خواجہ حسن افغان طوسی رحمۃ اللہ علیہ

حسن نام تھا۔ طوس کے باشندہ تھے اس لئے خواجہ حسن افغان طوسی مشہور تھے بطریق سیاحت ہندوستان تشریف لائے تھے اور ملتان میں اقامت گزیں ہوئے تھے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ بحکم پیر و مرشد بدایوں آکر پہلے پہل اندرون قلعہ مقیم ہوئے تھے بعدہٗ قلعہ سے باہر چند دکھرتال کے شمالی کنارہ پر خانقاہ تعمیر کرا کے متمکن ہوئے تھے۔ رات دن عبادت میں مشغول رہتے تھے زہد و عبادت، ذوق و شوق اور عشق و محبت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ عاشق زندہ دل تھے، مجاہدہ نفس اور تزکیہ باطن نیز ریاضت اور شغل خلوت میں بے مثال تھے۔ مجاہدات کرتے کرتے درجہ کمال حاصل کر لیا تھا۔ بڑے مرتبہ کے بزرگ تھے۔ حضرت مولانا بہاء الدین زکریا ملتانی نے آپ کے بارے میں فرمایا ہے کل بروز حشر جب باری تعالیٰ مجھ سے پوچھے گا زکریا تو ہماری جناب میں کیا تحفہ لایا ہے تو میں حسن افغانی کو پیش کروں گا۔ مشاہیر اولیاء میں ہیں اور حضرت شاہ ولایت صاحب کے دربار کے بخشی ہیں۔ آستانہ آپ کا منبع فیض ہے۔ جب آپ بدایوں آرہے تھے تو آپ کا گزر ایک ایسے موضع میں ہوا جہاں مسجد تعمیر ہو رہی تھی اور لوگ سمت قبلہ کے بارے میں اختلاف رکھتے تھے۔ آپ نے صحیح سمت قبلہ بتائی مگر انھوں نے تسلیم نہیں کیا۔ بالآخر آپ نے ان سب لوگوں کو قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا کیا تھا اور فرمایا تھا ذرا غور سے دیکھو اسی طرف قبلہ ہے یا نہیں۔ جب ان لوگوں نے اس طرف نظر کی تھی تو اپنی آنکھوں سے بیت اللہ دیکھا تھا اور شرمندہ ہو کر قدموں پر

گر کر عفو تقصیر چاہی تھی۔ بدایوں آکر جب آپ قلعہ کے اندر داخل ہوئے تھے عصر کی نماز کا وقت ہو گیا تھا۔ ایک مسجد میں امام مصلہ پر کھڑا تھا اور موذن تکبیر کہہ رہا تھا آپ بھی شریک جماعت ہو گئے۔ جب نماز ختم ہو گئی اور سب نمازی چلے گئے تو آپ نے امام کے پاس جاکر کہا اے خواجہ تم جو نماز پڑھنے لگے تھے میں نیت باندھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ مگر تم نیت باندھ کر یہاں سے دہلی پہنچے اور غلام خریدے۔ وہاں سے خراسان پہنچ کر ان کو فروخت کیا۔ پھر ملتان ہوتے ہوئے بدایوں واپس آئے۔ میں بے چارہ تمہارے پیچھے پیچھے گھسٹتا پھرا آخر یہ کیا نماز ہوئی۔ یہ سن کر امام بہت نادم ہوئے تھے اور اپنے خیال فاسد سے توبہ کی تھی۔ سب لوگوں کو اکٹھا کر کے دوبارہ نماز ادا کی تھی۔ اور بصد احترام آپ کو اپنے مکان پر لے جاکر رکھا تھا۔ حضرت سلطان المشائخ صاحب سے یہ بھی منقول ہے خواجہ حسن صاحب ولایت اور صاحب ذوق وشوق تھے۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں خواجہ حسن افغان طوسی بظاہر اُمّی تھے لیکن علوم باطنی اس حد کو پہنچ گئے تھے گویا لوح محفوظ کی تمام تحریریں آپ کے سینہ میں محفوظ تھیں۔ لوگ علیحدہ علیحدہ کاغذ پر لکھ کر آیات قرآنی، احادیث نبوی اور اقوال ائمہ امتحاناً آپ کے پاس لے جاتے تھے اور پوچھتے تھے بتائیے یہ تحریر کیا ہے آپ ہر سطر پر انگلی رکھ کر سب سے پہلے آیت قرآنی بعدہٗ حدیث نبوی اس کے بعد اقوال ائمہ بتا دیتے تھے اور کہتے تھے کلام ربانی کا نور عرش اعظم تک حدیث نبوی کی تجلی ساتویں آسمان تک اور اقوال ائمہ کی تابش آسمان تک محیط نظر آتی ہے۔ ۱۵ رجب ۶۸۹ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ اپنی خانقاہ کے صحن میں دفن کئے گئے تھے۔ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے خواجہ حسن افغان کا مزار ملتان میں

ہے. مگر بدایوں والے سات سو سال سے یہ بات کہتے چلے آرہے ہیں خواجہ حسن طوسی صاحب کا مزار چندوکھر تال کے شمالی کنارہ پر بلند چبوترہ پر پختہ واقع ہے حجرہ، حریم اور مسجد کی ٹٹی بنی ہے.

{باقیات الصالحات تاریخ اولیائے بدایوں عظمت الاولیاء
مراۃ الجنان اخبار الاخیار فوائد الفواد خزائن البرکات}

حضرت شاہ ولایت خواجہ بدرالدین شیخ ابوبکر موئے تاب رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابوبکر موئے تاب مشائخ اجلہ، مشاہیر صوفیاء اور اکابر اولیاء میں ہیں بدایوں کے شاہ ولایت ہیں اور دربار قدس میں شان رفیع اور مرتبہ عظیم رکھتے ہیں

نام، لقب اور خطاب

ابوبکر نام تھا. بدرالدین خطاب باری تعالیٰ کی جانب سے ملا تھا قطب الارشاد تھے. ولایت شمسی تھی. تمام عالم پر چمکتے تھے اس لئے بارگاہ رسالت مآب سے موئے تاب کا خطاب عطا ہوا تھا. قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ نے بدایوں کا منصب ولایت تفویض فرمایا تھا اور شاہ ولایت بدایوں کہہ کر خطاب کیا تھا. دیوگیر اور منیف بھی کہلاتے تھے آج چھوٹے سرکار اور شاہ ولایت صاحب مشہور ہیں. بعض کتابوں میں بدرالدین نام ابوبکر لقب تحریر ہے. یہ بھی لکھا ہے آپ بالوں کی رسیاں بٹتے تھے اس لئے موئے تاب کہلاتے تھے.

نسب وحسب

والد ماجد کا اسم گرامی سید اعزالدین احمد یمنی تھا. حسینی سید اور یمن کے شاہی خاندان سے تھے. سلسلہ نسب پندرہ واسطوں سے سید الشہداء حضرت امام حسین سے ملتا ہے جیسا حضرت شیخ شاہی کے حال میں درج ہے.

بھائی بہن

آپ تین بھائی مشہور رہیں۔ سب سے بڑے حضرت سلطان العارفین خواجہ حسن شیخ شاہی تھے ان سے چھوٹے خواجہ عثمان تھے اور سب سے چھوٹے آپ تھے اگرچہ ایک بھائی کا نام اور ملتا ہے مگر مزار کا صحیح پتہ نہیں چلتا۔ ایک بہن بھی جن کا نام بی بی زینب تھا۔ آج بڑی بی مشہور ہیں۔

اولاد

آپ نے شادی نہیں کی تھی اس لئے کوئی اولاد نہیں تھی البتہ مولانا فخر الدین کو مثل اولاد پالا تھا۔ ان کو بیٹا کہہ کر پکارتے تھے۔ مجاہدات کرا کے کامل بنا دیا تھا خلافت سے سرفراز فرمایا تھا اور وقت رحلت وصیت فرمائی تھی تم میری قبر کی حفاظت کرنا اور دعا دی تھی تمہارا خدا حافظ ہے۔ تم فارغ البال رہو گے۔ کسی کے آگے تم کو ہاتھ پھیلانے کی حاجت نہ ہوگی۔ انھیں مولانا فخر الدین کی اولاد میں خدام درگاہ ہیں جن کو پیرزادگان کہتے ہیں۔ وہ اپنے جدامجد کے فرمان پر آج بھی قائم ہیں اور قبر شریف کی حفاظت کرتے ہیں۔

تعلیم و تربیت

والدین کے سایۂ عاطفت میں نشو و نما پائی تھی۔ قاضی حسام الدین ملتانی سے تعلیم حاصل کی تھی۔ شفیق بھائی کے تربیت یافتہ تھے۔

بیعت و خلافت

سلطان العارفین حضرت شیخ شاہی کے مرید ہو کر خلافت حاصل کی تھی

بدایوں میں تشریف آوری

۶۰۴ھ ہجری میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ بدایوں تشریف لائے تھے اور متصل جامع مسجد

شمسی سکونت اختیار کی تھی۔

دہلی کو روانگی

بحکم پیر و مرشد دہلی تشریف لے گئے تھے اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ سے اکتساب فیض کیا تھا۔ قطب صاحب کے خلفاء کی فہرست میں آپ کا نام نامی درج ہے۔

دہلی سے واپسی

دہلی سے واپس آکر آپ عزلت نشین ہو گئے تھے۔ رات دن عبادتِ الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ وقت مقرر پر حجرے سے برآمد ہوئے تھے اور پھر خلوت گزیں ہو جاتے تھے۔

سیرت و شخصیت

صاحب عظمت و ولایت، جامع علوم ظاہری و باطنی، پُر جلال، صاحبِ وجد و حال، ترک و تجرید میں یگانہ زہد و ورع میں مشہور زمانہ، متقی و ابرار، واقفِ رموز پروردگار، عبادت و مجاہدات میں بے نظیر، عشق الٰہی کے اسیر تھے۔ مقامات بلند اور کرامات ارجمند رکھتے تھے۔ اولیائے کبار سے ہیں۔ اٹھاون سال مسند سجادگی پر متمکن رہ کر رشد و ہدایت جاری کیں۔ مقام محبوبیت پایا تھا۔ کبھی کسی سے نذر قبول نہیں کی۔ معمولی غذا کھاتے تھے۔ تنہائی میں مشغولیت زیادہ پسند تھی چلہ کشی میں اکثر مشغول رہتے تھے۔ کئی کئی روز تک کھانے پینے کی پروا نہ کرتے تھے۔ بعد الفراغ ورود و وظائف اکثر چہل قدمی کو نکل جاتے تھے۔ حضرت میرانجی صاحب کی زیارت کو جاتے وقت دوربی سے برہنہ پا ہو جاتے تھے۔ سماع کے وقت بے قرار ہو جاتے تھے۔ ہیبت و جلال کا یہ عالم تھا کہ عظیم المرتبت مشائخ سامنے آکر سر نیچا کئے بیٹھے رہتے تھے۔ جب تک آپ خود کسی سے مخاطب نہ ہوتے کوئی شخص لب کشائی کی جرأت

نہ کرتا۔ مسند سجادگی کو رونق بخشنے کے بعد عزلت نشینی ترک کر دی تھی۔ خدمت خلق میں مصروف ہو گئے تھے۔ ہر وقت حاجتمندوں کا ہجوم رہتا تھا۔ جس طرح حیات ظاہری میں فیض رسانِ خلائق تھے اسی طرح بعد ممات بھی الطاف و کرم سے نوازتے ہیں۔ بظاہر آپ مدفون ہیں مگر دست حمایت جناب کا دستگری خلق میں آسمان سے زیادہ بلند ہیں۔ مزار اقدس فیض روحانی کا سرچشمہ ہے۔ حصول فیض کے لئے مشائخ آتے ہیں۔

مقولہ

آپ کا مقولہ تھا جو شخص خداوند تعالیٰ پر بھروسہ کر کے بیٹھ رہتا ہے خداوند کریم غیب سے اس کو کھانا کھلاتا ہے۔

غار حرا میں

مولانا فخر الدین سے منقول ہے ایک بار حسب معمول بالاخانہ پر استراحت فرما رہے تھے۔ مجھے حکم دیا پانی کا کوزہ، پنکھا اور میری نعلین چوبی اوپر رکھ کر تم سو جاؤ، پنکھا اور کھڑاؤں تو میں رکھ آیا۔ مگر پانی کا کوزہ رکھنا بھول گیا۔ سوتے سوتے جب آنکھ کھلی تو خیال آیا۔ اسی وقت اٹھا اور پانی کا کوزہ لے کر اوپر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں حضرت کا پلنگ خالی پڑا ہے۔ اِدھر اُدھر دیکھا مگر کہیں نہ پایا۔ تشویش بڑھتی گئی اور دل کی حالت ناگفتہ بہ ہوتی گئی کیونکہ ایسا واقعہ کبھی ہوا نہیں تھا۔ حواس باختہ تھے۔ پریشانی کے عالم میں کوزہ ہاتھ میں لئے ہوئے نیچے آیا اور زینے سے اترنے بھی نہ پایا تھا کہ حضرت نے آواز دی فخر الدین پانی کا کوزہ دے جاؤ۔ آواز سن کر میری جان میں جان آئی۔ جلدی جلدی چڑھ کر اوپر پہنچا اور پانی کا کوزہ پیش کیا مجھے پریشان دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا گھبراؤ نہیں میں صحیح سلامت ہوں۔ مکہ شریف کے غار حرا میں عبادت کرنے گیا تھا۔ آج کی رات وہاں عبادت کرنے کا بہت ثواب ہے مگر بتائے دیتا ہوں میری حیات میں یہ راز کسی پر ظاہر نہ کرنا۔

غیبی صدا

ایک مرتبہ آپ جامع مسجد شمسی میں معتکف تھے۔ تین دن سے کچھ نہیں کھایا تھا۔ چوتھے روز باہر نکلنا چاہتے تھے ہاتف غیبی نے صدا دی۔ بدرالدین حیف صد حیف تو ایک روٹی کے ٹکڑے کے لئے ہماری صحبت سے علیحدہ ہونا چاہتا ہے۔ یہ سن کر آپ نے قدم اندر کھینچ لیا تھا اور پھر یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے تھے۔ فوراً ہی ایک نورانی شکل کے بزرگ خوان لے کر آئے تھے اور آپ کے سامنے پیش کیا تھا۔ آپ نے شکم سیر ہو کر کھایا تھا اور خدا کا شکر ادا کیا تھا۔ اسی دن سے آپ بدرالدین مشہور ہو گئے تھے نورانی شکل کے بزرگ غالباً حضرت خضر علیہ السلام تھے

شب قدر کی زیارت

ایک بار آپ رمضان المبارک کی ستائیسویں شب کو اپنے مکان کے بالاخانہ پر شب قدر دیکھنے کی غرض سے نماز نوافل میں مشغول تھے۔ نیچے دالان میں آپ کی والدہ درود شریف پڑھ رہی تھیں اچانک شب قدر نمودار ہوئی آپ کی والدہ نے نیچے سے پکار کر کہا ابوبکر جس کے دیکھنے کے شوق میں تم کوٹھے پر گئے ہو آؤ دیکھو وہ میرے دالان میں ہے۔ یہ سنتے ہی آپ فوراً نیچے آئے تھے اور شب قدر کی زیارت سے مشرف ہو کر والدہ کے قدم چومے تھے۔

بدایوں کی ولایت

حضرت شیخ شاہی نے اپنے وصال سے چند یوم قبل حضرت خواجہ عثمان اور حضرت خواجہ بدرالدین کو وصیت کی تھی میری وفات کے بعد تم دونوں بھائی قطب صاحب کی خدمت میں جانا اور وہ جو حکم دیں اس پر عمل کرنا۔ چنانچہ حسب وصیت دونوں بھائی دہلی گئے تھے۔ قطب صاحب نے دور سے دیکھتے ہی فرمایا تھا۔ "بیا بدرالدین

صاحب ولایت بداؤں" یعنی آؤ بدرالدین صاحب ولایت بدایوں اور خواجہ عثمان سے کہا تھا تم اپنے بھائی کے کہنے پر عمل کرو۔ تمہیں ان کے پہلو میں جگہ ملے گی اسی دن سے آپ منصب ولایت پر متمکن ہو کر خدمت خلق میں مصروف ہو گئے تھے۔

شیخ جہانگیر سیاح اور شیخ ابوبکر دیوگیر

شیخ جہانگیر[1] سیاح قوم کے افغان ایک مرد باعظمت و نعمت تھے۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فیض روحانی حاصل کیا تھا۔ حرمین شریفین کی زیارت کے بعد بطریق سیاحت ہندوستان تشریف لائے تھے اور بدایوں آکر خانقاہ شیخ شاہی میں وارد ہوئے تھے۔ آپ کے اوراد و اشغال کا شہرہ سن کر ملاقات کے خواہاں ہوئے تھے حضرت شیخ شاہی کے منع کرنے کے باوجود حجرہ کے دروازہ پر جاکر خادم سے کہا جاؤ شیخ ابوبکر کو ہمارا نام بتاؤ۔ خادم نے کہا یہ وقت ملاقات کا نہیں ہے۔ تھوڑی دیر تشریف رکھئے۔ عصر کی نماز کے لئے حضرت حجرہ سے باہر تشریف لائیں گے تب آپ ملاقات کرلیں۔ یہ سن کر شیخ جہانگیر بہت منقبض ہوئے اور بولے اچھا عصر کے وقت تک ہی ٹھہرا ہوں ان سے مل ہی جاؤں گا۔ شاید وہ جانتے نہیں مصافحہ کرنے سے میں اہل کرامت کی کرامت سلب کرلیتا ہوں۔ اسی اثناء میں عصر کی اذان ہوئی اور حضرت حجرہ سے برآمد ہوئے۔ شیخ جہانگیر نے دیکھتے ہی سلام کیا آگے بڑھ کر مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے تاکہ جو کچھ آپ کے پاس ہے سلب کریں۔ آپ نے نورباطنی سے معلوم کرکے سلام کا جواب دیا اور بڑے جلال سے شیخ جہانگیر کے دونوں ہاتھوں کا مصافحہ

---

[1] شیخ جہانگیر سیاح کی وفات ۲ رمضان ۶۲۷ھ ہجری کو ہوئی تھی قبر ان کی حضرت سلطان العارفین صاحب کی چبوترہ پر پختہ واقع ہے۔

کر کے اس زور سے معانقہ کیا کہ ان کی جان نکل گئی۔ ہاتھوں کی گرفت ڈھیلی کرتے ہوئے فرمایا کیا جانتے نہ تھے اگر تم جہانگیر ہو تو میں جاں گیر ہوں مجھ سے بھڑنے چلے تھے۔ میں گفتار الاولیاء ہوں۔ سرکش درویشوں کی ہستی بگاڑ دیتا ہوں۔ حضرت شیخ شاہی نے ان کی تجہیز و تکفین کرا کے نماز جنازہ پڑھائی تھی۔

حاجی قطب الدین کرامت کش اور خواجہ بدرالدین مہوتابؒ

شیخ قطب الدین منور چشتی نبیرہ حضرت مولانا شیخ جمال الدین ہانسوی کے علاوہ ایک صاحب حاجی قطب الدینؒ کرامت کش جامع کمالات صوری و معنوی تحریر و تقریر میں یکتائے زمانہ، صاحب تقویٰ و طہارت بزرگ تھے۔ حج بیت اللہ کے بعد بطریق سیاحت بدایوں تشریف لائے تھے۔ آپ کی کرامات کا بہت شہرہ تھا جس ولی اللہ سے معانقہ کرتے تھے اس کی کرامت سلب کر لیتے تھے۔ اس شان و شوکت سے حضرت شاہ ولایت صاحب کی درگاہ میں حاضر ہوئے تھے۔ مزار پر فاتحہ پڑھ رہے تھے کہ حجرہ کے اندر سے آواز آئی۔ حاجی قطب الدین تم نے بہت کشف و کرامات یہاں کے لوگوں کو دکھائے۔ اب درگاہ سے باہر نکلتے ہی تمہاری یہ قوت نہیں رہے گی۔ اس آواز کو سنتے ہی حاجی صاحب کورے رہ گئے تھے۔ اپنی ہی کرامت سلب کرا بیٹھے تھے۔ ہر طرح عرض و معروض کی مگر کچھ سنوائی نہ ہوئی۔ مدت دراز مزار پر پڑے رہے۔ آخر میں اتنا ضرور ہو گیا تھا جب تک درگاہ کے اندر رہتے تھے ذوق و شوق آنے لگتا تھا جب باہر نکلتے تھے وہ حالت جاتی رہتی تھی اسی طرح زندگی کے دن پورے کر کے وفات پائی۔

ؒ حاجی قطب الدین کرامت کش کی وفات ۱۱ جمادی الاول ۷۶۰ ہجری کو ہوئی تھی۔ مزار شریف مقبرہ سرخیلاں کے جانب شرق اونچائی پر پختہ ہے۔

حضرت سید بدیع الدین شاہ مدار اور حضرت سید بدر الدین شاہ ولایت

حضرت مدار صاحب کا نام نامی ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں مشہور ہے۔ بچہ بچہ آپ کے کمالات سے واقف ہے زور کرامات میں شہرۂ آفاق، صاحب عظمت و جلال اور صاحب ماہی مراتب تھے۔ موکلوں کے ذریعہ تخت پر بیٹھ کر سیر فرماتے تھے بطریق سیاحت بدایوں تشریف لائے تھے اور بیرون قلعہ قیام کیا تھا۔ آپ کو یہ جگہ بہت پسند آئی تھی۔ یہیں بود و باش رکھنا چاہتے تھے جس کی اجازت کے لئے شاہ ولایت صاحب کے آستانہ پر تشریف لائے تھے مگر آپ کا جلال دیکھ کر درگاہ کے اندر قدم نہیں رکھا تھا۔ دروازہ کے باہر عیدگاہ شمسی کے عقب گوشہ میں بیٹھ کر مراقبہ کیا تھا اور اپنی خواہش حضرت شاہ ولایت صاحب پر ظاہر کی تھی۔ حکم ملا تھا بدیع الدین تمہاری آرام گاہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکن پور تجویز فرمائی ہے تم کو وہیں جانا چاہیئے۔ حضرت مدار صاحب نے اسی وقت مراقبہ سے سر اٹھا کر مکن پور کی راہ لی تھی۔

فوائد الفواد میں

سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی سے منقول ہے بدایوں میں دو بھائی تھے ایک شیخ شاہی روشن ضمیر دوسرے شیخ ابوبکر موئے تاب۔ شیخ ابوبکر موئے تاب کو میں نے دیکھا تھا۔ شیخ شاہی کو نہیں دیکھا تھا۔ شیخ ابوبکر موئے تاب صاحب حال تھے اور قطب صاحب کی خدمت میں بہت رہتے تھے۔

خیر المجالس میں

حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی سے منقول ہے شیخ ابوبکر موئے تاب صاحب ولایت تھے۔ قطب صاحب کے یہاں سماع اکثر سنتے تھے۔

اخبار الاخیار میں

شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے شیخ ابوبکر موئے تاب کا حال علٰحدہ لکھا ہے اور خواجہ بدرالدین صاحب ولایت کا علاحدہ تذکرہ کیا ہے۔ حالاں کہ حضرت شیخ ابوبکر موئے تاب اور خواجہ بدرالدین صاحب ولایت واحد بزرگ ہیں۔ اس طرح کی اکثر غلطیاں تاریخ فرشتہ، آئین اکبری اور سفرنامہ ابن بطوطہ میں پائی جاتی ہیں

مصباح[1] السالکین فی اذکار سلطان التارکین میں

حضرت صوفی حمید الدین ناگوری سے منقول ہے شیخ بدرالدین صاحب ولایت بدایوں کی تجہیز و تکفین کے وقت خواجہ وحید چشتی، مولانا ضیاء الدین نخشبی شیخ فخرالدین اور ان کے دونوں فرزند شیخ شہاب الدین شیخ نصیرالدین۔ شیخ حمید الدین گنوری اور ان کے فرزند مولانا صدرالدین قاضی شہر اور ملک مغلتی ناظم بدایوں موجود تھے۔ ان کے علاوہ بے شمار اشخاص کا ہجوم تھا۔ نہ معلوم کہاں کہاں کے مشائخ، قلندر اور مجاذیب آگئے تھے۔ کوئی اندازہ ہی نہیں لگایا جاسکا کتنے آدمی تھے

سلطان فیروز تغلق اور حضرت شاہ ولایت صاحب

سلطان فیروز تغلق آپ سے عقیدت رکھتا تھا۔ ۷۷۲ھ ہجری میں جب وہ بدایوں آیا تھا تو آپ کے آستانہ پر حاضر ہوا تھا۔ تین مواضعات کی آراضی مصارف درگاہ کے لئے وقف کرکے اس کا قبالہ مولانا فخرالدین کی اولاد کو عطا کر گیا تھا۔ اس

---

[1] مصباح السالکین مرتبہ شیخ فریدالدین چاک پراں چشتی دہلوی

سے پیشتر تین مواضعات کی آراضی خلجی سلاطین نے وقف کی تھی

ناصرالدین محمد شاہ اور حضرت شاہ ولایت صاحب

۷۹۲ھ ہجری میں ناصرالدین محمد شاہ بدایوں آیا تھا اور دوبارہ دہلی کا سلطان ہونے کی منّت آپ کے آستانہ پر مانی تھی۔ بحکم خدا تین ماہ کے اندر وہ دوبارہ دہلی کا سلطان ہوگیا تھا۔ اسی سال اس نے درگاہ ازسرنو تعمیر کرائی تھی۔ جس کا کتبہ دروازہ کے گنبد میں نصب ہے۔

اکبر بادشاہ اور حضرت شاہ ولایت صاحب

شہنشاہ اکبر بھی آپ سے عقیدت رکھتا تھا۔ اس کی رانی اولاد کی تمنا میں ایک بار آپکے آستانہ میں حاضر ہوئی تھی۔ یہاں سے بشارت پاکر حضرت شیخ سلیم چشتی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچی تھی۔ شہنشاہ اکبر نے درگاہ کی درستی اور حدیقہ شمسی کی مرمت کرائی تھی، جس کا کتبہ درگاہ کے اندر نصیب ہے۔

قرب وصال

رمضان کی بیس تاریخ سے آپ کی طبیعت ناساز ہوئی تھی۔ بعد نماز فجر مولانا فخرالدین کو بلاکر فرمایا تھا اس مرتبہ ہمیں اعتکاف کرنا جامع مسجد میں نصیب نہ ہوگا جس قدر غلہ انبار خانہ میں ہے سب کا آٹا پسوالو۔ تمہارے یہاں فقراء اور قلندر آنے والے ہیں ان کی خوب خاطر تواضع کرنا۔ اس کے بعد جامہ دانی منگاکر تمام خرقے حاضرین فقراء کو تقسیم کردیئے تھے۔ اکیس تاریخ کو مولانا فخرالدین کو چند وصایا بھی کئے تھے مخدوم الملک شیخ حمیدالدین اور ان کے فرزند قاضی صدرالدین وقت باقی۔ ہر عیادت تشریف لائے تھے خواجہ ضیاء الدین نخشبی بھی پہنچے تھے۔ سلک السلوک میں اس واقعہ کی پوری تفصیل ہے۔

وصال

۲۱، ۲۲ رمضان ۶۹۰ھ ہجری کی درمیانی شب میں عشاء کی نماز کے فرض ادا کرتے وقت چوتھی رکعت کے دوسرے سجدہ میں وصال ہوا تھا۔ ۲۲ رمضان روز جمعہ دفن کئے گئے تھے۔

قطعہ تاریخ وفات

شیخ بوبکر موئے تاب ولی — بدر دیں صاحب ولایت بود
جمعہ دیست و دوز ماہ صیام — شب آدینہ انتقال نمود
ہاتف غیب سال ترحیلش — شیر مسعود بر محل فرمود

۶۹۰ھ

مزار شریف

عیدگاہ شمسی کے پیچھے ایک وسیع اور شاندار درگاہ کے اندر بخیہ واقع ہے جس کو چھوٹی زیارت کہتے ہیں۔ سرہانے سنگ مرمر کا نصب ہے جس کا غسالہ پی کر آسیب زدگان صحت یاب ہوتے ہیں اور ما علاج امراض کے مریض تک شفا پاتے ہیں۔ اس پتھر پر خانہ کعبہ کے اندر حضرت مولا علی کرم اللہ وجہ کی ولادت ہوئی تھی اور سرکار اس کو اپنے بازو پر باندھتے تھے۔ حجرہ کے اندر حضرت مولا علی کرم اللہ وجہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن مجید دفن ہے۔ بیرون درگاہ جانب جنوب بگوشہ مشرق خلجی سلطان کی یادگار ایک کنواں ہے جس کو پریوں والا کنواں کہتے ہیں۔ اس کے پانی سے بے اولاد عورتیں نہاتی ہیں اور مراد پاتی ہیں۔ درگاہ کے اندر متعدد مزارات ہیں حجرہ کے جانب جنوب املی کے درخت سے ملحق حضرت مولانا سراج الدین ترمذی کا مزار ہے اس کے جانب جنوب شیخ نصیر الدین اور شیخ شہاب الدین کے مزارات ہیں۔ حضرت کے مزار سے جانب جنوب ایک قطار میں چھ مزارات ہیں۔ ان کے جانب جنوب بگوشہ شرق شیخ اعظم سہروردی

کا مزار ہے۔ علاوہ ازیں اور بھی پختہ قبور ہیں۔ بیرون درگاہ بکثرت اولیاء اللہ مدفون ہیں۔ عیدگاہ کے پس پشت زینہ ہے جس کو زینۂ ندائیہ کہتے ہیں۔ مفقود الخبر کو اس پر چڑھ کر تین بار پکارا جاتا ہے۔ محافظ مزار شاہ محمد جن ہیں جن کے بیٹھنے کی جگہ عیدہ گاہ شمسی کا منبر ہے۔

عرس مقدس

۱۹ر لغایۃ ۲۲ر رمضان المبارک ہر سال نہایت اعلیٰ پیمانہ پر ہوتا ہے۔

(اخبار ذوالقرنین جلد ۳۵ شمارہ ۱۴ر جنوری ۱۹۷۳ء۔ تذکرۃ الواصلین۔ باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ ودیعۃ العظمیٰ۔ فوائد الفواد، سلک السلوک۔ تاریخ شیخ شاہی۔ طبقات الاولیاء۔ عظمت الاولیاء، لمعات صوفیہ۔ گلزار ابرار۔ نفایس السیر فی احوال سید الجن والبشر۔

حضرت شیخ مجید الدین طاہر گنوری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ مجید الدین طاہر گنوری صاحب کمال بزرگ تھے۔ بمن پوری (گنور ضلع بدایوں) کے صاحب ولایت تھے۔ مجید الدین نام تھا۔ طاہر عرفیت تھی۔ مخدوم کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔ ملا بدر الدین کے بیٹے تھے اور مخدوم الملک شیخ حمید الدین گنوری (دادے حمید) کے بڑے بھائی تھے۔ نسلی سلسلہ امیر المومنین خلیفۃ المسلمین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ قصبہ گنور علاقہ سبزوار مملکت ایران میں پیدا ہوئے تھے۔ بغداد کے مدرسہ نظامیہ میں تعلیم حاصل کی تھی۔ شیخ الشیوخ حضرت مولانا شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ انتہائی عابد، زاہد و پرہیزگار صاحب ایقان اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔ سبزوار کے مشائخ سہروردیہ میں آپ کا شمار تھا۔ ۶۷۷ھ ہجری میں مع مریدین اور خدام اپنی اکلوتی بیسرد ختر مسماۃ فاطمہ عرف بی بی امان کا عقد اپنے بھتیجے کے ساتھ کرانے سبزوار سے بدایوں تشریف لائے تھے۔ واپسی

میں بن پوری کے علاقہ میں منزل کی تھی اور اذان کہہ کر نماز ادا کرنی چاہتے تھے کہ مقامی باشندے مزاحم ہوئے۔ راجا مجھولا بھی اپنی سپاہ لیکر آگیا تھا۔ یہ دیکھ کر آپ کے مریدین شیخ نظام الدین، شیخ معزالدین اور شیخ تاج الدین سینہ تان کر میدان میں آگئے تھے۔ آپ نے مٹھی بھر خاک شاہتہ الوجوہ پڑھ کر مخالفین کی طرف پھینک دی تھی۔ وہ سب کے سب اندھے ہوگئے تھے۔ یہ دیکھ کر راجا اور اس کے ساتھیوں نے اپنے قصور کی معافی چاہی تھی آپ نے سب کی خطا معاف کردی تھی اور ان کی بصارت چشم کے لئے دعا کی تھی۔ بحکم خدا ان کی آنکھوں میں پھر روشنی آگئی تھی۔ راجا اور مقامی باشندوں کی استدعا پر آپ مع مریدین اور خدام اسی جگہ فروکش ہوگئے تھے۔ مسجد اور خانقاہ تعمیر کرائی تھی۔ آپکا حسن اخلاق اور اسلامی معاشرہ کی خوش اسلوبی دیکھ کر بے شمار اشخاص آپ کے دستِ حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔ آپ نے اس جگہ کا نام اپنے آبائی وطن کے نام پر گنور رکھا تھا۔ ۱۱ رجب ۶۹۰ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ اپنی خانقاہ میں دفن کئے گئے تھے۔ مزار شریف اندرون آباد قصبہ گنور ضلع بدایوں جامع مسجد سے ملحق بگوشہ شمال مغرب ایک حریم کے اندر پختہ سنگ سرخ کا ہے۔ سالانہ فاتحہ ہوتی ہے شیخ نظام الدین، شیخ معزالدین اور شیخ تاج الدین آپ کے خلفائے گرامی تھے بعض لوگ کہتے ہیں ہر سہ آپ کے فرزندان تھے۔ ان کا نسلی سلسلہ قصبہ گنور میں اب تک قائم ہے۔ نسب نامہ درج ذیل ہے۔

نسب نامہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیے

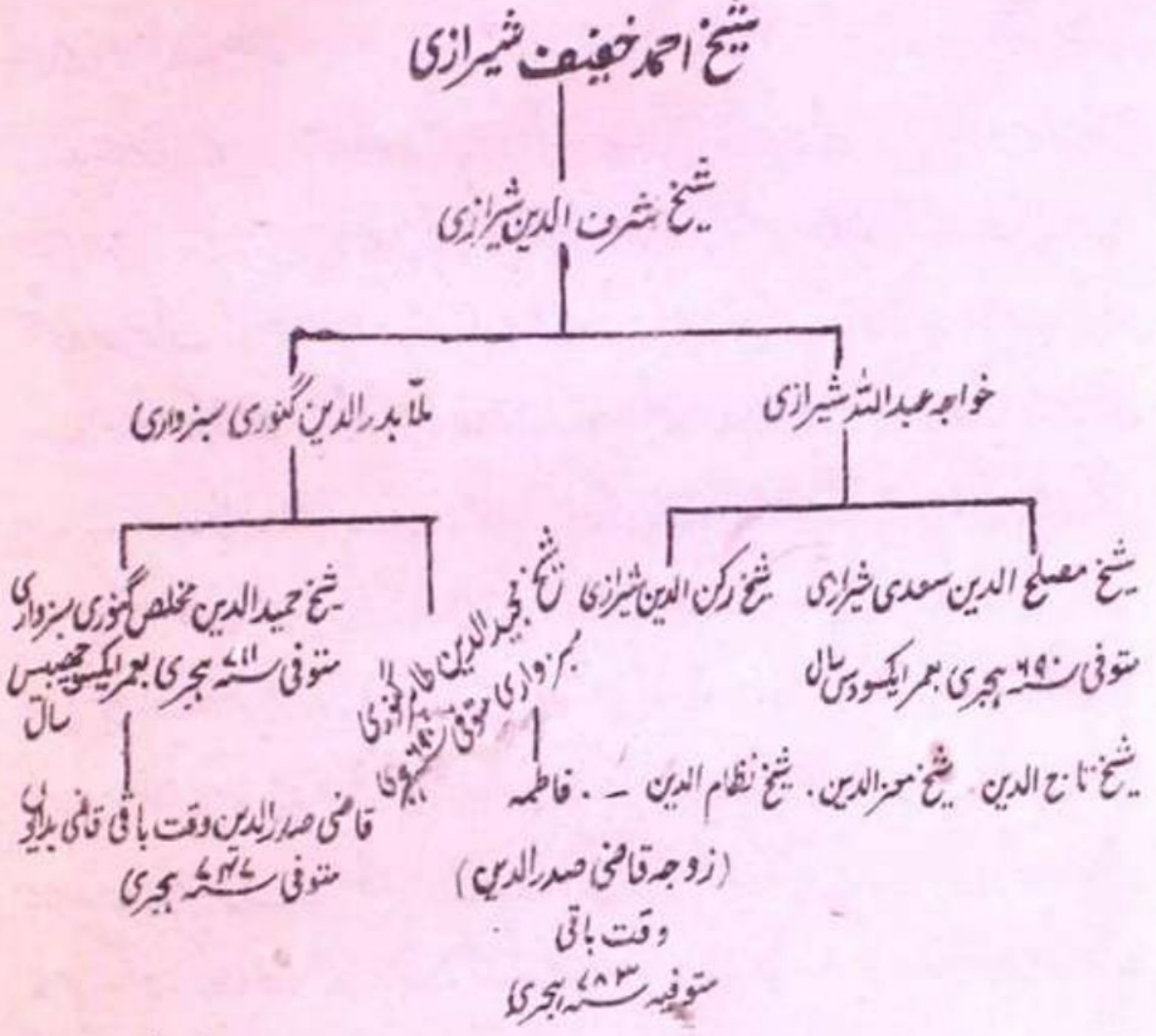

(باقیات الصالحات . تاریخ اولیائے بدایوں . طبقات الاولیاء . جواہر الاسرار)

حضرت مولا فخر الدین رحمتہ اللہ علیہ

مولانا فخر الدین کا شمار صاحب خدمت اور اہل معرفت بزرگوں میں ہے . بعض لوگ کہتے ہیں . آپ بدایوں میں پیدا ہوئے تھے اور بعض کہتے ہیں بخارا میں پیدا ہوئے تھے . حضرت شاہ ولایت صاحب کے تایا زاد بھائی خواجہ عمر بن خواجہ سید محمود بن سلطان ابراہیم یمنی کے فرزند تھے . صغیر سنی میں اپنے والد کے ہمراہ بدایوں تشریف لائے تھے . مولانا برہان الدین علامہ بدایونی سے علوم ظاہری کی تعلیم حاصل کی تھی . علوم باطنی حضرت شیخ ابو بکر موئے تاب شاہ ولایت بدایوں سے حاصل کئے تھے اور خرقہ خلافت پایا تھا . ذی علم . صاحب کمال . اہل کرامت . مجموعہ خلائق

بزرگ تھے. حافظ قرآن تھے. جامع مسجد شمسی میں حضرت شاہ ولایت صاحب کو محراب سنائی تھی. خانقاہ میں رہتے تھے اور درویشوں کے لئے آٹا پیسا کرتے تھے. پیستے پیستے استغراق کا عالم طاری ہو جاتا تھا مگر چکی خود بخود چلتی رہتی تھی. حضرت شاہ ولایت صاحب کی جناب میں تقرب حاصل تھا. حضرت شاہ ولایت صاحب آپ کو اپنا فرزند کہتے تھے اور آخری نماز عشاء کے فرض آپ کی اقتداء میں پڑھے تھے. خواجہ محمد صالح بدایونی کی دختر کے ساتھ آپ کی شادی ہوئی تھی. ان عفیفہ کے بطن سے شیخ نصیر الدین. شیخ شہاب الدین پیدا ہوئے تھے جن کی اولاد میں دونوں سرکاروں کے پیر زادگان ہیں. پیر زادہ سید انتظام حسین صاحب اپنا شجرہ اس طرح تحریر کرتے ہیں. سید انتظام حسین بن سید جلال الدین بن سید جمال الدین بن سید عزیز اللہ بن سید عظیم الدین بن سید شریف بن سید منیر بن سید عباس بن سید کاظم بن سید امین بن نجم الدین بن سید قیام الدین بن سید احتشام الدین بن سید شہاب الدین بن مولانا فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ

ایک مرتبہ حضرت شاہ ولایت صاحب کی خانقاہ میں رات کے وقت مجلس سماع ہو رہی تھی. جلتے جلتے تیل ختم ہو گیا. یہ دیکھ کر آپ کے چھوٹے صاحبزادے شیخ شہاب الدین گھبرائے ہوئے آپ کے پاس آئے. آپ نے فرمایا بیٹا چراغدان میں پانی ڈال دے. چنانچہ شیخ شہاب الدین نے ایسا ہی کیا تھا اور پانی بجائے تیل بقیہ رات جلتا رہا تھا. ۹ شوال ۱۰۰۰ھ ہجری کو وصال ہوا تھا. مزار شریف مقبرہ سرخیلاں کے اندر پختہ واقع ہے.

باقیات الصالحات. تاریخ اولیائے بدایوں. طبقات الاولیاء
لمعات صوفیہ. عظمت الاولیاء

---

۱ شیخ نصیر الدین اور شیخ شہاب الدین کے مزارات چھوٹی زیارت میں ہیں.

شاہ ولایت کے بعد فخر الدین کے سجادہ نشین ہوئے یا جلدک سرخیل کے۔

حضرت خواجہ جلدک سرخیل رحمۃ اللہ علیہ

اصل نام معلوم نہ ہو سکا لیکن اتنا پتہ چلا ہے کہ یمن کے مشہور قبیلہ جلدک کے سرخیل تھے اور جلدک سرخیل کہلاتے تھے۔ آپ کے اب و جد حضرت خواجہ سید اعز الدین یمنی کے ساتھ یمن سے چل کر بدایوں آئے تھے۔ خواجہ جلدک سرخیل صاحب فضل و کمال بزرگ تھے۔ حضرت شیخ ابوبکر موئے تاب کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا و اصلان حق میں آپ کا شمار تھا۔ مخصوصان بارگاہ شیخ تھے ان کے وصال کے بعد سجادہ نشین ہوئے تھے مگر احترام کے باعث برسوں سجادہ پر قدم نہ رکھا۔ چوم کر اس کے قریب بیٹھ جاتے تھے صاحب کرامت اور اہل معرفت تھے۔ ایک مرتبہ آپ حضرت سلطان العارفین صاحب کے مرقد مطہر کی زیارت کو جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک ہندو جوگی نے ایک ٹکڑا پارس کا آپ کو دیا آپ نے فوراً ہی سوت ندی میں پھینک دیا۔ یہ دیکھ کر جوگی آنکھوں میں آنسو بھر لایا۔ آپ نے فرمایا روتا کیوں ہے۔ ندی میں جا کر اپنا پتھر نکال لے۔ جوگی اسی وقت پانی میں گھس گیا اور دیکھا بیشمار ٹکڑے پارس کے ندی میں پڑے ہیں یہ دیکھ کر اس کی نیت ڈگمگا گئی اور دو ٹکڑے ان میں سے اٹھانے لگا۔ آپ نے فوراً ہی پل پر سے کہا بے ایمان جوگی میں نے تجھ سے کہا تھا اپنا پتھر اٹھا لے تو نے ایک ٹکڑا اور اٹھا کر ایمان کیوں خراب کیا۔ یہ سن کر جوگی نے فوراً دوسرا ٹکڑا پانی میں پھینک دیا تھا اور باہر آ کر آپ کے قدموں پر گر کر مسلمان ہو گیا تھا۔ آپ نے اس کا نام عبداللہ رکھا تھا جو بعد میں عبداللہ شاہ[1] طغاں مشہور ہوا۔ ۵ محرم ۱۱۱۱ھ ہجری کو آپ کا وصال ہوا تھا۔ مزار شریف مقبرہ سرخیلان کے اندر شمالی قطار میں جانب غرب پختہ ہے۔ (طبقات الاولیاء - تاریخ اولیائے بدایوں - عظمت الاولیا)

---

[1] عبداللہ شاہ طغاں کا مزار حضرت علی مولا بزرگ کے مزار سے ملحق ہے۔

حضرت شیخ حمید الدین گنوری رحمۃ اللہ علیہ

حمید الدین نام تھا۔ علاء الدین کے فرزند ارجمند تھے۔ نسلی سلسلہ مندرجہ ذیل واسطوں سے امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ حمید الدین بن بدر الدین بن ابو عبداللہ شرف الدین بن شیخ احمد حفیف شیرازی بن شیخ عفان بن شیخ عمر بن محمود بن شیخ علی مدنی بن شیخ محمد مدنی بن شیخ قاسم مدنی بن محمد غازی مدنی بن سیدنا شیخ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۷ رمضان ۵۸۵ھ ہجری کو قصبہ گنور علاقہ سبزوار مملکت ایران میں پیدا ہوئے تھے۔ بغداد کے مدرسہ نظامیہ میں تعلیم پائی تھی۔ غیاث الدین بلبن کے عہد میں ملتان آکر شہزادہ محمد سلطان خاں کے اتالیق مقرر ہو گئے تھے اور مخدوم شیرازی لقب پایا تھا بعد میں سلطان غیاث الدین بلبن کے دربار میں منصب دیوان الشاء پر مامور ہو گئے تھے۔ علاء الدین کے عہد میں خطاب عمدۃ الملک پایا تھا۔ اپنے فرزند مولانا صدر الدین وقت باقی کو تلاش کرتے ہوئے بدایوں تشریف لائے تھے اور حضرت خواجہ سید احمد بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ پر حاضر ہو کر نذرانہ عقیدت پیش کیا تھا۔ عابد و زاہد، ذی علم بزرگ تھے۔ شعر و سخن سے بھی رغبت تھی۔ مخلص تخلص فرماتے تھے اور اپنے چچا زاد بھائی شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی سے مشورہ سخن کرتے تھے۔ مسکونہ حویلی کے قریب ایک مسجد اور کنواں تعمیر کرایا تھا۔ سلسلہ سہروردیہ میں شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی سے شرف بیعت حاصل کیا تھا۔ ایک سو چھبیس سال کی عمر پائی ۱۷ رمضان ۷۱۱ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ اپنی بنوائی ہوئی مسجد کے احاطہ میں دفن کیے گئے تھے۔ اہل اللہ آپکے مزار سے فیض روحانی حاصل کرتے ہیں۔ مزار شریف اندرون شہر محلہ قاضی ٹولہ میں دادے حمید والی مسجد کے احاطہ میں پختہ واقع ہے۔ آپ ہی دادے حمید کہلاتے ہیں۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ تاریخ فرشتہ۔ تذکرۃ العلماء۔ تذکرۃ الفضلاء۔ جواہر الاسرار۔ مجالس الابرار)

حضرت میاں مجنوں شاہ رحمۃ اللہ علیہ

میاں مجنوں شاہ قطب بمن پوری تھے۔ اصفہان میں پیدا ہوئے تھے۔ وہیں تعلیم و تربیت پائی تھی۔ نہایت حسین و جمیل نوجوان تھے۔ فقیروں سے زیادہ مانوس رہتے تھے جو بھکاری دروازہ پر سوال کرتا تھا آپ خود ہی اس کو بھیک دینے جاتے تھے۔ بتوفیق الٰہی دہلی آکر حضرت شاہ ترکمان کے مرید ہوئے تھے۔ خلافت حاصل کی تھی۔ شاہ ترکمان حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کے خلیفہ تھے اور دہلی کے صاحب خدمت تھے۔ میاں مجنوں شاہ بحکم پیر و مرشد بمن پوری (قصبہ گنور ضلع بدایوں) کی قطبیت پر مامور ہو کر آئے تھے۔ دیوانہ وار جنگل میں رہتے تھے بھوک پیاس کی خواہش نہیں رہی تھی۔ نہ کسی دنیا دار سے ملتفت ہوئے تھے اور نہ کسی سے کلام کرتے تھے۔ بہت کم آبادی میں جاتے تھے۔ زیادہ تر جنگلوں میں گھومتے رہتے تھے۔ بناسپتی کے سوا کچھ نہیں کھاتے تھے۔ نگاہ ایسی پرتاثیر تھی کہ لوگ خود بخود گرویدہ ہو جاتے تھے۔ راجا بمن پوری آپ کا بہت احترام کرتا تھا۔ لوگ اکثر پوچھتے تھے۔ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو۔ آپ نہایت بھولے پن سے کہہ دیتے تھے مجھے مجنوں کہتے ہیں میرے پیر و مرشد شاہ ترکمان نے اصفہان سے دہلی لاکر مجھے اپنا مرید کیا اور یہاں بھیج دیا ہے ۱۰ رجب سنہ ۷۱۶ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف قصبہ گنور کی آبادی سے جانب مشرق ایک روضہ کے اندر پختہ واقع ہے۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ حدیقۃ البیان

مخازبات ہند)

لہ شاہ ترکمان کا وصال سنہ ۶۳۷ ہجری میں ہوا تھا۔ مزار دہلی میں ہے

حضرت سرخ شہید رحمتہ اللہ علیہ

سید محمود نام تھا۔ سرخ رنگ کے کپڑے پہنتے تھے۔ اس لئے سرخ پیر کہلاتے تھے آج سرخ شہید کے نام سے مشہور ہیں۔ والد ماجد کا اسم گرامی سید علاء الدین تھا۔ زین العابدین کے نام سے مشہور تھے۔ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دسویں پشت میں تھے۔ سلسلہ نسب درج ذیل ہے۔ سید محمود بن سید علاء الدین بن سید مسیح الدین بن سید صدر الدین بن سید ظہیر الدین بن شمس العارفین بن سید مومن بن سید مشتاق بن سید علی بن سید صالح بن سید عبد الرزاق بن غوث الاعظم سید محی الدین ابو محمد عبد القادر جیلانی قدس سرہما۔ بغداد شریف میں پیدا ہوئے تھے۔ والد ماجد کی تربیت میں رہ کر نشو و نما پائی تھی اور تحصیل علوم ظاہری و باطنی کی تھی۔ بعد تکمیل علوم صوری و معنوی اپنے والد بزرگوار کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ ان کے وصال کے بعد کچھ دن مسند سجادگی کو رونق بخشی تھی۔ بعدہ سیاحت کرتے ہوئے اپنے صغیر سن فرزند میاں بہادل شیر قلندر اور ہمشیرہ محترمہ بی بی زبیدہ خاتون کے ہمراہ ہندوستان تشریف لائے تھے اور بدایوں آکر بود و باش اختیار کی تھی۔ سوتھا محلہ میں خانقاہ بنا کر سلسلہ رشد و ہدایت جاری کیا تھا۔ قادری مشرب کاملین روزگار سے تھے۔ وضع قلندرانہ اور طبع زندانہ رکھتے تھے۔ بظاہر پریشان اور بباطن خاطر جمع رہتے تھے۔ صاحب تصرف اولیائے عصر میں تھے۔ زبان سے جو کہہ دیتے تھے وہ ہو جاتا تھا۔ کھیڑہ نوادہ اکثر جایا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں اس گاؤں کا نام کھلیان والا تھا۔ ایک مرتبہ بارش نہ ہونے کی وجہ سے وہاں کے کاشتکار بہت پریشان تھے۔ ان لوگوں نے باران رحمت کی دعا کے لئے آپ سے استدعا کی۔ آپ نے ان کی پریشانی رفع کرنے کی غرض سے دھوپ میں کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی اور آپ کی دعا کے اثر سے اسی وقت اتنا پانی برسا تھا کہ تمام کھیت سیراب ہو گئے تھے۔ ۱۹ ذی الحجہ ۷۱۸ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ اپنی

خانقاہ میں دفن کئے تھے۔ مزار شریف اندرون شہر سوتھے محلہ میں ایک مختصر درگاہ کے اندر پختہ واقع ہے۔ پائیں آپ کی ہمشیرہ مدفون ہیں۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ سراج الاولیاء۔ طبقات الاولیاء)

حضرت شیخ احمد معشوق رحمۃ اللہ علیہ

بعض کتابوں میں آپ کا نام شیخ احمد معشوق قندھاری لکھا ہے اور بعض میں شیخ احمد طوسی۔ والد ماجد کا اسم گرامی شیخ محمد تھا۔ قندھار میں ان کی بڑی دکان تھی۔ والد کے انتقال کے بعد شیخ احمد تمام املاک کے واحد مالک ہوئے تھے۔ شراب بکثرت پیتے تھے۔ قندھار کی حکومت ترک کرکے ملتان چلے آئے تھے۔ حضرت شیخ صدرالدین عارف ملتانی کی نظر فیض اثر کی بدولت تائب ہوکر خاصان خدا اور مقربان بارگاہ الٰہی میں داخل ہوگئے تھے۔ مرتبہ ولایت پایا تھا شیخ کی خدمت میں رہ کر سات سال تک تحصیل علوم باطنی کی تھی۔ خلافت سے سرفراز کئے گئے تھے۔ سیاحت کرتے ہوئے بدایوں تشریف لائے تھے اور حضرت گوگو شہداء کے مزارات پر چلہ کشی کرکے فیض روحانی حاصل کیا تھا۔ اس کے بعد قلعہ کے اندر داخل ہوئے تھے۔ چہرہ ایسا نورانی تھا کہ نگاہ نہیں ٹھہرتی تھی۔ مقامات بلند اور کرامات ارجمند رکھتے تھے۔ ہر وقت گھومتے رہتے تھے۔ ایک جگہ قیام نہیں کرتے تھے۔ محویت کا عالم طاری رہتا تھا۔ استغراق کی یہ کیفیت ہو جاتی تھی کہ خورد و نوش موقوف کر دیتے تھے جس جگہ بیٹھ جاتے تھے بے آب و دانہ بیٹھے رہتے تھے کبھی کبھی نماز فریضہ ادا کرنی بھول جاتے تھے۔ تقرب رحمانی حاصل تھا۔ مقام محبوبیت پر تھے شیخ کرو قطب وحدت ہوگئے تھے۔ بارگاہ الٰہی سے خطاب معشوق عطا ہوا تھا۔ بدایوں کے ہفت احمد میں داخل ہیں۔ علامہ محمد قاسم استرآبادی لکھتے ہیں ابتداء میں مے نوشی اور معشوق پرستی ان کا شعار رہا بعد میں حضرت شیخ صدرالدین عارف کا جام معرفت پی کر اہل ولایت ہوگئے تھے خواجہ حسن سنجری لکھتے ہیں ایک مرتبہ چلہ کے جاڑے میں احمد معشوق طوسی اپنے مقام سے

نکل کر وسط دریا میں کھڑے ہوئے اور مناجات کی الٰہی جب تک تو مجھے یہ نہ بتائے گا کہ میں کون ہوں پانی سے باہر نہ آؤں گا اسی وقت ندائے غیبی آئی تھی کہ تم وہ عالی مرتبت شخص ہو کہ تمہاری شفاعت سے بروز حشر میں ہزاروں خطا کار بخش دوں گا اور وہ بہشت میں جائینگے آپ نے فرمایا تھا باری تعالیٰ مجھے اس سے صبر نہیں آیا۔ دوبارہ آواز آئی تھی تم وہ شخص ہو کہ تمہاری خاطر اور شفاعت سے ہزاروں اشخاص دوزخ سے باہر کردوں گا۔ آپ فرمایا مجھے اس امر سے کچھ غرض نہیں۔ میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ میں کون ہوں۔ پھر ندا آئی تھی جس قدر درویش اور عارف ہیں وہ میرے عاشق ہیں اور تو میرا معشوق ہے۔ خواجہ احمد یہ سنتے ہی پانی سے نکل آئے تھے اور اسی روز سے احمد معشوق مشہور ہو گئے تھے خواجہ ذکر اللہ بالخیر یہ بیان فرما کر زور سے رو پڑے تھے۔ حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا وہ نماز نہیں پڑھتے تھے۔ آپ نے فرمایا یہ امر صحیح ہے۔ جس وقت لوگوں نے انھیں نماز پڑھنے کو بہت مجبور کیا تھا تو منظور کر لیا تھا مگر یہ کہا تھا سورۃ فاتحہ نہیں پڑھوں گا۔ علماء نے کہا تھا بغیر اس کے نماز نہ ہوگی۔ آپ نے فرمایا خیر پڑھ لوں گا مگر اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْن نہیں پڑھوں گا۔ پھر ان سے کہا گیا تھا یہ آیت بھی پڑھنی ہوگی۔ القصہ بعد گفتگوئے بسیار نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے تھے۔ جب ایاک نعبد و ایاک نستعین پڑھا تھا رونگٹے رونگٹے سے خون جاری ہو گیا تھا۔ اس وقت آپ نے لوگوں سے فرمایا تھا میں زن حائضہ ہوں۔ میرے واسطے نماز روا نہیں ہے ۲۱ شعبان ۷۲۳ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ قبر شریف سوت ندی کے اندر واقع ہے پل پر کھڑے ہو کر جانب شمال منہ کر کے فاتحہ پڑھتے ہیں۔ ملا عبد القادر مورخ بدایونی نے ایک غزل لکھی ہے جس میں ہفت احمد بدایوں کا حال درج ہے اس میں شیخ احمد کا مزار دریا میں پوشیدہ ہونا لکھا ہے۔

ہاں شنو اے مبتلائے رنج و درد — آں سراج[1] از مرشدش[2] ایں نقل کرد
ہفت احمد در بداون خفتہ اند — بادہ نوشاں از رفیقِ سہرورد
احمد بھرتول[3] و خیاط[4] و ذکی[5] — بودلہ[6]، خنداں[7] و نوری[8] نیک مرد
احمد معشوق[9] چوں دریا نہفت — پس بجائش تفتہ[10] را عرفا شمرد
باوضو از سید[11] احمد اذن خواہ — حاضریٔ درگہ ایں ہفت مرد
در شب آخر زیارت بایدت — پس مرادت یاب و فرحاں بازگرد
گشتِ تو ہم بے کلام و بے قیام — باز دارد حکمِ قتل و ہم نبرد
لیک از عامل اجازت لازم است — تا نباشی خانہ اندر رہ نورد

ایں سخن از قادری در گوش کن
تا نہ یابی آخرش با آہ سرد

شب برات کی رات میں بیسوں حاجتمند ہفت احمد کی زیارت کرتے ہیں۔ یہ ایک اچھا موقع ہوتا ہے شب بیداری اور قبرستان جانے کا۔

باقیات الصالحات ۔ تاریخ اولیائے بدایاں ۔ طبقات الاولیاء
تاریخ فرشتہ ۔ فوائد الفواد ۔ سراج الاولیاء ، عظمت الاولیاء

[1] حضرت مولانا اخی سراج الدین عثمان آئینہ ہند [2] سلطان المشائخ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی [3] شیخ احمد بھرتول [4] شیخ احمد خیاط
[5] شیخ احمد ذکی بہروال [6] شیخ احمد بودلہ [7] شیخ احمد خنداں شکردہاں
[8] شیخ احمد نوری [9] شیخ احمد معشوق قندھاری [10] شیخ احمد تختہ
[11] سید الافراد خواجہ سید احمد بخاری

چوتھی مجلس

حضرت سلطان المشائخؒ کی حیات ظاہری کے بعد وصال فرمانے والے

بدایوں کے مشاہیر مردان خدا کے بیان میں

روضہ مقدسہ حضرت خواجہ سید احمد بخاری
جن کے بیٹے حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی ہیں

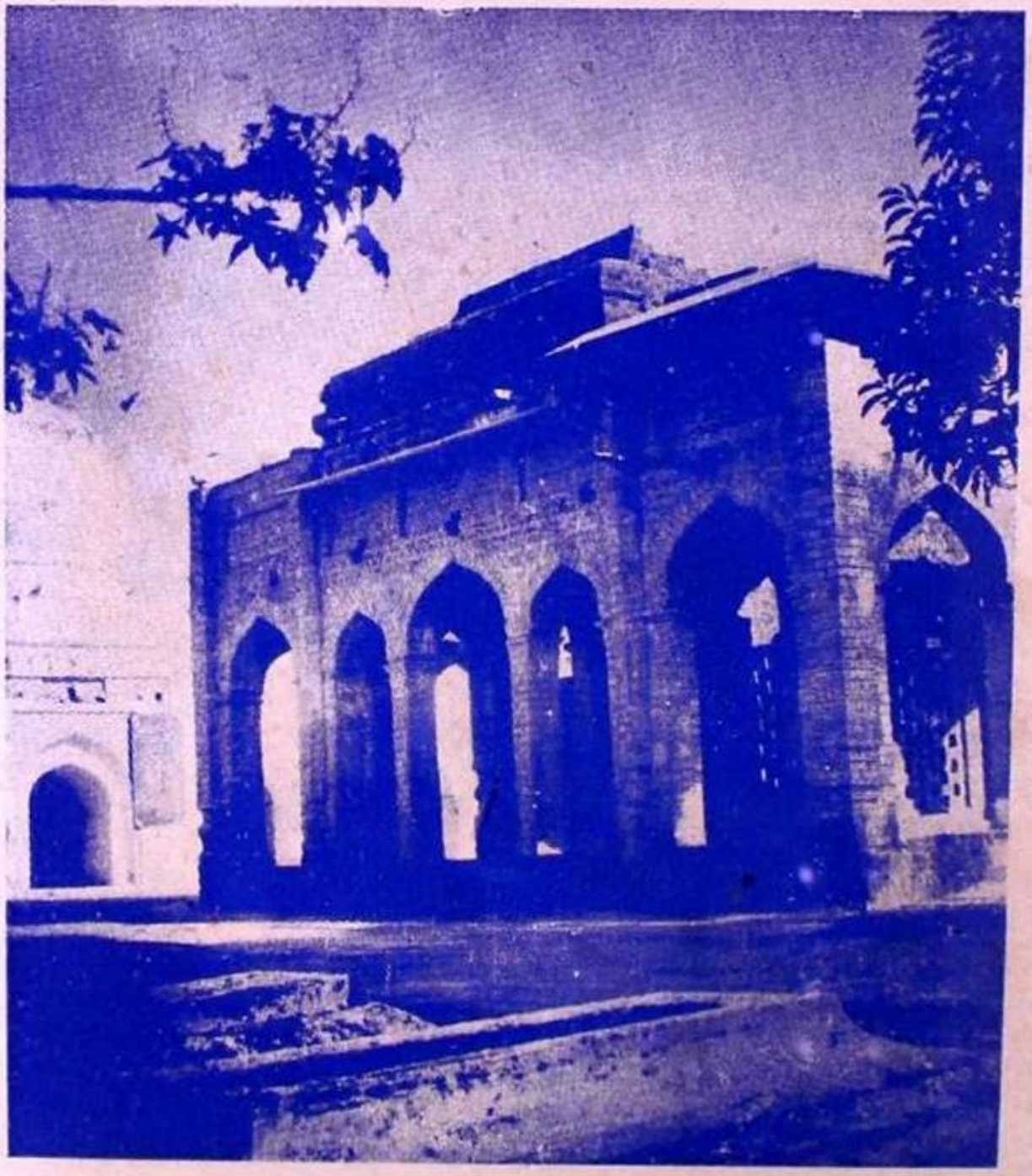

فوٹو گرافر: شفیع، بریلی فوٹو اسٹوڈیو بدایوں

حضرت خواجہ خلدک سرخیل رحمۃ اللہ علیہ

اصل نام معلوم نہ ہوسکا. خلدک قبیلہ کے سرخیل اور ممتاز فرد تھے. اس لئے خلدک سرخیل مشہور تھے. آپ کے اب و جد بھی حضرت خواجہ سید اعز الدین احمد یمنی کے ہمراہ یمن سے بدایوں تشریف لائے تھے. حضرت خلدک سرخیل کے مرید و خلیفہ تھے. حضرت شاہ ولایت صاحب سے فیض حاصل کیا تھا. اپنے وقت کے ذی مرتبت سالک، جامع علم و عمل درویش، صاحب ذوق و شوق صوفی اور عشق و محبت میں سرشار بزرگ تھے. سماع کے وقت بے قرار ہو جاتے تھے حضرت خلدک سرخیل اور حضرت خلدک سرخیل مقربان بارگاہ حضرت شیخ ابوبکر ہیں خواجہ ضیاء الدین نخشبی اور قاضی صدر الدین وقت باقی سے باہمی ارتباط تھا. حضرت شیخ احمد معشوق کی تجہیز و تکفین میں شریک تھے، ۵ ر رجب ۷۲۵ھ ہجری کو وصال ہوا تھا. مزار شریف مقبرۂ سرخیلان کے اندر شمالی قطار میں پیر و مرشد کے شرقی پہلو میں ہے. آپ کے مزار سے جانب شرق حضرت شیخ جلال کاسی کا مزار ہے اور ان کے جانب شرق حضرت مخدوم عبداللہ رسولوی کا مزار ہے

باقیات الصالحات . تاریخ اولیائے بدایوں . عظمت الاولیاء. طبقات الاولیاء. لمعات صوفیہ

حضرت پیر بودلہ رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ وحید چشتی کو پیر بودلہ کہتے ہیں. اجمیر کے رہنے والے تھے. بطریق سیاحت بدایوں تشریف لائے تھے اور متصل جامع مسجد تمسی بودو باش اختیار کی تھی. حضرت بابا فرید الدین شکر گنج کے مرید و خلیفہ تھے. اہل معرفت، صاحب حال، مظہر انوار و

کمال، مخزن برکات اور معدن خوارق وکرامات تھے، شاں ابدالی رکھتے تھے۔ عاجتمندوں کا ہجوم آپ کے دروازہ پر رہتا تھا۔ ایک مرتبہ ناظم بدایوں آپ سے ملنے آیا۔ اس وقت آپ کے ہاتھ میں ڈھاک کا پتا تھا۔ آپ نے لپیٹ کر فرش پر پھینک دیا ناظم نے پان کا بیڑہ سمجھ کر بڑی تعظیم سے اٹھالیا۔ جب کھول کر دیکھا تو خالی پایا حاضرین یہ دیکھ کر تبسم ہوئے۔ ناظم کو بھی خجالت محسوس ہوئی لہٰذا خفت مٹانے کے لئے اس نے پتے کو اپنی مٹھی میں دبالیا۔ مجلس برخاست ہونے پر وہ باہر آیا اور مٹھی کھول کر دیکھا تو واقعی پان کا بیڑہ تھا۔ اس نے نہایت خوش اعتقادی سے منہ میں رکھ لیا تھا۔ فوائدالفواد میں حضرت سلطان المشائخ سے منقول ہے حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری کے پوتے خواجہ وحیدالدین مرید ہونے کے لئے میرے سامنے شیخ الاسلام حضرت بابا فریدالدین شکر گنج رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ اور اجازت بیعت طلب کی تھی۔ پیر و مرشد نے فرمایا تھا میں خود تمہارے خاندان کا زر ہوں۔ میرے شایان شان نہیں کہ تم کو مرید کروں خواجہ وحید کے بہت زیادہ عرض و معروض پر پیر و مرشد نے ان کو مرید کرلیا تھا اور خواجہ وحیدالدین نے اپنا سر منڈوا دیا تھا۔ ان کو دیکھ کر مولانا نصیرالدین نے بھی اپنے سر کے بال منڈوا دیئے تھے۔ ۲ رمضان ۱۳۱ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف اندرون شہر متصل گھنٹہ گھر حضرت شیخ احمد بودلہ کے شرقی پہلو میں ہے۔ ہر دو قبور کا چراغدان واحد ہے۔ آپ کے شرقی پہلو میں حضرت **شاہ جی محمد غوث قادری** کا مزار ہے۔

اخبارالاخیار میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے خواجہ احمد کے بھائی خواجہ وحید تھے اور خواجہ احمد کو لکھا ہے سید ابویزید بن شیخ نجم الدین بن شیخ قیام الدین کے بیٹے تھے۔ علاوہ ازیں فوائدالفواد کے حوالہ سے لکھا ہے خواجہ وحید حضرت شیخ

فریدالدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ خواجہ وحید بلاشبہ خواجہ احمد کے بھائی تھے اور حضرت بابا فریدالدین شکر گنج کے مرید تھے مگر سید ابو یزید بن شیخ نجم الدین بن شیخ قیام الدین کے بیٹے نہیں تھے۔ بلکہ خواجہ ضیاء الدین ابوسعید کے بیٹے تھے خواجہ وحید اور خواجہ احمد پسران سید ابو یزید ان سے بہت بعد کو ہوئے ہیں وہ کسی طرح حضرت بابا فریدالدین شکر گنج اور حضرت خواجہ ضیاء الدین رومی کے مرید نہیں ہو سکتے الا بطریق اویسیہ شیخ احمد بھرتول کے حال میں شجرہ درج ہے۔

باقیات الصالحات تاریخ اولیائے بدایوں۔ عظمت الاولیاء
طبقات الاولیاء، فوائد الفواد۔ خیر المجالس۔ لمعات صوفیہ

حضرت حافظ ضیاء الدین نخشبی رحمۃ اللہ علیہ

ضیاء الدین نام تھا۔ نخشب علاقہ ترکستان میں پیدا ہوئے تھے۔ اس لئے نخشبی کہلاتے تھے کم سنی میں والد بزرگوار کے ہمراہ آبائی وطن سے ہجرت کر کے بدایوں تشریف لائے تھے۔ حضرت شاہ ولایت صاحب کے ہمعصر تھے۔ اولاً بدایوں کے علماء سے تعلیم حاصل کی تھی۔ بعدہٗ دمشق جا کر حکیم ابوالفضل بن عبدالکریم مہندس کے روبرو زانوئے شاگردی تہہ کیا تھا۔ طب اور ریاضی کی تحصیل کے بعد بدایوں واپس چلے آئے تھے اور مولانا شیخ شہاب الدین مہرہ کی صحبت اختیار کی تھی۔ تصوف کی بہت سی کتابیں ان سے پڑھی تھیں جس کا اثر یہ ہوا تھا کہ آپ کو پیر طریقت کی تلاش ہوئی تھی۔ ناگور جا کر حضرت شیخ فریدالدین چشتی ناگوری کے مرید ہوئے تھے۔ وہ اپنے دادا حضرت صوفی حمیدالدین ناگوری کے مرید و خلیفہ تھے اور انھوں نے حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری سے خرقہ خلافت پایا تھا۔ عالم فاضل، قرآن حافظ، صاحب جذب و کرامت، واقف اسرار

حقیقت درویش تھے مشائخ سے مل کر بہت خوش ہوتے تھے تمام عمر فقر و فاقہ میں رہ کر بحالت تفرید و تجرید بسر کی۔ کبھی کسی سے کوئی خدمت نہیں لی۔ ہندی زبان میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ تصنیف و تالیف کا بہت شوق تھا۔ متعدد کتابیں تصنیف کی تھیں۔ علم طب اور موسیقی کے ماہر تھے۔ سانپ کے کاٹے ہوئے کا عجیب و غریب علاج جانتے تھے۔ آتش عشق کے سوختہ خمخانہ محبت کے مست صاحب دل بزرگ تھے۔ بھانڈوں کی ٹولی میں شامل ہو کر برسوں گایا بجایا اور نقلیں کیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لباس میں جلوہ گر ہو کر مردہ زندہ کیا تھا۔ شاعری میں کمال حاصل تھا آپ کے قطعات، رباعیات اور قصائد سلک السلوک اور چہل ناموس میں درج ہیں۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں مولانا ضیاء الدین نخشبی نے جو حکایات و کلمات بزرگوں کے کتاب سلک السلوک میں لکھے ہیں وہ نہایت شیریں، رنگین، لطیف اور با اثر ہیں ۵ رجب ۸۵۱ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مادۂ تاریخ مجذوب ہے۔ مزار شریف بیرون شہر جانب غرب اپنے استاد مولانا شیخ شہاب الدین مہرہ کے پائیں پختہ واقع ہے۔ لوح مزار پر نام اور سنہ وصال لکھی ہے۔ جانب جنوب خام قبر ریاست جے پور کے نقال عابد کی ہے۔ اس کے جانب جنوب حافظ شرف جہاں متولی کی قبر ہے اور ان کے جانب شرق ملا نامدار مجذوب دفن ہیں۔ خواجہ ضیاء الدین کے مزار سے جانب شرق ایک چبوترہ ہے جس پر بیٹھ کر طلبا اپنا موختہ یاد کرتے ہیں۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ اخبار الاخیار)

حضرت شاہ محمدؒ جہندہ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد نام تھا بعض لوگ کہتے ہیں پیر میں لنگ ہونے کی وجہ سے کود کر

چلتے تھے اس لئے شاہ جہندہ کہلاتے تھے اور یہ خطاب آپ کو پیر و مرشد نے عطا فرمایا تھا۔ عوام نے اس لفظ کو بگاڑ کر شاہ جھنڈا کر دیا ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں دھمال کے وقت بے قرار ہو جاتے تھے اور کودنے لگتے تھے اس لئے شاہ جہندہ کہلاتے تھے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے سورہ رحمٰن اور تبارک الذی کا ورد بہت کرتے تھے اور تلاوت قرآن کے دوران وجد فرماتے تھے اس لئے شاہ جہندہ کہلاتے تھے۔ بدایوں کے باشندہ قریشی النسل حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں تھے۔ محلہ شہباز پور کے قریب ایک وسیع خانقاہ تعمیر کرائی تھی اسی میں رہتے تھے۔ حضرت سید بدیع الدین قطب المدار سے خرقہ خلافت پایا تھا۔ ذی علم، صاحب کرامت، مظہر عجائب و غرائب، واقف اسرار حقیقت صاحب سجادہ تھے۔ پیشہ معلمی کرتے تھے۔ تمام عمر تجرد میں بسر کی۔ فقر میں شان بلند اور مقام ارجمند رکھتے تھے۔ بہت لوگ آپ کے مرید ہو کر مرتبہ کمال کو پہنچے۔ جو کچھ شاگردوں سے ملتا تھا مکن پور جا کر ماہ بماہ پیر و مرشد کی نظر کر دیتے تھے۔ شاہی وشیقہ دار بھی تھے۔ معاقیات کی آمدنی خانقاہ کے لنگر خانہ میں صرف کرتے تھے فنافی الشیخ تھے۔ مفقود الخبر کامل آپ ہی کا عطیہ ہے جو عید گاہ شمسی کے پیچھے زینۂ ندائیہ پر چڑھ کر تین بار بکلا جاتا ہے ۱۷ جمادی الاول ۸۴۹ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف بیرون شہر جانب شمال ایک وسیع درگاہ کے اندر پختہ واقع ہے۔ قبہ بنا ہے۔ مسجد اور حجرہ بھی ہے۔

باقیات الصالحات، تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء
تذکرۃ الواصلین۔ جامع السلاسل۔ لمعات صوفیہ۔ حدائق الابرار فی
قطب المدار۔

حضرت شیخ منہاج الدین رحمتہ اللہ علیہ

منہاج الدین نام تھا۔ مولانا شیخ برہان الدین کے بیٹے اور شیخ مجدالدین عثمانی کے پوتے تھے۔ ان کے والد کا نام قاضی رکن الدین تھا اور شمس الدین کے خطاب سے سرفراز تھے۔ ان کے والد کا نام قاضی دانیال قطری تھا۔ شیخ منہاج الدین یہیں پیدا ہوئے تھے۔ یہیں تعلیم و تربیت پائی تھی۔ علم ظاہری و باطنی میں کمال حاصل تھا۔ اپنے زمانہ کے جلیل القدر عالم اور زبردست شیخ تھے۔ حضرت سید بدیع الدین قطب المدار کے مرید و خلیفہ تھے۔ پیر و مرشد کی خدمت و اطاعت میں بہت زیادہ رہتے تھے۔ لوگ سمجھتے تھے آپ ہی مدار صاحب کے جانشین ہوں گے مگر تقدیر کی بات حضرت شاہ مدار صاحب کے وصال کے وقت موجود نہ ہونے کی وجہ سے محروم رہے۔ میاں شاہ جہندہ صاحب موجود تھے وہ اس نعمت سے سرفراز ہوئے۔ آجتک بدایوں میں کہاوت چلی آتی ہے کوٹ پیس منہاج مریں کرامات ملیں جہندہ کو سوم کی فاتحہ کرکے بدایوں چلے آئے تھے۔ خانہ نشینی اختیار کرلی تھی۔ ہر وقت ذکر و شغل میں مصروف رہتے تھے۔ ۳ر جمادی الثانی ۸۴۵ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ قبر شریف شیوخ عثمانی کے قدیم قبرستان میں تھی۔ کمہاروں نے مٹی کھود کھود کر خطرناک حالت کر دی تھی۔ ۱۳۵۲ھ ہجری میں کثرت بارش کی وجہ سے منہدم ہو کر بے نشان ہو گئی۔

باقیات الصالحات تاریخ اولیائے بدایوں طبقات الاولیاء
ودیعۃ العظمیٰ حدائق الابرار فی اذکار قطب المدار

حضرت بابا دولت یار رحمتہ اللہ علیہ

دولت یار نام تھا، شیخ الہ یار کے بیٹے تھے۔ دادا کا نام شیخ خدا یار تھا۔ شیخ رکن الدین ابوالفتح ملتانی سہروردی کے مرید تھے۔ اہل دل صاحب کرامت بزرگ تھے۔ اپنی عرفانی شعاعوں کو دنیا داروں کی نظروں سے پوشیدہ رکھتے تھے، ۱۱ رجب ۸۴۸ھ ہجری کو نماز مغرب کی ادائیگی کے دوران فرض نماز کی تیسری رکعت کے آخری سجدہ میں وصال ہوا تھا۔ مزار شریف اندرون شہر سوتھا محلہ میں متصل درگاہ حضرت سرخ شہید صاحب سرراہ جانب شرق پختہ واقع ہے۔ سرہانے چراغدان بنا ہے۔ آپ کی اولاد بدایوں میں اب تک موجود ہے۔ اپنی خانقاہ میں دفن کئے گئے تھے۔ جانب جنوب ایک قبر ہے۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے۔ طبقات الاولیاء)

حضرت شاہ حسین قادری رحمتہ اللہ علیہ

شاہ حسین ہمدان کے رہنے والے تھے، پدر بزرگوار کی وفات کے بعد کشمیر چلے آئے تھے، وہاں سے چل کر دہلی تشریف لائے تھے۔ سلسلہ قادریہ میں حضرت نعمت اللہ[1] شاہ ولی کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ بحکم پیر و مرشد التبلیغ کے لئے بدایوں آکر موضع کریرہ میں بود و باش اختیار کی تھی، ۹۲۷ھ ہجری میں سید آل محمد کو خواب میں بشارت دے کر آپ ہی نے اس موضع کا نام قادر آباد رکھوایا تھا۔ ذی علم صاحب ایقان تھے۔ اپنے پیر و مرشد کا لکھا ہوا قصیدہ اکثر جوش میں بھر کر بلند آواز سے پڑھتے تھے سالک مجذوب تھے۔

۸ رجب ۹۹۰ھ ہجری وصال ہوا تھا۔ مزار شریف موضع قادر آباد پرگنہ اسدپور میں بہاواندی کے کنارہ آبادی کے قریب پختہ واقع ہے۔

(باقیات الصالحات تاریخ اولیائے بدایوں طبقات الاولیاء حقیقتہ الفقراء)

(لمعات صوفیہ)

---

[1] حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کا وصال ۸۳۴ھ ہجری میں ہوا تھا۔ مزار شریف دہلی میں ہے۔ پیدالشرد والا قصیدہ آپ ہی کا لکھا ہوا ہے۔

حضرت شاہ صدر الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

صدر الدین نام تھا۔ ملتان کے رہنے والے تھے۔ حضرت مولانا شیخ عثمان اخی سراج الدین آئینہ ہند کے مرید و خلیفہ تھے۔ ان کو خرقہ خلافت حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی قدس سرہٗ سے پہنچا تھا۔ خلافت سے سرفراز ہوکر بحکم پیر و مرشد بدایوں تشریف لائے تھے اور متصل مکان حضرت سلطان المشائخ سکونت اختیار کی تھی۔ مخزن شریعت اور معدن طریقت و حقیقت مشائخ چشتیہ میں تھے۔ پیر و مرشد کی شفقت اپنی طرف مبذول رکھتے تھے۔ ادب و احترام کی وجہ سے جب ان کے سامنے جاتے تو پاؤں سے چلنے کے بجائے ہاتھوں کے بل چل کر جاتے تھے۔ یہ دیکھ کر پیر و مرشد نے دعا کی تھی اور ان میں قوت پرواز آگئی تھی۔ تمام عمر خدمت خلق میں بسر کی۔ حسب وصیت حضرت شیخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کے والد خواجہ سید احمد بخاری کے پائیں دفن کئے گئے تھے۔ ۱۴ ذی قعدہ ۸۳۷ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ قبر شریف حضرت خواجہ سید احمد صاحب کے مزار کے پائیں روضہ کی گیلری میں مدفوم ہے۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ عظمت الاولیاء)

حضرت شیخ اختیار الدین عمر چشتی رحمۃ اللہ علیہ

دہلی کے رہنے والے تھے۔ شیخ اختیار الدین عمر نام تھا۔ قاضی محمد فاضل چشتی کے مرید تھے جن کو خرقہ خلافت حضرت مخدوم نصیر الدین محمود چراغ دہلوی سے پہنچا تھا۔ علاوہ ازیں حضرت محبوب الٰہی قدس سرہٗ سے بھی فیض روحانی حاصل کیا تھا۔ بحکم پیر و مرشد بدایوں آکر سلسلہ رشد و ہدایت جاری کیا تھا۔ زہد و تقویٰ میں بے مثال، عالی منزلت، نیک صفات بزرگ تھے۔ مشائخ چشتیہ میں مقام بلند رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے سفر کے دوران شام ہو جانے پر ایک مسجد میں قیام کیا۔ وہ رات شب جمعہ تھی۔ وہاں کے باشندوں نے بعد نماز سات بار اذان کہی۔ آپ نے

سبب دریافت کیا بولے یہ شب جمعہ ہے۔ اس رات میں سات بار اذان کہنے سے اللہ تبارک و تعالیٰ اس بستی کو ہفتہ بھر بلاؤں سے محفوظ رکھے گا۔ آپ نے فرمایا بندہ اچھائی کے لئے خدا کی عبادت کرے اور اس کی بلا سے بھاگے ایسی صورت میں بندہ نفس کا بندہ ہوا خدا کا بندہ کہاں ہوا؟ ۱۲ ذی الحجہ ۸۳۸ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ حسب وصیت حضرت نظام الدین اولیاء کے دادا خواجہ سید علی بخاری کے پائیں دفن کئے گئے تھے۔ قبر شریف حضرت خواجہ سید احمد بخاری کی درگاہ کے اندر حضرت صدرالدین ملتانی کی قبر سے جانب غرب روضہ کی گیلری میں معدوم ہے۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے آپ کے آباؤ اجداد بزرگان ایرج سے تھے۔ جذبہ حق کے تحت اسباب دنیوی ترک کر کے طریقہ زہد اختیار کیا تھا۔ دہلی آکر متمکن ہو گئے تھے ہزار ایرج میں۔ (باقیات الصالحات: تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ لمعات صوفیہ)

حضرت میاں اڈن شاہ رحمتہ اللہ علیہ

میاں اڈن شاہ اہل دل، صادق المقال، مدہوشی میں ہوشیاری رکھنے والے درویش تھے۔ جان محمد نام تھا اور اڈن شاہ عرفیت تھی۔ پورب کے رہنے والے تھے پوربی زبان بولتے تھے قصبہ جائس ضلع رائے بریلی میں پیدا ہوئے تھے امیر عمر خاں ناظم بدایوں کے قریبی رشتہ دار تھے امیرانہ ٹھاٹ میں زندگی بسر کر رہے تھے یکایک جذبہ طاری ہو گیا تھا گھر سے نکل کھڑے ہوئے تھے اور قصبہ ردولی پہنچ کر سلسلہ چشتیہ صابریہ میں حضرت شیخ احمد عبدالحق ردولوی کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ بحکم پیر و مرشد بدایوں آکر محلہ فرشوری ٹولہ میں تکیہ بنا کر خدمت خلق میں مشغول ہو گئے تھے۔ رات دن عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے تھے نماز عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتے تھے۔ لباس قلندرانہ پہنتے تھے اور طہارت کا بہت خیال رکھتے تھے۔ واقف اسرار حقیقت تھے۔ صرف دودھ پیتے تھے۔ اس کی خاطر بکریاں پال لی تھیں۔ خدا سے دعا مانگتے وقت ایسے گرم گرم آنسوؤں سے روتے تھے کہ ایک قطرہ بھی اگر کسی کے بدن پر

پڑ جاتا تھا تو آبلہ پڑے بغیر نہیں رہتا تھا۔ تکیہ پر ملنگوں اور اہل ایقاں کا ہجوم رہتا تھا۔ حضرت مزار صاحب سے خلوص رکھتے تھے۔ ایک بار وہ آپ کے تکیہ پر ملنے بھی تشریف لائے تھے ۱۲ شعبان ۸۴۹ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف اندرون شہر محلہ فرشوری ٹولہ میں میراثیوں والے امام باڑہ کے متصل بمقام برتلے پختہ واقع ہے۔

(باقیات الصالحات - تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ حقیقتہ الفقراء)

حضرت شیخ آدم بندگی رحمتہ اللہ علیہ

شیخ آدم بندگی ملا عبداللہ مکی کی اولاد میں نسلاً شیخ صدیقی تھے نسلی سلسلہ درج ذیل ہے،

شیخ آدم بن شیخ محمود بن حافظ فریدالدین بن حافظ شیخ محمد بن حافظ محمد یوسف بن حافظ فریدالدین بن حافظ بہاء الدین بن حافظ قطب الدین بن حافظ شہاب الدین بن حافظ شمس الدین بن حافظ شیخ یعقوب بن حافظ ملا عبداللہ مکی بن شیخ عبدالرحمن بن شیخ صفی اللہ بن شیخ عبیداللہ بن شیخ عبداللہ بن شیخ عبدالرحمن بن امیرالمومنین خلیفتہ المسلمین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

شیخ آدم بدایوں میں پیدا ہوئے تھے۔ یہیں تعلیم و تربیت پائی تھی۔ والد ماجد شیخ محمود سبحان مخدوم العالمین کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔ حافظ قرآن ہونا آپ کا خاندانی وصف تھا۔ سلسلہ چشتیہ میں حضرت خواجہ سید محمد گیسو دراز چشتی دہلوی کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا جن کا مزار گلبرگہ میں ہے۔ وہ مرید و خلیفہ حضرت شیخ نصرالدین محمود چراغ دہلوی کے تھے صاحب حال و قال بزرگ تھے۔ زہد و ورع میں مشہور زمانہ صاحب خوارق و کرامات تھے۔ ہر ہفتہ جمعہ کے دن اپنے گھر کا سامان محتاجوں اور مسکینوں کو دیدیتے تھے فتوح غیبی سے دوسرے ہفتہ اس سے دوچند ہو جاتا تھا حضرت سلطان العارفین اور حضرت شاہ ولایت رحمہما کی درگاہوں کے خدام کے باہمی نزاع کے زمانہ میں آپ دونوں سرکاروں کی معافیات کے متولی مقرر ہوئے تھے۔ آپکی اولاد بدایوں میں متولیان مشہور ہے ۱۰ شوال ۹۱۰ھ ہجری کو وصال فرمایا تھا مزار شریف جھجھار خاں کے گنبد کے جانب شرق ایک چبوترہ پر واقع ہے۔

حضرت خواجہ عطاء اللہ چشتی رحمتہ اللہ علیہ

خواجہ شاہ عطاء اللہ چشتی حضرت امام حسین علیہ السلام کی اولاد میں تھے۔ سلسلۂ نسب درج ذیل ہے۔ خواجہ عطاء اللہ بن محمد ہمام عرف میراں بزرگ بن خواجہ محمد خطیر ثانی بن خواجہ محمود بن خواجہ عثمان بن خواجہ مودود ثانی بن خواجہ خطیر اول بن خواجہ محمد اشرف بن خواجہ اسد اللہ بن خواجہ عبد اللہ بن خواجہ قطب الدین ثانی بن خواجہ رکن الدین حسن بن خواجہ احمد بن خواجہ قطب الدین مودود چشتی اول بن خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی بن سید محمد سمعان بن سید ابراہیم بن سید محمد بن حسین بن عبد اللہ علی اکبر بن امام علی نقی بن امام علی تقی بن امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین علیہ السلام بن امیر المومنین حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ

سکندر شاہ لودی کے عہد میں آپ کے فرزند خواجہ محمد اسمٰعیل سہسوان کے قاضی ہو کر آئے تھے۔ انھیں کے ہمراہ آپ تشریف لائے تھے اور اندرون قلعہ مسکن گزیں ہوئے تھے۔ عطاء اللہ نام تھا ملک العلماء اور صفوۃ الاولیاء کے القاب سے یاد کیے جاتے تھے جید عالم اور مقتدر عارف تھے۔ دن رات تلاوت قرآن میں مشغول رہتے تھے۔ مرید و خلیفہ حضرت قاضی عبد المقتدر[1] کے تھے۔ جو دہلی کے رہنے والے تھے اور حضرت مخدوم شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کے خلیفہ تھے ۱۳ شعبان ۹۹۰ھ ہجری کو خواجہ عطاء اللہ کا وصال ہوا تھا۔ مزار شریف بمقام قصبہ سہسوان ضلع بدایوں قاضی محلہ کی چوک والی مسجد کے احاطہ میں پختہ واقع ہے خواجہ محمد اسمٰعیل کے صاحبزادے قاضی عبد الشکور تھے۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ شرف السادات۔ تاریخ فرشتہ)

---

[1] قاضی عبد المقتدر کا وصال ۲۶ محرم ۹۹۱ھ ہجری کو ہوا تھا مزار شریف حضرت قطب صاحب کی درگاہ سے جانب جنوب خانقاہ شیخ عبد الصمد کے اندر ہے۔

حضرت شیخ عبدالباقی چشتی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عبدالباقی چشتی بدایوں کے رہنے والے عابد و زاہد نیز صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔ شریعت و طریقت میں جامعیت رکھتے تھے۔ دنیا اور اہل دنیا سے کوئی سروکار نہ تھا رات دن طالبانِ حق کی رہنمائی میں مصروف رہتے تھے۔ بہت لوگوں کو راہِ عرفاں دکھائی۔ اپنے زمانہ میں قبولیت عظیم پائی تھی۔ جمال معرفت اور کمال حقیقت سے آراستہ تھے۔ جملہ مشائخ آپ کی بزرگی کا اعتراف کرتے تھے۔ اپنے زمانہ کے مشہور ولی اللہ تھے۔ سلسلہ چشتیہ میں حضرت مخدوم شیخ صفی خواجہ عبدالصمد چشتی کے مرید و خلیفہ تھے ان کو خرقہ خلافت مولانا سعدالدین چشتی خیرآبادی سے پہنچا تھا اور وہ مرید و خلیفہ حضرت مخدوم[1] شاہ مینا

---

[1] حضرت شاہ مینا صاحب کا اسم گرامی محمد تھا۔ وصال ۸۸۴ھ ہجری میں ہوا تھا۔ مزار لکھنؤ میں ہے شیخ سارنگ کا وصال ۸۵۹ھ ہجری میں ہوا تھا مزار موضع بچگواں ضلع بارہ بنکی میں ہے۔ انہوں نے سید صدرالدین راجو قتال سے بھی خلافت حاصل کی تھی وہ مرید و خلیفہ اپنے بڑے بھائی شیخ جلال الدین مخدوم جہانیان جہاں گشت کے تھے جن کا وصال ۷۸۵ھ ہجری میں ہوا تھا۔ مزار شریف اوچھ میں ہے۔ شیخ قوام الدین کا وصال ۸۰۵ھ ہجری میں ہوا تھا۔ مزار لکھنؤ میں ہے خواجہ عبدالصمد مخدوم شیخ صفی چشتی کا وصال ۹۰۵ھ ہجری میں ہوا تھا۔ مزار شریف صفی پور ضلع اناؤ میں ہے آپ کے خلفاء میں قاضی خواجہ عبدالغفور المعروف بہ قل ھو اللہ شاہ تھے ان کے خلفاء میں میاں بسم اللہ شاہ تھے۔ نام سید واجد علی تھا۔ بسم اللہ شاہ کا لقب پیر و مرشد نے عطا کیا تھا۔ سادات مشہدی سے تھے۔ والد ماجد کا اسم گرامی سید عباس علی تھا اور دادا کا نام نامی سید منصور علی تھا۔ سوکھا محلہ میں بمقام پیڑی تلے رہتے تھے۔ سروے آف انڈیا میں ملازم تھے نہایت عابد و زاہد اور تہجد گزار تھے۔ کلکتہ میں جان نگر روڈ پر خانقاہ تعمیر کرائی تھی۔ حلقۂ مریدین وسیع تھا۔ سماع کے شوقین تھے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد بدایوں چلے آئے تھے پچپن سال کی عمر میں ۲۷ رجب ۱۳۴۰ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ خوابگاہ بیرون شہر بدایوں متصل درگاہ مجیدیہ جانب شمال بگوشہ غرب ہے۔ چراغدان پر اسم گرامی کندہ ہے۔ مولانا سعدالدین چشتی کا وصال ۹۲۲ھ ہجری میں ہوا تھا مزار خیرآباد ضلع سیتاپور میں ہے۔

چشتی صاحب ولایت لکھنؤ کے تھے۔ ان کو خرقہ خلافت شیخ سارنگ سے پہنچا تھا وہ شیخ قوام الدین کے خلیفہ تھے۔ انہوں نے شیخ جلال الدین مخدوم جہانیان جہاں گشت سے خلافت پائی تھی اور وہ خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کے خلفاء میں تھے اور وہ حضرت سلطان المشائخ کے گرامی خلفاء میں تھے۔ سلسلہ قلندریہ میں حضرت نعمت اللہ شاہ ولی سے وابستہ تھے ۲۹ شعبان ۹۲۱ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف بیرون شہر گونٹیا قبول پورہ کے جانب شمال بگوشہ غرب پزاوہ کی آراضی میں پختہ واقع ہے۔ پائیں آپ کی دختر کی قبر ہے اس کے علاوہ اور بھی چند قبور ہیں۔ ایک مدت سے آپ کا مزار پزاوہ کی راکھ کے نیچے دبا ہوا تھا۔ ۱۳۸۹ھ ہجری میں برآمد ہوا ہے۔ شیخ سارنگ نے سید راجو قتال سے بھی خلافت پائی تھی۔ انھوں نے حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ مخزن اولیا۔ تاریخ اولیاء حق)

حضرت قاضی عبد الشکور رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ محمد اسمعیل کے بیٹے اور خواجہ شاہ عطاء اللہ چشتی کے پوتے قاضی عبد الشکور سہسوان کے قاضی تھے۔ احکام شریعت میں بہت چست تھے۔ ہزاروں اشخاص آپ کے دست حق پرست پر توبہ کر کے مشرف باسلام ہوئے تھے۔ آپ کے فیضان صحبت سے بے شمار اشخاص صاحب علم و فضل ہوئے تھے۔ بہت لوگوں کو معرفت اور حقیقت کی روشنی دکھا کر منزل مقصود تک پہنچایا تھا۔ حضرت خواجہ سماء الدین چشتی دہلوی کے مرید و خلیفہ تھے۔ انھوں نے خرقہ خلافت حضرت سید کبیر الدین اسماعیل نبیرہ حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاری سے حاصل کیا تھا۔ یوم عاشورہ روز جمعہ وقت صبح ۹۴۷ھ ہجری قاضی محلہ کی چوک والی مسجد کے اندر تلاوت قرآن مجید کے دوران آپ کے سالوں نے تلوار سے وار کر کے آپ کو شہید کیا تھا۔ مزار شریف قصبہ سہسوان ضلع بدایوں قاضی محلہ میں چوک والی مسجد کے احاطہ میں جانب شرق حریم کے اندر پختہ واقع ہے (شرف السادات)

حضرت میاں قبر دیوانہ رحمتہ اللہ علیہ

غلام قبر نام تھا۔ قبر دیوانہ مشہور تھے۔ شیخ حسن بودلہ مجذوب[1] دہلوی کی نظر پڑ جانے سے شوریدہ سری غلو کر گئی تھی۔ سنہ ۹۶۲ ہجری میں بدایوں کے حاکم ہو کر آئے تھے۔ مرد دلیر، صاحب جود اہل شہود تھے۔ باوجود حاکم ہونے کے مشرب قلندریہ رکھتے تھے۔ جذب و سلوک دونوں شانیں تھیں۔ جذبہ کے عالم میں رعیت پر سختی کرتے تھے۔ جب سلوک میں ہو جاتے تھے نہایت قابلیت اور ہوشیاری کے ساتھ احکام صادر کرتے تھے۔ بڑی جرأت اور ہمت کے درویش امیرانہ لباس میں تھے۔ بدایوں کے لوگ ان کی سختی سے تنگ آکر علی قلی خاں حاکم سنبھل سے ساز کر گئے تھے اس نے بدایوں پر چڑھائی کی اور یکم ربیع الاول سنہ ۹۶۳ ہجری کو آپ کو شہید کر کے ڈھر بدایوں میں دفن کر دیا تھا۔ اور سر عرضداشت کے ساتھ ہمایوں بادشاہ کے پاس دہلی روانہ کر دیا تھا۔ ملا عبدالقادر مورخ لکھتے ہیں جس سال قبر دیوانہ کی شہادت ہوئی تھی اس سال ملک میں زبردست قحط پڑا تھا اور ہمایوں بادشاہ کی وفات ہوئی تھی

باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ منتخب التواریخ۔ حقیقتہ الفقراء۔ (فرید گنجینہ بدایوں)

حضرت میاں حسن خاں رحمتہ اللہ علیہ

حسن خاں خلجی نسل کے ترک طبرستان کے رہنے والے تھے۔ ہندوستان آکر سلطان علاء الدین خلجی کی فوج میں ملازمت کرتی تھی۔ امیر عمر خاں ناظم بدایوں کے عہد میں بدایوں تشریف لائے تھے نہایت دلاور اور شجاع، پابند صوم و صلوٰۃ مرد مجاہد تھے۔ سرکشوں کی سرکوبی کر کے انھیں مطیع و فرمانبردار بناتے تھے۔ پرگنہ اوسہت کے تحصیلدار نے جب مالگذاری سلطانی خزانہ میں

---

[1] شیخ حسن بودلہ مجذوب کا وصال سنہ ۹۶۴ ہجری میں ہوا تھا۔ مزار شریف دہلی میں متصل مزار حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ہے

جمع نہیں کی تو آپ اپنا تمن لے کر اس کی سرکوبی کو پہنچے تھے اور موضع چتری پرگنہ اوسہت میں باغیوں کے ہاتھ سے جام شہادت نوش فرمایا تھا۔ مزار شریف موضع چتری کی آبادی سے جانب غرب املی کے درخت کے نیچے پختہ واقع ہے

(تاریخ اولیائے بدایوں)

حضرت سیّد جعفر اور حضرت سیّد مُظفّر رحمتہ اللہ علیہم

سید جعفر اور سید مظفر دو حقیقی بھائی دسویں صدی ہجری میں سوتھا محلہ میں رہتے تھے حدیث کا درس لینے کے دوران فضائل شہداء پڑھ کر ان کے دل مین بھی شہادت کا شوق پیدا ہوا تھا۔ نماز جمعہ جامع مسجد شمسی میں ادا کرتے تھے اور دونوں خطبوں کے درمیان حصول شہادت کی دعا مانگتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی۔ عشرہ کے دن جامع مسجد کے اندر جمعہ کی نماز کے دوران جاں بحق تسلیم ہو کر مرتبہ شہادت پایا تھا۔ صاحب تصرف ہیں۔ سوت ندی کا پانی آپ کے مزار تک نہیں پہنچتا ہے، ۱۰ محرم ۹۷۹ھ ہجری کو روز جمعہ آگ میں جل کر شہید ہوئے تھے۔ مزار شریف ہر دو برادران کے بیرون شہر جانب جنوب بگوشہ مغرب سوت ندی کے مشرقی کنارہ پر پلا سے جانب جنوب چبوترہ پر پختہ واقع ہیں۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ در فرید نادری)

حضرت مولوی محمد یعقوب دانشمند رحمتہ اللہ علیہ

مولوی محمد یعقوب دانشمند ملا عبد اللہ مکّی کی اولاد میں تھے۔ بدایوں میں پیدا ہوئے تھے دہلی جا کر تکمیل علوم کیا تھا۔ سلسلہ قادریہ میں حضرت سید بہاء الدین گیلانی مشہور میاں بہاول شیر قلندر قادری بدایونی حجرہ والے کے مرید تھے اور سلسلہ نقشبندیہ میں خواجہ عبد اللہ پسر خورد خواجہ باقی باللہ نقشبندی دہلوی سے بیعت تھے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ کی صحبت اور نظر فیض اثر کی بدولت مرتبہ

کمال کو پہنچ گئے تھے۔ خرقہ خلافت پانے کے بعد بدایوں واپس چلے آئے تھے۔ اکابر علماء میں تھے قبولیت عظیم رکھتے تھے ہمہ اوقات یادِ الٰہی میں مشغول رہتے تھے وجہ معاش کے لئے فقہ اور حدیث کی کتابیں نقل کر کے اور اُن پر حاشیے چڑھا کر فروخت کرتے تھے۔ بتائید غیبی لاہور پہنچ کر بیرم خاں ترکمان کے ذریعہ شاہزادہ جلال الدین محمد اکبر کے معلم مقرر ہو گئے تھے۔ جب دوبارہ ہمایوں دہلی کے تخت پر بیٹھا تو اس نے آپ کو دانشمند کا خطاب دیا تھا اور وجہ معاش کے لئے کچھ جاگیر دے کر بدایوں رخصت کر دیا تھا۔ بدایوں آکر آپ نے مکان پر ہی درس و تدریس کا سلسلہ جاری کر دیا تھا۔ پڑھانے کا ڈھنگ بہت اچھا تھا اس لئے اکثر طلباء آپ سے درس لینے آتے تھے۔ ۸ محرم ۹۸۲ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف حضرت شاہ ولایت صاحب کی درگاہ کے جانب شمال سید منزل چشتی کے مزار سے جانب شرق ایک علحدہ قبہ کے اندر پختہ واقع ہے۔ قبہ کی چھت گر گئی ہے۔ آپ ہی کی اولاد بدایوں میں دانشمندی کہلاتی ہے۔ ترکمان اس کو کہتے ہیں جس کا باپ ترک اور ماں ایرانی ہو۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ نزہت السالکین)

حضرت شاہ دولت فقیر رحمۃ اللہ علیہ

شاہ دولت فقیر ملتان سے آکر موضع محمد پور بہار ضلع بدایوں میں مسکن گزیں ہو گئے تھے۔ غیبی پیر حضرت شاہ محمد شہید کے مزار کے قریب تکیہ بنا لیا تھا۔ سیاحت اور ریاضت کئے ہوئے تھے۔ نظر پر تاثیر تھی۔ زیادہ تر آنکھیں بند رکھتے تھے اور خاموش رہتے تھے۔ بہت بوڑھے تھے۔ لوگوں سے بہت کم ملتے تھے۔ سلسلہ چشتیہ میں فرید ثانی[1] حضرت شیخ علاء الدین بن شیخ نور الدین اجودھنی چشتی دہلوی کے مرید تھے۔ ملا عبد القادر مورخ بدایونی آپ سے ملنے

---

[1] حضرت فرید ثانی کا وصال ۹۴۸ ہجری میں ہوا تھا۔ مزار شریف بمقام چراغ دہلوی جانب غرب شیخ سرائے میں آبادی کے ملحق ہے گنبد بنا ہے اس کے اندر منجملہ چھ قبروں کے کھنڈر اور جالی والی تربت ہے

محمد پور بہار گئے تھے وہ لکھتے ہیں شاہ صاحب محض فقیر ہی نہ تھے بلکہ عالم بھی تھے۔ میں نے ان سے بیعت کا اظہار کیا تو فرمایا مجھے اجازت نہیں ہے۔ ۱۴ رجب ۹۸۳ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف موضع محمد پور بہار پرگنہ بدایوں میں آبادی سے جانب شمال واقع ہے آپ کے مزار سے جانب جنوب حضرت شاہ محمد شہید کا مزار ہے

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ تذکرۃ القدما۔ طبقات الاولیاء)

حضرت میاں معصوم شاہ ملنگ رحمتہ اللہ علیہ

میاں معصوم شاہ فقیر میں شان بلند اور مقام ارجمند رکھتے تھے۔ ملا اوحدالدین نام تھا اور معصوم شاہ لقب۔ بوڑھے بابا کہلاتے تھے۔ ملا مجدالدین احمد کے فرزند ارجمند تھے سیستان آبائی وطن تھا۔ سنہ ۹۶۲ ہجری میں بطریق سیاحت کابل آکر قیام کیا تھا۔ وہاں سے چل کر ہندوستان تشریف لائے تھے اور دہلی میں متمکن ہوئے تھے سلسلہ مداریہ میں حضرت شاہ فخرالدین[1] زندہ دل کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ بحکم پیر و مرشد بدایوں آکر متصل درگاہ حضرت شاہ محمد جہندہ تکیہ بنا کر بود و باش اختیار کی تھی۔ سیاہ کپڑوں میں ملبوس رہتے تھے۔ منہ پر نقاب پڑی رہتی تھی۔ نیچی نگاہ رکھتے ہوئے ہر شخص سے بات کرتے تھے۔ نہایت ہیبت و جلال کے درویش تھے۔ وجد و حال کے وقت بیقرار ہو جاتے تھے جس پر نظر پڑ جاتی تھی وہ بیہوش ہو جاتا تھا۔ ملا عبدالقادر مورخ بدایونی لکھتے ہیں اللہ یار خاں زمیندار ساکن محلہ شہباز پور کی دختر ناکتخدا جو بے حد حسین تھی ایک روز کوٹھے پر سے غائب ہو گئی۔ ہر چند تلاش کیا مگر کہیں پتہ نہ چلا۔ اللہ یار خاں کے ایک دوست یوسف خاں تھے۔ وہ میاں معصوم شاہ کے حاضر باشوں میں تھے موقع پا کر اللہ یار خاں کو آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اللہ یار خاں نے قدموں پر گر کر نہایت

---

[1] شاہ فخرالدین زندہ دل کا مزار دہلی میں ہے۔

عاجزی سے اپنا حال بیان کیا۔ ایک ذی عزت شخص کو اس طرح پریشان دیکھ کر آپ کو ترس آگیا بولے "حاکم ذرا اپنی آنکھیں بند کرو" پھر تھوڑی دیر بعد کہا" اب کھول دو" اللہ یار خاں نے جب آنکھیں کھول کر دیکھا تو لڑکی سامنے کھڑی تھی۔ اس کے ہاتھ میں تیل کا برتن تھا آپ نے فرمایا حاکم اپنی لڑکی کو گھر لے جاؤ اور دو رکعت نماز شکرانہ ادا کرو۔ اللہ یار خاں خوش ہوتے ہوئے گھر آئے اور دو رکعت نماز شکرانہ ادا کر کے لڑکی سے غائب ہونے کا حال پوچھا۔ اس نے کہا مجھے ایک جن کا لڑکا اٹھا لے گیا تھا۔ جب اس کے والد ناراض ہوئے تو اس نے مجھے ایک دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ وہ مجھ سے سودا سلف منگاتا تھا۔ ابھی تھوڑی دیر ہوئی تو اس نے یہ سکے اور تیل کا برتن دے کر مجھے بازار بھیجا تھا۔ راستہ میں بوڑھے بابا مل گئے۔ وہ مجھے اپنے ساتھ لے آئے۔ میاں معصوم شاہ کا وصال ۱۸ شعبان ۹۸۳ھ ہجری کو ہوا تھا۔ مزار شریف اندرون شہر محلہ شہباز پور میں ملنگوں کے تکیہ کے اندر چبوترہ پر پختہ واقع ہے شرقی پہلو میں **میاں اعظم شاہ ملنگ** کا مزار ہے۔ حریم کے باہر **میاں گوہر شاہ ملنگ** کا مزار ہے

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ تذکرۃ القدماء، طبقات الاولیاء)

حضرت میراں جلال چشتی رحمۃ اللہ علیہ

میراں جلال چشتی بدایوں میں پیدا ہوئے تھے۔ دہلی جا کر شیخ عبداللہ اور شیخ محمد رفیع الدین[1] محدث اکبر آبادی دہلوی سے تحصیل علم کی تھی۔ شیخ عبدالباقی چشتی کے مرید و خلیفہ تھے متبحر عالم اور عارف کامل تھے۔ پیشہ معلمی کرتے تھے۔ ملا عبداللہ عارف باللہ آپ کے ارشد تلامذہ میں تھے ان کے شاگرد ملا عبدالقادر مورخ تھے اس لئے آپ کا تذکرہ منتخب التواریخ میں

---

[1] شیخ محمد رفیع الدین محدث اکبر آبادی کا وصال ۹۵۲ھ ہجری میں ہوا تھا۔

بھی ہے۔ ۹ شوال ۹۸۴ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ عید گاہ شمسی کے مشرقی دروازہ کی شمالی کروٹ سے دفن کیے گئے تھے۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ منتخب التواریخ)

حضرت شیخ اعظم چشتی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ اعظم چشتی بدایوں میں پیدا ہوئے تھے۔ والد ماجد کا اسم گرامی شیخ حسین حافظ تھا بعد تحصیل علوم ظاہری علوم باطنی کے شوق میں اپنے خسر حضرت شیخ سلیم[1] چشتی کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ عہد اکبری کے ذی وقار بزرگ تھے۔ اپنے موروثی گاؤں منونہ میں رہتے تھے وہاں کے باشندوں نے رات کے وقت موقع پاکر آپ کو شہید کر دیا تھا۔ لاش بدایوں لاکر دفن کی گئی تھی۔ آپ کی اہلیہ محترمہ بی بی خدیجہ (دختر شیخ سلیم چشتی) نے شہزادہ سلیم کو دودھ پلایا تھا۔ نسلاً شیخ فریدی تھے اور حضرت بابا صاحب کی گیارھویں پشت میں تھے۔ نسب نامہ درج ذیل ہے۔

شیخ اعظم چشتی بن شیخ حسین حافظ چشتی بن شیخ ابراہیم چشتی بن شیخ منان بن شیخ سعد الدین چشتی بن شیخ سلطان شاہ چشتی بھٹنڈا وی بن خواجہ زین الدین چشتی بھٹنڈا وی بن خواجہ رفیع الدین چشتی بن شیخ داؤد چشتی سکروہی بن شیخ محمود چشتی اجودھنی بن مخدوم شیخ بدر الدین سلیمان چشتی اجودھنی بن شیخ الاسلام حضرت بابا فرید الدین مسعود شکر گنج چشتی اجودھنی قدس سرہما

شیخ اعظم چشتی نے ۹ شوال ۹۹۱ ہجری کو موضع منونہ تحصیل آنولہ ضلع بریلی میں شہادت پائی تھی۔ قبر شریف چمنی روضہ کے جوار میں ہے۔ آپ کے بیٹے نواب قطب الدین

---

[1] حضرت شیخ سلیم چشتی کا وصال ۹۷۹ ہجری میں ہوا تھا۔ مزار شریف فتح پور سیکری میں ہے

کوکہ عرف شیخ ستوبن بدایوں کے ناظم ہوئے تھے اور ۲۰ صفر ۱۰۱۶ ہجری کو شیر افگن خاں کے ہاتھ سے بنگال میں مارے گئے تھے۔ بردوان میں قبر ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں فتح پور سیکری میں دفن ہوئے تھے۔ یہ کہنا غلط ہے نواب قطب الدین بدایوں میں دفن ہیں۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ نواب فرید)

حضرت شیخ احمد متوکل رحمۃ اللہ علیہ

شیخ احمد متوکل نسلاً شیخ فاروقی تھے اور حضرت بابا فرید الدین شکر گنج کے بھتیجے حضرت حاجی محمد سعد کی اولاد میں تھے۔ بدایوں میں بود و باش رکھتے تھے۔ شیخ محمد ابراہیم کلاں چشتی اجودھنی کے مرید و خلیفہ تھے۔ فقر و توکل میں بڑے ثابت قدم تھے۔ رات کو جو کچھ گھر میں خرچ سے بچتا تھا سب پڑوسیوں کو بانٹ دیتے تھے۔ حتیٰ کہ پانی۔ اس لئے شیخ احمد متوکل مشہور تھے آپ ہی کی بنوائی ہوئی مشہور بروالی مسجد ہے۔ یہ مسجد اب تک موجود ہے۔ اس کے حجرہ کے آگے حاجی سعد اللہ فقیر قمری والے کی قبر ہے ۵ رجب ۹۹۵ ہجری کو شیخ احمد کا وصال ہوا تھا۔ مزار شریف اندرون شہر سوتھا محلہ میں قلعہ کے برج پر گنبد کے باہر بگوشہ جنوب مشرق پختہ واقع ہے۔ گنبد کے اندر آپ کے فرزند حاجی فتح اللہ چشتی کا مزار ہے۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء)

حضرت سید علاء الدین گردیزی رحمۃ اللہ علیہ

سید علاء الدین گردیز شرقی کے رہنے والے تھے وہیں تعلیم و تربیت پائی تھی۔ اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ بطریق سیاحت ہندوستان تشریف لائے تھے۔ کچھ دنوں خطہ مہابن میں قیام کیا تھا بعدہ ۹۸۴ ہجری میں بدایوں آکر محلہ سوتھا میں بود و باش اختیار کی تھی۔ عالم باعمل۔ عارف کامل اور فقیہہ بیمثال تھے۔ شان محدثانہ رکھتے تھے۔ آپ کی تقریر دلپذیر ہوتی تھی۔ بہت لوگ

آپ کے مرید ہو کر اہل ایقان ہوئے۔ دنیا داروں سے تعلق نہ رکھتے تھے۔ وضع قلندرانہ تھی اور مشرب قادری تھا۔ مکمیل پوش رہتے تھے اور پیر جی کہلاتے تھے۔ نسلاً سید تھے اور اولاد میں حضرت امام تقی علیہ السلام کی تھے۔ ۹ رمضان ۹۹۵ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف بیرون شہر جانب شرق بگوشہ جنوب حضرت میر گوہر علی شہید کے مزار سے جانب جنوب ہے۔ میر گوہر علی شہید کا مزار کچہری کلکٹری کے احاطہ میں ہے۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ تشریف الشرفا۔ خزائن البرکات۔ لمعات صوفیہ)

حضرت شاہ نصیر رحمۃ اللہ علیہ

نصیر الدین نام تھا۔ توران کے باشندہ تھے۔ سیاحی کئے ہوئے درویش سالک تھے۔ مجاہدات اور ریاضتیں بہت کرتے تھے۔ قلندرانہ وضع میں رہتے تھے اور فقیرانہ لباس پہنتے تھے۔ برسوں حرمین شریفین میں گداگری کی تھی۔ فقر و فاقہ میں رہ کر عبادت الٰہی کرتے تھے۔ کھانے پینے کی پروا نہ تھی۔ دربار رسالت سے ان پر ابواب معرفت کھل گئے تھے۔ رجوعات خلق ہونے لگی تھی۔ سلسلہ کبرویہ میں حضرت شیخ حسین[1] خوارزمی کے مرید و خلیفہ تھے۔ مراتب فقر کی تکمیل کے بعد سیاحت کرتے ہوئے ۹۳۱ھ ہجری میں ہندوستان تشریف لائے تھے۔ چند یوم دہلی میں قیام کیا تھا۔ ملا عبد القادر مورخ لکھتے ہیں شاہ نصیر میرے مخدوم ملا عبد اللہ عارف باللہ کے ہمراہ خطہ بدایوں آکر موضع بھسرا میں متمکن ہوئے تھے۔ صاحب تصرف بزرگ تھے ۱۸ شوال ۹۹۵ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف موضع بھسرا پرگنہ بدایوں میں آبادی سے جانب غرب ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں ماوراء النہر کے باشندہ تھے۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ تذکرۃ القدماء۔ نزہۃ السالکین)

---

[1] شیخ حسین خوارزمی مرید و خلیفہ شاہ علی بہادری مرید و خلیفہ شیخ رشید الدین محمد اسفرائنی مرید و خلیفہ شیخ عبد اللہ برام شاہادی۔ مرید و خلیفہ شیخ اسحاق جیلانی مرید و خلیفہ سید علی ہمدانی کے تھے۔

حضرت میاں اعظم شاہ ملنگ رحمتہ اللہ علیہ

اعظم الدین نام تھا۔ پنجاب کے نامور علماء میں تھے۔ تقریر بے نظیر کرتے تھے۔ سکندر شاہ لودی کے عہد میں دہلی آکر وعظ فرمایا تھا۔ شیخ عطاء اللہ خطیب جامع مسجد بدایوں آپ کا وعظ سن کر بہت محظوظ ہوئے تھے اور اپنے ساتھ بدایوں لے گئے تھے۔ بدایوں آکر میاں معصوم شاہ ملنگ کے مرید ہو گئے تھے۔ لباس عالمانہ تہہ کر کے رکھ دیا تھا۔ خرقہ فقیرانہ مدار یہ سیاہ رنگ کا پہننا شروع کر دیا تھا مجاہدات کر کے خرقہ خلافت پایا تھا اور اعظم شاہ ملنگ کہلاتے تھے۔ نہایت پاکیزہ صورت باوجاہت عالم تھے۔ شریعت اور طریقت میں شان عظیم رکھتے تھے۔ منہ پر نقاب ڈالے رہتے تھے۔ ہر وقت ذکر و شغل میں مصروف رہتے تھے۔ بڑے پائیہ کے ملنگ تھے۔ آنکھیں مثل مشعل روشن رہتی تھیں۔ کسی کی طرف تکتے نہ تھے۔ ہنگام جوش و خروش جنگل کو نکل جاتے تھے اور مثنوی مولانا روم کے اشعار بلند آواز سے پڑھتے تھے۔ ۱۲ رجب ۹۹۶ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف میاں معصوم شاہ ملنگ کے شرقی پہلو میں محلہ شہباز پور میں پختہ واقع ہے۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ حقیقتہ الفقراء)

حضرت شیخ سلطان چشتی رحمتہ اللہ علیہ

شیخ سلطان چشتی بدایوں میں پیدا ہوئے تھے۔ یہیں تعلیم و تربیت پائی تھی ذی عزت خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ والد ماجد کا اسم گرامی شیخ فرید الدین سونبرس تھا۔ حضرت بابا فرید الدین شکر گنج کی اولاد میں تھے۔ شجرہ درج ذیل ہے

شیخ سلطان چشتی بن شیخ فرید الدین سونبرس بن شیخ سلطان شاہ فاروقی بھٹنڈاوی بن خواجہ زین العابدین بھٹنڈاوی بن خواجہ رفیع الدین بن شیخ داؤد چشتی سکروری بن شیخ محمود اجودھنی

بن مخدوم شیخ بدرالدین سلیمان چشتی اجودھنی بن شیخ الاسلام حضرت بابا فریدالدین مسعود شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت شیخ سلیم چشتی کے مرید ہوکر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ صاحب مجاہدہ اور مکاشفہ تھے۔ جنات کی تسخیر میں کمال رکھتے تھے۔ قبولیت عظیم پائی تھی۔ راتیں قرآن مجید کی تلاوت میں گزارتے تھے۔ ہنگام تلاوت اژدھا آتا تھا۔ اس کے سر پر چراغ رکھ کر تلاوت فرماتے تھے۔ ۱۹ جمادی الاول ۹۹۸ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف اندرون شہر متصل چاہ بھنڈار چکر والی سڑک کے جانب غرب قلعہ کی فصیل کے اوپر پختہ واقع ہے۔ زمانہ قدیم میں اس جگہ نقار خانہ کی برجی تھی جس کو دمدمہ کہتے ہیں۔

باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ از فرید نادری

مولوی نثار احمد نعت خواں سے معلومات

حضرت مُلّا عبدالقادر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

مُلّا عبدالقادر کا نام حق گو اور حق پرست لوگوں کی صف اول میں نظر آتا ہے ان کے والد کا نام شیخ ملوک شاہ فاروقی تھا۔ ۱۰ ربیع الثانی ۹۴۷ھ ہجری کو قصبہ بساور علاقہ بھرت پور میں پیدا ہوئے تھے۔ سید محمد مکّی سے قرآن مجید پڑھا تھا۔ چند ابتدائی کتابیں اپنے نانا مخدوم اشرف اکبرآبادی سے پڑھی تھیں۔ ۹۶۰ھ ہجری میں والد ماجد کے ہمراہ آگرہ آئے تھے اور شیخ مبارک ناگوری سے علم کلام پڑھا تھا۔ بعدہٗ سنبھل پہنچ کر مولوی حاتم علی سنبھلی سے فقہ کی تعلیم حاصل کی تھی۔ علم کے شوق میں سنبھل سے چل کر بدایوں تشریف لائے تھے اور ملا عبداللہ عارف باللہ کی خدمت میں رہ کر تکمیل علوم کی تھی۔ اس کے بعد آگرہ واپس چلے گئے تھے صاحب علم و عمل، راسخ العقیدہ مرد مجاہد تھے۔ علمی ذوق بہت بلند تھا۔ متعدد کتابیں تصنیف کی تھیں۔ کئی کتابوں کے ترجمے

بھی کئے تھے. شعر و سخن سے بھی رغبت تھی. تاریخ گوئی میں کمال حاصل تھا. ابوالفضل نے جب اپنے باپ شیخ مبارک ناگوری کے انتقال پر بھدرا کرائی تھی تو آپ نے اس کو دیکھ کر فی البدیہہ فرمایا تھا "موترالش چند" ان حروف سے اس واقعہ کی تاریخ بھی نکلتی ہے. سلسلہ قادریہ میں حضرت شیخ داؤد کرمانی جھنی والے کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا. علاوہ ازایں شیخ جلال تھانیسری شیخ سلیم چشتی، شیخ برہان الدین کالپی والے، شیخ نظام، نارنولی شیخ ابوالفتح گجراتی شیخ نظام اجمیری والے سے بھی اکتساب فیض کیا تھا. علوم صوری و معنوی سے بہرہ مند تھے. مذہبی جوش و خروش بہت زیادہ تھا. ۹۷۱ھ ہجری میں شیخ جمال منگن ابن شیخ حبیب منگن کے اظہار خلوص و محبت پر آگرہ چھوڑ کر بدایوں چلے آئے تھے اور پتنگی ٹیلہ پر سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی کی ڈیوڑھی کے قریب بود و باش اختیار کی تھی. حسین خاں حاکم بدایوں کی کچہری میں ملازم ہو گئے تھے. پہلی بیوی کے انتقال کے بعد دوسری شادی بھی بدایوں میں کی تھی. ۹۸۱ھ ہجری میں آپ کی رسائی شہنشاہ اکبر کے دربار میں ہو گئی تھی. منصب ہزاری پر پہنچ کر بادشاہ کے حضور میں نذر گزارنے لگے تھے. ایک ہزار بیگھے آرامی معافی دوام بدایوں سے جانب شرق جاگیر عطا ہوئی تھی مگر بعد میں دین الٰہی کی مخالفت کے سبب اکبر بادشاہ آپ کے خلاف ہو گیا تھا. منصب سے معذول کر دیئے گئے تھے جاگیر ضبط ہو گئی تھی. ہندوستان سے بھاگ کر ایران پہنچے تھے. شاہ ایران کی سفارش پر اکبر نے دوبارہ بدایوں میں رہنے کی اجازت دے دی تھی. ماہانہ وظیفہ مقرر کر دیا تھا خانہ نشینی کی زندگی گذارنے لگے تھے. آخر زمانہ آپ کا بہت کس مپرسی کی حالت میں گزرا دوستوں نے ساتھ چھوڑ دیا تھا. وظیفہ پورے مہینے کے خرچ کے لئے ناکافی ہوتا تھا بڑی مشکل سے گزر ہوتی تھی اس لئے حضرت شیخ ابوبکر موئی تاب رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ کے لنگر خانہ[1] سے مسکینوں کی طرح کھانا لا کر پیٹ کی آگ بجھاتے تھے ۲۹ ذی قعدہ ۱۰۰۴ھ ہجری کو

---

[1] یہ لنگر خانہ نوابان اودھ کے زمانہ تک چلتا رہا بعد میں پیرزادگان کی خانہ جنگی کی وجہ سے بند ہو گیا.

وصال ہوا تھا قاضی غلام محمد[1] نے نماز جنازہ پڑھائی تھی۔ مزار شریف بیرون شہر جانب شرق دو میل فاصلہ پر بڑے باغ کے پل کے پاس سڑک سے جانب شمال نرائن سنگھ ولد تیج رائے کے کھیت میں پختہ واقع ہے۔ موجودہ مزار اور اس کا چبوترہ پختہ اینٹوں کا مولوی محمد اکرام عالم صاحب وکیل جج بدایوں نے اپنے صرفہ سے ۱۹۳۴ء میں تعمیر کرایا تھا۔ پیشتر یہ مزار گھنگروں کا بنا ہوا تھا۔ ملا صاحب کے بھائی، بیوی اور دونوں بیٹوں کی قبور پر بھی گھنگر رکھے ہوئے تھے۔ جانب شرق آپ کے بھائی شیخ محمد[2] فاروقی اور پائیں آپ کی پہلی بیوی اور دونوں صاحبزادگان مدفون ہیں۔

غبار خاطر میں مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں ملا عبدالقادر بدایونی طبقۂ عوام کا ایک فرد جس نے وقت کی درسیاتی تعلیم حاصل کر کے علماء کے حلقے میں اپنی جگہ بنائی اور دربار شاہی تک رسائی حاصل کی

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ منتخب التواریخ)

حضرت شیخ چاؤ پہلوان رحمۃ اللہ علیہ

محب اللہ نام تھا۔ خراسان کے باشندہ تھے۔ ماوراء النہر آکر امیر عبداللہ خان ازبک کی فوج میں ملازم ہو گئے تھے بعد میں ملازمت چھوڑ کر درویشی اختیار کر لی تھی۔ شیخ عبدالحق[3] زندہ جانی

---

[1] قاضی غلام محمد بدایوں کے قاضی تھے۔ انھوں نے ہی سب سے پہلے آپ کے خلاف محضر پر دستخط کئے تھے۔

[2] شیخ محمد فاروقی مرید و خلیفہ شیخ نظام الدین امیٹھی والے کے تھے، ۱۵ شعبان ۱۰۱۳ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔

[3] شیخ عبدالحق زندہ جانی حضرت شیخ صفی گجراتی چشتی نظامی کے خلیفہ تھے ۲ رمضان ۱۰۳۹ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف قصبہ شیخ پورہ ضلع برہان پور میں ہے۔

کی خدمت میں پہونچ کر مرید ہو گئے تھے۔ شیخ کی نظر کیمیا اثر نے چند یوم کے اندر فقیر کامل بنا دیا تھا۔ خرقہ فقر سے سرفراز کئے گئے تھے۔ بحکم پیر و مرشد بدایوں تشریف لائے تھے اور سوتھا محلہ میں بود و باش اختیار کی تھی تن و توش کے مرد مشین تھے۔ ورزش کرتے تھے اس لئے پہلوان کہلاتے تھے۔ مگر در حقیقت بہت بڑے صاحب تصرف اور اہل معرفت درویش تھے عارفانہ شان ہمیشہ چھپائے رہتے تھے۔ حسن حقیقت کا مشاہدہ آئینہ مجازی میں کرتے تھے۔ گداگری کے بھیس میں گلی گلی پھرا کرتے تھے اور شیخ چاؤ پہلوان مشہور تھے۔ نہ کسی سے سوال کرتے تھے اور نہ کچھ لیتے تھے بلکہ اپنے پاس سے کوڑیاں بچوں کو تقسیم کر دیتے تھے دست غیب سے قوت بسری کرتے تھے۔ مرد مجرد ولی روزگار تھے۔ ملا عبداللہ عارف باللہ اور مخدوم عبداللہ رسولوی کے ہمعصر تھے۔ آپ کی رحلت کے وقت دونوں بزرگ عیادت کو تشریف لائے تھے ۱۶ ربیع الاوّل سنہ ۱۰۱۱ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف اندرون شہر سوتھا محلہ میں قلعہ کے برج پر گنبد کے باہر برگد کے نیچے پختہ واقع ہے۔ چاروں کونوں پر ستون کھڑے ہیں۔ دائیں بائیں دو قبریں ہیں پائیں دو قبریں دولہا دلہن کی ہیں۔ گنبد کے اندر حاجی فتح اللہ چشتی کا مزار ہے۔ گنبد کے باہر جانب شرق مائل بہ جنوب ان کے والد شیخ احمد متوکل مدفون ہیں۔ ان کے جانب شرق ایک قبر ہے کل آٹھ قبریں اندر باہر ہیں اس راستہ سے کوئی بارات نہیں جاتی ہے۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ حقیقۃ الفقراء۔ نزہت الکسلکھی)

حضرت شیخ جلال کاسی رحمۃ اللہ علیہ

جلال خاں نام تھا۔ شیخ جلال کاسی مشہور ہیں۔ بدایوں محلہ قبول پورہ کے ایک ذی عزت کاسی پٹھان کے گھر میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ کے مورث اعلیٰ ظفر خاں فغان کاسی صاحب سطوت و عظمت تھے۔ سنہ ۶۲۸ ہجری میں بدایوں آئے تھے اور محلہ اوپر پار آباد کیا تھا

ان کے فرزند حسن خاں نے محلہ حسن گھیر بسایا تھا۔ شیخ جلال کاسی ابتداء میں امیرانہ زندگی بسر کرتے تھے اور شیر شاہ سوری کے دربار میں منصب دیوان پر فائز تھے۔ جب افغانوں کا زوال شروع ہوا اور ہمایوں بادشاہ نے دوبارہ ہندوستان کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی تو دنیا کے جھگڑوں سے کنارہ کش ہو کر یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے تھے۔ بالنگرمئو پہنچ کر حضرت شاہ محمد چشتی کی خدمت میں مدت دراز رہے تھے۔ انھیں کے مرید تھے مگر باوجود صحبت پیر فیض باطنی حاصل نہ ہوا۔ بالآخر پیر و مرشد نے خود ہی ایک روز فرمایا جلال کاسی تیرا کشود کار حضرت شیخ ابوبکر صاحب ولایت بایوں کے آستانہ سے ہے تو وہاں جا۔ چنانچہ آپ بدایوں آکر حضرت شاہ ولایت صاحب کے آستانہ پر حاضر ہوئے تھے۔ جاروب کشی کی خدمت انجام دینے پر فیض روحانی سے شرف ہوئے تھے۔ مزار اقدس سے آواز آئی تھی "بدرالدین جلال، جلال بدرالدین"۔ اسی روز سے آپ مرتبہ کمال کو پہنچ گئے تھے۔ رجوعات خلق ہونے لگی تھی۔ جس کی وجہ سے چند اشخاص آپ سے حسد کرنے لگے تھے۔ صاحب تصرف ولی روزگار تھے۔ مستمندوں کی حاجت روائی فرماتے تھے۔ ۲۱، ۲۲ رمضان ۱۰۱۳ھ ہجری کی درمیانی شب میں حضرت شاہ ولایت کے بن میں انھیں حاسدوں نے یا چوروں نے تیروں سے مار کر آپ کو شہید کیا تھا۔ مزار شریف حضرت شاہ ولایت صاحب کی درگاہ سے ملحق مقبرہ سرخیلاں کے اندر شمالی قطار میں پورب کی طرف سے دوسرا مزار ہے۔ آپ کے شرقی پہلو میں آپ کے خلیفہ حضرت مخدوم عبداللہ رسولوی کا مزار ہے۔ غربی پہلو میں حضرت خلدک سرخیل کا مزار ہے اور ان کے غربی پہلو میں حضرت جلدک سرخیل کا مزار ہے۔ جس جگہ آپ شہید کئے گئے تھے وہاں سرراہ پختہ چبوترہ بنا ہے

باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں طبقات الاولیاء۔ تذکرۃ الواصلین
تاریخ واصفی۔ عظمت الاولیاء

حضرت ملا عبداللہ عارف باللہ رحمۃ اللہ علیہ

ملا عبداللہ زبدۃ العارفین اور قدوۃ الکاملین تھے۔ آبا و اجداد کا وطن نواحی سمانہ علاقہ پنجاب تھا۔ حصول علم کی خاطر دہلی تشریف لائے تھے اور شیخ لاڈن دھلوی سے قرآن مجید پڑھا تھا۔ دہلی سے بدایوں آئے تھے اور سید جلال بدایونی سے تکملہ علوم کیا تھا۔ مرید و خلیفہ حضرت شیخ عبدالباقی چشتی بدایونی کے تھے۔ حضرت شیخ صفی خیرآبادی سے بھی فیض حاصل کیا تھا۔ علم و عمل میں بے مثال اور زہد و ورع میں لاثانی تھے۔ تمام عمر معلمی کر کے گزر بسر کی مگر کسی شاگرد سے کبھی کوئی خدمت نہیں لی۔ نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ لباس درویشانہ پہنتے تھے۔ فقر و فنا کے آثار صورت سے نمایاں ہوتے تھے۔ متبحر عالم، صاحب کرامت ولی روزگار تھے کیسی ہی مشکل کتاب یا مشکل مسئلہ آپ کے سامنے پیش ہوتا تھا نہایت وضاحت اور تمامی نکات کے ساتھ اس کو حل کر دیتے تھے۔ تمام علوم پر عبور حاصل تھا۔ بہت علماء آپ کے تلامذہ میں تھے۔ ملا عبدالقادر مورخ بدایونی بھی آپ کے شاگرد تھے۔ صاحب اجازت ہونے کے باوجود کبھی کسی کو مرید نہیں کیا۔ منتخب التواریخ میں بھی آپ کا تذکرہ ہے۔ ایک بار شب قدر کی زیارت بھی آپ کو نصیب ہوئی تھی۔ ایک مرتبہ اکبر بادشاہ نے آپ کو بلایا تھا۔ دوران گفتگو وحدت الوجود کی بحث چھڑ گئی تھی۔ فیضی نے ازراہ تمسخر پوچھا تھا وحدت الوجود کیا ہے۔ یہ سنتے ہی آپ کو جلال آگیا تھا۔ فرمایا وحدت الوجود یہ ہے کہ تیرا وجود فنا ہو۔ اتنا کہتے ہی فیضی کے بدن پر آبلے پڑ گئے تھے۔ زمین پر گر کر مچھلی کی طرح تڑپنے لگا تھا۔ ابوالفضل اٹھا کر اس کو ایک جوگی کے پاس لے گیا تھا جو مرض سلب کرنے میں کمال رکھتا تھا۔ فیضی کو دیکھ کر اس نے کہا تھا۔ یہ آگ ایک عارف کامل کی لگائی ہوئی ہے میں اس کے علاج سے قاصر ہوں۔ انھیں کے پاس ان کو لے جاؤ۔ چنانچہ فیضی کو

آپ کے قدموں میں لاکر ڈالا گیا تھا اور قصور کی معافی چاہی تھی۔ آپ نے دعا فرمائی تھی اور اس کے جسم کے آبلے رفع ہو کر سوزش کم ہو گئی تھی مگر ایک آبلہ پیشانی پر رہ گیا تھا جس کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا "ایں نشان مردان خدا است باقی خواہد ماند" چنانچہ وہ داغ فیضی کی پیشانی پر تادم مرگ باقی رہا۔ جب آپ کے وصال کا زمانہ نزدیک آیا تو لوگوں کو بلا کر فرمایا میں نے خواب دیکھا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فلاں مقام پر تشریف فرما ہیں اور اپنا عصاء زمین پر مارا ہے جس سے پانی نکلنے لگا ہے میں اب جاتا ہوں۔ میری وفات کے بعد تم لوگ اس مقام پر جانا پانی نکلتا ہوا پاؤ گے۔ وہی میری قبر کی جگہ ہے۔ یہ کہہ کر آپ واصلِ حق ہو گئے تھے۔ بعد انتقال لوگوں نے اس مقام کو جا کر دیکھا تو واقعی پانی نمودار تھا۔ چنانچہ وہیں قبر کھود کر آپ کو دفن کیا گیا تھا۔ ۶ ذی قعدہ ۱۰۱۴ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف قاضی حوض کے متصل جانب شمال بالائے چبوترہ متعدد قبروں کے درمیان منجملہ دو قبور جانب غرب پختہ ہے۔ جانب شرق آپ کے پوتے **ملا حسبی اللہ** مدفون ہیں۔ مولانا ضیاء نے فاروقی الاصل لکھا ہے

منتخب التواریخ۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ باقیات الصالحات۔ طبقات الاولیاء نزہت السالکین۔ لمعات صوفیہ۔ تذکرۃ الفضلاء۔ منشی غلام نبی خاں سے معلومات

حضرت سیّد مُزمّل چشتی رحمۃ اللہ علیہ

سید مزمل بدایوں کے اکابر سادات سے تھے۔ یہیں تعلیم و تربیت پائی تھی۔ والد ماجد کا اسم گرامی حاجی عبد الوہاب تھا۔ شیر شاہ سوری کی فوج میں ملازم تھے۔ بعد میں ملازمت ترک کر کے درویشی اختیار کر لی تھی۔ حضرت شیخ محمد چشتی بانگڑمئو والے کے مرید و خلیفہ تھے۔ رات دن پیر و مرشد کی خدمت میں رہتے تھے۔ ریاضت اور مجاہدات کر کے مرتبہ کمال کو پہنچا دیا تھا۔ صاحب خوارق عادات و کرامات تھے۔ حضرت خواجہ بدر الدین

شاہ ولایت بدایوں کے آستانہ سے فیض روحانی حاصل کیا تھا۔ ۶ ذی الحجہ ۱۰۱۵ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف حضرت شاہ ولایت صاحب کی درگاہ سے جانب شمال ایک مختصر حریم کے اندر پختہ واقع ہے۔ مزار کے چاروں گوشوں پر پلنگ کی شکل بنی ہے اس لئے پلنگ پیڑھی والے مشہور ہیں۔

باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ معارج الولایت۔ مظلت الاولیاء

حضرت شیخ محمد چشتی بھٹنڈالوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد چشتی بھٹنڈالوی حضرت بابا فرید الدین شکر گنج کی اولاد میں تھے۔ والد ماجد کا اسم گرامی شیخ عبد الجلیل تھا۔ بھٹنڈا[1] کی خانقاہ کے صاحب سجادہ تھے۔ شیخ علی اصغر بن شیخ مودود آپ کے پوتے تھے جنہوں نے جواہر فریدی لکھی ہے۔ بھٹنڈا میں پیدا ہوئے تھے۔ اپنے والد بزرگوار کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ شجرۂ طریقت درج ذیل ہے۔

شیخ محمد چشتی مرید و خلیفہ اور فرزند شیخ عبد الجلیل چشتی بھٹنڈالوی مرید و خلیفہ اور فرزند شیخ عبد اللہ چشتی بھٹنڈالوی مرید و خلیفہ اور فرزند شیخ جلال الدین بھٹنڈالوی مرید و خلیفہ اور فرزند شیخ حسام الدین چشتی بھٹنڈالوی۔ مرید و خلیفہ اور فرزند شیخ جہان چشتی بھٹنڈالوی مرید و خلیفہ اور فرزند شیخ زین العابدین بھٹنڈالوی مرید و خلیفہ اور فرزند شیخ رفیع الدین چشتی اجودھنی مرید و خلیفہ اور فرزند شیخ داؤد چشتی اجودھنی مرید و خلیفہ اور فرزند شیخ محمود چشتی اجودھنی مرید و خلیفہ اور فرزند شیخ بدر الدین سلیمان چشتی اجودھنی مرید و خلیفہ اور فرزند حضرت بابا فرید الدین شکر گنج اجودھنی قدس سرہا بھٹنڈا سے آکر بدایوں میں بود و باش اختیار کی تھی مشائخ کبار میں شمار ہوتے تھے۔ ولی روزگار تھے۔ ابدال صفت تھے۔ باز جمعہ بطریق طے الارض

---

[1] بھٹنڈا قصبہ سرہند کے قریب ہے

حرم شریف میں ادا کرتے تھے۔ ریاضت اور مجاہدات میں بے مثل۔ محرم اسرار حقیقت تھے۔ شب و روز میں دس ہزار بار سے زیادہ درود شریف پڑھتے تھے ۹۶ برس کی عمر پاکر ۱۱ ربیع الاول ۱۰۲۴ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف حضرت شاہ جہندہ صاحب کی درگاہ کے جنوبی دروازہ کے سامنے پختہ واقع ہے۔ لوح مزار چوکور ہے

(جواہر فریدی۔ باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ عظمت الاولیاء)

حضرت حاجی فتح اللہ چشتی رحمتہ اللہ علیہ

حاجی فتح اللہ چشتی کے والد کا نام شیخ احمد متوکل تھا۔ نسلاً شیخ فاروقی تھے سلسلہ نسب درج ذیل ہے۔

شیخ فتح اللہ بن شیخ احمد متوکل بن شیخ بایزید بن شیخ عطاء اللہ بن شیخ سیف الدین بن شیخ کریم الدین بن شیخ عیسیٰ بن شیخ داؤد بن شیخ خواجہ بن شیخ نصیر الدین بن شیخ شہاب الدین بن شیخ احمد بن شیخ سعد حاجی

حاجی سعد حضرت بابا فرید الدین شکر گنج کے بھتیجے تھے۔ حاجی فتح اللہ چشتی بدایوں میں پیدا ہوئے تھے۔ یہیں تعلیم و تربیت پائی تھی حضرت شیخ صدر الدین شہاب کے مرید ہو کر خرقہ خلافت پایا تھا۔ وہ سلسلہ چشتیہ میں حضرت سلطان المشائخ کے مرید تھے مگر حضرت مخدوم شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی سے خلافت حاصل کی تھی۔ عبادت و ریاضت میں رات دن مشغول رہتے تھے۔ نہایت رفیع المنزلت بزرگ تھے۔ سات حج پیادہ پا کیے تھے اور ہر مرتبہ اپنی والدہ کو کاندھوں پر بٹھا کر لے گئے تھے۔ تمام عمر کعبہ شریف کو پیٹھ کر کے نہیں بیٹھے ۲۶ رمضان ۱۰۳۱ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف اندرون شہر سوکھا محلہ میں قلعہ کے برج پر گنبد کے اندر پختہ واقع ہے۔ گنبد کے باہر آپ کے والد شیخ احمد متوکل کا مزار ہے برگد کے نیچے شیخ چاؤ پہلوان کا مزار ہے۔ ان کے پائیں دولہا دلہن کی

کی قبریں ہیں۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ جواہر فریدی۔ در فرید نادری)

حضرت مولانا سیّد صدر الدین محمد حاکم بندگی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا سید صدر الدین محمد حاکم بندگی صاحب ولایت سہسوان ہیں۔ قاضی عبد الشکور کے بیٹے تھے ۹۳۷ھ ہجری میں بمقام قصبہ سہسوان ضلع بدایوں پیدا ہوئے تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی تھی۔ ان کی شہادت کے بعد اپنے برادران قاضی محمد صالح اور مفتی محمد فاضل سے تکملہ علوم کیا تھا۔ بعد ازاں دہلی جاکر اسناد حاصل کی تھیں خواجہ شیخ محمد[1] چشتی کے مرید و خلیفہ تھے۔ انہوں نے حضرت شیخ عبد العزیز شکر یار چشتی نظامی دہلوی سے خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ ذی علم، صاحب زہد و اتقاء بزرگ تھے سیکڑوں اشخاص آپ کے دستِ حق پرست پر تائب ہوکر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ بیسیوں کو راہ عرفاں دکھائی۔ آپ ہی نے حضرت سید ابراہیم شہید عرف میراں صاحب کے مزار کا پتہ بتایا تھا ورنہ کوئی جانتا بھی نہ تھا کس جگہ مدفون ہیں ۲۰ جمادی الآخر ۱۰۳۳ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف قصبہ سہسوان میں قاضی محلہ کے اندر کھرنی والی مسجد میں پختہ واقع ہے۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ شرف السادات)

حضرت مخدوم عبد اللہ رسولی رحمۃ اللہ علیہ

مخدوم عبد اللہ رسولی کا شمار اولیائے نامدار میں ہے۔ قصبہ رسولی ضلع بارہ بنکی

---

[1] خواجہ شیخ محمد چشتی کا مزار قصبہ ڈبائی ضلع علیگڈھ میں ہے۔ شیخ جعفر مکی کے فرزند تھے جنہوں نے کتاب بحر المعانی لکھی ہے۔

کے ایک کائستھ خاندان میں آپ کی ولادت ہوئی تھی۔ نہایت حسین و جمیل تھے ذہن و حافظہ خداداد تھا۔ بارہ سال کی عمر میں گلستاں کا درس لے رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص حسنہ سن کر اسلام کی محبت دل میں جوش کرائی تھی۔ گھر سے نکل کر چل دیئے تھے۔ بتوفیق الٰہی بدایوں آکر حضرت شیخ جلال کاسی کے سایۂ عاطفت میں نشو ونما پائی تھی انھیں کے دستِ حق پرست پر توبہ کرکے مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔ حضرت شاہ ولایت صاحب کی بشارت پر عبداللہ نام رکھا گیا تھا۔ بعد تحصیل علوم ظاہری و باطنی حضرت شیخ جلال کاسی کے مرید ہوکر خرقہ خلافت پایا تھا۔ علوم صوری و معنوی سے بہرہ مند بڑے ہیبت و جلال کے بزرگ تھے۔ بڑے بڑے گردن کش آپ کے سامنے سرنگوں بیٹھے رہتے تھے تمام دن شغل باطنی میں مصروف رہتے تھے اور رات عبادت الٰہی میں کھڑے کھڑے گزار دیتے تھے بالمشافہ حضوری حضرت شیخ ابوبکر موئے تاب کی ہونے لگی تھی۔ مرتبہ عظیم پایا تھا۔ صاحب تصرف تھے طرح طرح کی کرامتیں ظہور میں آتی رہتی تھیں۔ ۵ شوال سنہ ۱۰۳۴ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف حضرت شاہ ولایت صاحب کی درگاہ سے ملحق مقبرہ سرخیلاں کے اندر شمالی قطار میں پورب کی طرف ہے آپ کے غربی پہلو میں حضرت شیخ جلال کاسی کا مزار ہے۔ ان کے غربی پہلو میں حضرت خواجہ خلدک سرخیل کا مزار ہے۔ ان کے غربی پہلو میں حضرت خواجہ جلدک سرخیل کا مزار ہے۔

باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ تاریخ واصفی۔ عظمت الاولیاء

حضرت خواجہ سیّد علی کبیر چشتی رحمتہ اللہ علیہ

سیّد علی کبیر اکابر وقت اور مفتخر زمانہ بزرگوں میں تھے مولانا سید صدرالدین محمد حاکم بندگی سے خرقہ خلافت حاصل کیا تھا قصبہ سہسوان ضلع بدایوں کے باشندہ تھے. بہت لوگوں کو راہ عرفاں دکھائی. آپ کے مریدین میں ایک صاحب مولانا نجم الہدیٰ سنبھلی تھے وہ اپنی کتاب مراۃ الکبریٰ میں لکھتے ہیں، ۲۷ ذی الحجہ ۱۰۱۸ھ ہجری کو قدم بوسی شیخ کی نصیب ہوئی. اس وقت مولانا محمد ہاشم سہسوانی اور دیگر علمائے عالی وقار کا مجمع تھا شیخ علی اصغر فاروقی مصنف جواہر فریدی بھی موجود تھے. وہ اپنی کتاب جواہر فریدی تالیف کرکے لائے تھے. ذکر استطاعت قدرت اولیاء اللہ کا ہو رہا تھا. شیخ نے فرمایا فقراء اہلِ عشق ہوتے ہیں. علماء اہلِ عقل. فقیری میں ضبط و تحمل درکار ہے. منصور نہ کرسکے رسواء ہوئے. دار پر کھینچے گئے. ان کی بہن عورت ذات ضبط سے اُن پر فوقیت لے گئی صاحب تحمل فقراء کا کیا کہنا. ان کے بڑے رتبے ہیں. جو خدا کا محرم اسرار ہوجاتا ہے اس کا خدائی پر قبضہ ہو جاتا ہے چنانچہ راحت القلوب میں حضرت بابا فرید الدین شکر گنج سے منقول ہے ایک دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پشت آفتاب کی طرف کئے ہوئے اپنا خرقہ بخیہ کر رہے تھے. دیر تک سیتے رہنے کی وجہ سے پشت شریف طمازت آفتاب سے گرم ہوگئی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نظر عتاب سے آفتاب کی طرف دیکھا اسی وقت آفتاب کا نور جاتا رہا. سیاہ ہوگیا تمام عالم میں تاریکی چھا گئی. اس عجیب حادثہ کو دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تعجب ہوا فوراً ہی حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جناب احدیت کا پیغام لیکر آئے اور کہا آج پشت عمر ابن خطاب کو آفتاب کی گرمی سے چنداں صدمہ پہنچا جس کی وجہ سے عمر نے آفتاب کو نگاہ غضب سے

دیکھا۔ یہ سبب آفتاب کے سیاہ پڑ جانے کا ہے اگر عمر ہی آفتاب کا قصور معاف نہ فرمائینگے تو قیامت تک وہ اس گناہ میں مبتلا رہے گا اور اسی حال میں رہے گا۔ آپ عمر سے شفاعت آفتاب فرمائیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت حضرت عمر فاروق رضہ کو بلا کر سفارش آفتاب کی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آفتاب کا قصور معاف کیا تھا اور آفتاب اپنی اصلی حالت پر ہو گیا تھا۔ یہ فرما کر شیخ کچھ دیر سر جھکائے خاموش رہے۔ مولانا سید محمد ہاشم کے دل میں خیال آیا اس مرتبہ کے بزرگ اب کہاں پیدا ہو سکتے ہیں جن کا تصرف آفتاب پر ہو۔ فوراً شیخ نے اپنے نور باطن سے معلوم کر کے شیخ علی اصغر سے فرمایا تم کیا کتاب لائے ہو۔ مولانا محمد ہاشم کو دکھاؤ۔ وہ کھول کر اس میں سے کچھ بلند آواز سے پڑھیں۔ مولانا نے کتاب کھول کر دیکھی تو اپنے خیال فاسد پر تاسف کرنے لگے۔ وہ عبارت یہ تھی۔ راحت القلوب میں سلطان المشائخ لکھتے ہیں ایک مرتبہ مولانا بدرالدین اسحٰق کچھ لکھ رہے تھے۔ عصر کی نماز کا وقت تنگ ہو گیا۔ کسی نے کہا خواجہ نماز کا وقت تنگ ہوتا ہے۔ خواجہ نے فرمایا آج ہم نے آفتاب سے کہدیا ہے جب تک صفحہ تمام نہ ہو جائے چھپے نہیں۔ چنانچہ جب صفحہ ختم ہو گیا تب خواجہ نے پھر کہا کوئی جا کر آفتاب کو دیکھے۔ ایک آدمی اوپر گیا اور دیکھا آفتاب موجود تھا۔ خواجہ نے نماز بفراغت ادا کی اس کے بعد آفتاب غروب ہوا۔ جب مولانا محمد ہاشم یہ بیان ختم کر چکے شیخ نے فرمایا اب ختم کرو۔ عاقلاں را اشارہ کافی است۔ ۱۷ رجب ۱۰۳۸ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف قصبہ سہسوان ضلع بدایوں میں گنور والی سڑک پر پختہ واقع ہے۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء شرف السادات)

حضرت سید محمد طاہر ملتانی رحمتہ اللہ علیہ

سید محمد طاہر ملتانی سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی اولاد میں تھے۔ آبا و اجداد کا وطن بخارا تھا۔ ہمایوں بادشاہ کے عہد حکومت میں آپ کے والد بخارا کی سکونت ترک کر کے ملتان چلے آئے تھے ملتان ہی میں آپ کی ولادت ہوئی تھی۔ بدایوں آکر تعلیم و تربیت پائی تھی۔ ملا عبداللہ عارف باللہ کے اوشد تلامذہ میں تھے۔ حضرت شیخ جلال کاسی کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا اور حضرت شاہ ولایت صاحب کے آستانہ سے فیض روحانی حاصل کیا تھا۔ کمال ظاہری و باطنی سے آراستہ، عشق و محبت میں سرشار، زہد و تقویٰ میں معروف اور اوصاف حمیدہ سے متصف تھے۔ خلق آپ کا کریمانہ تھا۔ جس کی وجہ سے خلقت آپ کے پاس امڈی چلی آتی تھی۔ ہر وقت حاجتمندوں کا ہجوم رہتا تھا۔ احتساب شریعت میں بہت چست تھے۔ خوشامد سے نفرت تھی۔ خلاف شرع نہ خود کسی کی تعظیم و تکریم کرتے تھے اور نہ اپنی تعظیم کرانا پسند کرتے تھے۔ صاحب کرامت تھے۔ بے شمار اشخاص آپ کے دست حق پرست پر توبہ کر کے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپ کی کرامات کا بہت شہرہ تھا۔ نانک چند کھتری ناظم بدایوں نے موقع پا کر آپ کو شہید کرا دیا تھا۔ جب آپ کے ورثاء نے ملزمان کے خلاف استغاثہ دائر کیا تو اس کو بھی سرسری میں خارج کر دیا تھا جس کی وجہ سے وہ لوگ بہت آزردہ خاطر ہوئے تھے اور ترک سکونت کر کے بدایوں سے چلے گئے تھے۔ بعض نے نواب گنج ضلع بارہ بنکی میں سکونت اختیار کی تھی اور بعض رائے بریلی میں اقامت گزیں ہوئے تھے۔ سید محمد طاہر صاحب رائے بریلی والے آپ ہی کی اولاد میں تھے۔ جن کا مزار آپ کے مزار سے ملحق ہے، ۱۲ شعبان ۱۰۴۰ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف حضرت شاہ ولایت صاحب کی درگاہ سے جانب شمال ایک چبوترہ پر مابین مزار سید محمد طاہر رائے بریلی والے اور اس حریم شکستہ کے جو مولوی محمد یعقوب دانشمند کے مزار کے ملحق ہے پختہ واقع ہے۔ چبوترہ کے

چاروں گوشے گز گز بھر اونچے اٹھے ہیں۔ جلالی شان ہویدا ہے

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ نزہتہ السالکین)

حضرت شیخ عبدالہادی منگن رحمتہ اللہ علیہ

شیخ عبدالہادی منگن خواجہ ہوشمند ان تھے۔ شیوخ فاروقی کے ممتاز افراد میں آپ کا شمار تھا بدایوں میں پیدا ہوئے تھے یہیں تعلیم و تربیت پائی تھی۔ سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے مرید تھے۔ پیر و مرشد نے تربیت و تلقین کے لئے اپنے خلیفہ حضرت شیخ احمد سرہندی الف مجدد ثانی کے پاس بھیجا تھا۔ شیخ صاحب کی خدمت میں رہ کر مرتبہ کمال کو پہنچ گئے تھے اور خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ ان کے خلفاء کی فہرست میں آپ کا نام نامی درج ہے۔ صاحب کمال، بلند خیال، مشائخ نقشبندیہ میں تھے ذکر و شغل میں زیادہ مصروف رہتے تھے۔ ۹ شعبان ۱۰۴۱ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ متصل مزار شاہ عصمت اللہ شہید دفن کئے گئے

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ تاریخ جہاں نما۔ نزہتہ السالکین)

حضرت شاہ نصرت چشتی رحمتہ اللہ علیہ

نصرت الدین نام تھا۔ ماوراء النہر میں پیدا ہوئے تھے۔ وہیں نشو و نما پائی تھی، حضرت مولانا درویش محمد واعظ چشتی ماوراء النہری کے مرید و خلیفہ تھے جن کا مزار دہلی میں ہے۔ پیر و مرشد کے ہمراہ آبائی وطن کی سکونت ترک کر کے دہلی تشریف لائے تھے اور دہلی سے سیاحت کرتے ہوئے قصبہ گنور ضلع بدایوں آکر مسکن گزیں ہوئے تھے نہایت مقدس و ممتاز اور صاحب اثر بزرگ تھے۔ آپ ہی نے گنور میں سماع کو فروغ دیا۔ دور دور سے مشائخ آکر شریک جلسہ ہوتے تھے۔ جلال بہت تھا۔ اکثر جذبہ میں بھر کر درندہ جانور پکڑ لاتے

تھے اور اپنی خانقاہ کے دروازہ پر چھوڑ دیتے تھے آپ کے فیوض و برکات کا کوئی اندازہ ہی نہیں کر سکتا صاحب کرامت بزرگ تھے ۸ رجب ۱۰۴۳ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف قصبہ گنور کی آبادی سے جانب مشرق ایک کوس فاصلہ پر موضع زیارت شاہ نصرت پرگنہ اسد پور میں ایک حریم کے اندر پختہ واقع ہے۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ نزہتہ الخاطرین۔ لمعات صوفیہ)

حضرت مرزا قلندر بیگ رحمتہ اللہ علیہ

مرزا قلندر بیگ دہلی کے رہنے والے تھے اور شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ اوائل عمری میں رئیس زادوں کی طرح زندگی بسر کی تھی۔ شہنشاہ جہانگیر کی فوج میں بڑے عہدہ پر فائز تھے۔ ایک روز شکار کھیلنے جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک مجذوب ملے۔ انھوں نے کہا بابا اس ڈھکوسلے میں کب تک رہو گے۔ اپنا انجام دیکھو۔ ان کا اس طرح کہنا آپ کے دل پر اثر کر گیا اور گھر واپس چلے آئے۔ نوکری سے استعفیٰ دے دیا اور امارت چھوڑ کر درویشی اختیار کر لی۔ گھر سے نکل کر گھومتے پھرتے بدایوں تشریف لائے تھے۔ حضرت شیخ جلال کاسی رحمتہ اللہ کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ ریاضت اور مجاہدے میں مشغول رہتے تھے۔ اکثر استغراق کا عالم طاری رہتا تھا۔ ہر وقت حضرت شیخ ابو بکر موئی تاب خواجہ بدرالدین شاہ ولایت بدایوں کا جمال جہاں آرا پیش نظر رہتا تھا جب ہوش میں آتے تھے اہل محبت کا ذکر کرنے لگتے تھے اور روتے تھے۔ آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے تھے۔ فجر کی نماز کے بعد جنگل کو نکل جاتے تھے اور ذکر الٰہی بلند آواز سے کرتے تھے۔ جنگل کے چرند و پرند آکر چاروں طرف بیٹھ جاتے تھے۔ صاحب کشف و کرامات تھے۔ مریدین کا حلقہ وسیع تھا ۱۲ ربیع الثانی ۱۰۴۸ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ غسل کے لئے جسد خاکی جب تختہ پر رکھا گیا تو آپ کا تہبند سامنے سے ہٹ گیا تھا۔ آپ نے خود ہی اس کو سنبھال لیا تھا۔ یہ دیکھ کر حاضرین نے

اعتراف کیا تھا بے شک اولیاء اللہ مرتے نہیں ہیں۔ مزار شریف حضرت شاہ ولایت صاحب کی درگاہ سے جانب شرق بگوشۂ شمال ایک جداگانہ حریم کے اندر منجملہ دیگر قبور درمیان میں پختہ واقع ہے۔ دیگر قبور آپ کے مریدین کی ہیں۔ انھیں میں ایک قبر نواب سعید خاں کی ہے جنہوں نے حریم بنوائی تھی۔ یہ حریم مغلوں کی حریم کہلاتی ہے۔

باقیات الصالحات ۔ تاریخ اولیائے بدایوں ۔ طبقات الاولیاء
تحفۃ الانفاس، نزہتہ السالکین

حضرت سیّد شاہ عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ

سیّد شاہ عبدالرحمٰن حضرت شاہ صدرالدین محمد حاکم بندگی کے خلیفہ اور فرزندار جمند تھے۔ سہسوان کے نامی گرامی علماء، صوفیاء اور مشائخ میں آپ کا شمار تھا۔ طے الارض کے عامل تھے۔ صاحب اجازت ہونے کے باوجود میاں ابوظفر سیاح خوارزمی کے علاوہ کسی کو مرید نہیں کیا۔ انھوں نے آپ کے ملفوظات ترتیب کئے ہیں جن کا نام عین الحیوٰۃ ہے، ۹ ذی الحجہ ۱۰۵۴ھ ہجری کو وصال ہوا تھا مزار شریف قصبہ سہسوان محلہ قاضی میں اندر احاطہ مسجد کھرنی والی اپنے والد کے برابر پختہ واقع ہے۔

(باقیات الصالحات ۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء ۔ عین الحیوٰۃ)

حضرت سید محمد شریف رحمۃ اللہ علیہ

سید محمد شریف نام تھا۔ پیروں میں لوہے کی بیڑی پڑی رہتی تھی اس لئے سید شریف بیڑی والے مشہور تھے۔ بدایوں میں پیدا ہوئے تھے۔ یہیں نشو و پائی تھی۔ بطریق اویسیہ حضرت خواجہ سید عرب بخاری کے مرید تھے۔ روزانہ صبح کو حضرت سید عرب صاحب

کی درگاہ میں جاروب کشی کرتے تھے اور ایک روپیہ یومیہ مزار کے سرہانے رکھا پاتے تھے۔ ایک روز آپ کو خیال آیا اس طرح سید صاحب کو تکلیف دینا ٹھیک نہیں نوکری کرنی چاہیئے۔ چنانچہ گھر سے نکل کر اجمیر کی طرف چل دیئے تھے۔ راستہ میں غیبی صدا آئی تھی "در زنجیر پا بنہاد و بنشت" اور ایک زنجیر آسمان سے نازل ہوئی تھی۔ دونوں پیروں میں اس کو پہن کر خانہ نشین ہو گئے تھے۔ جس بیمار کو اس کا غسالہ پلا دیتے تھے خدا کے حکم سے وہ صحت یاب ہو جاتا تھا۔ بعد وصال وہ زنجیر صندوق میں سے غائب ہو گئی تھی ۱۹ شعبان ۱۰۸۵ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف اندرون شہر محلہ سید باڑہ میں شیخ احسان اللہ والی مسجد کے احاطہ میں خواجہ علی مولا خورد کے مزار کے ملحق پختہ واقع ہے

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیا۔ نزہتہ السالکین)

حضرت سیّد محمد طٰہٰ رحمتہ اللہ علیہ

سید محمد طٰہٰ بمقام رائے بریلی پیدا ہوئے تھے۔ وہیں تعلیم و تربیت پائی تھی۔ سید محمد طاہر ملتانی کی اولاد میں تھے۔ آبائی وطن کی زیارت کے شوق میں بدایوں آئے تھے اور یہیں مسکن گزیں ہو گئے تھے۔ حضرت مخدوم عبداللہ رسولوی کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ نہایت متبرک صورت، فرشتہ خصلت اور اہل باطن بزرگ تھے پیر و مرشد کی خدمت میں رہ کر ریاضت اور مجاہدے کئے تھے۔ مرتبہ کمال کو پہنچے ہوئے تھے۔ پیر و مرشد کے وصال کے بعد ان کی مسند ارشاد پر متمکن ہو کر رشد و ہدایات جاری کی تھیں۔ حضرت شاہ ولایت صاحب کے آستانہ سے فیض روحانی حاصل کیا تھا' ۱۱ ذی قعدہ ۱۰۶۱ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف حضرت شاہ ولایت صاحب کی درگاہ کے جانب شمال پختہ واقع ہے۔ ہشت پہل چراغدان بنا ہے جانب غرب آپ کے

مورث اعلیٰ حضرت سید محمد طاہر ملتانی کا مزار ہے

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ نزہتہ السالکین)

حضرت میاں محمد شاہ رحمتہ اللہ علیہ

میاں محمد شاہ بہت بڑے صاحب تصرف اور اہلِ عرفان درویش تھے فقیرانہ وضع میں رہتے تھے۔ ذاکر و شاغل تھے کسی سے طمع نہ رکھتے تھے۔ دست غیب سے قوت لیری کرتے تھے۔ تمام رات تلاوت قرآن مجید میں مشغول رہتے تھے۔ عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتے تھے۔ بہت بوڑھے اور متبرک فقیر تھے۔ ملا عبد القادر مورخ لکھتے ہیں جب میں ان سے ملا تھا اس وقت ان کی عمر ایک سو پچاس سال سے زیادہ تھی مگر شوق و محبت اور ذوق تازہ تھا۔ حکیم محمد سعید[1] عرف صوفی سرمد قادری دہلوی کے مرید و خلیفہ تھے۔ انھوں نے حضرت مخدوم شیخ کاظم شطاری سبزواری عرف ہرے بھرے پیر دہلوی سے خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ بہت زیادہ ضعیف تھے۔ اس لئے ان کے پیر و مرشد خود طے الارض کے ذریعہ روزانہ ان سے ملنے آتے تھے۔ اکثر جمعہ کے دن نماز جمعہ ادا کرنے خچر پر سوار ہو کر شہر آتے تھے۔ بعد نماز گلیوں میں گھومتے پھرتے ہوئے اپنے گاؤں چلے جاتے تھے۔ ایک بار مجھ سے فرمایا درویش کو چار چیزیں لازم ہیں۔ دو درست اور دو شکست۔ دین درست۔ یقین درست۔ پاؤں شکست دل شکست۔ اگر کوئی شخص مقام قطبیت پر پہنچ جائے تب بھی اس کو قرآن مجید کی تلاوت نہیں چھوڑنی چاہیئے، ۱۵ ذی قعدہ سنہ ۱۰۶۲ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف موضع حسین پور کروتیا

---

[1] صوفی سرمد دہلوی کا وصال ۲۲ شعبان سنہ ۱۰۶۹ ہجری کو ہوا تھا مزار دہلی میں جامع مسجد کے جانب مشرق سرخ رنگ کا ہے۔

پرگنہ بدایوں میں آبادی سے جانب جنوب پختہ واقع ہے

باقیات الصالحات ۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء ۔ تذکرۃ القدما
حقیقتہ الفقراء ۔ لمعات صوفیہ ، نزہتہ السالکین

حضرت میاں منسلی پیر رحمتہ اللہ علیہ

سید محی الدین نام تھا۔ بدایوں کے ذی علم اور ذی عزت خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ والد ماجد کا اسم گرامی سید جلال الدین تھا۔ مولانا سید علاء الدین اصولی کی اولاد میں تھے۔ سلسلۂ نسب درج ذیل ہے۔

سید محی الدین بن سید جلال الدین بن سید مبارک بن سید اخی محمود بن سید شمس الدین بن سید علی ثانی بن سید قاسم بن سید علی بن مولانا سید علاء الدین اصولی بن سید شرف الدین اعلیٰ بن سید محمد بن سید علی بن سید محمود بن شاہ حسین اصغر سید جعفر ثانی بن امام علی نقی بن امام تقی بن امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین علیہ السلام بن امیر المومنین خلیفتہ المسلمین حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ

سلسلہ چشتیہ میں اپنے والد بزرگوار کے مرید تھے۔ قوی الجثہ پڑھے لکھے، مجذوب صفت بزرگ تھے۔ ورزش کا شوق تھا جو منسلی آپ کے مزار پر رکھی ہے اس کو گلے میں پہن کر شہر کا گشت لگاتے تھے۔ اور منسلی پیر کہلاتے تھے۔ شب و روز ذکر و شغل میں مصروف رہتے تھے ۲۷ رمضان سنہ ۱۰۷۱ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف اندرون شہر محلہ سید بارہ میں املیوں کے نیچے مسجد کے جانب شرق پختہ واقع ہے شرقی پہلو میں آپ کی اہلیہ مدفون ہیں۔

باقیات الصالحات ۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیا۔ نسب نامہ سادات قریشیہ
نزہتہ السالکین۔ لمعات صوفیہ

حضرت مولانا نورالدین طوسی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا نورالدین اصل باشندہ طوس علاقہ خراسان کے تھے وہیں نشوونما پائی تھی. بعد تحصیل علوم ظاہری سیاحت کرتے ہوئے بدایوں تشریف لائے تھے. اولاً خواجہ حسن افغان طوسی کے مزار پر چلہ کشی رہے تھے. بعد ازاں بشارت غیبی پاکر حضرت شیخ فیض اللہ چشتی کے مرید ہوکر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا. شیخ کے وصال کے بعد ان کی مسند ارشاد کو رونق بخشی تھی. فارقیوں والی مسجد میں جس کو اب مسجد حرما کہتے ہیں طلباء کو درس دیتے تھے. عالم باعمل، جامع علوم معقول و منقول، عارف کامل، اہلِ دل اور عالی منزلت بزرگ تھے. تسخیر جنات اور ارواح کو بلانے میں کمال حاصل تھا. مشکل سے مشکل مسئلہ معمولی طور پر حل کر دیتے تھے. مسجد کے حجرہ میں رہتے تھے خرچ دولت مندانہ تھا. چوروں نے سمجھا مولانا بہت مالدار ہیں اور ایک رات کو موقع پاکر آپ کو شہید کر دیا. شہادت آپ کی ۲۸ رمضان ۱۰۷۴ھ ہجری کو ہوئی تھی. مزار شریف اندرون شہر مولوی محلہ میں مسجد حرما کے احاطہ کے اندر شمالی قطار میں جانب غرب بلند و پختہ ہے. شرقی پہلو میں آپ کے دو شاگرد مدفون ہیں. ان کے جانبِ جنوب حضرت **شیخ حسین فاروقی** کا مزار ہے. ان کے جانب جنوب بگوشہ غرب ان کے خلیفہ حضرت **شیخ فیض اللہ چشتی** کا مزار ہے. ان مزارات کے محافظ میاں آصف جن ہیں جو مولانا نورالدین طوسی کے شاگرد ہیں. شیخ فیض اللہ چشتی فاروقی النسل بڑی شان و شوکت والے بزرگ تھے. مظہر کمالات اور منبع فیوض و برکات تھے تجردی میں زندگی بسر کی شاہی لباس میں فقیری کرتے تھے. صاحب وجد و حال تھے. سماع کے وقت بیقرار ہو جاتے تھے. دن کو امیرانہ لباس میں کارہائے منصبی انجام دیتے تھے رات کو فقیرانہ لباس پہن کر یاد الٰہی میں مشغول ہو جاتے تھے. بحکم سلطانی کام جامع مسجد شمسی

بدایوں کی مرمت کا آپ کے سپرد کیا گیا تھا۔ جس کو آپ نے نہایت حسن و خوبی سے انجام دیا۔ اس کا کتبہ بھی جامع مسجد میں نصب ہے۔ رجب کی نویں شب کو ۱۰۶۲ھ ہجری میں وصال ہوا تھا یہ کہنا غلط ہے کہ آپ جامع مسجد شمسی میں دفن ہیں۔ اورنگ زیب کے زمانہ تک جامع مسجد میں کوئی قبر نہیں تھی۔ جتنی قبریں ہیں بعد کی ہیں۔

حضرت گھاسا شاہ مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

سید محمد یوسف نام تھا۔ گھاسا شاہ مشہور تھے۔ بدایوں کے سادات مشہدی کے ممتاز افراد میں تھے۔ حضرت سید ضامن علی عرف جمن شہید کے مزار پر حاضری دینے روزانہ موضع گوریوری چندن جاتے تھے۔ ایک دن حضرت جمن شہید کو بچشم ظاہر دیکھ مجذوب ہوگئے تھے۔ گھاس چھیل چھیل کر گاؤں والوں کو بانٹا کرتے تھے۔ صاحب کرامت و خوارق عادات تھے اکثر مٹری اور کیڑے پڑی لاش اٹھالاتے تھے اور اس کے پیٹ میں ہاتھ ڈال ڈال کر کھایا کرتے تھے، ۲۰ ربیع الثانی ۱۰۷۸ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف موضع نظام پور پچبتور پرگنہ بدایوں میں ہے۔

طبقات الاولیاء۔ باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ تشریف الشرفاء نزہتہ السالکین

حضرت شیخ ابو سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابو سلیم چشتی ماوراء النہر میں پیدا ہوئے تھے۔ وہیں تعلیم و تربیت پائی تھی۔ والد ماجد کا اسم گرامی حضرت شیخ نصرت الدین تھا جن کو شاہ نصرت کہتے تھے۔ انھیں کے مرید و خلیفہ اور صاحب سجادہ تھے۔ ماوراء النہر کی سکونت ترک کرکے اپنے والد کے پاس قصبہ گنور چلے آئے تھے۔ درویشوں میں شان رفیع اور مرتبہ عظیم

رکھتے تھے۔ مجاہدہ اور مکاشفہ میں طاق اور تسخیر جنّات میں شہرۂ آفاق تھے۔ نگاہ پر تاثیر تھی۔ جس شخص کو نظر بھر کر دیکھ لیتے اس کا مرض، جادو، خلش، جن مفقود ہو جاتا تھا دہلی جاکر کچھ دنوں سواروں میں ملازمت بھی کر آئے تھے۔ خلق کی حاجت روائی کرتے تھے ۱۰ ذی الحجہ ۱۰۸۳ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف قصبہ گنور ضلع بدایوں میں جامع مسجد کے نزدیک حضرت مخدوم شیخ مجید الدین طاہر گنوری کی درگاہ کے جانب شمال ایک جداگانہ حریم کے اندر ریختہ واقع ہے۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں، طبقات الاولیاء، نزہتہ السالکین۔ حقیقتہ الفقر)

حضرت پیر بایزید قادری رحمتہ اللہ علیہ

پیر بایزید قادری صاحب کمال بزرگ تھے۔ ہمدان میں پیدا ہوئے تھے۔ وہیں نشوونما پائی تھی۔ نسلاً سادات عظام سے تھے۔ والد ماجد کا اسم گرامی سید علی ہمدانی تھا۔ انھیں کے ہمراہ دہلی آکر بود و باش اختیار کی تھی۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی خدمت میں پہنچ کر علوم ظاہری و باطنی کی تعلیم حاصل کی تھی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد انھیں کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ صاحب علم و عمل تھے۔ خداداد ذہانت تھی۔ نہایت منکسر مزاج تھے ہر شخص سے خوش اخلاقی سے ملتے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ اہل دل اور بابرکت بزرگ تھے۔ طے الارض کے عامل تھے۔ درس و تدریس کا مشغلہ تھا۔ بدایوں کے ایک رئیس زادہ سے بہت ربط ضبط ہو گیا تھا۔ وہی آپ کو اپنے ساتھ دہلی سے بدایوں لائے تھے اور اپنے لڑکوں کو تعلیم کی غرض سے آپ کے حوالہ کیا تھا۔ آپ کا طریقہ تعلیم دیکھ کر قصبہ اعلیٰ پور ضلع بدایوں کے ایک تعلقہ دار اپنے یہاں لے گئے تھے اور اپنے بیٹے کو آپ کی اتالیقی میں دیا تھا۔ اعلیٰ پور سے بدایوں اکثر آتے تھے، ۹ محرم ۱۰۹۲ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف قصبہ اعلیٰ پور پرگنہ اوسہت

میں آبادی سے جانب جنوب پختہ واقع ہے۔

(طبقات الاولیاء۔ باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ تذکرۃ الفضلاء۔ حقیقۃ الفقراء)

حضرت میراں محمدؐ اکرم رسول نما رحمۃ اللہ علیہ

میراں محمدؐ اکرم رسول نما بدایوں کے مشاہیر عرفاء میں تھے۔ محلہ سوتھا میں بود و باش تھی اور میراں سید احمد[1] مشہدی کی اولاد میں تھے۔ کئی بار رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے خواب میں خود مشرف ہوئے تھے اور اپنے اعزاء کو بھی مشرف کرایا تھا۔ اس لئے میراں رسول نما کہلاتے تھے۔ حضرت سید احمد گیسو دراز چشتی کالپی والے کے مرید تھے۔ نہایت وجیہہ اور خوش مزاج تھے۔ دونوں طرف شانوں پر کاکلیں پڑی رہتی تھیں۔ زہد و تقویٰ میں لاثانی تھے۔ ورد و وظائف شعار تھا۔ فقیہہ بے مثال تھے وقت رحلت آپ نے فرمایا تھا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھ لوں گا جان نہیں دوں گا۔ تم لوگ جب حجرہ کے باہر چلے جاؤ اور کواڑ بند کر دو۔ حجرہ کی چھت جب کھلی پاؤ تو سمجھ لینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس راہ سے رونق افروز ہوئے تھے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کواڑ کھول کر جب دیکھا تو واقعی حجرہ کی چھت ادھڑی پڑی تھی اور آپ واصل حق ہو چکے تھے۔ ۷ ذی الحجہ ۱۰۹۳ھ سنہ ہجری کو وصال ہوا تھا مزار مشریف اندرون شہر سوتھا محلہ میں خان بہادر مولوی وحید بخش والی گلی میں متصل مسجد پیرزادہ فصیح الدین والے مکان میں حضرت **سید حسن شہید**[2] کے مزار کے قریب ہے

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ نزہت السالکین۔ حقیقۃ الفقراء)

---

[1] سید احمد مشہدی کا مزار سوتھا محلہ میں مولوی ایزد بخش والے مکان کی دہلیز میں ہے۔

[2] سید حسن کی شہادت ۱۲۱۷ھ سنہ ہجری میں ہوئی تھی۔ افسوس کہ ان کا مزار اب معدوم ہو گیا۔

حضرت سید حسین شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ

حسین نام تھا اور ابو علی کنیت تھی۔ والد ماجد کا اسم گرامی احمد بن محمد تھا قرطبہ ملک اندلس (اسپین) میں پیدا ہوئے تھے۔ سادات قرطبہ کے ذی علم خاندان سے تھے۔ آپ کے جد اعلیٰ سید اسحٰق علی علم منطق کے ایک عالی مرتبہ امام تھے۔ فلسفہ اور حکمت میں بھی دخل رکھتے تھے۔ علاوہ ازایں اعلیٰ درجہ کے مترجم تھے۔ سید حسین نے جامع قرطبہ میں تعلیم حاصل کی تھی۔ سلسلہ قادریہ میں حضرت شاہ بیر بن باسی دہلوی کے مرید ہوکر خرقہ فقر حاصل کیا تھا۔ آپ کے مرید ہونے کا واقعہ بھی عجیب و غریب ہے۔ ایک روز قرطبہ کے جنگل میں شکار کھیل رہے تھے اور ہرن کے پیچھے گھوڑا ڈال دیا تھا۔ نزدیک پہنچ کر تیر چلانا چاہتے تھے کہ ایک اجنبی نمودار ہوا اور نہایت فصیح زبان میں کہنے لگا۔ حسین خداوند تعالیٰ نے تجھے خاندان اہل بیت میں اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے بیکار کاموں کے لئے نہیں اپنا کام چھوڑے ہوئے ان کاموں میں کیوں پڑا ہے۔ اس ہرن کا شکار کرکے تیرا کیا بھلا ہوگا وہ کام کر جو مفید ہو، یہ کہہ کر وہ اجنبی نظروں سے غائب ہوگیا۔ یہ عجیب واقعہ دیکھ کر آپ گھبرا گئے اور گھر پلٹ آئے رات اسی ہیبت اور پریشانی میں بسر کی۔ طرح طرح کے خیالات دماغ میں چکر لگاتے رہے۔ صبح ہوتے ہی کسی کامل درویش کی تلاش میں گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ حسن اتفاق انھیں ایام میں ایک قافلہ قرطبہ سے بغداد جارہا تھا۔ آپ اس کے ساتھ ہولئے تمام دن کی مسافت کے بعد جب قافلہ والوں نے ایک گاؤں کے نزدیک قیام کیا تو آپ بھی ایک طرف فروکش ہوگئے۔ آدھی رات گزرنے پائی تھی کہ ایک پہاڑ کی گھاٹی سے ذکر جہر کی آواز سنائی دی جس کو سن کر آپ بیقرار ہوگئے۔ صبح ہوتے ہی فاکر کی تلاش میں پہاڑ کی جانب چل دیئے۔ نزدیک پہنچ کر دیکھا ایک درخت کے نیچے ایک

درویش مراقبہ میں بیٹھے ہیں۔ آپ کے پاؤں کی پیچھل پاکر انھوں نے آنکھیں کھولدیں اور بولے سید حسین کیا مرید ہونے جارہے ہو۔ ایک اجنبی درویش کی زبان سے اپنا نام سن کر آپ کو تعجب ہوا۔ درویش نے کہا میاں تعجب کی کونسی بات ہے جو تم کو یہاں لایا اسی نے مجھے تمہارا نام بھی بتایا ہے۔ وہی مجھے یہاں لایا ہے۔ میں دہلی کا رہنے والا ہوں بیر بن باسی میرا نام ہے۔ حضرت سید حسن رسول نما[1] قادری دہوی کا خلیفہ ہوں۔ یہ سنتے ہی آپ ان درویش کے قدموں پر گر پڑے اور بولے حضرت اب میں در در کی ٹھوکریں کہاں کھاتا پھروں آپ ہی مجھے اپنا مرید کر لیجئے۔ چنانچہ ان درویش نے آپ کو مرید کر کے چند دن کے اندر اشغال کے طریقے بتاکر کامل بنا دیا تھا وہی آپ کو گنور کے علاقہ میں پہنچا گئے تھے۔ صاحب علم و فضل اہل عرفان بزرگ تھے۔ قلندرانہ وضع رکھتے تھے۔ آنکھیں نور باطن سے منور تھیں۔ زیادہ تر بند رکھتے تھے اور خاموش رہتے تھے۔ طے الارض کے ذریعہ ہر نماز مکہ معظمہ جاکر حرم شریف میں ادا کرتے تھے۔

۷، ذی الحجہ سنہ ۹۹۱ ہجری کو وصال ہوا تھا مزار شریف موضع سلیم پور بھوڑ پرگنہ اسلاپور میں کھیڑہ پر تکیہ کے اندر پختہ واقع ہے۔

باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ تاریخ واصفی حقیقتہ الفقراء۔ لمعات صوفیہ۔ از خان قلندریہ

حضرت شیخ ولی محمد چشتی بھٹنڈالوی رحمتہ اللہ علیہ

شیخ ولی محمد چشتی بھٹنڈالوی شیخ الاسلام حضرت بابا فریدالدین شکر گنج کی اولاد

---

[1] سید حسن رسول نما کا وصال سنہ ۱۱۰۳ ہجری میں ہوا تھا۔ مزار شریف دہلی پہاڑ گنج میں ہے۔ ان کے قریب جانب شرقی تخمناً پچیس قدم پر شاہ بیربن باسی کا مزار ہے۔

میں تھے۔ سلسلہ نسب درج ذیل ہے۔

شیخ ولی محمدؒ چشتی بھٹنڈالوی بن شیخ بدرالدین چشتی بھٹنڈالوی بن شیخ نظام الدین چشتی بھٹنڈالوی بن شیخ عبدالجلیل چشتی بھٹنڈالوی بن شیخ عبداللہ چشتی بھٹنڈالوی بن شیخ جلال الدین چشتی بھٹنڈالوی بن شیخ حسام الدین چشتی بھٹنڈالوی بن شیخ جہان شاہ چشتی بھٹنڈالوی بن شیخ زین العابدین چشتی بھٹنڈالوی بن شیخ رفیع الدین چشتی اجودھنی بن شیخ داؤد چشتی اجودھنی بن شیخ محمود چشتی اجودھنی بن شیخ بدرالدین سلیمان چشتی اجودھنی بن شیخ الاسلام حضرت بابا فریدالدین چشتی شکرگنج اجودھنی قدس سرہما

بھٹنڈالی شیخان علاقہ پنجاب میں پیدا ہوئے تھے۔ وہیں تعلیم و تربیت پائی تھی۔ مرید و خلیفہ اپنے پدر عالیقدر حضرت شیخ بدرالدین چشتی بھٹنڈالوی کے تھے۔ انھوں نے اپنی حیات میں آپ کو خانقاہ زینیہ کا سجادہ نشین بنا دیا تھا۔ حضرت شیخ میر محمد لکھنوی سے بھی نعمت باطنی پائی تھی۔ شیخ احمد مجدد الف ثانیؒ کے فرزند شیخ معصوم سے بھی فیوض و برکات حاصل کی تھیں اور طریقہ خواجگان نقشبندیہ کی اجازت حاصل کی تھی رجوعات خلق آپ کی طرف دیکھ کر قریبی رشتہ دار حسد کرنے لگے تھے۔ تنازعات اس قدر بڑھ گئے تھے کہ آپ نے خانقاہ کا جانا موقوف کر دیا تھا بالآخر ایک دن وطن مالوف کو خیرباد کہہ کر گھر سے نکل کھڑے ہوئے تھے۔ سیر و سیاحت کے بہانے جگہ جگہ گھومتے پھرتے بدایوں آئے تھے اور محلہ شہباز پور میں بود و باش اختیار کی تھی۔ صبح و شام حضرت شاہ ولایت صاحب کے آستانہ پر حاضری دیتے تھے اور روحانیت سے فیض یاب ہوئے تھے۔ بدایوں آکر آپ نے شیخ علی محمد کھلیان والے کی ہمشیرہ کے ساتھ نکاح کیا تھا صاحب زہد و تقویٰ، عارف کامل تھے۔ طرح طرح کی کرامتیں آپ سے ظہور میں آتی تھیں۔ تسخیر جنات میں کمال حاصل تھا۔ ۷ رمضان سنہ ۱۱۳۲ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ تجہیز و تکفین کرتے رات ہو گئی تھی۔ اعزاء و اقربا نے جنازہ گھر لے جا کر مسجد میں رکھ دیا تھا اور یہ طے کیا تھا کہ صبح کو

حضرت شاہ جہند صاحب کے جوار میں آپ کے جد امجد حضرت شیخ محمد چشتی کے پہلو میں دفن کردیں گے۔ اسی شب چھوٹی زیارت کے پیر جی ہدایت اللہ کو حضرت شاہ ولایت صاحب نے خواب میں بشارت دی کہ شیخ ولی محمد کو ہماری درگاہ کے قریب حوض شمسی کے کنارہ جہاں وہ آکر بیٹھا کرتے تھے دفن کرادو۔ چنانچہ صبح ہوتے ہی پیر جی ہدایت اللہ نے آپ کا جنازہ لاکر اسی جگہ دفن کرایا تھا جس جگہ کی بشارت ہوئی تھی۔ مزار شریف حضرت شاہ ولایت صاحب کی درگاہ کے جانب شمال بگوشہ شرق ایک چبوترہ پر خستہ حالت میں ہے۔ لاشہ نکل جانے کا اندیشہ ہے۔ شیشم کا درخت سایہ افگن ہے۔ جانب شمال راستہ ہے اس کے بعد بلسی جانے والی سڑک ہے۔ ۱۳۵۲ھ ہجری میں جناب علاء الدین صاحب ڈپٹی کلکٹر نے آپ کے مزار کی درستی بھی کرانی چاہی تھی مگر کسی وجہ سے خیال ترک کردیا تھا

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ مرقع اولیاء۔ پیر جی سید امتیاز حسین سے معلومات)

حضرت مولانا عبدالباری طرطوسی رحمۃ اللہ علیہ

عبدالباری نام تھا۔ پیر غیب کہلاتے تھے آبا و اجداد کا وطن طرطوس ملک شام تھا وہیں آپ کی ولادت ہوئی تھی اور نشو و نما پائی تھی۔ تحصیل علم کی خاطر دہلی تشریف لائے تھے اور مولانا شاہ عبدالرحیم نقشبندی دہلوی سے تعلیم حاصل کی تھی۔ تکملہ علوم کے بعد [illegible] سے مستدعی بیعت ہوئے تھے۔ انھوں نے فرمایا تھا تمہارا حصہ سید نور محمد بدایونی کے پاس ہے ان سے جاکر رجوع کرو۔ چنانچہ آپ بدایوں تشریف لائے تھے اور مولانا سید نور محمد نقشبندی سے بیعت ہوکر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ مولانا موصوف کے دہلی چلے جانے کے بعد آپ نے ان کے سجادہ کو رونق بخشی تھی۔ کثرت اذکار کی وجہ سے جذب

کا عالم طاری ہو گیا تھا اس لئے قصبہ اعلیٰ پور جا کر جنگل میں رہنے لگے تھے۔ اکثر عاشقانہ اشعار بلند آواز سے پڑھتے تھے اور زور زور سے نعرے لگاتے تھے جن کو سن کر جنگل کے جانور بھی خوف زدہ ہو جاتے تھے۔ ۸ ذی الحجہ ۱۰۴۵ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف قصبہ اعلیٰ پور میں آبادی سے جانب غرب قبرستان کے اندر پختہ واقع ہے برگد کا درخت سایہ افگن ہے۔

(تاریخ اولیائے بدایوں)

حضرت میاں اوجالے شاہ رحمۃ اللہ علیہ

کالے خاں نام تھا قوم اناغنہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اوجالے کا خطاب دادا پیر سے کیا تھا۔ بدایوں محلہ قبول پورہ کے رہنے والے تھے۔ حضرت پیر کبیر شاہ جان جاناں پٹلی قدس سرہٗ کے مرید و خلیفہ تھے۔ سلسلہ طریقت مندرجہ ذیل تیرہ واسطوں سے حضرت مخدوم سید علاء الدین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔

میاں اوجالے شاہ مرید و خلیفہ پیر کبیر شاہ جان جاناں پٹلی مرید و خلیفہ شیخ عبدالجلیل چشتی الہ آبادی مرید و خلیفہ شیخ محمد صادق گنگوہی مرید و خلیفہ شیخ ابوسعید گنگوہی مرید و خلیفہ شیخ نظام الدین تھانیسری مرید و خلیفہ شیخ جلال الدین تھانیسری مرید و خلیفہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی مرید و خلیفہ شیخ محمد بن عارف ردولوی مرید و خلیفہ شیخ احمد عبدالحق ردولوی مرید و خلیفہ شیخ جلال الدین محمود گازرونی کبیر الاولیاء پانی پتی مرید و خلیفہ شیخ شمس الدین ترک پانی پتی مرید و خلیفہ حضرت مخدوم سید علاء الدین علی احمد صابر کلیری قدس سرہما۔

بحکم پیر و مرشد الہ آباد جا کر اپنے دادا پیر حضرت شیخ عبدالجلیل چشتی صابری کی صحبت اختیار کی تھی۔ چند یوم کے اندر ہی شیخ صاحب موصوف نے دولت فقر سے

مالا مال کر کے بدایوں واپس کر دیا تھا۔ بدایوں آکر حضرت شاہ ولایت صاحب کے آستانہ پر جذب کش ہوئے تھے اور فیوض و برکات حاصل کی تھیں۔ بعدہٗ حضرت پیر مکہ صاحب کی درگاہ میں مقیم ہو کر اشغال و اوراد میں مشغول ہو گئے تھے۔ وہیں آپ پر باب رجوعات کھل گیا تھا۔ خلقت اپنی حاجت روائی کے لئے آپ کے پاس آنے لگی تھی۔ رشد و ہدایات کا سلسلہ جاری کر دیا تھا۔ کافی تعداد میں لوگ مرید ہو گئے تھے۔ چند مریدین کی استدعا پر آپ نے پیر و مرشد کی خانقاہ میں آکر قیام فرمایا تھا۔ وہیں وصال ہوا تھا اور دفن کئے گئے تھے۔ صاحب کرامت بزرگ تھے۔ فتوح غیبی حاصل تھیں۔ ترک و تجرید میں زندگی بسر کی۔ مجذوب صفت تھے۔ خلقت کا ہجوم رہتا تھا۔ امراء و رؤسا تک ڈیوڑھی پر آکر سلام کرتے تھے۔ اولیائے وقت میں شمار کئے جاتے تھے، ۱۱ر صفر ۱۱۵۵ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف اندرون شہر محلہ سرائے فقیر میں ایک شکستہ درگاہ کے اندر پختہ واقع ہے آپ کے شرقی پہلو میں آپ کے خلیفہ حضرت **شاہ ولی اللہ دانشمندی** کا مزار ہے ان کے شرقی پہلو میں **میاں[1] نظام الدین** مدفون ہیں

باقیات الصالحات تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیا۔ نزہتہ السالکین

میاں فرید الدین سے معلومات

حضرت میاں فتو مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

شیخ فتح الدین نام تھا۔ فتو عرفیت تھی۔ شیخ بشیر الدین کے فرزند ارجمند تھے سُہرورد علاقہ بغداد شریف کے باشندہ تھے۔ اہل حال اور صاحب تصرف مجذوب تھے بہت سے مشائخ وقت کی آنکھیں دیکھے ہوئے تھے۔ بہت کم بولتے تھے۔ دیوانہ وار پھرتے

---

[1] میاں نظام الدین چھوٹے بھائی اور خلیفہ شاہ ولی اللہ دانشمندی کے تھے۔ ۱۴ر ربیع الثانی ۱۱۸۹ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔

تھے. کشمیر ہوئے ہوئے بدایوں تشریف لائے تھے اور شہر سے جانب شمال چار کوس فاصلہ پر موضع لاہی فرید پور پرگنہ بدایوں میں حضرت میر صمصام علی شہید عرف غیبی پیر کے مزار کے قریب تکیہ بنا کر متمکن ہو گئے تھے دن بھر جنگل میں گھوما کرتے تھے. رات کو تکیہ پر آجاتے تھے. کبھی کبھی شہر میں بھی پھیرا کر جاتے تھے. کسی قسم کا ناج نہیں کھاتے تھے. خاک پھانک لیا کرتے تھے. لوگوں نے ان کو قلعی کا چونا کھا کر مشک سے پانی پیتے ہوئے بھی دیکھا تھا. خود فرماتے تھے "من از بندگان محمد اعظم[1] چشتی ام و بر طریقۂ او قدم می نہم" ایک مرتبہ گھسو قوال بدایوں کا گلاب شاہ فقیر کو لے کر آپ کا مرید ہونے موضع لاہی فرید پور پہنچا آپ نے دیکھتے ہی فرمایا "توبہ کر توبہ" گھسو سمجھ نہ سکا. گلاب شاہ نے کہا مجذوب اسی طرح مرید کرتے ہیں. توبہ کر لو مرید ہو گئے اور اب میاں کی خدمت میں رہو. گھسو توبہ کر کے بیٹھا ہی تھا کہ رونے لگا. گلاب شاہ نے پوچھا روتا کیوں ہے. بولا میرا ایک بھائی صفی پور ضلع اناؤ میں شاہ عبدالصمد عرف شاہ صفی کی درگاہ میں ملازم تھا لوگ اس کا جنازہ لئے جا رہے ہیں. اتنا کہہ کر گھسو خود بھی غائب ہو گیا. ۸ ربیع الثانی ۱۱۵۹ھ ہجری کو آپ کا وصال ہوا تھا. مزار شریف موضع لاہی فرید پور پرگنہ بدایوں کھیت میں واقع ہے. وہیں حضرت میر صمصام علی شہید کا مزار ہے

باقیات الصالحات - تاریخ اولیائے بدایوں. طبقات الاولیاء - حقیقۃ الفقراء

حضرت میاں ہرن شاہ رحمۃ اللہ علیہ

محمد شریف نام تھا اور ہرن شاہ لقب. ترکستان کے رہنے والے تھے. عالم، عارف، صاحب خوارق عادات و کرامات، اہل ذوق و شوق، قلندرانہ مشرب مجذوب

---

[1] شیخ محمد اعظم چشتی صابری کا وصال ۴ رجب ۱۱۴۲ھ ہجری کو ہوا تھا. مزار شریف موضع زنیہ ضلع انبالہ میں ہے.

تھے. حضرت شاہ محمد علی[۱] دہلوی کے مرید و خلیفہ تھے. بعد تحصیل علم عرب، شام، روم، خراسان اور عراق کے عتبات متبرکہ کی زیارت سے مشرف ہوتے ہوئے ہندوستان تشریف لائے تھے اور دہلی میں قیام کیا تھا. وہاں سے چل کر سہسوان آئے تھے اور تکیہ بنا کر بود و باش اختیار کی تھی. نہایت صاحب جلال قلندر مجذوب تھے، ۲۲ رجب ۱۱۵۹ھ ہجری کو وصال ہوا تھا. مزار شریف قصبہ سہسوان میں بمقام ہرنا تکیہ بخبۂ واقع ہے. آپ کے پہلو میں **میاں چرن شاہ**[۲] اور ان کے پہلو میں **میاں ہرن شاہ**[۳] کے مزارات ہیں.

(باقیات الصالحات. تاریخ اولیائے بدایوں. طبقات الاولیاء. حقیقۃ الفقراء)

حضرت مولانا محمد سعید جعفری رحمۃ اللہ علیہ

محمد سعید جعفری نام تھا، شاہ سرور اقطاب کا لقب دربار رسالت مآب سے مرحمت ہوا تھا میدنی پور علاقہ بنگال میں پیدا ہوئے تھے. حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی اولاد میں تھے. پندرہ سال کی عمر میں بشوق حصول علم وطن کو خیر آباد کہہ کر عظیم آباد تشریف لائے تھے. وہاں سے چل کر لکھنؤ میں کچھ دن قیام کیا تھا اس کے بعد گوپامئو پہنچ کر مولانا قطب الدین سے اکتساب علم کیا. پھر قصبہ سانڈی پہنچ کر قاضی سید ابوالحسن ترمذی

---

۱ شاہ محمد علی دہلوی کا وصال ۱۱۳۱ھ ہجری میں ہوا تھا. مزار شریف دہلی میں املی کی پہاڑی پر ایک مسجد کے صحن میں گنبد کے اندر ہے

۲ میاں چرن شاہ میاں ہرن شاہ کے خلیفہ تھے ۳ر محرم ۱۱۹۹ھ ہجری کو وصال ہوا تھا.

۳ میاں ہرن شاہ میاں چرن شاہ کے خلیفہ تھے ۷ر شعبان ۱۲۲۹ھ ہجری کو وصال ہوا تھا.

کے روبرو زانوئے تلمذ تہہ کیا تھا۔ قاضی سید اللہ بخش سے بھی استفادہ کیا تھا ان کی صحبت سے تجردی کا شوق پیدا ہوا تھا۔ راہ سلوک تلاش کرنے لگے تھے۔ کچھ دن خیرآباد میں بھی قیام کیا تھا۔ اس کے بعد قادر گنج آکر نواب شجاعت خاں غلزئی کے صاحبزادے کے اتالیق مقرر ہو گئے تھے۔ قادر گنج سے بدایوں تشریف لائے تھے اور لوگوں کو راہ سلوک دکھائی تھی۔ طریقہ اویسیہ میں غوث الاعظم حضرت سید عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شرف بیعت حاصل کیا تھا۔ ظاہری طور پر حضرت شاہ سلطان قادری بغدادی قدس سرہٗ کے مرید و خلیفہ تھے۔ شجرہ طریقت درج ذیل ہے

شاہ سرور اقطاب قادری مرید و خلیفہ شاہ سلطان قادری بغدادی مرید و خلیفہ شاہ غوث قادری مرید و خلیفہ مخدوم شاہ اولیاء مرید و خلیفہ شاہ درویش خرقہ پوش " مرید و خلیفہ مخدوم شاہ غریب مرید و خلیفہ حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی غوث الاعظم دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ریاضت اور مجاہدے کرتے کرتے مقبول بارگاہ ایزدی ہو گئے تھے۔ طریقہ قادریہ کے نامور مشائخ میں تھے۔ ابواب معرفت آپ پر کھل گئے تھے صاحب کشف و کرامات تھے اکثر حضوری سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیز شیر خدا حضرت مولا علی کرم اللہ وجہ کی حاصل ہوتی تھی حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دیدار مبارک سے بھی مشرف ہوئے تھے۔ تذکرہ سعیدیہ میں آپ کے خلیفہ مولوی عبدالغنی[1] ناقل ہیں پیر و مرشد نے فرمایا ایک روز میں نواح عرب میں ایک دریا کے کنارہ پہنچا۔ وہاں اس وقت ایک درویش کامل نے وصال فرمایا تھا مگر کوئی شخص موجود نہ تھا جو ان کی تجہیز و تکفین کرتا اور نماز جنازہ پڑھاتا۔ اچانک ایک جماعت اولیاء اللہ ان کے جنازہ پر حاضر ہوئی۔ انھوں نے غسل کرا کے کفنایا اور نماز جنازہ

---

[1] مولوی عبدالغنی عثمانی مولانا محمد سعید جعفری کے خلیفہ تھے۔ ۱۷ رمضان ۱۲۰۹ ہجری کو وصال ہوا تھا

کی امامت کے لئے میری طرف اشارہ کیا میں نے معذرت چاہی وہ مصر ہوئے اور بولے بحکم شریعت مردہ زندہ کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے نہ کہ مردہ کے پیچھے زندہ۔ تمہارا شمار زندوں میں ہے اس لئے تم کو امامت کرنی چاہیئے۔ مجبوراً میں نے ان بزرگ کی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔ آپ کا وصال ۱۰ر جمادی الاول ۱۱۶۳ھ ہجری کو ہوا تھا۔ مزار شریف متصل درگاہ حضرت خواجہ سید احمد بخاری باڑہ ناصر شاہ کے جنوب بگوشہ شرق کھرنی کے درخت کے نیچے چبوترہ پر منجملہ دو ملحق مزارات جانب غرب پختہ واقع ہے۔ آپ کے شرقی پہلو میں مولوی **عبدالغنی عثمانی** مدفون ہیں۔ چراغدان واحد ہے۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ تذکرۂ سعدیہ۔ ملفوظات سعدیہ)

حضرت شاہ ولی اللہ دانشمندی رحمۃ اللہ علیہ

ولی اللہ نام تھا۔ مولوی محمد یعقوب دانشمند کی اولاد میں تھے۔ سلسلہ نسب ذرج ذیل ہے۔

شاہ ولی اللہ دانشمندی بن مولوی محمد سعید دانشمندی بن حافظ عبدالرسول دانشمندی بن مولوی عطاء اللہ دانشمندی بن مولوی محمد یعقوب دانشمند بن حافظ عبدالصمد بن حافظ معین الدین بن حافظ فریدالدین بن شیخ محمد عبداللہ بن محمد اسماعیل بن مولانا شیخ نجیب اللہ بن ملا عبداللہ مکی بن شیخ عبدالرحمن بن شیخ صفی اللہ بن عبیداللہ بن شیخ عبداللہ بن شیخ عبدالرحمن بن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

بدایوں میں پیدا ہوئے تھے۔ یہیں نشو ونما پائی تھی۔ دہلی جاکر اپنے تایا مولوی عبدالغفور دانشمندی سے علوم ظاہری کی تحصیل کی تھی۔ علم معرفت کی جستجو میں جنگل کو نکل گئے تھے رات دن عبادتِ الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ بشارت غیبی پاکر بدایوں واپس آئے تھے اور حضرت

میاں شاہ اوجیالے صاحب کی خدمت میں صرف ایک رات رہ کر دولت فقر سے مالا مال ہو گئے تھے۔ پیر و مرشد کے وصال کے بعد ان کے سجادہ کو رونق بخشی تھی۔ خانقاہ شریف میں ہی رہتے تھے جود و سخا میں کمال حاصل تھا۔ صاحب علم و حلم عارف حق تھے۔ اسرار الٰہی آپ پر منکشف ہو گئے تھے۔ مشائخِ وقت آپ کی بزرگی کے قائل تھے۔ کرامتوں اور خوارق عادات کی وجہ سے قطب زمانہ مانے جاتے تھے۔ اکثر جذب و استغراق کا عالم طاری رہتا تھا۔ دنیا داروں سے بہت کم التفات کرتے تھے۔ تمام عمر تجرد ہی میں بسر کی۔ خانقاہ میں قلندروں کا ہجوم رہتا تھا باہر سے آنے والوں کے لئے ہر وقت لنگر خانہ جاری رہتا تھا۔ بیس باورچی اور چودہ خدام کام کرتے تھے۔ مگر خود جو کی دو ٹکیاں نمک کی ڈلی سے کھاتے تھے۔ سماع کے بہت شوقین تھے۔ ہر جمعرات کو محفلِ سماع منعقد کراتے تھے۔ عبد الجبار خاں نامی پٹھان اسی زمانہ میں شہر کے محتسب تھے وہ منکر سماع تھے۔ ان کے ایک دوست اخونجی شاہ محمد غوث بھی انھیں کے ہم خیال تھے۔ ایک دن وہ دونوں عین اس موقع پر خانقاہ میں پہنچے جب مجلس سماع گرم تھی اور حاضرین رقص و وجد کر رہے تھے۔ اخونجی یہ دیکھ کر متعجب ہوئے اور عبد الجبار خاں کو مخاطب کر کے بولے دیکھئے یہ بدعتی لچے ناچ رہے ہیں۔ جیسے ہی ان کی گفتگو آپ کے کان تک پہونچی آپ نے تیز نگاہ سے ان کی طرف دیکھا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ دونوں اشخاص بھی رقص کرنے لگے۔ جوش میں بھر کر بدن کے کپڑے تک اتار کر پھینک دیئے۔ قدموں پر گر کر بیعت کے خواستگار ہوئے۔ آپ نے فرمایا ہم لچوں کے ہاتھ پر بیعت ہونا چاہتے ہو جو ابھی ناچ رہے تھے۔ یہ سن وہ دونوں اشخاص رونے لگے تھے۔ اور قصور کی معافی چاہی تھی چنانچہ آپ نے اسی حلیہ میں ان کو اپنا مرید کیا تھا۔ بعد میں خلافت سے سرفراز کئے گئے تھے۔ ۲۱ رمضان سنہ ۱۱۲۸ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف حضرت میاں اوجیالے شاہ کی درگاہ کے اندر، پیر و مرشد کے شرقی پہلو میں پختہ واقع ہے یہ کہنا غلط ہے کہ آپ حضرت آدم دانشمند سے نسبت رکھتے تھے جن کا مزار سنبھل ضلع

مراد آباد میں ہے اس لئے دانشمندی کہلاتے تھے۔ یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ آپ پٹیل سے آئے تھے۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ حقیقۃ الفقراء، نزہۃ الکاملین)

حضرت میاں دولت شاہ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ حسین نام تھا۔ شیخ عثمان نور باف کے بیٹے تھے۔ آباواجداد کا وطن پنجاب کے علاقہ میں تھا۔ شیخ عثمان بدایوں آکر بس گئے تھے۔ آبائی پیشہ کرتے تھے۔ شیخ حسین کی ولادت ۱۰۷۸ھ ہجری میں بدایوں محلہ چودھری سرائے میں ہوئی تھی ابتدائی کتابیں مولوی محمد اکرم مشہدی سے پڑھی تھیں۔ تفسیر مبارک مولوی محمد سعید عثمانی سے پڑھی تھی۔ حضرت میاں اوجیالے شاہ کے مرید ہوکر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ شیخ ولی محمد چشتی بھٹنڈالوی سے بھی فیض پایا تھا۔ طریقہ چشتیہ اور مشرب قلندریہ رکھتے تھے۔ ہنوز سلسلہ تعلیم جاری تھا کہ جذب کا عالم طاری ہوگیا تھا داڑھی مونچھیں مونڈاکر شراب کا پیالہ ہاتھ میں لئے گلی کوچوں میں گھومنے لگے تھے۔ طریقہ ملامتیہ اختیار کرلیا تھا۔ کبھی ہنستے تھے کبھی روتے تھے۔ دن بھر جنگلوں اور بیابانوں میں گھوما کرتے تھے۔ رات حضرت سلطان العارفین صاحب کے آستانہ پر مودبانہ بیٹھ کر گزار دیتے تھے۔ ایک روز پیرومرشد نے وہیں آپ کو مخاطب کرکے فرمایا میاں حسین اب جذب کا عالم چھوڑ کر سلوک کی راہ اختیار کرو۔ فوراً آپ نے سر تسلیم خم کردیا تھا اسی وقت سلوک میں آگئے تھے (خرقہ خلافت عطا کئے جانے کے ساتھ دولت شاہ کے لقب سے سرفراز کئے گئے تھے) قناعت اور توکل اختیار کرلیا تھا۔ صاحب حال اور اہل جذب و شوق تھے۔ شیوۂ تسلیم و رضا رکھتے تھے۔ سماع کے شوقین تھے۔ صاحب ماہی مراتب تھے۔ دروازہ پر نوبت بجتی تھی اور مسکینوں کے واسطے لنگر جاری رہتا تھا۔ جہاں جاتے تھے

گروہ فقراء کے ساتھ جاتے تھے۔ سر پر تاج، بدن پر عبا اور ہاتھ میں عصاء ہوتا تھا آگے آگے ماہی مراتب مناقبِ مرتضوی پڑھا جاتا تھا۔ لا الہ الا اللہ کی صدائیں بلند ہوتی جاتی تھیں۔ بڑے با اثر اور بے حد صاحب جلال درویش تھے۔ ۱۱ رجب ۱۱۷۰ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف اندرونِ شہر محلہ چودھری سرائے میں بڑی پاکھڑ کے چوراہے سے سید اعظم علی بخاری شہید کے مزار کو جانے والے راستہ پر بائیں ہاتھ کی طرف بالائے چبوترہ پختہ واقع ہے۔ حریم بنی ہے جانب جنوب مکانات ہیں جانبِ شمال راستہ اور چوک ہے۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیا۔ لمعات صوفیہ۔ حقیقۃ الفقراء)

حضرت میاں حاجی بخارا رحمۃ اللہ علیہ

عبد الرشید نام تھا حاجی بخارا مشہور ہیں۔ بخارا کے رہنے والے تھے حج بیت اللہ سے مشرف ہونے کے بعد بدایوں آکر بود و باش اختیار کر لی تھی۔ حضرت خواجہ کبیر یحییٰ[1] مدنی چشتی کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا اور مدینہ طیبہ میں رہ کر تکمیل مدارج کی تھی۔ جس زمانہ میں حضرت شیخ کلیم اللہ[2] جہان آبادی دہلی سے حرمین شریفین کی زیارت کو تشریف لے گئے تھے انھیں ایام میں آپ بھی بخارا سے حرمین شریفین کی زیارت کو پہنچے تھے اور جس روز حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی حضرت خواجہ کبیر یحییٰ مدنی کے مرید ہوئے تھے اسی روز آپ نے بھی خواجہ کبیر یحییٰ مدنی کے ہاتھ پر بیعت کی تھی شیخ کلیم اللہ جہان آبادی کے ہمراہ دہلی

---

[1] خواجہ کبیر یحییٰ مدنی چشتی کا سلسلہ طریقت حضرت مخدوم شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی سے ملتا ہے۔ ۲۷ صفر ۱۱۳۲ھ ہجری کو مدینہ منورہ میں وصال ہوا تھا

[2] شیخ کلیم اللہ جہان آبادی کا وصال ۲۴ ربیع الاول ۱۱۴۶ھ ہجری کو ہوا تھا۔ مزار شریف دہلی میں ہے۔

تشریف لائے تھے اور وہاں سے مولوی محمد حلیف کے ہمراہ بدایوں آکر عثمانیوں والی مسجد کے حجرہ میں مسکن گزیں ہو گئے تھے۔ صوفی مشرب نیک صفات علوم صوری و معنوی سے بہرہ مند صاحب کمال بزرگ تھے۔ طلباء کو فقہ اور حدیث کا درس دیتے تھے اس لئے اخوند حاجی عبدالرشید کہلاتے تھے۔ معتقدایان دین اور اہل تمکین سے تھے شریعت کے کاموں میں بہت دلچسپی لیتے تھے۔ بحرالعلوم مولانا محمد علی عثمانی جیسے جلیل القدر علامہ عصر تک آپ کی تبحر علمی کے قائل تھے اور مخلصانہ نیازمندی کا اظہار کرتے تھے۔ ۱۳ رجب ۱۱۸۱ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف اندرون شہر مولوی محلہ میں مولوی عبدالغنی والی مسجد کے احاطہ میں جانب شرق پختہ واقع ہے۔ مسجد کے جنوب میں بگوشہ غرب بلند و پختہ قبر مفتی مرید[1] محمد عثمانی کی ہے۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ نزہتہ السالکین۔)

(حضرت سالم میاں صاحب کے فرمودات)

حضرت میاں جھنڈا پیر رحمتہ اللہ علیہ

محمد عاقل خاں نام تھا۔ جھنڈا پیر مشہور تھے۔ خراسان کے رہنے والے تھے اس لئے عاقل خاں خراسانی بھی کہلاتے تھے۔ تحصیل علم کی خاطر لاہور تشریف لائے تھے۔ سید بدرالدین[2] جیلانی سے علوم عقلی و نقلی کی تعلیم حاصل کی تھی۔ تحصیل علم سے فارغ ہو کر سلسلہ قادریہ میں انھیں کے مرید ہو گئے تھے خرقہ خلافت اور کلاہ زرین نبز عصا و چوبی حاصل کر کے بحکم پیر و مرشد تبلیغ کی غرض سے بدایوں تشریف لائے تھے۔ محلہ براہمپور

---

[1] مفتی مرید محمد عثمانی کا وصال ۲۸ جمادی الاول ۱۰۹۹ھ ہجری کو ہوا تھا۔

[2] سید بدرالدین جیلانی بن سید گوہر علی کا وصال ۱۱۳۶ھ ہجری میں ہوا تھا۔ مزار شریف لاہور میں ہے۔

میں تکیہ بنا کر بود و باش اختیار کی تھی اور رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا تھا۔ بہت لوگ مرید ہو گئے تھے۔ قلندری مشرب تھے۔ فقیرانہ لباس پہنتے تھے۔ سر گروہ فقراء تھے۔ جہاں کہیں دعوت میں جاتے تھے تاج زریں سر پر ہوتا تھا اور کاسدار عیار زیب بدن ہوتی تھی۔ تہبند پہنتے تھے، ہاتھ میں عصاء ہوتا تھا۔ گروہ فقراء کے ساتھ جاتے تھے۔ آگے آگے علم بردار (ماہی مراتب) ہوتا تھا۔ اس کے پیچھے نقیب نعرۂ اللہ ہو لگا تا جاتا تھا اپنے تکیہ کے پاس ایک مسجد بنالی تھی اسی میں عبادت کرتے تھے۔ محلہ کے لوگ بہت خدمت کرتے تھے اور فیض حاصل کرتے تھے۔ ۹ رجب ۱۱۸۸ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف اندر احاطہ مسجد موسومہ جھنڈے والی واقع محلہ براہمپور پختہ واقع ہے۔ چراغدان بنا ہے۔ شمالی قطار میں مغرب کی طرف سے پہلی قبر وزیر خاں کی ہے۔ دوسری قبر شریف آپ کی ہے تیسری غوث خاں کی ہے چوتھی غلام محمد خاں کی ہے۔ پانچویں عبداللہ خاں کی ہے اور چھٹی قبر فتح خاں کی ہے۔ کل چھ قبریں ہیں۔ علاوہ میاں عاقل شاہ خراسانی کے پانچو اشخاص جرم بغاوت میں گولی مارے گئے تھے۔ یہ کہنا غلط ہے کہ نظام علی خاں کو بھی گولی ماری گئی تھی اور وہ بھی احاطہ مسجد میں دفن ہیں۔ وہ رہا کئے گئے تھے بعد میں فقیری لے لی تھی۔ اپنے مرید بن کے پاس جا کر موضع سنجنہ پرگنہ اسدپور تحصیل گنور میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ وہیں انتقال ہوا تھا۔ آبادی سے جانب شرق دفن کئے گئے تھے۔ قبر پختہ واقع ہے۔ میاں عاقل شاہ خراسانی کا علم ایک علاحدہ حریم کے اندر نصب ہے۔ میاں عاقل شاہ کے مزار کے جانب جنوب بھی چند قبریں ہیں۔

باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ نزہتہ السالکین حقیقتہ الفقراء، بدایوں ۱۸۵۷ء میں۔ نبی محمد خاں عرف چمن خاں اور سلیمان خاں جمعدار سے معلومات

حضرت میاں خورم شاہ رحمتہ اللہ علیہ

خورم علی نام تھا۔ قصبہ بسیل پور ضلع پیلی بھیت کے رہنے والے تھے۔ پہلوانی اور کثرت کرتے تھے۔ مراد آباد جاکر ملازمت کرلی تھی۔ وہاں ایک مجذوب صفت درویش قاضی محمد مینا قلندر[1] کی نگاہ کے اثر سے جذبہ میں بھر کر اپنے پرائے کو فراموش کر دیا تھا منزل حقیقت کی راہ میں دیوانہ وار چل پڑے تھے۔ گھومتے پھرتے بدایوں تشریف لائے تھے۔ شہر سے باہر جانب شرق گورستان میں ایک چبوترہ بنالیا تھا۔ قطب از جانی جنبد کے مصداق تمام عمر اسی پر گزاری۔ صاحب کرامت، اہل دل، اہل نظر مجذوب تھے۔ جاڑا گرمی برسات کوئی موسم ہوتا ایک چادر اور لنگوٹے کے سوا تیسرا کپڑا بدن پر نہ ہوتا تھا۔ مستمندوں کی حاجت روائی فرماتے تھے۔ دور دور سے حاجت مند آکر فیض یاب ہوتے تھے۔ آنے والوں سے بوزہ کے سوا کچھ طلب نہ کرتے تھے۔ اکثر فقراء اور مجاذیب آپ کے پاس تکمیل حال کے لئے آتے تھے۔ قلب آپ کا آئینہ اسرار الٰہی کا تھا۔ آنے والے واقعات کی پیشگوئیاں کرتے تھے۔ صاحب کمال آپ کی قطبیت کے قائل تھے۔ اہل عرفان آپ کو ملک المجاذیب کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ شیخ اکرام اللہ محشر اور میاں محمدی شاہ اکثر آپ کی خدمت میں جاتے تھے۔ ۱۲ ذی الحجہ ۱۱۹۱ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف پرائیویٹ بس اسٹینڈ کے نزدیک تکیہ خورم شاہ والی مسجد کے صحن میں بہت عمدہ بنا ہے۔ مسجد کے گوشہ جنوب مشرق میں شیخ نور الحسن چشتی[2] خلف میاں محمدی شاہ کا مزار ہے۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ حقیقتہ الفقراء)

---

[1] قاضی محمد مینا قلندر کا وصال ۱۴ ربیع الآخر ۱۱۲۹ھ ہجری کو ہوا تھا۔ مزار مہوند ضلع لکھنؤ میں ہے۔

[2] شیخ نور الحسن چشتی کا وصال ۱۸ ذی الحجہ ۱۲۸۸ھ ہجری کو ہوا تھا۔

حضرت شاہ جبّار مست رحمۃ اللہ علیہ

عبدالجبار خاں نام تھا. بدایوں شہر کے محتسب تھے. سماع کے منکر تھے. اپنی محتسبی کے زعم میں حضرت شاہ ولی اللہ دانشمندی پر حد شرعی عائد کرنے ان کی مجلس میں گئے تھے مگر شاہ صاحب کی نظر پڑتے ہی حالت بدل گئی تھی. سب حد شرعی بھول گئے تھے. کپڑے اُتار کر پھینک دیئے تھے اور رقص کرنے لگے تھے. حضرت شاہ ولی اللہ دانشمندی کے ہی مرید ہوکر لقب شاہ جبّار مست پایا تھا. خرقہ فقر سے سرفراز کئے گئے تھے. جامع علوم ظاہری و باطنی تھے. قرآن مجید کی تلاوت میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے. ملازمت ترک کرکے شیخ کی ڈیوڑھی پر آپڑے تھے. ۱۱ رمضان ۱۱۹۸ ہجری کو وصال ہوا تھا مزار شریف اندرون شہر محلہ سرائے فقیر میں حضرت میاں شاہ اوجیا ے صاحب کی درگاہ کے باہر جانب شرق بگوشہ شمال بالائے چبوترہ پختہ واقع ہے. آپ کے شرقی پہلو میں میاں[1] دلبر شاہ مدفون ہیں.

(باقیات الصالحات. تاریخ اولیائے بدایوں. طبقات الاولیاء، حقیقتہ الفقراء)

حضرت میاں صفّا شاہ رحمۃ اللہ علیہ

صفی اللہ نام تھا. صفّا شاہ مشہور تھے. والد ماجد کا اسم گرامی شیخ نجیب اللہ تھا. ضلع بردوان علاقہ بنگال کے رہنے والے تھے. بطریق سیاحت مکن پور تشریف لائے تھے اور وہاں کچھ دن قیام کیا تھا. میاں برکت اللہ ملنگ مکن پوری کے مرید ہوکر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا. بحکم پیر و مرشد بدایوں آکر حلوائی بازار کے پیچھے تکیہ بناکر

---

[1] میاں دلبر شاہ چشتی کا وصال ۲ ربیع الثانی ۱۲۱۸ ہجری کو ہوا تھا

رہنے لگے تھے۔ سیاحی بہت کی تھی اور بیسیوں فقراء کاملین سے فیض حاصل کیا تھا۔ نہایت پر جلال اور پر ہیبت درویش تھے۔ دونوں آنکھیں مشعل کی طرح روشن رہتی تھیں اپنی صورت کی دوسری شکلیں ظاہر کرنے میں کمال رکھتے تھے۔ رات کے وقت دور دور سے ملنگ اور قلندر تکیہ پر آکر اکٹھے ہوتے تھے۔ سلفہ اور چرس کے دم لگتے تھے۔ بھنگ اور شراب کے دور چلتے تھے۔ اس کے باوجود شہر کے لوگ آپ سے بہت عقیدت رکھتے تھے۔ فقیر بھی وہ صاحب کمال تھے۔ بہت بڑے صاحب خدمت تھے۔ تکیہ پر کنواں اور مسجد تعمیر کرائی تھی۔ بحرالعلوم مولانا محمد علی آپ کے ہمعصر تھے وہ آپ کی درویشی کے قائل تھے ۸ ذی الحجہ ۱۱۹۸ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف اندرون شہر محلہ کانسین میں حاوائی بازار کے پیچھے بریلی کارپوریشن بینک سے ملحق جانب شمال پختہ واقع ہے۔ جانب شرق میاں حسین شاہ وغیرہ آپ کے مریدین کی قبریں ہیں۔ قریب ہی چاہ پختہ ہے جانب جنوب بگوشہ غرب مسجد ہے۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ حقیقۃ الفقراء)

حضرت سیّد عین الدین رحمۃ اللہ علیہ

سیّد عین الدین بدایوں کے رہنے والے سادات مشہدی کی اولاد میں تھے۔ بچوں کو پڑھاتے تھے اسکے علاوہ کوئی ذریعہ معاش نہ تھا۔ اکثر فقر و فاقہ سے گزر ہوتی تھی۔ جو کچھ میسر ہوتا تھا محتاجوں اور مسکینوں کو کھلا دیتے تھے۔ بچپن ہی سے فقراء سے محبت تھی۔ حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بہت عقیدت رکھتے تھے بدایوں کی سکونت ترک کر کے

لہ بحرالعلوم مولانا محمد علی کا وصال ۲۵ ربیع الثانی ۱۱۹۷ ہجری کو ہوا تھا خوابگاہ بدایوں میں ہے۔

قصبہ آنولہ ضلع بریلی میں بود و باش اختیار کر لی تھی۔ نواب علی محمد خاں کے چیلے محمد صدیق کے لڑکوں کو پڑھاتے تھے۔ انھیں کے ساتھ قادر گنج چلے گئے تھے۔ وہاں مولانا محمد سعید جعفری کی قدم بوسی نصیب ہوئی تھی۔ انھیں کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ ریاضت اور مجاہدے کر کے مرتبہ کمال کو پہنچ گئے تھے۔ قادر گنج سے پھر آنولہ چلے آئے تھے۔ سلسلہ رشد و ہدایت جاری کر دیا تھا۔ بہت لوگ آپ کے مرید ہو گئے تھے۔ خواب میں حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دیدار سے مشرف ہوئے تھے۔ اولیائے وقت میں شمار کئے جاتے تھے۔ مرض الموت میں مبتلا ہو کر اپنے پیر بھائی مولوی عبدالغنی سے ملنے بدایوں تشریف لائے تھے یہیں کی خاک کے پیوند بنے ۲۲ رجب ۱۲۰۹ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف بیرون شہر جانبِ غرب آراضی باغ موسیٰ والے کے جنوبی حصہ میں بالائے چبوترہ پختہ واقع ہے چاروں گوشوں پر پلنگ کے پایوں کی شکل بنی ہے مگر حالت بوسیدہ ہے۔ اس چبوترہ پر اور بھی قبروں کے تعویذ بنے ہیں۔ آپ کی قبر کا تعویذ سب سے جداگانہ ہے قریب سو گز فاصلہ پر جانب شمال جھیل کے اندر چبوترہ پر غربی مزار حافظ قاسم خجندی شہید کا ہے[1]

باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔

تذکرۂ سعیدیہ — جناب عابد علی صاحب سے معلومات

حضرت میاں کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ

کرم خاں نام تھا۔ ذات کے پٹھان۔ رہنے والے پنجاب کے تھے۔ پڑھ لکھ کر فوج میں رسالہ دار ہو گئے تھے بعد میں ایک مجذوب کی نظر کیمیا اثر سے سلسلہ قادریہ میں مرید ہو کر ملازمت چھوڑ دی تھی۔ امیرانہ لباس تہہ کر کے رکھ دیا تھا۔ صحرا نوردی اختیار کر لی تھی گھومتے پھرتے بدایوں آ کر سوتھہ محلہ میں بمقام پیپڑی تلے سید مطلوب علی کی دہلیز میں فروش ہو گئے تھے۔ چند

---

[1] حافظ قاسم خجندی شہید حضرت میراجی صاحب کے ہمراہی تھے ۹۰۴ھ ہجری میں شہادت پائی تھی۔

یوم بعد شہر کے باہر تکیہ بنا کر بود و باش اختیار کر لی تھی۔ حضرت میاں یتیم شاہ قادری مجذوب اسروہوی کا جام معرفت پیا تھا صاحب کشف و کرامات تھے۔ وضع رندانہ مشرب قلندرانہ رکھتے تھے۔ سر گروہ فقراء تھے کہیں جاتے تھے تو تاج سر پر ہوتا تھا اور کفنی گلے میں۔ آگے آگے نقیب صوفیانہ اشعار پڑھتا جاتا تھا۔ ہر شعر کے اختتام پر ایک فقیر بگل بجاتا جاتا تھا بقیہ لوگ لا الٰہ الا اللہ کی صدا بلند کرتے جاتے تھے۔ آج ان کا تکیہ موتی شاہ کا تکیہ کہلاتا ہے۔ ایک مرتبہ جاڑوں کے موسم میں دوپہر کے وقت چادر اوڑھے ہوئے زمین پر لیٹے تھے۔ ایک ایرانی فقیر نادان شاہ آیا اور آپ کو سوتا دیکھ کر ٹھوکر مار کر بیدار کیا حالاں کہ نادان شاہ کے پیرنے ہندوستان آتے وقت اس کو نصیحت کر دی تھی ہند کے رند سے بچے رہنا مگر اس کو خیال نہ رہا۔ ٹھوکر لگتے ہی آپ نے چادر سے منہ نکال کر یہ شعر پڑھا ؎

خاکسارانِ جہان را بحقارت منگر
توچہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

اپنے کشف سے معلوم کر کے کہنے لگے بابا نادان شاہ تجھے شاید اپنے پیر کی نصیحت یاد نہیں رہی "ہند کے رند سے بچے رہنا" ورنہ کبھی ہند کے رند سے ایسا سلوک نہ کرتا۔ اس فقرہ نے نادان شاہ کو چونکا دیا اور پیر کی نصیحت یاد آگئی۔ اپنی نازیبا حرکت پر نادم ہو کر آپ کے پاؤں پر گر کر معذرت چاہی اور تمام عمر آپ کی غلامی میں بسر کی۔ دور دور سے فقراء اور قلندر آکر آپ کے تکیہ پر ٹھہرتے تھے۔ ۱۶ شعبان ۱۲۱۰ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف بیرون شہر حضرت خواجہ بدر الدین شاہ ولایت بدایوں کی درگاہ کے جانب شمال بگوشہ شرقی خام راستہ کے جانب شمال حریم کے اندر پختہ واقع ہے۔ آپ کے شرقی پہلو میں **میاں سبو شاہ** کا مزار ہے ان کے شرقی پہلو میں دروازہ کے قریب **میاں نادان شاہ** ایرانی فقیر کا مزار ہے۔ میاں کرم شاہ کے پائیں **میاں محبت شاہ**

کا مزار ہے. میاں نادان شاہ کے پائیں **میاں شفقت شاہ** کا مزار ہے. ان کے غربی پہلو میں **میاں موتی شاہ** کا مزار ہے. ان کے غربی پہلو میں **میاں معصوم شاہ** کا مزار ہے. میاں شفقت شاہ کے جانب شرق **میاں ہیرا شاہ** کا مزار ہے. بیرون حریم حضرت سید **رحمٰن علی شہید** کا مزار ہے. میاں کرم شاہ کے سرہانے گنبد نما چراغدان بنا تھا ۱۳۹۱ھ ہجری میں کثرت بارش کی وجہ سے تکیہ کی شمالی دیوار منہدم ہوگئی. چراغدان کا گنبد بھی گر گیا اور قبر بھی شکستہ ہوگئی ہے

باقیات الصالحات. تاریخ اولیائے بدایوں. طبقات الاولیاء. نزہتہ السالکین

حقیقتہ الفقراء

حضرت سید غلام قادر شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ

سید غلام قادر نام تھا. سید قادر شاہ قادری مشہور تھے. والد ماجد کا اسم گرامی سید غلام محی الدین تھا. آبا و اجداد بلخ کے رہنے والے سادات حسینی تھے. گردش روزگار کے باعث آپ کے دادا سید محمود بلخی اپنے فرزند سید غلام محی الدین اور ان کی بیوی بچوں کو لے کر ہندوستان چلے آئے تھے. لاہور میں قیام کیا تھا ۱۰۶۱ھ ہجری میں آپ کی پیدائش لاہور میں ہوئی تھی وہیں نشو و نما پاکر سن شعور کو پہنچے تھے. مولوی سید عبداللہ، مولوی سید عبدالرحمٰن، مولوی سید محمد، مولوی سید اسماعیل جیلانی اور مولوی عبدالرسول بخاری لاہوری سے تعلیم حاصل کی تھی. بعد تحصیل علوم حضرت سید شاہ جعفر قادری کے مرید ہو کر خرقہ خلافت پایا تھا. جلیل القدر عالم اور عظیم المرتبت عارف تھے. وضع رندانہ اور مشرب قلندرانہ رکھتے تھے. شجرہ طریقت درج ذیل ہے

سید غلام قادر شاہ مرید و خلیفہ سید جعفر شاہ قادری مرید و خلیفہ سید شاہ بلاق

قاضی لاہوری مرید و خلیفہ شاہ عبدالرشید لاہوری مرید و خلیفہ شیخ محسن شاہ مرید و خلیفہ شیخ محمد عرف ملا شاہ مرید و خلیفہ میاں محمد میر بالا پیر لاہوری مرید و خلیفہ شاہ خضر سیستانی مرید و خلیفہ سید احمد مرید و خلیفہ شیخ عابد کبیر مرید و خلیفہ شاہ ابو القاسم مرید و خلیفہ شیخ موسیٰ حلبی مرید و خلیفہ شاہ ابو بکر مرید و خلیفہ شاہ داؤد مرید و خلیفہ شاہ سلیمان قادری مرید و خلیفہ شیخ زید مرید و خلیفہ شیخ قریشی مرید و خلیفہ حضرت قطب الآفاق سید عبدالرزاق مرید و خلیفہ و فرزند شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پیر و مرشد کے وصال کے بعد بطریق سیاحت بدایوں آکر حضرت الہم شہید کے مزار کے قریب مسکن گزیں ہو گئے تھے۔ تین ماہ تک مسلسل بے آب و دانہ یاد الٰہی میں مشغول رہے تھے۔ ایک ٹوٹی قبر میں رہتے تھے۔ تجلیاتِ الٰہی سے بہرہ مند ہو کر مقام صمدیت پر پہنچ گئے تھے۔ کھانے پینے کی مطلق خواہش نہیں رہی تھی۔ بہت لوگ آپ کے مرید ہو گئے تھے۔ بیسیوں کو خلافت سے سرفراز فرمایا۔ آپ کے خلیفہ میاں حیدر شاہ مقری نے خانقاہ تعمیر کرا دی تھی۔ اسی میں رہتے تھے۔ صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔ ۲۶ شوال سنہ ۱۲۲۱ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف اندرون شہر مولوی محلہ میں میاں حیدر شاہ والی مسجد کے احاطہ میں جانب شمال پختہ واقع ہے۔ آپ کے شرقی پہلو میں میاں حیدر شاہ مقری کا مزار ہے۔ ان کے شرقی پہلو میں شیخ برکت اللہ کی قبر ہے۔ مسجد سے جانب جنوب حضرت خواجہ سید الہم شہید کا مزار ہے۔ ان کے شرقی پہلو میں تین قبریں اہل محلہ کی ہیں۔

باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ نزہتہ السالکین

حقیقتہ الفقراء۔ حدیقہ قادریہ

حضرت میاں زماں شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ

محمدؐ زماں نام تھا۔ محمد امان کے بیٹے تھے۔ ملک اندلس میں پیدا ہوئے تھے جس کو آج اسپین کہتے ہیں۔ مصر آکر اسکندریہ میں نشو و نما پائی تھی اور پڑھ لکھ کر متبحر عالم بنے تھے۔ سیاحت کا شوق تھا گھومتے پھرتے مدینہ طیبہ اور مکہ معظمہ پہنچے تھے۔ وہاں سے چل کر طائف، بصرہ اور اصفہان ہوتے ہوئے کابل آئے تھے۔ وہاں سے چل کر قصبہ بکھند ضلع راولپنڈی میں قیام کیا تھا۔ مولوی محمد علی چشتی نظامی سے ہندی بول چال سیکھ کر ہندوستان تشریف لائے تھے۔ سب سے پہلے ملتان میں قیام کیا تھا۔ وہاں سے چل کر لاہور آئے تھے لاہور سے چل کر دہلی میں قیام کیا تھا۔ حضرت میر محمد[1] زکریا دہلوی کے مرید ہو کر خلافت حاصل کی تھی۔ بحکم پیر و مرشد سہسوان آگرآبادی سے جانب شمال سرسوہ کے راستہ میں مسکن گزیں ہو گئے تھے۔ قوی آور جسیم گورے چٹے سفید داڑھی کے وجیہہ اور بارعب مجذوب صفت درویش تھے ہر وقت جذب کا عالم طاری رہتا تھا۔ صرف بنا سپتی کھاتے تھے۔ کسی سے کچھ طلب کرتے نہ تھے۔ صاحب زہد و اتقاء، اہل ذوق و شوق، عشق و محبت میں ڈوبے ہوئے اہل منازل، صاحب کرامت قلندری مشرب بزرگ تھے۔ ایبرن داس جوگی آپ کے دست حق پرست پر مسلمان ہوئے تھے۔ ۵ ذی قعدہ ۱۲۲۱ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف قصبہ سہسوان ضلع بدایوں میں اندر احاطہ منصفی تکیہ کے اندر لال املی کے نیچے پختہ واقع ہے۔

باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ لمعات صوفیہ۔ نزہتہ السالکین

---

[1] سید محمد زکریا دہلوی شیخ محمد سندھی عرف شیخ جیا نقشبندی کے خلیفہ تھے۔ ۹ ذی قعدہ ۱۱۸۸ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف دہلی میں خواجہ باقی باللہ کی درگاہ سے ملحق ہے۔

حضرت میاں امانت شاہ رحمۃ اللہ علیہ

میاں امانت شاہ نام تھا خانقاہ والے پیر مشہور تھے۔ سلسلہ چشتیہ میں حضرت شیخ محمد عارف سنو والے کے مرید و خلیفہ تھے جن کو خلافت حضرت شیخ ولی محمد چشتی بھٹنڈا وی سے پہنچا تھا۔ محلہ بھاجی ٹولہ میں خانقاہ بنالی تھی۔ طالبان سلوک کی رہنمائی کرتے تھے۔ مریدوں کو اوراد واشغال کے طریقے بتاتے تھے۔ جنّات کی تسخیر میں کمال حاصل تھا۔ مجاہدے زیادہ کرتے تھے ہر وقت اوراد و اشغال میں مصروف رہتے تھے۔ صاحب کمال خدا آگاہ بزرگ تھے۔ مشائخ کرام کی روش پر چلتے تھے ۲۲ صفر ۱۲۳۰ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف اندرون شہر محلہ بھاجی ٹولہ میں خانقاہ محمدیہ کے اندر پختہ واقع ہے مشرقی پہلو میں آپ کے خلیفہ میاں محمدی شاہ کا مزار ہے ہر دو مزارات خانقاہ کے صحن میں ہیں جانب شرق چاہ پختہ ہے۔ خانقاہ منہدم ہو کر مٹی کا ڈھیر ہو گیا ہے اور مزارات اس کے نیچے دب گئے ہیں۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ حقیقتہ الفقراء۔ نزہتہ السالکین)

حضرت میاں یقین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

میاں یقین شاہ کہیں باہر کے رہنے والے تھے میاں انوار شاہ کا جام معرفت پی کر بدایوں تشریف لائے تھے اور قبولپور کے راستہ میں چمنی روضہ کے قریب سکونت اختیار کی تھی عابد و زاہد، صاحب تصرف، اہل طریقت، عارف حقیقت، مجذوب صفت درویش تھے صورت فقیرانہ تھی۔ تمام عمر ریاضت و مجاہدات میں گزاری، اہل ذوق و شوق صاحب کرامت تھے۔ تکیہ پر حاجتمندوں کا ہجوم رہتا تھا شہر کے لوگ بہت تعظیم کرتے تھے ۲۷ رمضان ۱۲۳۲ھ ہجری کو وصال ہوا تھا مزار شریف اندرون شہر سوتھا پولیس چوکی کے جانب غرب بگوشۂ جنوب املی کے درخت کے نیچے پختہ واقع ہے سرہانے چراغدان بنا ہے۔ جانب غرب چبوترہ پر میاں مقیم شاہ وغیرہ کے مزارات ہیں۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ لمعات صوفیہ۔ نزہتہ السالکین)

حضرت میاں شفقت شاہ رحمتہ اللہ علیہ

ابیرن داس نام تھا۔ جگناتھ پوری کے رہنے والے تھے۔ وہیں رہ کر تپسیا کی تھی استدراج ہوگیا تھا۔ ہندو مذہب کے عظیم المرتبت جوگی تھے۔ تیرتھ کرتے ہوئے کلکتہ، بنارس اور اجودھیا پہنچے تھے۔ وہاں سے چل کر سہسوان ضلع بدایوں آئے تھے اور سرسوتہ پر مقیم ہوگئے تھے۔ کافی تعداد میں چیلے بنالئے تھے۔ ابتدائی زندگی بت پرستی اور کفر نوازی میں گزری تھی بعد میں میاں زماں شاہ قلندر سے مقابلہ میں زبوں ہوکر مسلمان ہوگئے تھے۔ شفقت شاہ نام رکھا گیا تھا پیر کی صحبت میں رہ کر چند یوم کے اندر خرقہ خلافت سے سرفراز ہوگئے تھے۔ نظر فیض اثر رکھتے تھے۔ مرض سلب کرنے میں کمال حاصل تھا۔ زیادہ تر تکیہ کے حجرہ میں بیٹھے رہتے تھے۔ کبھی کبھی جنگل کو نکل جاتے تھے۔ بنا سپتی کھا کر دن گزارتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ جنگل کو جارہے تھے۔ کچھ لوگ دوسری طرف سے ایک جنازہ لارہے تھے۔ آپ نے جنازہ روک کر مردے کو بغور دیکھا ہی تھا کہ اس نے آنکھیں کھول دیں اور آپ یہ کہتے ہوئے آگے بڑھ گئے یہ تو زندہ ہے کہاں لئے جارہے ہو۔ اسی زمانہ میں ایک صاحب کمال بزرگ مولانا شاہ نذر محمد صاحب[1] بھی سہسوان میں رہتے تھے وہ آپ کے کمالات کے معترف تھے ایک دن آپ کے مرید میاں برکت شاہ کو روک کر بولے تمہارے پیر کو ہم مکہ میں تو دیکھتے ہیں مدینہ میں نہیں دیکھتے۔ برکت شاہ یہ سن کر خاموش ہوگئے جب تکیہ پر آئے تو آپ نے پوچھا کہو برکت شاہ آج مولانا سے کیا باتیں ہوئیں ان سے کہنا آئندہ مدینہ جاتے وقت آپ سے کہتا جاؤں گا۔ چنانچہ دوسرے دن تہجد کی نماز کے بعد جب آپ ہوا پر اڑتے ہوئے مدینہ منورہ جانے لگے تو آپ نے شاہ نظر محمد صاحب کو آواز دے کر کہا مولانا میں روزانہ اسی وقت جاکر روضہ نبوی پر حاضر ہوتا ہوں اس لئے آپ سے ملاقات نہیں ہوتی، ۹ محرم

---

[1] مولانا شاہ نذر محمد صاحب قاضی عبدالشکور کی اولاد میں تھے ۱۴ ذی قعدہ ۱۲۳۶ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف قصبہ سہسوان میں ہے۔

۱۲۳۳ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف قصبہ سہسوان ضلع بدایوں میں اندر احاطہ منصفی تکیہ میں میاں زماں شاہ کے قریب پختہ واقع ہے آپ کے قریب میاں برکت شاہ مدفون ہیں۔ ان کے قریب میاں الٰہی شاہ آسودہ ہیں ان کے قریب میاں بیدار شاہ محو خواب ہیں۔

باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء، حقیقۃ الفقرا
لمعات صوفیہ نزہۃ السالکین۔ حقیقۃ ابیان فی اہل الایقان

حضرت میاں جمعیت شاہ رحمۃ اللہ علیہ

عبدالجامع نام تھا۔ جمعیت شاہ مشہور تھے۔ والد ماجد کا اسم گرامی عبدالرافع تھا شہر قونیہ علاقہ شام کے رہنے والے تھے صوفی اللہ بیگ رومی کے ساتھ سیاحت کرتے ہوئے دہلی تشریف لائے اور میاں بھولو[1] شاہ قادری دہلی کے ہاتھ پر جام حقیقت پی کر مقبول بارگاہ حق ہو گئے تھے۔ لقب جمعیت شاہ پایا تھا مولانا فخرالدین[2] چشتی دہلوی اور شاہ نانو[3] دہلوی سے بھی فیض پایا تھا۔ دہلی سے بدایوں آکر محلہ کمانگران میں مسجد کے سامنے فروکش ہو گئے تھے۔ مجذوب نما سالک تھے۔ طریقہ قادریہ رزاقیہ قلندریہ رکھتے تھے۔ نامی گرامی قلندروں کی صحبت اٹھائے ہوئے تھے۔ مقبول بارگاہ الٰہی تھے۔ رات دن کرامتیں ظہور میں آتی رہتی تھیں۔ اہل عرفان تھے۔ محلہ والے پریشانی کے عالم میں آپ سے رجوع کرتے تھے اور مستفید ہوتے تھے، ۱۳ ذی قعدہ ۱۲۳۳ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف اندرون شہر محلہ کمانگران میں مسجد کے سامنے پختہ واقع ہے۔

لمعات صوفیہ۔ باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ نزہۃ السالکین

---

[1] میاں بھولو شاہ کا وصال ۱۰ محرم ۱۲۰۴ھ ہجری کو ہوا [illegible] میں ہے۔ [2] مولانا فخرالدین کا وصال ۲۰ جمادی الثانی ۱۱۹۹ھ ہجری کو ہوا تھا۔ مزار دہلی میں حضرت قطب صاحب کی درگاہ کے احاطہ میں ہے۔ [3] شاہ نانو دہلوی کا وصال دہلی میں ہوا تھا۔ مسجد فتحپوری میں مزار ہے۔ شیخ جلال الدین تھانیسری کی اولاد میں تھے

حضرت میاں تسلیم شاہ کلاں رحمتہ اللہ علیہ

بدایوں میں تسلیم شاہ نام کے دو فقراء گزرے ہیں. اس لئے آپ کو تسلیم شاہ کلاں اور دوسرے کو تسلیم شاہ خورد کہتے ہیں. عبدالغفور نام تھا شہر جنیرہ ملک مصر کے رہنے والے دولت مند باپ کے بیٹے تھے. نوعمری میں والدین کا سایۂ سر سے اٹھ گیا تھا. کثیر دولت ورثہ میں پائی تھی. تجارت کے ارادہ سے ایک قافلہ کے ساتھ ہندوستان آکر قصبہ سنبھل ضلع مرادآباد میں دکان کھول کر بیٹھ گئے تھے. سنبھل میں جب کاروبار نہ چلا تو گوالیار منتقل ہوگئے. وہاں حضرت دیدار علی شاہ قادری کی مست نگاہ پڑتے ہی سب مال و متاع خیرات کرکے لباس فقیرانہ پہن لیا تھا. انھیں کے ہاتھ سے جام طریقت پی کر مست و مخمور بادۂ عشق حقیقی ہو گئے تھے اور تسلیم شاہ لقب سے ممتاز کئے گئے تھے. میاں دیدار شاہ قادری گوالیاری حضرت سید شاہ حمزہ قادری[1] مارہروی کے خلیفہ تھے. شجرۂ طریقت درج ذیل ہے.

میاں تسلیم شاہ کلاں مرید و خلیفہ میاں دیدار شاہ گوالیاری مرید و خلیفہ حضرت سید شاہ حمزہ مارہروی مرید و خلیفہ سید شاہ آل محمد مرید و خلیفہ سید شاہ برکت اللہ مرید و خلیفہ سید شاہ فضل اللہ مرید و خلیفہ سید احمد مرید و خلیفہ سید محمد کالپی والے مرید و خلیفہ شیخ جمال الاولیاء مرید و خلیفہ قاضی ضیاء الدین عرف شیخ جیا مرید و خلیفہ شیخ محمد بھکاری مرید و خلیفہ سید ابراہیم ایرجی مرید و خلیفہ سید بہاء الدین مرید و خلیفہ جیلانی مرید و خلیفہ سید حسن مرید و خلیفہ سید موسیٰ مرید و خلیفہ سید علی مرید و خلیفہ سید محی الدین مرید و خلیفہ سید ابی صالح مرید و خلیفہ سید عبدالرزاق مرید و خلیفہ غوث الاعظم حضرت سید محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی مرید و خلیفہ شیخ ابی سعد المخزومی مرید و خلیفہ شیخ ابوالحسن ہنکاری مرید و خلیفہ شیخ ابوالفرح طرطوسی مرید و خلیفہ شیخ عبدالواحد تمیمی مرید و

---

[1] حضرت سید شاہ حمزہ قادری کا وصال محرم ۱۱۹۸ ھجری کو ہوا تھا. مزار شریف قصبہ مارہرہ ضلع ایٹہ میں ہے.

خلیفہ شیخ ابوبکر شبلی مرید و خلیفہ شیخ جنید بغدادی مرید و خلیفہ شیخ سری سقطی مرید و خلیفہ شیخ معروف کرخی مرید و خلیفہ امام علی رضا مرید و خلیفہ امام موسیٰ کاظم مرید و خلیفہ امام جعفر صادق مرید و خلیفہ امام محمد باقر مرید و خلیفہ امام زین العابدین مرید و خلیفہ سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام مرید و خلیفہ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ مرید و خلیفہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

پیر و مرشد کی صحبت میں رہ کر مرتبۂ کمال کو پہونچ گئے تھے۔ انھیں کے حکم سے بدایوں تشریف لائے تھے اور مولوی محلہ میں متصل جامع مسجد تکیہ بنا کر متمکن ہو گئے تھے۔ حالت رندانہ اور وضع قلندرانہ رکھتے تھے۔ ہر وقت تکیہ پر فقراء کا ہجوم رہتا تھا رجوعات خلق ہونے لگی تھی۔ بحر العلوم[1] مولانا محمد علی دن میں ایک بار ضرور آپ سے ملنے جاتے تھے۔ صاحب کرامت درویش تھے۔ اکیسو بیس برس کی عمر پائی ۲۹ رمضان ۱۲۳۶ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف اندرون شہر جامع مسجد کے شمالی دروازہ کے قریب بشکل کوہان شتر نخچہ واقع ہے۔ غربی پہلو میں حضرت **میاں تسکین شاہ** کا مزار ہے اور پائیں **میاں تمکین شاہ** کا۔ ان کے غربی پہلو میں **میاں مکین شاہ** کا مزار ہے۔ میاں تمکین شاہ کے پائیں **میاں مروت شاہ** کا مزار ہے ادان کے مزار کے جانب غرب **میاں تعظیم شاہ** کا مزار ہے ان چھ مزارات کے جنوب کچھ فاصلہ پر دو قبریں تلقین شاہ کی بیوی اور ان کی لڑکی کی تھیں۔ اب اس جگہ مکانات تعمیر ہو گئے ہیں۔ تلقین شاہ میاں تعظیم شاہ کے مرید تھے۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ اذکار قلندریہ۔ حقیقۃ الفقراء۔ نزہۃ الکین)

---

[1] بحر العلوم مولانا محمد علی کا وصال ۲۵ ربیع الثانی ۱۱۹۷ھ ہجری کو ہوا تھا۔ عید گاہ شمسی کے چبوترہ کے قریب جانب شمال دفن کئے گئے تھے۔

حضرت میاں ثناء اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ

ثناء اللہ نام تھا۔ رہنے والے ملک شام کے تھے۔ وہیں تعلیم و تربیت پائی تھی والد ماجد کا اسم گرامی نیاز احمد تھا۔ تقریب بے نظیر کرتے تھے۔ وعظ کہنے کے سلسلہ میں بغداد شریف پہنچے تھے اور حضرت غوث اعظم دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی درگاہ میں کافی دن قیام کیا تھا۔ عالم رویا میں بشارت پاکر رام پور تشریف لائے تھے اور حضرت محی الدین[1] عرف حافظ جمال اللہ قادری نقشبندی رام پوری کے مرید ہوکر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ بحکم پیر و مرشد بدایوں آکر مہر علی والی مسجد کے جوار میں فروکش ہو گئے تھے۔ عظیم المرتبت اور عالی منزلت مست فقیر صاحب مجاہدہ مجادلہ تھے۔ بناسپتی کے سوا کچھ نہیں کھاتے تھے۔ جنگل میں جاکر رات کے وقت ذکر جہر کرتے تھے۔ آپ کی کرامات کا غلغلہ دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ نامی گرامی مجاذیب اور قلندر آکر تکیہ پر اکٹھے ہوتے تھے، ۹ شعبان ۱۲۳۷ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف اندرون شہر متصل کوتوالی سڑک پختہ کے جانب غرب تکیہ ثناء اللہ شاہ میں تخمیناً تیس تیس قدم کے فاصلہ پر مسجد کی جنوبی دیوار کے نیچے حریم کے اندر پختہ واقع ہے۔ جانب شرق میاں قلیہ شاہ خورد اور پائیں حضرت میاں مان اللہ شاہ کے مزارات ہیں، مسجد مہر علی کوتوالی کے سامنے جانب غرب واقع تھی جنرلی سڑک کی تعمیر کے دوران شہید کرکے دوسری مسجد آپ کے تکیہ میں تعمیر کرادی گئی جو اب تک موجود ہے۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ حقیقۃ الفقراء، نزہۃ السالکین)

---

[1] حضرت شاہ جمال اللہ کا وصال ۳ صفر ۱۲۰۹ھ ہجری کو ہوا تھا۔ مزار شریف رام پور میں ہے

حضرت حافظ آیت اللہ فرشوری رحمۃ اللہ علیہ

حافظ آیت اللہ صدیقی النسل فرشوری نژاد تھے. والد ماجد کا اسم گرامی شیخ حکمت اللہ تھا. آپ کے مورث اعلیٰ ابو المظفر مصر سے چل کر ہندوستان تشریف لائے تھے اور دہلی میں بود و باش اختیار کی تھی. شیخ عبدالحق فوطی دار سلطانی کے گماشتہ ہو گئے تھے ان کی اولاد میں قاضی کمال الدین فرشوری ہوئے. وہ بدایوں کے محتسب ہو کر آئے تھے اور وسط شہر میں اندرون قلعہ سکونت پذیر ہوئے تھے. انھیں کی اولاد میں حافظ آیت اللہ تھے سلسلہ نسب درج ذیل ہے.

حافظ آیت اللہ فرشوری بدایونی بن شیخ حکمت اللہ فرشوری بدایونی بن مولوی عبداللہ مدرس فرشوری بدایونی بن شیخ محمد اولیاء وقائع نگار فرشوری بدایونی بن حافظ کمال محمد وقائع نگار فرشوری بدایونی بن شیخ منصور وقائع نگار فرشوری بدایونی بن شیخ منگن فرشوری بدایونی بن حافظ محمد فرشوری بدایونی بن حافظ شیخ لاڈن فرشوری بدایونی وقائع نگار بن قاضی کمال الدین فرشوری نزیل بدایوں محتسب شہر بن حافظ نور الدین پرشوری دہلوی بن حافظ مصطفےٰ پرشوری دہلوی بن شیخ علی اکبر پرشوری دہلوی بن شیخ علاء الدین ثانی پرشوری بن شیخ احمد پرشوری دہلوی بن شیخ محمد ثانی پرشوری دہلوی شیخ شمس الدین پرشوری دہلوی بن ابو المظفر مصری نزیل دہلی گماشتہ عبدالحق فوطی دار سلطانی بن شیخ احمد فرشوری مصری بن شیخ اسمٰعیل فرشوری مصری بن شیخ عبداللہ معروف بہ علاء الدین فرشوری مصری بن شیخ شمس الدین فرشوری مصری بن شیخ نجیب الدین دلوی حنفی بن مولانا شیخ محمد دمرانی حنفی بن شیخ قاسم ثانی تابعی طائفی بن حضرت شیخ محمد ثانی بن حضرت شیخ قاسم قریشی مدنی عمدۃ الفقہاء بن حضرت شیخ محمد غازی مدنی خدیو مصر بن امیر المومنین خلیفۃ المسلمین

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حافظ آیت اللہ بدایوں میں پیدا ہوئے تھے۔ یہیں تعلیم و تربیت پائی تھی نہایت عابد و زاہد، شب بیدار، علوم رسمی و حقیقی سے آگاہ اہلِ ذوق و شوق بزرگ تھے۔ بعد تحصیل علوم سیاحت کو نکل گئے تھے۔ عرب و عجم میں کافی سیاحی کی تھی۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کی زیارت کی۔ حضرت غوث الاعظم دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آستانہ پر بھی چند یوم قیام کیا تھا۔ وہیں حضرت سید[1] خلیل قادری نقشبندی کے مرید ہوئے تھے۔ تکمیل مدارج کے بعد مثال خلافت سے سرفراز ہو کر ہندوستان واپس چلے آئے تھے۔ چند یوم دہلی میں قیام کیا تھا۔ بعدازاں بدایوں آکر یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے تھے ظاہری حالت میں باطن کو چھپائے رہتے تھے۔ زندگی بھر آپ کی خلافت کا حال کسی کو ظاہر نہ ہوا بعد وصال لوگ حقیقت آشنا ہوئے تھے، ۱۸ شوال ۱۲۴۱ھ ہجری کو وصال ہوا تھا، آبائی قبرستان میں دفن کئے گئے تھے

باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ تاریخ آئینہ بدایوں۔ طبقات الاولیاء حقیقۃ الفقراء۔ کتاب الشجر الرشیق لآل الصدیق۔ نزہۃ السالکین

حضرت خطیب محمد عمران رحمۃ اللہ علیہ

محمد عمران نام تھا۔ خطیب قل محمد کے فرزند ارجمند تھے۔ بدایوں میں پیدا ہوئے تھے شیوخ عثمانی کے ممتاز افراد میں آپ کا شمار تھا۔ قاضی دانیال قطری کی اولاد میں تھے بطریق اویسیہ حضرت خواجہ محمود مسعود نخاسی کے مرید تھے۔ جامع علوم ظاہری و باطنی، واقف رموز صوری و معنوی، صاحب جذب و استغراق، سالک نما مجذوب تھے۔ جامع مسجد کی امامت

---

[1] سید خلیل قادری نقشبندی کا مزار بغداد شریف میں ہے۔

آپ کے سپرد تھی. دن کو گورستان میں جاکر یاد الٰہی کرتے تھے اور رات کو جامع مسجد کی چھت پر چوکھانہ میں بیٹھ کر مثنوی مولانا روم بلند آواز سے پڑھتے تھے. اس زمانہ میں جامع مسجد ایسی گلزار نہ تھی خستہ و شکستہ تھی. جگہ جگہ خود رَو درختان تھے اور گھنی جھاڑیاں تھیں جن میں بکثرت سانپ بچھو اور جنگلی جانور رہتے تھے مگر آپ ویران و شکستہ مسجد کے حشرات الارض سے کچھ خوف نہ کھاتے تھے جامع مسجد کے جنّات بھی آپ کو گزند نہ پہنچاتے تھے. غرۂ جمادی الثانی ۱۲۴۲ھ ہجری کو وصال ہوا تھا. مزار شریف جامع مسجد شمسی کے صحن میں حوض کے مشرقی کنارہ پر پختہ واقع ہے. آپ کے شرقی پہلو میں **خطیب غلام سرور** کا مزار ہے. حوض کے جنوب مشرق میں تھوڑے فاصلہ پر خطیب تجمل حسین کی دختر کی قبر ہے. ان کے جنوب مغرب میں **خطیب قل محمد حبشی** کا مزار ہے. ان کے غربی پہلو میں **خطیب محمد اکرام** کا مزار ہے ان کے جنوب میں **میاں امانت شاہ** قادری کا مزار ہے. جنوبی دروازہ کی محراب کے قریب میاں امانت شاہ قادری کی زوجہ بی بی امانی کی قبر معدوم ہے.

باقیات الصالحات. تاریخ اولیا، بدایوں. طبقات اولیا، . حقیقتہ البیان فی اہل الایقان

اعقاب دانیال عثمانی بدایونی

حضرت میاں احمد علیشاہ رحمتہ اللہ علیہ

احمد علی خاں نام تھا. محمد علیخاں کے بیٹے تھے. کابل کے رہنے والے قوم کے افغان تھے. بعد تحصیل علوم حضرت میاں مستان[2] شاہ کابلی چشتی کے ہاتھ سے جام حقیقت پی کر مست و

---

[1] سید خلیل قادری نقشبندی کا مزار بغداد شریف میں ہے.

[2] میاں مستان شاہ کابلی چشتی کا وصال ۱۲ ذی قعدہ ۱۲۵۲ھ ہجری کو ہوا تھا. مزار شریف دہلی میں ہے. قدم شریف کے راستہ میں متصل نقار خانہ پختہ واقع ہے. جانب شمال شاہ محمد علی کا مزار ہے

بیخود ہو گئے تھے۔ انھیں کے ساتھ کابل سے دہلی تشریف لائے تھے۔ دہلی سے چل کر بحکم پیر و مرشد بدایوں آئے تھے اور حضرت سلطان العارفین صاحب کی درگاہ کے متصل سرراہ تکیہ بنا کر متمکن ہو گئے تھے۔ چشتیہ طریقہ کے مجذوب قلندر تھے۔ بولتے کم تھے۔ آپ ہی آپ کبھی ہنستے تھے اور کبھی روتے تھے۔ ایک میلی کھنڈی پہنے رہتے تھے اور ہاتھ پاؤں میں لوہے کے کڑے ڈالے رہتے تھے حضرت سلطان العارفین صاحب کی جناب میں تصرف حاصل تھا۔ ۱۲ ذی قعدہ ۱۲۴۵ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف بیرونِ شہر جانب جنوب بگوشہ غرب گنبد شاہ یمن کے متصل سرراہ نو تعمیر مسجد کے صحن میں پختہ واقع ہے۔ مسجد پیشتر بھی تھی اور مزار مسجد کے باہر خام تھا۔ اب مسجد کا صحن کشادہ کر کے مزار اندر لے لیا ہے۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ اذکار قلندری۔ حقیقۃ الفقراء)

حضرت میاں رفاعت شاہ رحمۃ اللہ علیہ

سید رفاعت علی نام تھا۔ رفاعت شاہ مشہور تھے۔ شاہ بیفکر کا خطاب پیر و مرشد نے عطا فرمایا تھا مولوی عبدالغنی عثمانی کے ملازم تھے اور مولوی محلہ میں رہتے تھے۔ بعد میں ملازمت ترک کر دی تھی۔ یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے تھے۔ قادری مشرب بزرگ تھے۔ حضرت سید شاہ آل احمد مارہروی عرف اچھے میاں رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہو کر خلافت حاصل کی تھی۔ زہد و تقویٰ سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ حضرت پیران پیر دستگیر کے شیدائی تھے۔ اہل دنیا سے بہت کم التفات رکھتے تھے۔ قرآن مجید کی تلاوت بہت زیادہ کرتے تھے۔ اکثر رجال الغیب سے ملاقات ہوتی تھی عالم رویا میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے نیز خلفائے راشدین کے دیدار مبارک سے مشرف ہوئے تھے۔ خرقہ خلافت پانے کے بعد لباس دنیاوی ترک کر کے خرقہ فقر پہننا شروع کر دیا تھا۔ خانہ نشینی اختیار کر لی تھی اور رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کر دیا تھا اپنے نئے مکان میں نشست و برخاست رکھتے تھے اس کا نام قادر باڑی رکھا تھا جو نان بائیوں

والے امام باڑہ کے پیچھے تھا۔ ۷ صفر ۱۲۴۹ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ قادر باڑی میں دفن کئے گئے تھے۔ مزار شریف اندرون شہر مولوی محلہ میں میاں حیدر والی مسجد کے جانب جنوب زاہد نقوی صاحب کے مکان کے شرقی حصہ میں ایک چھوٹی کوٹھری کے اندر واقع ہے اسی کو تکیہ رفاقت شاہ بھی کہتے ہیں۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ انیس الفقراء۔ ہدایت المخلوق)

حضرت میاں بیربل مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

احمد الدین نام تھا۔ وجیہہ الدین کے بیٹے تھے۔ موضع قمر اضلع سرخد ملک شام آپ کا آبائی وطن تھا۔ ایک قافلہ کے ساتھ ہندوستان تشریف لائے تھے۔ اولاً لاہور میں قیام کیا تھا بعد ازاں دہلی آکر سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی صاحب کی درگاہ میں چند یوم مقیم رہے تھے۔ حضرت مولانا عماد الدین[1] عرف میر محمدی چشتی دہلوی کے مرید ہوکر بیربل لقب حاصل کیا تھا۔ خرقہ خلافت سے سرفراز کئے گئے تھے۔ خرقہ خلافت عطا کرنے کے بعد پیر و مرشد نے فرمایا تھا ابھی ابھی خبر ملی ہے تم بدایوں تعینات کئے گئے۔ جاؤ خدا حافظ مگر دیوانہ وار رہنا۔ مخلوق سے جدا۔ پیر و مرشد کے منہ سے یہ الفاظ نکلتے ہی آپ کی حالت جذبہ کی ہوگئی تھی۔ اسی حالت میں بدایوں تشریف لائے تھے۔ فقر میں مقام بلند اور شان ارجمند رکھتے تھے۔ صاحب خوارق و کرامات، اہل عشق مجذوب تھے۔ وضع رندانہ اور مشرب قلندرانہ رکھتے تھے۔ رات ویرانہ میں بسر کرتے تھے۔ دن بھر شہر کے گلی کوچوں میں پھرا کرتے تھے۔ خورد و نوش کی پروا نہ تھی لوگوں کے دلوں کا حال بتا دیتے تھے اور ان کا کام بھی کر دیتے تھے، ۲۷ شوال ۱۲۴۹ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف اندرون شہر محلہ

---

[1] حضرت میر محمدی چشتی دہلوی حضرت مولانا فخر الدین چشتی دہلوی کے خلیفہ تھے ۱۲۴۲ھ ہجری میں وصال ہوا تھا مزار شریف دہلی میں ہے۔

جالندھری سرائے میں سڑک پختہ کے جانب شرقی حریم کے اندر پختہ واقع ہے۔ نیب کا درخت سایہ افگن ہے۔
(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ اذکار قلندری۔ نزہتہ السالکین۔ حقیقتہ الفقر)

حضرت میاں حیدر شاہ مقری رحمتہ اللہ علیہ

غلام حیدر مقری نام تھا۔ حیدر شاہ مقری مشہور تھے۔ خواجہ شادی مقری کی اولاد میں تھے۔ مولوی محلہ میں بود و باش تھی۔ متبحر عالم تھے۔ عابد و زاہد، ذاکر و شاغل، ترک و تجرید میں یگانہ، زہد و ورع میں مشہور زمانہ بزرگ تھے۔ حدود شریعت اور آداب طریقت کے پاس و لحاظ میں بہت عالی ہمت تھے۔ پیر و مرشد کی روش پر چل کر جوانی میں پیری کا کام کرتے تھے۔ دن بھر طلباء کو درس دیتے تھے اور رات بھر عبادت الٰہی میں مصروف رہتے تھے میاں بیربل مجذوب کے ہمعصر تھے۔ وفات بھی دونوں کی ایک ہی دن ہوئی تھی۔ سید غلام قادر شاہ قادری پنجابی کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ بدایوں میں رہ کر انھیں سے تعلیم حاصل کی تھی ۲۷ شوال ۱۲۴۹ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف پیر و مرشد کے شرقی پہلو میں واقع ہے۔ مولوی محلہ میں مسجد اور خانقاہ تعمیر کرائی تھی۔ اس کا نام قادر باڑہ رکھا تھا۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ مصباح طریقت)

حضرت میاں سبّوشاہ رحمتہ اللہ علیہ

اعظم علی نام تھا۔ کاظم علی کے بیٹے تھے۔ شہر قسطاط ملک مصر کے باشندہ تھے۔ میاں کرم شاہ کا جام معرفت پی کر اہل معرفت ہو گئے تھے۔ خرقہ خلافت پانے کے بعد لقب سبّوشاہ پایا تھا۔ اپنے پیر کے جانشین ہوئے تھے۔ سالک نما مجذوب تھے۔ آنکھیں نہایت چمک دار تھیں لوگ دیکھ کر ڈر جاتے تھے۔ زیادہ تر پزاوہ پر قبول پورہ کے قریب قیام رہتا تھا۔ کبھی کبھی پزاوہ والوں کی اینٹیں بلا اجرت ڈھویا کرتے تھے۔ جو شخص سامنے پڑ جاتا تھا اس کی تقدیر کا حال

بیساختہ بتا دیتے تھے ۱۹ ذی قعدہ ۱۲۴۹ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف موتی شاہ کے تکیہ میں پیر و مرشد کے جانب مشرق پختہ واقع ہے۔ آپ کے خلیفہ میاں محبت شاہ تھے جن کا وصال ۲۱ رمضان ۱۲۵۹ھ ہجری کو ہوا تھا۔ ان کے خلیفہ میاں شفقت شاہ تھے جن کا وصال ۱۷ محرم ۱۲۷۷ھ ہجری کو ہوا تھا۔ ان کے خلیفہ میاں موتی شاہ تھے جن کا وصال ۲۳ شعبان ۱۳۰۷ھ ہجری کو ہوا تھا۔ موتی شاہ کے جانشین ہیرا شاہ تھے۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ انیس الفقراء۔ نزہتہ السالکین)

حضرت میانجی ابراہیم شاہ رحمتہ اللہ علیہ

ابراہیم خاں نام تھا اور ریاست رام پور کے باشندہ تھے۔ حضرت شاہ درگاہی رام پوری کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ بحکم پیر و مرشد بدایوں تشریف لائے تھے اور قاضی رکن الدین والی مسجد کے حجرہ میں مسکن گزیں ہوئے تھے۔ طلباء کو فارسی پڑھاتے تھے اور اہل حاجت کو گنڈے تعویذ دیا کرتے تھے بایں وجہ میانجی ابراہیم شاہ کہلاتے تھے۔ عمر کے آخر حصہ میں شاہ پسند[1] خاں کی استدعا پر محلہ جالندہری میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ فجر کے وقت حضرت خواجہ حسن شیخ شاہی سلطان العارفین صاحب کے آستانہ پر حاضری دیتے تھے توکل پر گزران تھی قلندرانہ حالت میں رہتے تھے۔ بات سچی اور بلا خوف و خطر کہہ دیتے تھے۔ اکثر کرامات ظہور میں آتی رہتی تھیں۔ پاس انفاس اور ذکر اذکار کے عامل تھے۔ فارسی اور ہندی میں شعر بھی کہتے تھے۔ ۱۹ ذی الحجہ ۱۲۵۰ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف اندرون شہر محلہ جالندھری سرائے میں تکیہ والی مسجد کے دروازہ پر حریم کے اندر پختہ واقع ہے۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ حقیقتہ الفقراء)

---

[1] شاہ پسند خاں کے کوئی اولاد نہ تھی میانجی صاحب کی دعا کے اثر سے ان کے صاحبزادے گلاب خاں پیدا ہوئے تھے جنہوں نے میاں جی ابراہیم شاہ سے فارسی کی تعلیم بھی حاصل کی تھی۔

حضرت سید جمال احمد بلگرامی رحمتہ اللہ علیہ

سید جمال احمد بلگرامی ذی حشم اور صاحب ثروت باپ کے بیٹے تھے۔ قصبہ بلگرام ضلع ہردوئی میں پیدا ہوئے تھے۔ وہیں تعلیم و تربیت پائی تھی۔ امارت چھوڑ کر درویشی اختیار کر لی تھی۔ مارہرہ جاکر حضرت سید آل احمد عرف اچھے میاں رحمتہ اللہ علیہ کے مرید ہو گئے تھے۔ ہر وقت جذب و استغراق کا عالم طاری رہتا تھا جس کو نظر بھر کر دیکھ لیتے بے ہوش ہو جاتا تھا۔ جب حد شرعی سے بالکل باہر ہو گئے تو ایک دن لوگوں نے لے جاکر آپ کو پیر و مرشد کے روبرو پیش کر دیا۔ حضرت اچھے میاں نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا جمال اب وقت مخموری کا نہیں خمار اتار دو اور ہوش میں آجاؤ۔ اسی وقت آپ ہوش میں آگئے تھے اور پیر و مرشد کے قدموں پر اپنا سر رکھ دیا تھا انھوں نے سر اٹھا کر خرقہ خلافت سے سرفراز فرمایا تھا اور آنولہ ضلع بریلی کا صاحب خدمت بنا کر بھیج دیا تھا۔ آنولہ پہنچ کر آپ ایک مسجد میں اقامت گزیں ہوئے تھے اور چپ شاہ کہلاتے تھے۔ مارہرہ شریف اکثر آتے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ واپسی میں اچانک علیل ہو گئے۔ بدقت تمام بدایوں تک آسکے۔ تکیہ بجادوں شاہ میں رات کو قیام کیا اور واصل حق ہو گئے ۹ ربیع الثانی ۱۲۵۱ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف اندرون شہر چھ سڑکا پر سلطان نصیر الدین غازی کی درگاہ کے اندر بگوشہ جنوب مشرق پختہ واقع ہے۔ نماز جنازہ مولانا شاہ عبد المجید قادری نے پڑھائی تھی۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ مصباح حقیقت۔ حقیقۃ الفقراء)

حضرت میاں مقیم شاہ رحمتہ اللہ علیہ

مقیم الدین نام تھا۔ مصر کے رہنے والے عالم فاضل مشہور طبیب تھے۔ والد ماجد کا اسم گرامی حکیم رحیم الدین اور دادا کا نام نامی عظیم الدین تھا۔ ایک بڑے گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ مزاج شاہانہ

اور دماغ حکیمانہ تھا۔ مصر چھوڑ کر سیاحی کرتے ہوئے ہندوستان تشریف لائے تھے اور شہروں شہروں گھومتے پھرتے بدایوں آکر بود و باش اختیار کی تھی۔ علاج و معالجہ کرتے تھے ڈھائی آنہ یومیہ کا خرچ تھا۔ اسی کے بقدر پیدا کر لیتے تھے۔ زیادہ طمع نہ تھی۔ مکان پر کسی مریض کو دیکھنے جاتے نہ تھے غربا کے علاج پر زیادہ توجہ فرماتے تھے۔ میاں یقین شاہ کی پُر تاثیر نگاہ پڑتے ہی دنیا بدل گئی تھی۔ سب مال و متاع راہ خدا میں لٹا کر انھیں کے مرید ہو گئے تھے اور لقب مقیم شاہ پایا تھا۔ پیر و مرشد کی خصوصی توجہ کی بدولت مقبول بارگاہِ الٰہی ہو گئے تھے۔ انھیں کے تکیہ میں رہتے تھے اور خرقہ فقر پہنتے تھے۔ مجذوب نما سالک تھے۔ طب اور فقر میں جامعیت رکھتے تھے۔ جذب کے دوران لوگ سامنے آتے ڈرتے تھے۔ سلوک کے عالم میں ہر شخص سے مہربانی سے پیش آتے تھے۔ تکیہ پر ہر وقت فقراء اور حاجت مندوں کا ہجوم رہتا تھا۔ ۶ رجب ۱۲۵۲ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف اندرون شہر سوتھا پولیس چوکی کے جانب غرب بگوشہ جنوب سر راہ یقین شاہ کے تکیہ میں بالائے چبوترہ پورب کی سمت سے پہلا مزار آپ کا ہے۔ آپ کے غربی پہلو میں **میاں نہال شاہ** کا مزار ہے۔ ان کے غربی پہلو میں **میاں کمال شاہ** کا مزار ہے۔ ان کے غربی پہلو میں عبد العزیز کی قبر ہے املی کے درخت کے نیچے **میاں یقین شاہ** کا مزار

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ انیس الفقراء۔ نزہتہ السالکین)

حضرت میاں محمدی شاہ رحمتہ اللہ علیہ

میاں محمدی شاہ عالم شریعت اور حامل طریقت تھے۔ صائم الدہر اور قائم اللیل رہتے تھے۔ شیخ صاحب حال و قال اور صوفی بے مثال تھے۔ زہد و ورع اور حسن اخلاق میں کوئی ان کا ثانی نہ تھا۔ تسخیر جنات میں صاحب کمال تھے۔ حضرت میاں امانت شاہ چشتی کے مرید و خلیفہ تھے۔ اپنے پیر کے سجادہ پر متمکن ہو کر خلق کی حاجت روائی فرماتے تھے ۲۴ر

ربیع الثانی ۱۲۵۳ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف اندرون شہر محلہ بھاجی ٹولہ میں خانقاہ محمدیہ کے اندر مٹی کے ڈھیر کے نیچے پختہ واقع ہے۔ پیر و مرشد کے پہلو میں ہے۔

باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ حقیقۃ الفقراء انیس الفقراء۔ رفیق السالکین

حضرت شاہ جی محمد غوث قادری رحمۃ اللہ علیہ

محمد غوث نام تھا شہباز قادری لقب پیر و مرشد نے عطا کیا تھا۔ شاہ جی کہلاتے تھے۔ قصبہ زمانیہ ضلع غازی پور میں پیدا ہوئے تھے۔ وہیں تعلیم و تربیت پائی تھی۔ بچپن میں سایۂ پدری سر سے اٹھ گیا تھا۔ جدامجد نے علوم ظاہری و باطنی کی تعلیم دی تھی۔ حضرت خضر علیہ السلام کی بشارت پر مارہرہ تشریف لائے تھے۔ حضرت سید شاہ آل احمد عرف اچھے میاں رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ مارہرہ شریف سے چل کر موضع شیخوپور ضلع بدایوں میں قیام کیا تھا۔ مسجد، کنواں اور حجرہ تعمیر کرایا تھا۔ رات دن عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے۔ چند یوم قیام کے بعد بدایوں چلے آئے تھے اور کھنڈ ساری محلہ میں بود و باش اختیار کی تھی۔ نہایت متبرک، عالی ہمت، عابد و زاہد اور قابل احترام بزرگ تھے۔ توکل پر گزران تھی۔ صدہا اشخاص کو مرید کیا۔ کسی سے کچھ لیتے نہ تھے۔ خرچ دولت مندانہ تھا۔ اس وجہ سے لوگ دست غیب کا گمان کرتے تھے۔ خلق کی حاجت روائی میں مشغول رہتے تھے۔ دنیا اور اہل دنیا سے کوئی سروکار نہ تھا۔ علم و فضل میں کامل دستگاہ تھی۔ صاحب کشف و کرامات تھے۔ یوں تو بیسوں اشخاص خلفائے گرامی میں ہیں۔ لیکن دو اشخاص خاص طور پر قابل ذکر ہیں ایک مولانا سرمد شاہ شمس الحق بخاری عرف ننکا شاہ جن کا مزار رڑکی میں ہے دوسرے حافظ عبدالعزیز اخوند قادری دہلوی ملقب بہ مقبول احمد قادری جن کا مزار دہلی میں اندر احاطہ درگاہ خواجہ باقی باللہ پختہ واقع ہے۔ ۵ شعبان ۱۲۵۵ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف

حضرت پیر بو دلہ صاحب کے جانب شرق پختہ واقع ہے۔

(تذکرۃ العلماء ۔ نزہتہ السالکین۔ باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء)

حضرت مولوی محمد شفیع رحمتہ اللہ علیہ

محمد شفیع نام تھا غلام پیر لقب۔ مولوی عبدالحمید کے فرزند تھے۔ ۶ رمضان ۱۱۸۴ھ ہجری کو بدایوں مولوی محلہ میں پیدا ہوئے تھے اپنے والد محترم اور مولوی محمد علی بحرالعلوم سے تعلیم پائی تھی۔ حضرت سید شاہ آل احمد مارہروی عرف اچھے میاں کے مرید تھے۔ درس و تدریس کا مشغلہ تھا۔ منکسر مزاج، صاحب زہد و تقویٰ، شب بیدار، منبع حسنات، مجمع کمالات بزرگ تھے۔ سلسلہ نسب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا تھا۔ قاضی دانیال قطری کی اولاد میں تھے۔ ۲۴ ذی الحجہ ۱۲۵۸ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ خوابگاہ درگاہ قادری کے احاطہ میں ہے۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ مصباح طریقت۔ طبقات الاولیاء۔ ہدایت المخلوق)

حضرت میانجی عبدالملک انصاری رحمتہ اللہ علیہ

میانجی عبدالملک انصاری کے جد امجد شیخ محمد علی قصبہ سنبھل ضلع مرادآباد سے آکر بدایوں میں سکونت پذیر ہوگئے تھے۔ والد ماجد کا اسم گرامی شیخ امان اللہ تھا۔ ذی علم صاحب زہد و ریاضت بزرگ تھے۔ دنیا اور اہل دنیا سے رغبت نہ رکھتے تھے۔ مسجد خرما میں امامت کرتے تھے اور طلباء کو درس دیتے تھے۔ نہایت صاحب فیض تھے۔ زبان سے جو کہہ دیتے تھے پورا ہو جاتا تھا۔ کشف و کرامات کے اظہار سے گریز کرتے تھے۔ حضرت سید شاہ آل احمد عرف اچھے میاں مارہروی کے مرید و خلیفہ تھے۔ ۱۲ رمضان ۱۲۵۸ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ خواب گاہ بیرون شہر جانب غرب قاضی حوض کے متصل ہے۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ ہدایت المخلوق)

حضرت میاں بھادوں شاہ رحمتہ اللہ علیہ

عظیم الدین نام تھا اور بھادوں شاہ لقب۔ والد ماجد کا اسم گرامی نعیم الدین تھا۔ دہلی میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ کے مورث اعلیٰ موید بن ارشق اصفہان کے باشندہ تھے اور شیخ صغانی کی مجلس کے مشہور و معروف قوال تھے۔ ان کے پوتوں میں رشید بن فرید ہوئے جو حضرت سلطان غازی نصیر الدین صاحب ولایت بدایوں کی مجلس سماع کے عاوفہ دار تھے۔ ان کی اولاد میں زین خاں قوال ہوا جو اکبر بادشاہ کا نورتن اور موسیقی کا ماہر تھا۔ اسی نامور قوال کی اولاد میں عظیم الدین تھے۔ دہلی سے چل کر مکن پور تشریف لائے تھے اور حضرت شاہ مدار صاحب کے دف نوازوں میں شامل ہو گئے تھے۔ سلسلہ مداریہ میں حضرت شاہ سلیمان کے مرید و خلیفہ تھے پیر و مرشد کی خدمت میں رہ کر مراتب فقر کی تکمیل کی تھی اور بھادوں شاہ لقب پایا تھا۔ کچھ لوگوں کی استدعا پر بدایوں آکر حضرت سلطان نصیر الدین غازی کے مزار کی جاروب کشی اختیار کر لی تھی۔ یہیں آپ کی شادی ہوئی تھی۔ اہل درد، شب بیدار، ذاکر و شاغل فقیر تھے۔ قلندری مشرب تھا۔ اکیسو ساٹھ برس کی عمر پائی۔ کثیر اولاد تھی۔ محلہ جوگی پورہ کے مجاور آپ کی اولاد میں ہیں۔ ۱۹ ذی الحجہ ۱۲۵۹ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف اندرون شہر محلہ جوگی پورہ میں مجاور والی مسجد کے زیریں حصہ میں پختہ واقع ہے۔ اوپر تربت بنا دی ہے۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیا۔ اذکار قلندری۔ انیس الفقراء۔ حقیقۃ الفقراء)

حضرت مولوی محمد افضل رحمتہ اللہ علیہ

مولوی محمد افضل کے والد ماجد کا اسم گرامی مولوی محمد تاج الدین تھا اور دادا کا نام نامی مولانا وجیہہ الدین بن حافظ محمد افضل بن حکیم محمد فاضل بن مولوی غلام فرید الدین بن شیخ عبد العزیز بن حکیم محمد ابو سعید بن حافظ محمد صالح۔ نسلاً شیخ صدیقی تھے اور حضرت محمد بن

ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں تھے۔ آپ کے آباو اجداد ذی عزت خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور سنبھل ضلع مراد آباد کے علماء و رؤساء میں شمار کئے جاتے تھے۔ شاہان وقت نے ہمیشہ ان کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا تھا۔ جاہ و منصب سے سرفراز کئے گئے تھے مولانا وجیہہ الدین بارہویں صدی ہجری میں قصبہ سنبھل کی سکونت ترک کر کے بدایوں تشریف لائے تھے اور محلہ شیخ پٹی میں بود و باش اختیار کی تھی۔ ان کے پوتے مولوی محمد افضل بدایوں میں پیدا ہوئے تھے۔ یہیں نشو و نما پاکر علوم معقول و منقول کی تعلیم مولوی عبد الغنی[1] عثمانی سے حاصل کی تھی علوم و فنون میں بے مثل تھے۔ فارسی انشاء پردازی میں کمال حاصل تھا۔ ذکاوت طبع اور قوت حافظہ آپ کا خاندانی وصف تھا۔ نہایت منکسر مزاج، حلیم الطبع، بامروت، مہماں نواز، صاحب زہد و تقویٰ، خوش عقیدہ اور پابند شرع صوفی تھے۔ مشرب قادریہ تھا۔ حضرت خواجہ شمس الدین ابو الفضل سید شاہ آل احمد مارہروی عرف اچھے میاں رحمۃ اللہ علیہ کے مخصوص مریدوں میں تھے۔ خلافت سے بھی سرفراز تھے۔ ضرب البحر شریف اور نادعلی کے عامل تھے۔ پیر و مرشد کے بے حد شیدائی تھے۔ ان کے حالات اور کرامات فارسی زبان میں قلمبند کر کے ہدایت المخلوق نام رکھا تھا۔ اس کا اردو ترجمہ حکیم مجاہد الدین متولی نے تنبیہ المخلوق کے نام سے مرتب کیا تھا۔ شعر و سخن سے بھی رغبت تھی فن شاعری میں کمال رکھتے تھے افضل تخلص فرماتے تھے۔ خوش نویسی میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ آپ کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن مجید فن خطاطی کا بہترین نمونہ ہے۔ ۲۹ ذی الحجہ ۱۲۵۹ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ خوابگاہ بیرون شہر جانب غرب متصل قاضی حوض ہے۔ آپ کی اولاد اب تک بدایوں میں موجود ہے ان میں اکثر و بیشتر افراد اہل علم، ذی جاہ اور صاحب ثروت ہیں۔

(تاریخ اولیائے بدایوں۔ باقیات الصالحات۔ عمدۃ التحقیق) ۔(مولوی آفتاب احمد جوہر سے معلومات)

---

[1] مولوی عبد الغنی عثمانی کا وصال ۲۰ رمضان ۱۲۰۹ ہجری کو ہوا تھا۔

حضرت میاں اعظم شاہ مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

مولوی اعظم نام تھا. مولوی کاظم کے بیٹے تھے. مضافات سمرقند میں پیدا ہوئے تھے وہیں تعلیم و تربیت حاصل کی تھی. فارغ التحصیل ہو کر پشاور کے مفتی ہو گئے تھے. پھر یک بیک ملازمت چھوڑ کر بادیہ پیمائی شروع کر دی تھی. گھومتے پھرتے لاہور آئے تھے اور لاہور سے چل کر دہلی میں قیام کیا تھا. وہاں سے چل کر جے پور پہنچے تھے اور حافظ محمد حسین عرف بانکے میاں[1] چشتی جے پوری کے ہاتھ سے جام معرفت پی کر سرشار بادۂ حقیقت ہو کر لقب اعظم شاہ پایا تھا. وہاں سے بدایوں کے صاحب خدمت ہو کر آئے تھے اور میاں بھادوں شاہ کے تکیہ میں بود و باش اختیار کی تھی. عالم علوم شریعت اور واقف رموز حقیقت تھے. سالک مجذوب تھے. مقامات بلند اور مدارج ارجمند رکھتے تھے ۲۴ ذی قعدہ سنہ ۱۲۶۲ ہجری کو وصال ہوا تھا. تکیہ بھادوں شاہ میں مسجد سے جانبِ جنوب دفن کئے گئے تھے.

(باقیات الصالحات. تاریخ اولیائے بدایوں. طبقات الاولیاء حقیقۃ البیان فی اہل الایقان. حقیقۃ الفقراء.

حضرت مولانا شاہ عبد المجید قادری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا شاہ عبد المجید قدوۂ اہل دیں اور سنہ کاملین تھے. عبد المجید نام اور شاہ عین الحق خطاب پیر و مرشد کا عطا کیا ہوا تھا. خاتم الاولیاء کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے

---

[1] حافظ محمد حسین عرف بانکے میاں حضرت حافظ موسیٰ چشتی مانک پوری کے خلیفہ تھے ۷ ذی الحجہ سنہ ۱۲۸۰ ہجری کو وصال ہوا تھا مزار جے پور میں ہے.

والد ماجد کا اسم گرامی مولوی عبد الحمید تھا. حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں تھے. مورث اعلیٰ کا نام قاضی دانیال قطرئی تھا. ۲۹ رمضان ۱۱۷۷ھ ہجری کو بدایوں مولوی محلہ میں پیدا ہوئے تھے. تاریخی نام ظہور اللہ رکھا گیا تھا. بحر العلوم مولانا محمد علی عثمانی سے علوم معقول و منقول کی تعلیم حاصل کی تھی. مولانا ذوالفقار علی ساکن دیوہ شریف اور مولانا نظام الدین سہالوی سے بھی اکتساب فیض کیا تھا. حضرت خواجہ ابوالفضل شمس الدین سید شاہ آل احمد مارہروی عرف اچھے میاں رحمتہ اللہ علیہ کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا. اپنے زمانہ کے عالم فاضل عارف کامل، متقی و ابرار، شب بیدار، ذاکر و شاغل صاحب تصرف، حاجی حرمین شریفین، فدائے غوث الثقلین بزرگ تھے. پیر و مرشد اپنے سرناموں میں آپ کو افضل العبید مولوی عبد المجید لکھا کرتے تھے اور فرماتے تھے مولوی عبد المجید کی ظاہری حالت مثل ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہے اور باطن ان کا مثل منصور کے ہے. تصنیف و تالیف کا بھی شوق تھا. کئی کتابیں لکھی تھیں. قرآن مجید کی تفسیر فارسی زبان میں لکھی تھی. مارہرہ شریف زیادہ رہتے تھے. پیر و مرشد نے آستانہ برکاتیہ کے مدرسہ کی نظامت آپ کے سپرد کر دی تھی. منتہی طلبا، کو درس بھی دیتے تھے. پیر و مرشد کے وصال کے بعد بدایوں چلے آئے تھے. عمر کے آخر حصہ میں مسجد خرما کے شمالی حجرہ میں گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی. سرمست بادۂ توحید تھے. آپ کی ذات بابرکات سے بے شمار خلائق نے راہ ہدایت پائی. ایک مرتبہ مخصوص احباب کے ساتھ پیر و مرشد کے عرس میں شرکت کی غرض سے مارہرہ جا رہے تھے اس زمانہ میں ریل گاڑی یا موٹر بسیں نہ تھیں. پیدل یا بیل گاڑی وغیرہ سے راہ سفر طے کی جاتی تھی چنانچہ جب آپ کی پہلی قصبہ قادر گنج پہنچی تو کسی نے کہا یہاں حضرت اچھے میاں کے خلیفہ حضرت شہاب الدین مست عرف ریتا شاہ مجذوب گنگا کے کنارہ مڈھی میں رہتے ہیں. آپ نے فرمایا سنا ہے وہ خلاف شرع امور کا ارتکاب کرتے ہیں. ساتھیوں میں سے کوئی بولا وہاں تو ہر وقت بھنگڑی. فقراء کا میلہ لگا رہتا ہے. چرس اور سلفے کے دم لگتے ہیں

بھنگ اور شراب خوب پی جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا چلو آج ہم بھی ان کا تماشا دیکھیں گے جب مڈھی پر پہنچے تو دیکھا بادہ کش فقراء کے حلقہ میں میاں ریتا شاہ ساقی بنے بیٹھے ہیں اور تاڑی کا دور چل رہا ہے۔ آپ کو دیکھتے ہی میاں ریتا شاہ سٹ پٹا گئے اور سر جھکا کر بیٹھ گئے۔ آپ نے ان کا سر اپنے دستِ مبارک سے اوپر اٹھایا اور چلا کر کہا "ریتا شاہ کیا کر رہے تھے" ریتا شاہ بولے "دودھ ہوا پلا رہا تھا مولوی" آپ نے فرمایا "دودھ ہوا نہیں ہے تاڑی ہے" میاں ریتا شاہ چونکہ صاحب تصرف تھے اس لئے آپ کو دکھانے کی غرض سے فوراً ہی گھڑے میں کی رفیق شئے آبخورہ میں لوٹنے لگے مگر ساہیت قلب نہ ہوئی تاڑی ہی نکلی۔ تب انھوں نے سرنگوں ہو کر کہا "مولوی تھا دودھ مگر تم نے تاڑی کر دی"۔ آپ نے فرمایا تم فقیر ہو کر لوگوں کو گمراہ کرتے ہو۔ یہ اچھی بات نہیں ہے۔ آئندہ احتیاط رکھنا" آپ کے پیٹھ پھیرتے ہی میاں ریتا شاہ نے شراب اور تاڑی کے تمام گھڑے مٹکے زمین پر دے مارے تھے اور ایک کوری ٹھلیا میں گنگا کا پانی بھر کر تھوڑا ریتا گھول کر مڈھی پر لے آئے تھے حاضرین کو مخاطب کر کے کہا تھا آج سے ہم تم لوگوں کو شربت پلایا کریں گے۔ چنانچہ اس دن کے بعد تادم واپسیں انھوں نے لوگوں کو شربت ہی پلایا۔ مولانا شاہ عبد المجید قادری کے ارشد تلامذہ میں حضرت سید نا شاہ آل رسول مارہروی اور حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ کشفی کانپوری ہیں۔ آپ کے خلفائے گرامی میں مولانا محمد مکی، میاں مستان شاہ مکمل پوش اجمیری مولانا شیخ مصلح الدین فتح پوری اور مولانا شاہ فضل رسول بدایونی خاص طور پر قابل تذکرہ ہیں ۱۷ محرم ۱۲۶۳ھ ہجری شب سہ شنبہ کو وصال ہوا تھا۔ نماز جنازہ مولانا شاہ فضل رسول صاحب نے پڑھائی تھی

قطعہ تاریخ وصال از مفتی سعد اللہ آشفتہ مرادآبادی

جناب مقدس شہ کاملیں — امام ہدیٰ قدوۂ اہلِ دیں
بعلم و عمل یادگار سلف — زفیضش منور دلِ عارفیں

شہ اولیاء شاہ عبد المجید خدائش دہد جنت و حور عین

بماہ محرم شب ہفت و دہم بسوئے جناں شد عزیمت گزیں

رقم کرد آشفتہ تاریخ آں

کہ گر دیدہ واصل بخلد بریں

مزار شریف بیروں شہر جانب غرب ایک عالیشان درگاہ کے اندر پتھر کا بنا ہے۔ سنگ مزار پر درود شریف اور مدفن خاتم اولیاء کندہ ہے۔ شرقی پہلو میں آپ کی اہلیہ مدفون ہیں۔ گوشہ شمال مشرق میں میاں حبیب اللہ شاہ قادری کا مزار ہے ان کے شرقی پہلو میں حاجی عبد الرحیم قادری مدفون ہیں۔

باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ اکمل التواریخ۔ تذکرۃ الواصلین تذکرہ علماء اہلسنت۔ آئین احمدی۔ ہدایت المخلوق۔ آثار احمدی۔ تذکرۃ العلماء

حضرت حاجی چمچہ رحمۃ اللہ علیہ

دلیل الدین نام تھا حاجی چمچہ مشہور تھے۔ حاجی شاہ کا لقب پیر و مرشد نے عطا کیا تھا۔ کھنڈ ساری محلہ میں رہتے تھے حضرت سید شاہ آل احمد مارہروی عرف اچھے میاں رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے حنفی المذہب اہل بیت کی محبت میں ڈوبے ہوئے نہایت متدین صاحب وجد و حال بزرگ تھے۔ غربت اور مسکینی مزاج میں حلول کئے ہوئے تھی۔ لکڑی کے چمچے اور ڈوئیاں بنا کر فروخت کرتے تھے اور اسی آمدنی سے اہل و عیال کی پرورش کرتے تھے اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے آپ کی عقیدت اور محبت دیکھ کر مفتی محمد علی مجتہد بدایوں نے نواب آصف الدولہ سے سفارش کر کے امام باڑہ کے لئے بازار عالمگیری گنج میں تھوڑی زمین عطا کرادی تھی اس میں مجالس عزاء منعقد کرتے تھے۔ ۱۱ رمضان ۱۲۶۹ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ خوابگاہ بیرون شہر جانب غرب بگوشہ جنوب سرائے ملا والی مسجد کے متصل ملک قاب گراں میں ہے بظاہر حج نہیں کیا تھا پیر و مرشد نے اپنے تصرفات سے آپکو زیارت حرمین شریفین کرادی تھی (باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ شبہ المخلوق)

حضرت میاں تمکین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

عبدالغنی نام تھا۔ ملا عبدالرؤف کے بیٹے تھے۔ بدخشاں کے قریب ایک گاؤں میں پیدا ہوئے تھے وہیں تعلیم و تربیت پائی تھی۔ ایام طفلی میں ایک روز سائل کو بھیک دینے دروازہ پر گئے اور فقیر کی قلندرانہ وضع دیکھ کر بولے۔ میاں صاحب ہمیں بھی فقیر کر لو۔ سائل نے کہا تم مولوی کے بیٹے ہو فقیر ہو کر کیا کرو گے۔ آپ نے کہا ہم مولوی نہیں ہونا چاہتے فقیر ہونا چاہتے ہیں سائل نے آپ کو بغور دیکھ کر کہا فقیر ایسے نہیں ہوتے میری طرح گھر سے نکل کر دیکھ بھال کر کسی کے ہاتھ پر فقیر ہونا۔ قصہ مختصر ایک دن موقع پا کر گھر سے نکل کھڑے ہوئے اور ملتان آکر قیام کیا۔ وہاں سے چل کر آگرہ آئے۔ وہاں بھی تسکین قلب نہ ہوئی چند یوم قیام کے بعد پھر سفر اختیار کیا میاں تسکین شاہ کا غلغلۂ کرامت سن کر بدایوں تشریف لائے تھے اور انھیں کے تکیہ میں قیام کیا تھا اور بادۂ حقیقت کا جام پی کر لقب تمکین شاہ پایا تھا۔ میاں تسکین شاہ نے میاں تسلیم شاہ کلاں کے ہاتھ سے جام حقیقت نوش فرمایا تھا۔ پیر و مرشد کی صحبت میں رہ کر چند یوم کے اندر ہی مرتبہ کمال کو پہنچ گئے تھے۔ صاحب سطوت و شوکت علوم صوری و معنوی سے آراستہ و پیراستہ درویش تھے بظاہر مجذوبانہ حالت میں رہتے تھے مگر ادق سے ادق شرعی مسائل حل کر دیتے تھے۔ میاں تسکین شاہ نے طریقہ عرفانی بتا کر درویش عالی منزلت بنا دیا تھا۔ مولانا شاہ فضل رسول صاحب جب اس راستہ سے گزرتے تھے تو آپ کو سلام کر کے جاتے تھے رات کے وقت دور دور سے مجاذیب آکر تکیہ پر جمع ہوتے تھے۔ ۲۲ ذی قعدہ سنہ ۱۰۶۱ ہجری کو وصال ہوا تھا مزار شریف اندرون شہر مولوی محلہ میں تکیہ تسلیم شاہ کے اندر پختہ واقع ہے۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ حقیقۃ الفقراء)

حضرت خواجہ ذکراللہ بالخیر قادری رحمتہ اللہ علیہ

ذکراللہ نام تھا۔ خواجہ ذکراللہ بالخیر لقب پیرو مرشد نے عطا کیا تھا۔ مولوی محمد اشرف کے فرزند ارجمند تھے اور قاضی کمال الدین فرشوری کی اولاد میں تھے سلسلہ نسب درج ذیل ہے

خواجہ ذکراللہ بالخیر بن مولوی محمد اشرف بن شیخ عصمت اللہ وقائع نگار بن شیخ محمد اولیاء بن حافظ کمال محمد فرشوری وقائع نگار بن شیخ محمد منصور فرشوری وقائع نگار بن شیخ منگن وقائع نگار بن حافظ محمد فرشوری بن شیخ لاڈن فرشوری بن قاضی کمال الدین فرشوری بدایونی بن حافظ نور الدین فرشوری دہلوی بن حافظ مصطفےٰ دہلوی بن شیخ علی اکبر دہلوی بن شیخ علاء الدین ثانی فرشوری بن شیخ احمد پرشوری دہلوی بن شیخ محمد ثانی پرشوری دہلوی بن شیخ شمس الدین بن شیخ ابو المظفر پرشوری دہلوی مصری بن شیخ احمد فرشوری بن شیخ اسمٰعیل مصری پرشوری بن شیخ عبداللہ معروف بہ علاء الدین فرشوری مصری بن شیخ شمس الدین پرشوری بن شیخ نجیب الدین دہلوی بن مولانا محمد دمرانی حنفی بن شیخ قاسم ثانی تابعی طائفی بن شیخ محمد ثانی بن شیخ قاسم قریشی مدنی بن شیخ محمد غازی مدنی خدیو مصر بن امیر المومنین خلیفتہ المسلمین حضرت ابوبکر صدیق رضوان اللہ تعالیٰ علیہم

خواجہ ذکراللہ ۱۱۷۴ھ ہجری میں عالم ارواح سے بزم آب و گل میں تشریف لائے تھے۔ جامع مسجد کے سامنے مولوی محلہ میں بود و باش تھی۔ اپنے دادا کے آغوش شفقت میں پرورش اور تربیت پائی تھی۔ قرآن مجید حافظ محمد اکمل بدایونی سے پڑھا تھا حافظ آیت اللہ فرشوری اور مولوی عبدالعلی فرشوری سے تعلیم حاصل کی تھی خطیب محمد عمران عثمانی سے بھی اکتساب علم کیا تھا۔ معاصر مولانا عبدالمجید قادری، قاضی عبدالسلام عباسی اور میانجی عبدالملک انصاری کے تھے۔ حضرت سید شاہ آل احمد

مارہروی عرف اچھے میاں رحمتہ اللہ علیہ کے مرید ہو کر خلافت حاصل کی تھی۔ نہایت ذاکر و شاغل، خلوت نشین، گوشہ گزیں، عالی ہمت اور رفیع المنزلت بزرگ تھے۔ زہد و اتقاء نیز عبادت و ریاضت میں مشہور تھے۔ اپنی حویلی کے بالاخانہ پر رہ کر لوگوں کو رشد و ہدایت جاری کرتے تھے۔ نماز جمعہ اور نماز عیدین کے سوا کبھی بالاخانہ سے نیچے نہیں اترتے تھے۔ وہیں طلباء کو درس دیتے تھے اور مریدین کو تلقین راہ سلوک فرماتے تھے۔ آپ کے پاس ہر وقت علماء و فضلاء کا مجمع رہتا تھا قال اللہ اور قال الرسول کے چرچے ہوتے رہتے تھے۔ آدھی رات کے بعد عبادتِ الٰہی میں مشغول ہو جاتے تھے۔ جامع مسجد شمسی میں عیدین کی نماز پڑھاتے تھے۔ ۱۲ر صفر ۱۲۶۸ھ ہجری کو سفر آخرت اختیار کیا۔ حضرت شاہ ولایت صاحب کی درگاہ کے متصل جانب شمال اپنے آبائی قبرستان میں آرام فرما رہے ہیں۔ شیخ احسان اللہ فرشوری آپ کے چھوٹے صاحب زادہ اپنے زمانہ کے مشہور صوفی تھے۔ ان کا وصال ۱۲ر محرم ۱۲۹۵ھ ہجری کو ہوا تھا اپنی مسجد میں دفن کئے گئے تھے۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ نزہتہ السالکین۔ تذکرۃ الواصلین۔ ہدایت الطالبین)

حضرت میاں محب اللہ خاں رحمتہ اللہ علیہ

محب اللہ خاں نام تھا۔ متوشہید مشہور ہیں۔ ذات کے پٹھان یوسف زئی نسل کے تھے۔ قیس عبدالرشید کی اولاد میں تھے۔ محلہ سوکھا میں پیدا ہوئے تھے۔ میراثیوں والی گلی میں بود و باش تھی۔ نہایت شکیل اور قد آور جوان خدا و رسول کی محبت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ نماز پنجگانہ با جماعت ادا کرتے تھے۔ ایک میراثن نے آپ کا مکان لینے کی غرض سے آپ پر جادو کرایا تھا جس کے اثر سے ۱۲۷۰ھ ہجری میں خون ڈال کر مرتبہ شہادت پایا۔ مزار شریف بیرون نہر گونٹیا قبول پورہ کے جانب شمال پختہ واقع

ہے آپ کے مزار کے قریب اصغر علیخاں عرف اصو شہید کا مزار ہے۔ ان کے مزار کا چراغدان بنا ہے۔ (تاریخ اولیائے بدایوں)

حضرت میاں نہال شاہ رحمتہ اللہ علیہ

مولوی نہال الدین نام تھا۔ مولوی کمال الدین کے فرزند ارجمند تھے۔ کاشغر ملک توران میں پیدا ہوئے تھے۔ وہیں نشو و نما پائی تھی۔ سمرقند آکر تحصیل علم کی تھی۔ وہاں سے بدخشاں ہوتے ہوئے کابل آئے تھے اور چند یوم قیام کے بعد ہندوستان تشریف لائے تھے۔ اولاً لاہور میں قیام کیا تھا بعدہٗ دہلی آکر سلطان المشائخ حضرت محبوب الہیٰ قدس سرہٗ کے آستانہ پر حاضری دی تھی۔ دہلی سے چل کر بدایوں تشریف لائے تھے اور حضرت خواجہ سید احمد صاحب کی درگاہ میں قیام کیا تھا۔ بعدازاں شہر میں داخل ہوئے تھے۔ ظہر کی نماز جامع مسجد شمسی میں ادا کی تھی۔ میاں مقیم شاہ کا شہرۂ کرامت سن کر ان کے تکیہ پر حاضر ہوئے تھے اور مرید ہو کر ریاضت و مجاہدہ میں مشغول ہو گئے تھے۔ بعد تکمیل مدارج فقر خلافت سے سرفراز ہوئے تھے اور نہال شاہ لقب پایا تھا۔ اہل حال صاحب کمال قلندر تھے۔ باوجود حالت سکر و جذب ہنگام تقریر لوگوں کو نہال کر دیتے تھے ۲۰ شعبان سنہ ۱۲۷۰ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف تکیہ یقین شاہ میں میاں مقیم شاہ کے غربی پہلو میں پختہ واقع ہے۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ حقیقتہ الفقراء۔ انیس الفقراء۔ نزہتہ السالکین)

حضرت میاں حیدر علی شاہ مجذوب رحمتہ اللہ علیہ

حیدر علی نام تھا کاسگنج ضلع ایٹہ کے باشندہ تھے۔ بدایوں آکر مسکن گزیں ہو گئے تھے۔ دن بھر گلی کوچوں میں پھرا کرتے تھے۔ رات کو اخلاص خاں کے روضہ میں قیام کرتے تھے۔

سید ظہور عباس[1] عرف شاہ میاں کاسگنجوی کے مرید تھے۔ انھوں نے اپنے والد سید شاہ جمال مدار مکن پوری سے خلافت حاصل کی تھی۔ طریقہ مداریہ اور مشرب قلندریہ رکھتے تھے۔ مرد کامل اہل خدمت مجذوب تھے۔ حالات عجیب اور خوارق غریب رکھتے تھے۔ جاڑوں کی راتوں میں اکثر کھجور جی کے گرم بھاڑ میں گھس جاتے تھے اور صبح کو صحیح سلامت نکل آتے تھے۔ ایام غدر میں بمعیت چالیس مجاہدین اہل یقین، ۲۰ رمضان ۱۲۷۴ھ کو بمقام کگرالہ اپنی جان راہ مولا میں قربان کر کے حیات ابدی پائی۔

(تاریخ اولیائے بدایوں)

حضرت سیّد حبیب اللہ شاہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

سید حبیب اللہ شاہ رام پور کے رہنے والے تھے۔ نہایت نیک طینت اور صاحب باطن بزرگ تھے۔ رات دن عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے۔ میاں احمد علیشاہ رام پوری کے مرید ہو کر خلافت حاصل کی تھی۔ وہ مرید و خلیفہ حضرت شاہ درگا ہی رام پوری کے تھے اور انھیں خرقہ خلافت حضرت حافظ جمال اللہ قادری نقشبندی سے پہنچا تھا۔ رام پور سے بدایوں چلے آئے تھے اور مردہ ٹولہ میں رہتے تھے ۱۱ ربیع الاول ۱۳۰۷ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف بدایوں میں عیدگاہ شمسی کے جنوبی چبوترہ کے جانب شرق ایک بلند چبوترہ کے بعد دوسرے چبوترہ پر پختہ واقع ہے۔ سرہانے چراغدان بنا ہے۔ جانب جنوب آپ کے مرید حاجی غریب رام پوری کی قبر ہے اور جانب شمال تحصیلدار والی قبر ہے

(تاریخ اولیائے بدایوں)

---

[1] سید ظہور عباس عرف شاہ میاں کا وصال ۱۴ شعبان ۱۲۹۰ ہجری کو ہوا تھا۔ مزار شریف کاسگنج ضلع ایٹہ میں ہے۔

حضرت میاں وزیر شاہ مجذوب رحمتہ اللہ علیہ

وزیر خاں نام تھا۔ رحیم خاں کے بیٹے تھے۔ بدایوں میں پیدا ہوئے تھے۔ یہیں نشو و نما پائی تھی محلہ براہم پور میں رہتے تھے۔ حضرت سید شاہ حضور[1] محمد مکن پوری کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ وہ مرید و خلیفہ سید کرم شاہ مکن پوری کے تھے اور انھوں نے شاہ خیر اللہ سے خلافت حاصل کی تھی۔ مجذوب صفت درویش تھے۔ طریقہ مداریہ اور مشرب قلندریہ رکھتے تھے۔ اکثر استغراق کا عالم طاری رہتا تھا۔ سوائے لنگوٹا کوئی کپڑا نہیں پہنتے تھے۔ ۵ صفر ۱۲۷۰ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ بیرونِ شہر پیش دروازہ شمالی محلہ سرائے نوداتا گنج والی سڑک کے شمال کنارہ پر غریب شاہ کے تکیہ میں دفن کئے گئے تھے۔ ہفتا دا ولیاء میں آپ کو قطب وقت لکھا ہے۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ حقیقت الفقراء۔ اذکار قلندری۔ انیس الفقراء)

حضرت میاں چُنّا مجذوب رحمتہ اللہ علیہ

میاں چُنّا مجذوب حضرت میاں تراب علی قلندر کاکوروی کے مرید تھے صاحب خدمت ہو کر بدایوں آئے تھے۔ جامع مسجد شمسی کے قریب مسکن گزیں ہو گئے تھے۔ دراز قامت، مہیب صورت، صاحب عظمت اور محفوظ الاوقات مجذوب تھے۔ کشف جلی اور اشراق باطن رکھتے تھے۔ وضع عجیب اور حالت غریب تھی۔ چیتھڑوں کی پگڑی سر پر ہوتی تھی۔ کبھی لنگوٹا بندھا ہوتا تھا اور کبھی بالکل برہنہ ہوتے تھے۔ شہر کے گلی کوچوں میں گھومتے رہتے تھے۔ بعض اہل اللہ اس امر کے شاہد تھے کہ آپ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مصروف رہتے ہیں۔ بعض حاجیوں نے آپ کو مکہ معظمہ میں حج کے دوران بھی دیکھا تھا۔ حضرت مولانا شاہ فضل رسول صاحب آپ سے بہت خلوص رکھتے

---

[1] سید شاہ حضور محمد مکن پوری کا وصال ۱۴ شوال ۱۲۳۵ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار مکن پور میں ہے۔

تھے۔ ۱۱ ربیع الثانی ۱۲۷۸ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ شہر کے باہر جانب غرب گورِ غریباں میں دفن کئے گئے تھے۔

(تاریخ اولیائے بدایوں)

حضرت میاں محمد شاہ قندھاری رحمۃ اللہ علیہ

محمد خاں نام تھا محمد شاہ مشہور تھے۔ قندھار کے رہنے والے افغانی النسل تھے۔ نیشاپور جاکر تعلیم حاصل کی تھی۔ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد علوم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ مختلف مقامات کی سیاحت کرتے ہوئے

حطۂ صاد بونیر پہنچ کر حضرت شاہ سلیمان چشتی سے مرید ہونے کی استدعا کی تھی۔ انہوں نے فرمایا تھا تمہارا تعلق خانوادۂ قادریہ سے ہے۔ ہندوستان جاکر اپنا حصہ مرتضیٰ[1] شاہ قادری سے حاصل کرو۔ چنانچہ ہندوستان تشریف لائے تھے۔ اور رام پور میں قیام کیا تھا۔ حضرت میاں مرتضیٰ شاہ قادری رام پوری کے مرید ہوکر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ بحکم پیر و مرشد بدایوں آکر سلطان العارفین حضرت شیخ شاہی رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ پر حاضر ہوئے تھے۔ حضرت سلطان جی صاحب کی بشارت پر حضرت سید مرتضیٰ بے سر شہید کے مزار کے جاروب کشی اختیار کر لی تھی۔ منگا شاہ فقیر والی مسجد کے حجرے میں رہتے تھے۔ صاحب تصرف درویش تھے۔ بہت کم بولتے اور بہت کم سوتے تھے۔ اپنی حالت چھپائے رہتے تھے۔ بعض اوقات رمضان میں کھانا بھی کھا لیتے تھے اور نماز بھی ترک کر دیتے تھے لوگوں نے جاکر مولانا شاہ فضل رسول صاحب سے شکایت کی تھی۔ وہی اس زمانہ میں صاحب فتویٰ تھے۔ انہوں نے فرمایا تھا میاں محمد شاہ کامل درویش ہیں تم لوگوں سے اپنی حالت چھپانے کے لئے ایسا کرتے ہونگے ۱۴ جمادی الاول ۱۲۷۹ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف اندرون شہر محلہ سرائے فقیر میں

---

[1] میاں مرتضیٰ شاہ قادری میاں حسن شاہ رام پوری کے مرید و خلیفہ تھے۔

منگا شاہ والی مسجد کے احاطہ میں حضرت بے سر شہید کے غربی پہلو میں پختہ واقع ہے۔ اس مسجد کو اب کھرنی والی مسجد کہتے ہیں۔ (باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں)

حضرت میاں حبیب اللہ شاہ کابلی رحمۃ اللہ علیہ

حبیب اللہ خاں تھا۔ حبیب اللہ شاہ مشہور تھے۔ کابل کے رہنے والے ذات کے پٹھان تھے۔ اپنے وطن میں ایک قتل کر کے ہندوستان بھاگ آئے تھے۔ شہروں شہروں گھومتے پھرتے تھے آخر میں بدایوں آکر مولانا شاہ عبدالمجید قادری کی صحبت اختیار کر لی تھی۔ نماز اور ضروریات دین کے طریقے یاد کر کے یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے تھے کسی کو پتہ بھی نہ تھا آپ قاتل ہیں ایک روز حضرت مولانا شاہ عبدالمجید قادری کے ہمراہ مارہرہ شریف پہونچے اور حضرت اچھے میاں صاحب سے بیعت کا اظہار کیا۔ انہوں نے فرمایا خان پہلے تم اپنے وطن جا کر مقتول کے ورثاء سے خون کی معافی کراؤ اس کے بعد تم کو مرید کر سکتا ہوں۔ یہ سن کر حاضرین متعجب ہوئے تھے اور آپ نے شرم سے گردن جھکا لی تھی۔ لوگوں کے اسرار پر آپ نے قتل کا اعتراف کیا تھا اور وطن جانے کو تیار ہو گئے تھے روانگی سے قبل حضرت اچھے میاں صاحب نے آپ کے سینہ پر کچھ لکھ دیا تھا جس کی وجہ سے آپ ہر قسم کے شر سے محفوظ رہے تھے اور مقتول کے ورثاء نے کسی قسم کا گزند آپ کو نہیں پہنچایا تھا بخوشی معاف کر دیا تھا۔ معافی نامہ لیکر آپ مارہرہ پہنچے تھے اور حضرت سید شاہ آل احمد مارہروی عرف اچھے میاں رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ انتہائی عابد و زاہد، اہل کرامت اور صاحب خوارق عادات بزرگ تھے۔ سیاہ تہبند باندھتے تھے اور سفید جبہ پہنتے تھے۔ جب تک مولانا شاہ عبدالمجید قادری بقید حیات رہے آپ مسجد خرما کے حجرہ میں مقیم رہے۔ ان کے وصال کے بعد کھنڈ ساری محلہ میں آکر سلسلہ رشد و ہدایت جاری کر دیا تھا۔ بہت لوگ آپ کے مرید ہو گئے تھے قبولیت عظیم پائی تھی۔ صاحب وقار تھے، ۲ محرم ۱۲۸۲ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف درگاہ مجیدیہ میں پختہ واقع ہے۔ آپ کے شرقی پہلو میں حاجی

عبدالرحیم قادری کا مزار ہے (باقیات الصالحات ۔ تاریخ اولیائے بدایوں)

حضرت سیّد امجد علیشاہ رحمۃ اللہ علیہ

سیّد امجد علیشاہ صوفیائے کرام سے تھے۔ پدر بزرگوار کا نام واجد علی تھا۔ نسلی تعلق سادات عظام سے رکھتے تھے محلہ چودھری سرائے میں آبائی مکان تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ دانشمندی کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ عالم، فاضل، ذاکر و شاغل، صاحب ذوق و شوق بزرگ تھے۔ محکمہ پولیس میں ملازم تھے بعد میں ملازمت چھوڑ کر درویشی اختیار کر لی تھی پیشہ معلمی کرتے تھے جس بچہ کو پڑھاتے تھے اسے کامل بنا دیتے تھے۔ عالم رویا میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے۔ پاس انفاس اور ذکر اذکار کے عامل تھے۔ طبع موزوں رکھتے تھے۔ شعر گوئی میں کمال حاصل تھا۔ آصغر تخلص فرماتے تھے۔ ۲۲ جمادی الاوّل ۱۲۸۹ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ ایکسو اکھتر برس کی عمر پائی۔ مزار شریف اندرون شہر محلہ چودھری سرائے میں حضرت سید اعظم علی شہید کے مزار سے جانب شمال آبادی کے اندر جہاں پہلے کاشت ہوتی تھی بالائے چبوترہ پختہ واقع ہے۔ آپ کے مزار کے جانب شمال اسی چبوترہ پر **سید یار محمد چشتی** کا مزار ہے۔

(باقیات الصالحات ۔ تاریخ اولیائے بدایوں)

حضرت مولانا شاہ فضل رسول رحمۃ اللہ علیہ

مولانا شاہ فضل رسول مقتدائے اہل معرفت اور پیشوائے اہل تمکین تھے۔ حضرت اچھے میاں صاحب نے آپ کا نام فضل رسول رکھا تھا۔ علماء میں مولانا سیف اللہ المسلول اور عرفاء میں شاہ معین الحق مشہور تھے۔ شہر کے لوگ بڑے مولوی صاحب کے نام سے یاد کرتے تھے گھر والے امام باولے کہتے تھے ماہ صفر ۱۲۱۳ھ ہجری میں بمقام بدایوں محلہ مولوی ٹولہ پیدا ہوئے

تھے۔ تاریخی نام ظہور محمدی رکھا گیا تھا۔ والد ماجد کا اسم گرامی مولانا شاہ عبدالمجید قادری تھا۔ ابتدائی تعلیم صرف و نحو کی اپنے جدامجد حضرت مولانا عبدالحمید سے حاصل کی تھی۔ بارہ سال کی عمر میں لکھنؤ پہنچ کر حضرت مولانا نورالحق فرنگی محلی کے آگے زانوئے تلمذ تہہ کیا تھا۔ مدینہ منورہ جاکر حضرت مولانا محمد عابد مدنی سے تفسیر کی اور مکہ معظمہ جاکر حضرت مولانا عبداللہ سراج مکی سے حدیث کی اسناد حاصل کی تھیں۔ تصوف کی کتابیں اپنے والد ماجد سے پڑھی تھیں۔ دھوں پور جاکر حکیم سید ببر علی رضوی موہانی سے طب کی تکمیل کی تھی۔ مرید و خلیفہ اپنے پدر عالی قدر کے تھے۔ ان کے وصال کے بعد صاحب سجادہ ہوئے تھے۔ حضرت سلطان العارفین صاحب کے آستانہ پر چلہ کشی کر کے فیض روحانی حاصل کیا تھا۔ عالم رویا میں ان کے دیدار سے بھی مشرف ہوئے تھے۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کی درگاہ میں بھی چلہ کشی کی تھی۔ اس آستانہ سے بھی آپ کو فیوض و برکات حاصل ہوئی تھیں۔ عالم و فاضل، عابد و زاہد، عالی حوصلہ، بلند خیال، ولی روزگار تھے۔ کچھ دنوں ظاہری طور پر خدمت خلق میں مصروف رہ کر کلکٹری بدایوں میں سررشتہ داری کے فرائض انجام دیئے تھے بعد ازاں علائق دنیوی ترک کر کے سلسلہ رشد و ہدایت جاری کر دیا تھا۔ طے الارض کے عامل تھے۔ متعدد حج کئے تھے۔ کئی بار اسلامی ممالک کی سیاحت کی تھی۔ بے شمار اشخاص کو دولت اسلام سے مالا مال کیا۔ بکثرت اشخاص عرب و عجم میں آپ کے مرید تھے۔ بلاد اسلامیہ کے تمام مشائخ کرام اور علمائے عظام نے آپ کو شریعت و طریقت میں اپنے وقت کا امام تسلیم کر لیا تھا۔ حنفی مذہب کے جید عالم تھے۔ وہابیوں کے سخت مخالف تھے متعدد کتابیں ان کے خلاف تصنیف کی تھیں۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے کئی بار مشرف ہوئے تھے۔ ایک بار قیام بغداد کے دوران عالم واقعہ میں حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے دیدار سے بھی مشرف ہوئے تھے اور معانقہ سے سرفراز کئے گئے تھے۔ حیدرآباد کے دوران قیام رجال الغیب سے بھی ملاقات ہوئی تھی۔ ۱۲۷۸ھ ہجری میں بغداد شریف کے صاحب سجادہ نقیب الاشراف مولانا سید علی بغدادی رحمتہ اللہ

علیہ نے اپ کا تبحر علمی دیکھ کر اپنے فرزند حضرت پیر سید سلیمان بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو بغرض تعلیم آپ کے سپرد کیا تھا صاحب کرامت وخوارق عادات تھے ۲ رجمادی الثانی ۱۲۸۹ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف درگا مجدیہ کی جدید عمارت میں سنگ مرمر کا بنا ہے۔ غربی پہلو میں آپ کے چھوٹے فرزند حضرت مولانا شاہ عبد القادر کا مزار ہے۔ ان کے غربی پہلو میں حضرت مولانا شاہ عبد المقتدر کا مزار ہے ان کے غربی پہلو میں حضرت مولانا شاہ عبد القدیر کا مزار ہے۔ آپ کے مزار سے جانب شرق میاں عبد اللہ شاہ مدفون ہیں۔ ان کے شرقی پہلو میں مولانا نور احمد عثمانی آرام فرما ہیں۔

شعر وسخن سے بھی دلچسپی رکھتے تھے مست تخلص فرماتے تھے آپ کے وصال کی تاریخ چودہری سعید الدین سعید رئیس کھیڑہ بزرگ نے صنعت رعنا میں لکھی تھی جسکے الفاظ منقوط اور غیر منقوط کے اعداد سے علیحدہ علیحدہ ۱۲۸۹ ہجری نکلتی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

صنعتِ رعنا میں لکھ ہجری کی تاریخیں سعید صدر اکرم بدر عز فضل رسول مست دل

ایک مرتبہ بہادر شاہ ظفر ایسے علیل ہوئے کہ زندگی کی توقع نہ رہی جب شاہی اطباء علاج سے قاصر ہوگئے۔ آپ کو بلایا گیا آپ نے بادشاہ کا علاج کیا تھا اور خداوند تعالیٰ کے حکم سے وہ صحت یاب ہوگئے تھے اس کے صلہ میں بادشاہ نے آپ کو موئے مبارک رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم دیا تھا جو ایک ہاتھی پر دہلی سے بدایوں لایا گیا تھا۔ راستہ میں ٹول کا فرش بچھایا گیا تھا۔ وہ موئے مبارک اب تک قادری درگاہ کے تبرکات میں ہے اور حضرت مولانا شاہ عبد القدیر صاحب کے عرس کے موقع پر زائرین کو اس کی زیارت کرائی جاتی ہے۔

(روزنامچہ چودھری سعید الدین سعید۔ تذکرۂ علماء اہلسنت۔ باقیات الصالحات تاریخ اولیائے بدایوں۔ اکمل التواریخ) (ارشادات حضرت پیر سالم میاں صاحب)

حضرت قاضی عبد السلام عباسی رحمۃ اللہ علیہ

قاضی عبد السلام مقتدائے اہل طریقت اور پیشوائے اہل شریعت تھے۔ والد ماجد کا

اکرم گرامی مولوی عطاء الحق تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں خلفائے عباسیہ کی نسل سے تھے سینتیس پشت تک آپ کے خاندان میں سلطنت رہی تھی سلسلہ نسب درج ذیل ہے۔

قاضی عبدالسلام بن مولوی عطاء الحق بن قاضی محمد اصغر بن حافظ جلیل اللہ بن خلیل اللہ بن عبدالخالق بن عبدالسلام بن نظام الدین بن رضی الدین عرف محمد راجی شہید بن شرف الدین بن علاء الدین بن صدرالدین بن شمس الدین بن عبدالقدوس بن عبدالمتین بن ملا مظہر بن ملا قاصت اللہ بن قاضی محمد حامدین قاضی شاہ محمد بن قاضی رکن الدین بن قاضی شہاب الدین بن قاضی واحد بن المستقر باللہ بن ابوجعفر بن القاہر باللہ ابوالفر بن الناصر الدین اللہ ابوالعباس خلیفہ احمد بن المستقی نبوراللہ ابومحمد بن المستنجد باللہ ابوالمظفر بن القتل الامراللہ ابوعبداللہ بن المستظہر باللہ ابوالعباس احمد بن المقتدی بامراللہ ابوالقاسم بن محمد بن القائم بامراللہ ابوجعفر بن القادر باللہ ابوالعباس خلیفہ احمد بن فقد باللہ بن متقی باللہ ابوالفضل بن معتضد باللہ بن مدقق باللہ طلحہ بن المتوکل علی اللہ بن المعتصم باللہ بن ہارون رشید بن محمد مہدی بن عبداللہ ابوالمنصور بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

باقیات الصالحات میں درج ہے ۶۵۶ھ ہجری میں چنگیز خاں کے پوتے ہلاکو خاں نے بغداد فتح کرکے خلفائے عباسیہ کی اولاد کو بری طرح تہہ تیغ کیا تھا۔ اسی ہنگام رستخیز میں ملا واحد بن المستقر باللہ مع اہل وعیال بغداد سے بھاگ کھڑے ہوئے تھے ہمدان آکر پناہ لی تھی۔ ان کے فرزند شہاب الدین تحصیل علم کی خاطر اصفہان پہنچے تھے اور وہاں سے شیراز جاکر شیخ مصلح الدین سعدی کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ بعد تحصیل علم ہندوستان آکر قصبہ سنبھل ضلع مرادآباد میں سکونت اختیار کی تھی۔ ان کی اولاد میں ملا مظہر بن ملا قاصت اللہ

سنبھل سے بدایوں آئے تھے۔ انھیں کی اولاد میں قاضی عبدالسلام عباسی تھے سنہ ۱۲۰۱ ہجری میں بدایوں میں پیدا ہوئے تھے۔ رام پور جاکر تکملہ علوم کیا تھا۔ حضرت سیدنا شاہ آل احمد مارہروی عرف اچھے میاں صاحب کے مرید ہوکر خلافت حاصل کی تھی۔ صاحب زہد و تقویٰ۔ عالم باعمل، پابند شریعت، سالک طریقت بزرگ تھے۔ ریاست رام پور میں قاضی رہے تھے۔ قرآن مجید کی منظوم تفسیر لکھی جس میں تقریباً دو لاکھ اشعار ہیں۔ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بے حد شیدائی تھے۔ نام سنتے ہی بیقرار ہوجاتے تھے ۱۳ رجب سنہ ۱۲۸۹ ہجری کو وصال ہوا تھا خوابگاہ عباسیوں والی مسجد کے صحن میں ہے۔ پائیں چند قبریں آپ کے اعزا کی ہیں۔ اسی مسجد کے اندر مولانا فضل علی شہید کا مزار معدم ہے۔

(تاریخ اولیائے بدایوں۔ باقیات الصالحات۔ مدائح حضور نور۔ قاضی مظاہر الحق سے معلومات)

حضرت میاں تعظیم شاہ رحمۃ اللہ علیہ

میاں تعظیم شاہ قوم کے دیش باشندہ منڈی دروازہ شہر بدایوں کے تھے۔ منقول دس نام تھا۔ میاں مروت شاہ کے حاضر باشوں میں تھے۔ میاں مروت شاہ مرید و خلیفہ میاں مکین شاہ کے تھے اور وہ میاں تمکین شاہ کے مرید و خلیفہ تھے جن کا تذکرہ پچھلے اوراق میں ہے جیٹھ کے دسہرے والے دن میاں منقول داس سوت ندی پر نہانے جارہے تھے۔ میاں مروت شاہ کو دیکھ کر ان کے تکیہ میں چلے گئے اور باتوں میں ایسے مشغول ہوئے کہ دوپہر ہوگیا۔ جب اٹھے تو میاں مروت شاہ نے کہا دھوپ بہت تیز ہے چلو تمہیں سوت ندی پہنچا دوں۔ اپنی آنکھیں بند کرلو۔ آپ نے آنکھیں بند کرلیں۔ پھر جو کھولیں تو سوت ندی کے کنارے کھڑے تھے جب نہالئے تو پھر اسی طرح تکیہ پر آگئے۔ یہ کرامت دیکھ کر آپ اسی روز میاں مروت شاہ کے ہاتھ پر مسلمان ہوگئے اور جام حرفت پی کر لقب تعظیم شاہ پایا تھا۔ پیر و مرشد کی خدمت میں رہ کر صاحب کمال بن گئے تھے۔ نہایت قانع اور نفس کش درویش تھے۔ حالت سکر اور غلبہ

نیم بیہوشی اکثر رہتا تھا۔ بھنگ بہت پیتے تھے۔ لوگ آپ کے فیضان تصرف سے مستفید ہونے لگے تھے۔ صاحب کرامت تھے۔ رات کے وقت عام طور پر آپ کے پاس کثیر مجمع قلندران نامی اور مجاذیب گرامی کا رہتا تھا۔ خوب نعرہائے حق ھو بلند ہوتے تھے۔ ۱۲ جمادی الاول ۱۲۹۵ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف اندرون شہر مولوی محلہ میں میاں تسلیم شاہ کے تکیہ کے اندر ہے

(باقیات الصالحات تاریخ اولیائے بدایوں حقیقۃ الفقراء)

حضرت حاجی احسان اللہ شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ

حاجی احسان اللہ شاہ شیخ حمید الدین گنوری کی اولاد میں تھے سلسلہ نسب درج ذیل ہے۔

حاجی احسان اللہ بن شیخ حیات اللہ بن شیخ امین اللہ بن شیخ احسان اللہ بن شیخ فیض اللہ دیوان بن شیخ محمد انبیاء بن شیخ محمد یوسف عرف پیارے بن شیخ عبدالجلیل عرف شیخ چاند بن قاضی محمود قاضی آنولہ بن قاضی فتح اللہ قاضی آنولہ بن قاضی صدرالدین وقت باقی قاضی بدایوں بن شیخ حمید الدین گنوری۔ محلہ سید باڑہ میں سنہ ۱۲۱۱ ہجری کے دوران پیدا ہوئے تھے "ماہے درخشاں" تاریخی مادہ ہے۔ مولوی محمد افضل مولف ہدایت المخلوق سے تعلیم حاصل کی تھی۔ بعد میں مولوی حسین احمد ملیح آبادی، مولوی فضل امام خیرآبادی، شاہ عبدالحق محدث دہلوی حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے تکملہ علم کرکے سند الفراغ حاصل کی تھی۔ سلسلہ قادریہ میں حضرت اخوند حافظ عبدالعزیز قادری دہلوی کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ انھیں کی اجازت سے قصبہ صفی پور ضلع اناؤ جاکر حضرت حاجی غلام یحییٰ پسر و خلیفہ شاہ غلام پیر چشتی نظامی سے اکتساب فیوض کیا تھا۔ اس کے بعد بدایوں چلے آئے تھے۔ عالم باعمل، محدث بے بدل، واعظ خوش بیان، مقرر فصیح اللسان حاجی حرمین شریفین، منکسر مزاج، درویش صفت بزرگ تھے۔ سماع سے پرہیز کرتے تھے مگر نہایت فقیر دوست تھے۔ ریاست ٹونک جاکر ملازمت کر لی تھی۔ تقریباً ۱۲ سال

کرتے تھے۔ نواب محمد علیخاں کو آپ ہی نے تعلیم دی تھی۔ ان کے زمانہ میں بہت عروج پایا جب آپ کے صاحبزادگان مولوی محمد حسن اور حافظ احمد حسن ملازمت کے قابل ہو گئے تو ان کو نائب ریاست مال و فوجداری کرا دیا تھا۔ اس کے بعد خود خانہ نشینی کی استدعا کر کے وطن واپس چلے آئے تھے۔ نواب صاحب نے خلعت فاخرہ پہنا کر اور زر کثیر دے کر رخصت کیا تھا۔ بدایوں آکر خانہ نشین ہو گئے تھے۔ رات دن عبادتِ الٰہی میں مشغول رہتے تھے ضرب المثل شریف کے عامل تھے۔ ۱۰ رمضان ۱۲۹۴ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ خوابگاہ متصل درگاہ شاہ جہندہ صاحب پختہ واقع ہے۔

حضرت میاں چراغ علیشاہ رحمۃ اللہ علیہ

میاں چراغ علی شاہ دہلی کے رہنے والے تھے۔ والد ماجد کا اسم گرامی دلدار علی تھا دہلی کے مدرسہ اسلامیہ میں اخوند حافظ عبد العزیز قادری دہلوی سے تحصیل علوم ظاہری کی تھی۔ کتب تصوف چند ارباب باطن سے پڑھی تھیں۔ اس کے بعد مکن پور جا کر حضرت سید غریب اللہ[1] مکن پوری کے مرید ہوئے تھے۔ بعد تکمیل مدارج خرقہ خلافت حاصل کیا تھا بحکم پیر و مرشد بدایوں آکر محلہ خیل میں تکیہ بنا کر متصل چاہ بھنڈار مسکن گزیں ہو گئے تھے۔ فقراء کا گروہ ساتھ رہتا تھا۔ رات دن عبادت الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ سخت ریاضتیں برداشت کی تھیں۔ مرد منش، صاحب عشق و محبت اور درویش روشن ضمیر تھے طریقہ مداریہ رکھتے تھے۔ اہل حاجت گنڈے تعویذ بھی لے جاتے تھے۔ مرض سلب کرنے میں کمال حاصل تھا۔ ۱۱ شعبان ۱۲۹۵ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف اندرون شہر سوتھا محلہ میں متصل برواں مسجد تکیہ کے آراضی میں پختہ واقع ہے چراغدان بنا ہوا ہے جانب غرب اور بگوشہ جنوب مغرب دو قبور ہیں۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ اذکار قلندری۔ نزہتہ السالکین)

---

[1] سید شاہ غریب اللہ کا وصال ۱۶ رجب ۱۲۷۰ھ ہجری کو ہوا تھا۔ مزار شریف مکن پور میں ہے۔

حضرت میاں گونگے شاہ مجذوب رحمتہ اللہ علیہ

کلن ولد منگن نام تھا۔ گونگے شاہ مشہور تھے رام پور منہار ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے تھے۔ وہیں رہ کر مولوی محمد حسن انصاری چشتی صابری سے علوم ظاہری اور باطنی کی تحصیل کی تھی اور خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ علم معقول و منقول میں یکتائے زمانہ اور حقائق و معارف میں یگانہ تھے۔ نہایت ذکی الطبع اور معاملہ فہم تھے۔ مجاہدہ اور مکاشفہ کے ذریعہ سربستہ راز منکشف ہو گئے تھے۔ جو کوئی سامنے پڑتا اس کے متعلق ہونے والے واقعات بیساختہ بیان کر دیتے تھے۔ صاحب کشف ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب کرامت بھی تھے۔ ایک مرتبہ ایک حجام اپنی کسوت دبائے ہوئے آپ کے سامنے سے گزرا اس کو دیکھ کر بولے تیری حیات کا پیالہ لبریز ہو گیا ہے۔ یہ سنتے ہی وہ زمین پر گر کر مر گیا۔ جب یہ خبر آپ کے پیر و مرشد کے گوش گزار ہوئی تو انہوں نے بلوا کر آپ کو بہت سخت سست کہا اور اپنے صندوق کا قفل منگا کر آپ کے مُنہ کے سامنے رکھ کر کنجی لگا کر بند کرتے ہوئے فرمایا اب گونگے رہو۔ تم شہر میں رہنے کے قابل نہیں ہو۔ یہاں سے چلے جاؤ۔ بدایوں کے کسی گاؤں میں رہنا چنانچہ بدایوں آکر موضع رمضان پور میں آبادی سے باہر مسکن گزیں ہو گئے تھے۔ اہل حاجت آپ کے پاس پہونچتے تھے۔ سب کی التجاؤں اور سب کے سوالات کا جواب نفی اور اثبات میں سر ہلا کر دیتے تھے۔ زباں سے کچھ نہ کہتے تھے۔ اسی وجہ سے رمضان پور کے لوگ آپ کو گونگے شاہ کہتے تھے۔ کسی سے کچھ طلب کرتے نہ تھے۔ لوگ خود ہی کھانا کھلا جاتے تھے اپنے تکیہ پر پڑے پڑے آسمان کو تکتے رہتے تھے۔ گاؤں والوں کی بکریاں اکثر آپ کی جھونپڑی میں مینگنیاں کر جاتی تھیں۔ ایک مرتبہ غصہ میں ایک بکری کو آپ نے زمین پر ٹپک دیا تھا وہ اس صدمہ سے مر گئی تھی۔ جب لوگوں نے استدعا کی تو اس بکری کو ٹھوکر مار کر زندہ کر دیا تھا۔

۲ محرم ۱۲۹۸ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف موضع رمضان پور پرگنہ اوجھیانی میں آبادی سے جانب جنوب اونچے ٹیلہ پر خوشنما درگاہ کے اندر مرجع اہل عقیدت ہے۔ ماہ پوس

ہیں آپ کی سالانہ فاتحہ ہوتی ہے اور بڑی دھوم دھام سے میلہ ہوتا ہے۔ فقیر رہتا ہے۔ آپ کے مزار کے علاوہ تین قبور اور بھی روضہ کے اندر ہیں۔

باقیات الصالحات ۔ تاریخ اولیائے بدایوں ۔ حقیقۃ الفقراء

حضرت میاں عبداللہ شاہ فاروقی رحمتہ اللہ علیہ

میاں عبداللہ شاہ بدایوں کے باشندہ تھے اور حضرت بابا فریدالدین شکر گنج کی پندرھویں پشت میں تھے۔ سلسلہ نسب درج ذیل ہے

میاں عبداللہ شاہ بن شیخ امام الدین بن شیخ علین الدین بن شیخ رکن الدین بن شیخ عبدالحمید بن شیخ عبدالکریم بن شیخ سعداللہ بن شیخ دولہ بن شیخ حسین بن شیخ محمد بن شیخ جہان شاہ بن شیخ زین الدین بن خواجہ رفیع الدین بن شیخ داؤد بن شیخ محمود بن شیخ بدرالدین سلیمان بن شیخ الاسلام حضرت بابا فریدالدین شکر گنج رحمتہ اللہ علیہ

ماہ ذی الحجہ ۱۲۲۱ھ ہجری میں آپ کی ولادت ہوئی تھی۔ بدایوں میں رہ کر اپنے والد بزرگوار اور جدامجد سے تحصیل علوم کی تھی حضرت مولانا شاہ عبدالمجید قادری کے مرید و خلیفہ تھے مولانا شاہ فضل رسول صاحب سے بھی فیض حاصل کیا تھا ہمہ اوقات خدمت شیخ میں رہ کر تمام عمر ریاضت و عبادت میں بسر کی صاحب اجازت ہونے کے باوجود کبھی کسی کو مرید نہیں کیا نہایت عابد و زاہد اور منجملہ ارباب وطن تھے۔ محرم کی پانچ تاریخ کو ہر سال اپنے مکان پر حضرت بابا صاحب کے تبرکات کی زیارت کراتے تھے اور شیرینی پر بابا صاحب کی فاتحہ دلا کر تقسیم کرتے تھے۔ ۲۲ محرم ۱۲۹۰ھ ہجری کو اپنے مکان مسکونہ واقع محلہ سوتھہ میں راہی ملک بقا ہوئے تھے۔ خواب گاہ درگاہ قادری صاحب مولوی فضل مجید آپ کے فرزند تھے۔

(باقیات الصالحات تاریخ اولیائے بدایوں چمنستان رحمت الٰہی)

بحر العلوم حضرت مولانا نور احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

بدایونی علماء میں تین حضرات اب تک بحر العلوم کے لقب سے یاد کئے گئے ہیں۔ سب سے پہلے مولوی علی خلیل اللہ[1] جامع فتاوی عالمگیری بحر العلوم کہلائے۔ ان کے بعد مولانا محمد علی عثمانی[2] بحر العلوم مشہور ہوئے۔ ان کے بعد مولانا نور احمد عثمانی، بحر العلوم کی فضیلت سے سرفراز ہوئے آپ کے والد کا اسم گرامی مولوی محمد شفیع تھا ۱۳ جمادی الآخر ۱۲۳۳ھ ہجری کو بدایوں میں پیدا ہوئے تھے۔ اولاً مولانا فیض احمد رسوا بدایونی سے تعلیم حاصل کی تھی۔ بعد ازاں مولانا فضل حق خیرآبادی، مولانا نور الحق لکھنوی، مفتی صدر الدین[3] دہلوی اور مولانا مملوک علی سے تکمیل علوم ظاہری کیا تھا اپنے عم محترم حضرت مولانا شاہ عبد المجید قادری کے مرید ہوکر علم باطنی حاصل کیا تھا مادر زاد ولی تھے آپ کے فضائل و مناقب اور کمالات ظاہری و باطنی احاطہ تحریر میں لانا محال ہیں اپنے وقت کے جلیل القدر علماء و اصفیاء میں تھے۔ سالہا سال مدرسہ قادریہ میں طلباء کو درس دیا۔ بیشمار اشخاص آپ کے فیض سے سیراب ہوئے یاد الٰہی اور درس تدریس کے سوا کوئی مشغلہ نہ تھا۔ نہایت غربا پرور، مسافر نواز، متقی و ابرار، تارک الدنیا، پابند صوم و صلوٰۃ، خدا ترس، گوشہ نشیں، منجملہ ارباب علم و فضل تھے۔ یکم جمادی الاول ۱۳۰۱ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ میاں عبد اللہ شاہ فاروقی کے مشرقی پہلو میں دفن کئے گئے تھے۔ خواجگاہ درگاہ قادری میں ہے۔

باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ اکمل التواریخ

حضرت شاہ من اللہ قادری موزہ دوز رحمۃ اللہ علیہ

عبد الرحیم خاں نام تھا شاہ من اللہ لقب۔ قوم پٹھان باشندہ موضع ہترہ تحصیل بسولی

---

[1] مولوی علی خلیل اللہ کا وصال ۱۱۲۲ھ ہجری میں ہوا تھا [2] مولانا محمد علی عثمانی کا وصال ۱۱۸۱ھ ہجری میں ہوا تھا [3] مفتی صدر الدین خاں کا وصال ۱۲۸۵ھ ہجری میں ہوا تھا

ضلع بدایوں کے تھے۔ نہایت عابد و زاہد، راست گفتار، متوکل، گوشہ نشین درویش تھے خواجہ ذکراللہ بالخیر قادری کے مرید ہوکر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ وہ مرید و خلیفہ حضرت سید شاہ آل احمد مارہروی عرف اچھے میاں رحمتہ اللہ علیہ کے تھے۔ موضع ہترہ سے آکر بدایوں میں بود و باش اختیار کر لی تھی۔ ہر وقت پیر و مرشد کی خدمت میں رہتے تھے۔ فاضل وقت میں زیر پائیاں بناکر فروخت کرتے تھے۔ اسی سے قوت بسری کرتے تھے۔ کام کے دوران بھی ذکر و شغل میں رہتے تھے۔ پیر و مرشد کی توجہ سے حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت اویسی نصیب ہوگئی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں موئی مبارک عطا فرمایا تھا۔ پیر و مرشد کے وصال کے بعد ہترہ چلے گئے تھے۔ ۲۶ جمادی الثانی سنہ ۱۳۰۱ ہجری کو واصل حق ہوئے تھے۔ خوابگاہ موضع ہترہ تحصیل بسولی ضلع بدایوں میں ہے۔

(باقیات الصالحات ۔ تاریخ اولیائے بدایوں)

حضرت میاں حرمت خاں رحمتہ اللہ علیہ

میاں حرمت خاں کے والد ماجد کا اسم گرامی محمد عظمت خاں تھا۔ شاہ حسین غوری کی اولاد میں تھے۔ نسلی تعلق بندار پٹھانوں سے تھا۔ تیرھویں صدی ہجری میں بدایوں محلہ سوتھا میں پیدا ہوئے تھے۔ یہیں نشو و نما پائی تھی۔ علوم متداولہ کی تحصیل اپنے عم محترم مولوی غلام رسول خاں سے کی تھی۔ سروے آف انڈیا میں انسپکٹر تھے۔ حضرت مولانا شاہ فضل رسول صاحب سے شرف بیعت حاصل تھا۔ نہایت عابد اور مرنجان و مرنج خصلت جوان صالح تھے۔ عالم شباب میں وبائی مرض میں مبتلا ہوکر جاں بحق تسلیم ہوئے تھے اور اپنے آموں کے باغ میں دفن کیے گئے تھے۔ مزار شریف صدر اسپتال کے احاطہ میں آپریشن تھیٹر کے جانب جنوب چبوترہ پر پختہ واقع ہے۔ آپ کے پہلو میں آپ کی اہلیہ مدفون ہیں نیب کا درخت سایہ افگن ہے۔

حضرت شاہ نصیر الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ

نصیر الدین نام تھا چوٹیا والے میاں کہلاتے تھے۔ والد ماجد کا اسم گرامی شاہ نیاز احمد چشتی تھا۔ قطب عالم اور مدار اعظم کے القاب سے یاد کئے جاتے تھے۔ نسلی سلسلہ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ سے ملتا تھا۔ شاہان بخارا کی اولاد میں تھے جن کا پائے تخت اندی جان تھا۔ سلسلہ نسب درج ذیل ہے۔

حضرت شاہ نصیر الدین چشتی بن شاہ نیاز احمد چشتی بریلوی بن حاجی حکیم الٰہی شاہ رحمت اللہ سرہندی بن حاجی حکیم شاہ محمد سرہندی بن شاہ عظمت اللہ ملتانی سرہندی بن شاہ ابراہیم ملتانی بن شاہ آیت اللہ اندیجانی ملتانی بن شاہ حکمت اللہ اندیجانی بن شاہ محمد اندیجانی بن شاہ احمد اندیجانی

شاہ آیت اللہ ترک وطن کر کے ہندوستان تشریف لائے تھے اور ملتان میں بود و باش اختیار کی تھی۔ شاہ عظمت اللہ ملتان کی سکونت ترک کر کے سرہند میں مسکن گزیں ہوئے تھے۔ شاہ رحمت اللہ کو بادشاہ وقت نے دہلی طلب کر کے قاضی القضاۃ کا منصب جلیلہ تفویض کیا تھا مگر آپ نے قبول نہیں فرمایا تھا۔ اس وقت قطب عالم شاہ نیاز احمد صغیر سن تھے۔ چنانچہ ان کی تعلیم و تربیت کی خاطر شاہ رحمت اللہ نے دہلی میں سکونت اختیار کی تھی شاہ نیاز احمد صاحب بحکم پیر و مرشد دہلی سے چل کر بریلی تشریف لائے تھے اور اندرون شہر بود و باش اختیار کی تھی۔ آپ کی سکونت کی وجہ سے وہ جگہ محلہ خواجہ قطب مشہور ہوئی

شاہ نصیر الدین چشتی ۱۲ جمادی الاول ۱۲۴۳ھ ہجری کو بمقام بریلی محلہ خواجہ قطب میں پیدا ہوئے تھے۔ مولوی محمد عبید اللہ بدخشانی سے تعلیم حاصل کی تھی۔ پروفیسر محمد ایوب قادری کا یہ کہنا کہ "آپ تفضیلی بزرگ تھے" میں صحیح

نہیں سمجھتا۔ سلسلہ چشتیہ نظامیہ میں اپنے والد کے مرید تھے۔ البتہ آپ کے برادر معظم تاج الاولیاء حضرت شاہ نظام الدین حسین چشتی نے تکملہ علوم ظاہری و باطنی کرا کے خلافت سے سرفراز کیا تھا کیونکہ حضرت شاہ نیاز احمد چشتی رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے وقت آپ کی عمر سات سال تھی۔ حضرت تاج الاولیاء آپ سے جس برادرانہ شفقت کا اظہار فرماتے تھے وہ بیان سے باہر ہے۔ یہ دیکھ کر کچھ لوگوں کو حسد پیدا ہو گیا تھا۔ خانہ زادگان نے لگا بجھی کر کے آپس میں کشیدگی پیدا کرا دی تھی۔ اور پھر معاملات یہاں تک بگڑے کہ آپ نے ہر دوئی کا سفر اختیار کیا۔ اپنے والد ماجد کے مرید و خلیفہ حضرت سید احمد علی شاہ کے یہاں شاہ آباد میں مسکن گزیں ہوئے۔ سید صاحب نے بصد احترام پیرزادہ کا خیر مقدم کیا خاطر داری میں بکمال عجز حاضر رہتے تھے اور ہر طرح سے دلجوئی فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک دن آپ نے سید صاحب مذکور سے فرمایا مجھے بھائی کا خلافت نامہ منظور نہیں۔ میں اس کو واپس کرتا ہوں آپ مجھے خلافت نامہ لکھ دیجئے۔ سید صاحب نے اسی وقت آپ کو خلافت نامہ پیش کیا لکھا اور نذر گزرانی تھی۔ اس کے بعد آپ بریلی تشریف لے آئے تھے اور سٹی اسٹیشن کے پاس اپنے باغ میں قیام کیا تھا۔ خانقاہ بھی آتے جاتے تھے لیکن حضرت تاج الاولیاء کی عدم موجودگی میں یہ سلسلہ کچھ دنوں چلا۔ اس کے بعد بریلی کو خیرباد کہہ کر بدایوں تشریف لے آئے تھے۔ اولاً حضرت میرانجی صاحب کی درگاہ میں قیام کیا تھا بعد ازاں سلطان المشائخ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کے مولد مقدس کے قریب الف خاں کے محل واقع محلہ چاہ میر میں سکونت اختیار کی تھی۔ اس کے بعد بیدوں ٹولہ میں خانقاہ تعمیر کرا کے متمکن ہو گئے تھے۔ شب و روز یاد الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ خوراک بہت مختصر تھی چوبیس گھنٹے میں ایک بار چپاتی کا بکلا چھٹا کر مونگ کی دال میں تر کر کے کھاتے تھے کبھی کبھی ایک پیالی چائے پر اکتفا کرتے تھے۔ سماع کے شوقین تھے۔ گوٹا لچکا لگے رنگین کپڑے پہنتے تھے۔ چوٹی میں زرّیں موباف ہوتا تھا۔ ریاضت اور مجاہدے بہت کرتے تھے

جامع فضائل صوری و معنوی، عشق و محبت میں سرشار، صاحب تصرف تھے۔ سالکوں کے پیشوا اور عارفوں کے مقتداء کہلاتے تھے۔ تمام عمر تجرد میں بسر کی۔ آپ کی ذات حوائج دنیوی سے مبرا تھی۔ مریدین کا حلقہ وسیع تھا بے طمع صوفی تھے۔ کسی سے نذر لیتے نہ تھے عالم رویا میں حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے حضرت خواجہ سید احمد بخاری کی درگاہ میں چلہ کشی کر کے فیض روحانی حاصل کیا تھا۔ ہندو آپ کو سری کرشن جی کا اوتار کہتے تھے۔ زبان مبارک سے جو نکل جاتا تھا وہ ہو کر رہتا تھا آسیب زدہ آپ کے روبرو آکر ہوش میں ہو جاتے تھے۔ اعلیٰ درجہ کے شہسوار تھے۔ بانک، پٹا اور شمشیر زنی میں کمال حاصل تھا۔ بندوق چلانے میں بھی یکتائے زمانہ تھے۔ بہت کم نشانہ خطا کرتا تھا۔ ان تمام فنون کی تربیت اپنے برادر معظم سے حاصل کی تھی لوگوں کا کہنا ہے باعتبار وضع دوسرے مولانا فخرالدین دہلوی تھے۔ مزاج میں البتہ شدت اور جلال تھا۔ شجرۂ طریقت درج ذیل ہے۔

شاہ نصیرالدین چشتی مرید و خلیفہ شاہ نیاز احمد چشتی مرید و خلیفہ مولانا فخرالدین دہلوی مرید و خلیفہ شیخ نظام الدین اورنگ آبادی مرید و خلیفہ شیخ کلیم اللہ جہان آبادی مرید و خلیفہ خواجہ محی الدین مرید و خلیفہ شیخ محمد حسن مرید خلیفہ مولانا محمد حسین مرید و خلیفہ مولانا جمال الدین مرید و خلیفہ شیخ محمد مرید و خلیفہ مولانا علیم الدین مرید و خلیفہ مولانا سراج الدین مرید و خلیفہ مولانا کمال الدین مرید و خلیفہ مخدوم شیخ نصیرالدین چراغ دہلوی مرید و خلیفہ سلطان المشائخ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی قدس سرہما

۲۴ شعبان ۱۳۰۵ ہجری کو رات کے نو بجے وصال ہوا تھا ۲۵ تاریخ کو دفن کئے گئے تھے۔

مزار شریف اندرون شہر محلہ بیدوں ٹولہ میں عالیشان قبہ کے اندر پختہ واقع ہے

آپ کے قبہ کے جانب شرق جداگانہ قبہ کے اندر آپ کی والدہ ماجدہ کا اور پائیں جداگانہ حجروں کے اندر آپ کے خلفائے گرامی ملا عنایت حسین خاں اور صوفی نصیر الزماں[1] خاں کے مزارات ہیں۔ خانقاہ کافی وسیع ہے اور شبلی میاں صاحب سجادہ نشیں ہیں۔ آج بھی قبہ کے اندر قدم رکھتے ہوئے رعب و جلال طاری ہو جاتا ہے۔

تاریخ اولیائے بدایوں۔ رسالہ زکریا ملتان۔ باقیات الصالحات۔ عین العارفین

ناز و نیاز اور حضرت محبوب میاں صاحب کے فرمودات

حضرت میاں جناب عالی قلندر رحمۃ اللہ علیہ

رحمٰن علی یا رحمٰن حسین نام تھا۔ جناب عالی کہہ کر ہر شخص کو مخاطب کرتے تھے اسی لئے جناب عالی لقب ہو گیا تھا۔ فقراء میں کوتوال شہر مشہور تھے۔ بدایوں محلہ رنگریزان میں پیدا ہوئے تھے۔ یہیں نشو و نما پائی تھی۔ حضرت اچھے میاں کے خلیفہ حضرت شاہ بازگل[2] قادری کے مرید ہو کر خرقہ فقر حاصل کیا تھا۔ پڑھے لکھے تہذیب یافتہ، روشن خیال، صاحب وجد و حال، مجذوب صفت قلندر تھے۔ طبع ظریفانہ تھی۔ داڑھی مونچھ صفا اور سر منڈا رکھتے تھے۔ نیچا جبہ پہنتے تھے اور پاجامہ کے بجائے لنگوٹی غرقی باندھتے تھے جبہ سے ٹخنے تک ڈھکے رہتے تھے۔ پاؤں میں پولے گوڈر لپٹے پہنتے تھے۔ سر کھلا، بقچہ کپڑوں کا بغل میں دبا۔ سیدھے ہاتھ میں کسی درخت کی موٹی شاخ کا چھلا ہوا عصاء بائیں ہاتھ میں ٹاملوٹ رسی سے بندھا، آہستہ آہستہ شہر کی گلیوں میں گشت لگاتے تھے کسی سے کچھ طلب نہ کرتے تھے۔ شہر کے لوگ آپ کا بہت احترام کرتے تھے۔ حجام

---

[1] صوفی نصیر الزماں خاں کا وصال ۱۳۵۳ ہجری میں ہوا تھا۔

[2] شاہ بازگل قادری کا مزار موضع برکھن تھانہ قائم گنج ضلع فرخ آباد میں ہے۔

باریابی پاکر حسن عقیدت سے دن میں دو تین بار حجامت بنا دیتے تھے۔ ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۰۲ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف بیرون شہر جانب شرق لالہ ٹیکا رام کے مندر کے متصل موجود شاہ کے تکیہ میں داتا گنج والی سڑک کے جانب جنوب سوہاتال کے شمالی کنارہ پر پختہ واقع ہے۔

(تاریخ اولیائے بدایوں)

حضرت میاں خدّو سبزی فروش رحمۃ اللہ علیہ

خدا بخش نام تھا بازار میں سبزی بیچا کرتے تھے اور خدّو کہہ کر پکارے جاتے تھے کہیں باہر کے رہنے والے تھے بدایوں آکر بود و باش اختیار کر لی تھی۔ حضرت سید غوث علی شاہ قلندر پانی پتی سے شرف بیعت حاصل تھا۔ وہ مرید و خلیفہ حضرت سید اعظم علی شاہ قادری کے تھے۔ سالک مجذوب تھے۔ بظاہر دنیا داروں کی طرح رہتے تھے مگر خدا رسیدہ، مقبول بارگاہ الٰہی، صاحب تصرف، ابدال صفت بزرگ تھے۔ نہایت عارفانہ باتیں کرتے تھے۔ کوئی انھیں صاحب خدمت جانتا ہی نہ تھا۔ خود کو چھپائے رہتے تھے۔ اہل خدمت ہونے کی تمیز ہی کسی کو نہ ہو سکی بعد وصال حقیقت ظاہر ہوئی تھی۔ بہت بڑے صاحب خدمت تھے۔ ۱۰ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ حضرت خواجہ سید احمد صاحب کی درگاہ والی مسجد کے جانب غرب دفن کیے گئے تھے۔

(تاریخ اولیائے بدایوں)

حضرت میاں دین علیشاہ صابری رحمۃ اللہ علیہ

میاں دین علیشاہ لکھنؤ کے باشندہ تھے۔ وہیں نشو و نما پائی تھی۔ پڑھ لکھ کر راہ سلوک میں قدم رکھا تھا۔ حضرت میاں محمود علیشاہ چشتی صابری کے مرید و خلیفہ تھے۔ بحکم پیر و

مرشد بدایوں اگر محلہ سوتھا میں مسکن گزیں ہوگئے تھے۔ ذکر و شغل میں دن رات مصروف رہتے تھے۔ بے طمع، غیور، پابند صوم و صلوٰۃ، صاحب دل بزرگ تھے۔ توکل پر گزران تھی۔ اہل محلہ آپ کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے اور اپنی حاجتیں آپ سے رجوع کرکے فائز المرام ہوتے تھے۔ غرہ رجب ۱۳۱۱ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ حضرت سلطان العارفین صاحب کے جوار میں مدفون ہیں۔

(تاریخ اولیائے بدایوں)

حضرت مولانا سید شاہ دلدار علی مذاق رحمۃ اللہ علیہ

دلدار علی نام تھا، مذاق تخلص۔ والد ماجد کا اسم گرامی حافظ نثار علی شاہ تھا، نسلاً شیخ صدیقی تھے اور مخدوم الملک شیخ حمید الدین گنوری کی اولاد میں تھے۔ سلسلہ نسب درج ذیل ہے۔

مولانا شاہ دلدار علی مذاق بن حافظ نثار علی بن مولوی قطب الدین بن شیخ ابو اللیث بن شیخ محمد منیر بن شیخ عبدالرشید بن شیخ عبدالعزیز بن قاضی عبدالحلیم بن قاضی عبدالوہاب بن قاضی فضل اللہ بن ملا دانیال صدیقی بن قاضی عبداللطیف بن قاضی صدر الدین وقت باقی بن شیخ حمید الدین گنوری مخدوم الملک۔ ۱۲۳۵ھ ہجری میں محلہ قاضی ٹولہ میں پیدا ہوئے تھے۔ کمسنی میں سایۂ پدری سر سے اٹھ گیا تھا۔ اپنے ماموں سید دولت علی کے آغوش شفقت میں پروان چڑھے تھے۔ انھیں سے عربی فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھی تھیں۔ رام پور جاکر تکمیل علوم کیا تھا۔ سلسلہ قادریہ میں حافظ سید فضل غوث ساقی[1] بریلوی کے مرید ہوکر خلافت حاصل کی تھی

---

[1] حافظ سید فضل غوث ساقی کا وصال محرم کی چاند رات کو ۱۳۰۸ھ ہجری ہوا تھا۔ حضرت اچھے میاں کے مرید و خلیفہ تھے بمقام بریلی محلہ بہاری پور کسگران میں اپنی خانقاہ کے اندر مسجد کے غربی پہلو میں دفن کئے گئے تھے خانقاہ شریف کی آرامی پراب مکانات تعمیر ہوگئے ہیں۔

سلسلہ چشتیہ میں حضرت شاہ عبدؒ الرحیم شاہجہاں پوری عرف قطب علی شاہ جی سے خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ سلسلۂ نقشبندیہ میں حضرت حافظ خان محمد خاں عرف بادشاہ میاں رام پوری کے خلیفہ تھے۔ حضرت شاہ نصیر قطب گوالیار سے بھی فیض پایا تھا۔ حضرت سلطان العارفین خواجہ حسن شیخ شاہی روشن ضمیر رحمتہ اللہ علیہ سے نیز حضرت بوعلی شاہ قلندر پانی پتیؒ سے نیز حضرت سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی سنجری اجمیری رحمتہ اللہ علیہ سے نسبت اویسی رکھتے تھے۔ ہر سہ مزارات پر چلہ کشی کر کے فیض روحانی پایا تھا۔ انیس[19] سلاسل کے کے بزرگوں سے خلافت حاصل کی تھی۔ علاوہ ازیں حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی نسبت اویسی رکھتے تھے۔ چونکہ عرس مبارک آپ کا بطریق خواجگان چشت ہوتا ہے اس لئے میں صرف شجرہ چشتیہ نظامیہ نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

مولانا شاہ دلدار علی مذاق خلیفہ شاہ جی عبدالرحیم درویش شاہجہاں پوری خلیفہ مولانا سید شاہ جمال الدین سنکھڑی خلیفہ مولانا شاہ عبدالکریم خلیفہ خواجہ فقیر علی خلیفہ خواجہ وصی علی حق نما خلیفہ خواجہ عرف علی خلیفہ خواجہ علی میر خلیفہ خواجہ سید شاہ باباؒ حسینی لیپر و خلیفہ خواجہ سید شاہ برہان الدین خلیفہ خواجہ امین الدین خلیفہ سید کمال الدین مجرد بیابانی خلیفہ خواجہ سید جمال الدین مغربی خلیفہ خواجہ صدرالدین سید محمد یوسف چشتی شاہ باز خلیفہ خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی خلیفہ سلطان المشائخ شیخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی خلیفہ شیخ الاسلام بابا فرید الدین شکر گنج خلیفہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی خلیفہ خواجۂ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی حسن سنجری خلیفہ خواجہ عثمان ہارونی خلیفہ حاجی شریف زندنی خلیفہ

---

[19] شاہ عبدالرحیم حضرت شاہ جمال الدین نظامی زبیل شاہی حیدرآبادی کے خلیفہ تھے، ۲۱ رمضان، ۱۳۰۷ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف شاہجہاں پور میں ہے

خواجہ مودود چشتی خلیفہ خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی خلیفہ خواجہ ابو محمد چشتی خلیفہ خواجہ ابو محمد ابدال چشتی خلیفہ خواجہ ابو اسحاق شامی چشتی خلیفہ خواجہ ممشاد علو دینوری خلیفہ خواجہ ہبیرۃ البصری خلیفہ خواجہ حذیفۃ المرعشی خلیفہ خواجہ سلطان ابراہیم ادہم بلخی خلیفہ خواجہ فضیل بن عیاض خلیفہ خواجہ عبد الواحد بن زید خلیفہ خواجہ حسن بصری خلیفہ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ اشرف الانبیاء حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

ذی علم مشائخ کبار میں آپ کا شمار ہے۔ درویش صفت عارف باکمال تھے۔ صدہا اشخاص آپ کے مرید تھے۔ بیسوں کو خلافت عطا کی تھی۔ فقیرانہ لباس پہنتے تھے اور صوفیانہ وضع میں رہتے تھے حضرت مولا علی کرم اللہ وجہ کے شیدائی تھے۔ شعر و شاعری کا بھی شوق تھا۔ پہلے عیار تخلص تھا اور اشرف علی نفیس سے اصلاح لیتے تھے۔ بعد میں دہلی جاکر ملک الشعراء خاقانی ہند شیخ محمد ابراہیم ذوق کے شاگرد ہوئے تھے اور ملاق تخلص اختیار کیا تھا۔ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہ کی شان میں فرمایا ہے۔

مولا علی امام علی پیشوا علی — قبلہ علی ہے کعبہ علی مقتدا علی
طوفان معصیت کی ہمیں کچھ نہیں خطر — تر دامنوں کی کشتی کا ہے ناخدا علی

حضرت خواجہ غریب نواز کی شان میں آپ نے قصیدہ لکھا تھا جو گنبد کے دروازہ پر سنہرے حروف میں تحریر ہے۔ ایک نئے خانوادہ کے بانی تھے۔ ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۱۱ھ ہجری کو وصال ہوا تھا ۱۲ ربیع الثانی کو دفن کئے گئے تھے۔ مزار شریف بیرون شہر جانب شمال وسیع اور خوشنما درگاہ کے اندر خام واقع ہے۔ جانب شرق دوسرے دالان میں آپ کے پسر اور خلیفہ حضرت **مولوی ایثار علی شاہ** کا مزار ہے ان کے پائیں مولوی اخیار علی مدفون ہیں۔ اجمیر شریف کا سفر آپ نے پاپیادہ اور برہنہ پا کیا تھا۔ روضہ کا طواف کرتے وقت صندل مسجد کے اندر عالم واقعہ میں حضور غریب نواز، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، بابا

فریدالدین گنج شکر حضرت محبوب الٰہی اور حضرت صابر صاحب کے دیدار سے مشرف ہوئے تھے۔ آپ کے خلفاء میں ملا ظہیری بھی تھے جن کا نام ظہیرالدین تھا اور حکیم فتح محمد کے فرزند تھے ۷ محرم ۱۲۷۰ ہجری کو بمقام سہسوان پیدا ہوئے تھے۔ ۲ ربیع الاوّل ۱۳۶۱ ہجری کو وفات ہوئی تھی۔ حاجی ضیاء القادری صاحب نے لکھا ہے۔

چوں آں شاہ ظہیری مردِ عارف — زدنیا دفعتاً کرد انتقالش
ضیا گفتہ زمن اہل عرفاں — ظہیری معرفت آگاہ سالش

(تاریخ اولیائے بدایوں۔ مولانا شاہ ایثار علی صاحب کے فرمودات۔ صوفی ناظر حسین صاحب سے معلومات) ۱۹۴۲ء

حضرت مولانا عبدالقیوم رحمتہ اللہ علیہ

مولانا عبدالقیوم شہید بن حافظ مولوی محمد مرید جیلانی بن مولانا محی الدین بن مولانا شاہ فضلِ رسول رحمتہ اللہ علیہ بدایوں کے جلیل القدر علماء میں تھے۔ ماہ شوال ۱۲۸۳ ہجری میں بدایوں محلہ مولوی ٹولہ میں آپ کی ولادت ہوئی تھی۔ یہیں نشو و نما پائی تھی۔ مولانا شاہ عبدالقادر محب رسول سے علوم دین کی تعلیم حاصل کی تھی۔ طب کی تعلیم حکیم سراج الحق بدایونی سے اور حکیم عبدالحمید خاں دہلوی سے حاصل کی تھی۔ حضرت مولانا سید شاہ ابوالحسن احمد نوری[1] مارہروی کے مرید و خلیفہ تھے اور تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر محب رسول سے بھی اجازت حاصل کی تھی۔ حج بیت اللہ سے مشرف ہونے کے بعد ۱۱ صفر ۱۳۱۷ ہجری کو مدرسہ شمس العلوم بدایوں کا افتتاح کیا تھا۔ عالم و فاضل، عابد و زاہد، امور شرع سے دلچسپی رکھنے والے زبردست تھے گروہ غیر مقلدین کے سخت خلاف تھے۔ مجلس علمائے اہل سنت کے سرگرم کارکن اور روح رواں تھے۔ ردِّ وہابیت میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ ذکر شہادت اور فضائل اہل بیت

---

[1] مولانا سید شاہ ابوالحسن احمد نوری مارہروی کا وصال ۱۴ رجب ۱۳۲۴ ہجری کو ہوا تھا مزار شریف مارہرہ میں ہے۔

بیان کرنے میں خاص ملکہ تھا۔ بعض اوقات مجلس عزا عرصۂ کربلا بن جاتی تھی۔ خود بھی روتے تھے اور دوسروں کو بے اختیار رلاتے تھے۔ مدرسہ حنفیہ پٹنہ کے اجلاس میں شرکت کی غرض سے جارہے تھے۔ دارانگر اسٹیشن پر ریل گاڑی کے حادثہ میں زخمی ہوگئے تھے۔ ۱۴ رجب شب پنجشنبہ سنہ ۱۳۱۸ ہجری کو بمقام پٹنہ جام شہادت نوش فرمایا تھا۔ وہیں غسل دیکر قطب بہار سید العرفاء حضرت مولانا سید شاہ امین احمد منیری نے نماز جنازہ پڑھائی تھی، ۱۷ رجب کو اسپیشل ٹرین کے ذریعہ لاش بدایوں لائی گئی تھی مزار شریف درگاہ قادری میں پختہ واقع ہے۔ مولانا حسن رضا خاں[1] بریلوی نے قطعہ تاریخ وفات لکھا تھا۔

عالم کامل، طبیبِ نامدار — عبد قیوم آں وحید روزگار
از شہادت مرتبہ اعلیٰ گرفت — روح پاکش رفت در دار القرار
ماتمی از فوتِ اُو اہلِ جہاں — نوحہ خواں اندر فراقش روزگار
تا کجے ایں گریہ نالہ تا کجے — تا کجے باشی حسنؔ تو اشک بار

صبر کن تاریخ رحلت خوش لیں
شد بجنت عالم عالی وقار

۱۳ ھ ۱۸

(تاریخ اولیائے بدایوں، تذکرہ علمائے اہل سنت۔ اکمل التواریخ)

حضرت مولانا شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ

مولانا شاہ عبد القادر کا نام ہندوستان کے اُن جلیل القدر علماء میں سرورق لکھا جاتا ہے جنھوں نے ردّ وہابیت میں سرگرم کوشش کی ہے۔ اپنے وقت کے

---

[1] مولانا حسن رضا خان اعلیحضرت فاضل بریلوی کے چھوٹے بھائی تھے ۲۲ رمضان سنہ ۱۳۲۶ ہجری کو وصال ہوا تھا، مزار بریلی شریف میں ہے۔ داغ دہلوی کے تلامذہ میں تھے

امام تھے۔ والد ماجد پیار میں محب رسول کہتے تھے۔ گروہ علماء میں امام اہلسنت اور تاج الفحول مشہور تھے۔ شہر کے لوگ تعظیماً بڑے مولوی صاحب کے نام سے یاد کرتے تھے۔ والد ماجد کا اسم گرامی سیف اللہ المسلول شاہ معین الحق حضرت مولانا فضل رسول تھا۔ امیر المومنین خلیفۃ المسلمین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں تھے آپ کے مورث اعلیٰ قاضی دانیال قطری سلطان محمد غوری کی سپاہ میں قاضی عسکری تھے ملک قطب الدین ایبک کے ہمراہ بدایوں تشریف لائے تھے۔ آپ کا خاندان بدایوں کے ذی حلم، عالی نسب، حامی دین اور باوقار خاندانوں میں ہے۔ سلسلہ نسب درج ذیل ہے۔

مولانا شاہ عبدالقادر بن مولانا شاہ فضل رسول بن، مولانا شاہ عبدالمجید قادری بن مولانا عبدالحمید بن مولوی محمد سعید بن مولوی محمد شریف بن مولانا محمد شفیع بن شیخ مصطفیٰ بن مولانا عبدالغفور بن شیخ عزیز اللہ بن شیخ کریم الدین بن شیخ محمد بن شیخ معروف بن شیخ مودود بن شیخ عبدالشکور بن شیخ راجی دیوبندی بن شیخ سعید الدین بن قاضی رکن الدین المخاطب بہ قاضی شمس الدین عثمانی بن قاضی دانیال قطری بن شیخ حاجی شہید بن شیخ ابراہیم بن شیخ اسحٰق بن شیخ عبدالکریم ثانی بن محمد شریف بن شیخ نوراللہ بن شیخ عبدالحق بن شیخ محمد فردوس بن شیخ انیس محمد بن شیخ محمد رافع بن شیخ عبدالکریم بن شیخ عبدالرحیم بن شیخ عبدالرحمٰن بن شیخ آبان عدنی بن امیر المومنین خلیفۃ المسلمین سیدنا و مولانا حضرت عثمان بن عفان رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

۱۷ رجب المرجب ۱۲۵۳ ہجری کو بدایوں مولوی محلہ میں پیدا ہوئے تھے۔ تاریخی نام مظہر حق رکھا گیا تھا۔ بدایوں میں رہ کر مولانا نور احمد عثمانی سے تعلیم حاصل کی تھی۔ بعد ازاں مولانا فضل حق خیر آبادی کی خدمت میں پہنچ کر زانوئے تلمذ تہہ کیا

تھا۔ مکہ شریف جاکر امام المحدثین حضرت مولانا جمال عمر مکی سے حدیث کی سند دینے کی اجازت حاصل کی تھی۔ خانوادۂ قادریہ میں اپنے پدر عالیقدر کے مرید و خلیفہ تھے ان کے وصال کے بعد صاحب سجادہ ہوئے تھے۔ اعلیٰ حضرت، مجدد ملت، امام اہلسنت، مفتی اعظم، مولانا، مولوی احمد رضا[1] خاں فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ سے آپ کے خصوصی تعلقات تھے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اکثر آپ سے ملنے بدایوں تشریف لاتے تھے۔ آپ ہی نے ان کو مارہرہ شریف لے جاکر حضرت شاہ آلِ رسول رحمتہ اللہ علیہ کا مرید کرایا تھا۔ عالم باعمل، حامل زہد و تقویٰ، صاحب کرامت بزرگ تھے۔ حج کے سفر کے دوران بخاری شریف کا اس قدر ورد کیا تھا کہ قریب قریب حفظ ہوگئی تھی۔ حافظ قرآن بھی تھے۔ ہنگام طفولیت کبھی سیر و تماشا خلاف شرع کی طرف رغبت نہ فرمائی۔ نہ کبھی تعزیئے دیکھنے گئے۔ طے الارض کے عامل تھے۔ نماز جمعہ مکہ معظمہ پہنچ کر حرم شریف میں ادا کرتے تھے۔ بے شمار اشخاص آپکے مرید تھے۔ دربار غوثیت میں حضوری کا شرف حاصل تھا کہ معظمہ میں آپ کو تجلیات باری کا دیدار ہوا تھا۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے قصیدہ مدحیہ آپ کی شان میں لکھا ہے جس کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

زبدۃ الاتقیاء محب رسول — عمدۃ الازکیاء محب رسول
آج قائم ہے دم قدم سے ترے — دین حق کی بنا محب رسول
مصطفےٰ کا ہوا خدا کا ہوا — اب جو تیرا ہوا محب رسول
بزم احزاب ندوہ کا سہرا — تیرے ماتھے رہا محب رسول

---

[1] ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ کو بریلی میں پیدا ہوئے تھے ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ ہجری مطابق ۱۹۲۰ء کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف بریلی محلہ سوداگران میں ہے

رفض و تفضیل و ندویت کا گلا — تیرے ہاتھوں کٹا محب رسول
مورث فضل مجدد آبا ہوا — وارث الانبیاء محب رسول
تجھ پہ فضلِ رسول کا سایہ — مجھ پہ سایۂ ترا محب رسول
اور تو اور شیخ تجھ سے ملا — اس سے بڑھ کر ہے کیا محب رسول
اس کے در تک رسائی تجھ سے ملی — تو ہوا رہنما محب رسول
مجھ پہ لازم ہے تیرا شکر نعم — مجھ پہ لازم دعا محب رسول
میں بھی دیکھوں جو تو نے دیکھا ہے — روزِ سعی و صفا محب رسول
صفا مروہ پہ تو نے جو دیکھا — وہ مجھے بھی دکھا محب رسول

ابوالکلام مولانا آزاد[1] اپنی کتاب تذکرہ میں لکھتے ہیں میرے والد عقائد میں شدید تھے۔ ان کے سامنے اگر کوئی مسئلہ پیش ہوتا تھا تو پوچھتے تھے۔ مولانا عبدالقادر بدایونی کا اس مسئلہ میں کیا خیال ہے۔ علماء میں یہی ایک ہستی ایسی تھی جسے وہ مستند تسلیم کرتے تھے

تصنیف و تالیف کا بھی شوق تھا۔ متعدد کتابیں ردّ وہابیت میں لکھی تھیں۔ یہ بات عام طور پر مشہور ہے۔ جمعہ کے دن آپ بہلی کرایہ کر کے مکان سے روانہ ہوتے تھے اور میل دو میل چل کر بہلی چھوڑ کر چلے جاتے تھے۔ پھر اسی بہلی میں بیٹھ کر گھر واپس آجاتے تھے۔ کسی کو معلوم بھی نہ تھا آپ کہاں جاتے ہیں۔ ایک بار حاجیوں کا قافلہ جب واپس آیا تو انھوں نے کہا ہم نے بڑے مولوی صاحب کو بھی مکہ معظمہ میں دیکھا تھا۔ اس وقت یہ راز کھلا کہ آپ ہر جمعہ کو بہلی میں بیٹھ کر طے الارض کے ذریعہ مکہ شریف جاتے تھے۔ اس سال حج اکبر ہوا تھا۔ اس واقعہ کے چند ماہ بعد ہی آپ کا وصال ہو گیا تھا۔

۱۷ جمادی الاول ۱۳۱۹ھ ہجری تاریخ وصال ہے، ۱۸ جمادی الاول کو دفن کئے گئے تھے۔ حضرت جلیل مانک پوری نے قطعہ تاریخ وصال لکھا تھا۔

عبدقادر خدائے غوث وری — واد ریشاز خلق رخصت شد

---

[1] ابوالکلام مولانا آزاد کا نام سید محی الدین تھا۔ قبر شریف دہلی میں ہے۔

پئے سال وفات گفت جلیل کامل عصر قطب جنت شد

۱۳۱۹ھ

مزار اقدس درگاہ شریف میں ہے۔

{ تاریخ اولیائے بدایوں۔ اکمل التواریخ۔ حدائق بخشش تذکرۂ علماء اہلسنت
وفات نامہ۔ گنجینۂ مظہر حق۔ مولانا شاہ عبدالحمید سالم صاحب کے ارشادات }

حضرت مرزا بادل بیگ رحمۃ اللہ علیہ

مرزا محمد صدیق نام تھا اور مرزا بادل بیگ عرفیت تھی۔ والد ماجد کا اسم گرامی مرزا احمد علی بیگ تھا اور دادا کا محمد بیگ۔ بدایوں محلہ قبول پورہ کے باشندہ تھے سرکار برطانیہ کے عہد میں سروے آف انڈیا میں ملازم تھے بعد میں ملازمت چھوڑ کر درویشی اختیار کرلی تھی رات کے وقت حضرت شاہ ولایت صاحب کی درگاہ کے باہر سیڑھیوں پر بیٹھ کر ذکر و شغل کرتے تھے۔ ایک شب حضرت شاہ ولایت صاحب نے عالم واقعہ میں آپ کو اپنا مرید کر کے اجازت بیعت فرمائی تھی۔ عامل و شاغل مرد کامل تھے۔ حضرت سلطان العارفین صاحب اور حضرت شاہ ولایت صاحب کے آستانوں پر روزانہ صبح و شام حاضری دیتے تھے۔ بکثرت اشخاص مرید تھے۔ متعدد کو خلافت سے سرفراز فرمایا۔ آپ کے خلفاء میں شاہ غلام قادر خاں خاص طور پر قابل تذکرہ ہیں۔ ۱۴ شعبان ۱۳۱۹ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف حضرت شاہ ولایت صاحب کی درگاہ سے ملحق جانب جنوب جداگانہ حریم کے اندر پختہ واقع ہے۔ آپ کے شرقی پہلو میں آپ کے پسر اور خلیفہ **کلن میاں** آسودہ ہیں۔ ان کے جانب شمال بگوشہ شرقی حضرت **میر مردان علی** شہید کا مزار ہے۔ حریم کے گوشہ جنوب مشرق میں **مولوی عبدالغفار عثمانی** اور ان کی اہلیہ اور **شاہ غلام قادر**

خاں مدفون ہیں بگوشہ جنوب مغرب مرزا مقبول بیگ مرزا یعقوب بیگ بی بی زینب النساء، مریدہ مرزا بادل بیگ اور مقصود بیگ مدفون ہیں۔

(تاریخ اولیائے بدایوں۔ پیرزادہ سید امتیاز حسین صاحب کے معلومات۔ ہفتاد الاولیاء)

حضرت مُلّا عنایت حسین خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

مُلّا عنایت حسین خاں بریلی کے رہنے والے قوم کے افغان پڑھے لکھے شخص تھے محکمہ دیوانی میں ناظر تھے۔ بعد میں ملازمت چھوڑ کر درویشی اختیار کر لی تھی۔ حضرت شاہ نصیر الدین چشتی بریلوی کے مرید و خلیفہ تھے۔ پیر و مرشد کی خدمت میں رہ کر مدارج فقر طے کئے تھے اور ان کے صاحب سجادہ ہوئے تھے۔ نہایت منکسر مزاج، ہر دلعزیز صاحب فہم و ذکا، شب بیدار، تہجد گزار، عابد و زاہد صاحب وجد و حال صوفی تھے۔ حاجی حرمین شریفین تھے۔ تصنیف کا بھی شوق تھا۔ ۴ شعبان ۱۳۱۹ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف حضرت چوٹیا والے میاں صاحب کی درگاہ کے احاطہ میں ہے۔

(تاریخ اولیائے بدایوں نیاز و ناز)

حضرت میاں برکو شاہ مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

برکت اللہ نام تھا برکو شاہ مشہور تھے۔ والد ماجد کا اسم گرامی میاں رحمت اللہ تھا دہلی کے رہنے والے تھے۔ حافظ قرآن، واقف اسرار جلی و خفی، صاحب تصرف، اہل خدمت تھے۔ میاں سید عبد اللہ[1] چشتی دہلوی کے مرید و خلیفہ تھے۔ ۱۳۱۱ھ ہجری میں بدایوں کے صاحب خدمت ہو کر آئے تھے۔ چند یوم حضرت خواجہ حسن افغان طوسی کے آستانہ پر مقیم رہے تھے۔ اس کے بعد رنڈیوں کے چکلے میں مسماۃ ولائیتی طوائف کے دروازہ پر فروکش ہو گئے

---

[1] میاں سید عبد اللہ چشتی کا وصال ۱۳۰۳ھ ہجری میں ہوا تھا۔ مزار شریف بمقام دہلی صابر بخش کے باغیچہ میں ہے

تھے۔ وہاں سے اُٹھ کر سوتھا محلہ میں عبدالخالق حجام کی منڈیا میں قیام پذیر ہوئے تھے دراز قامت، اوسط اندام، سانولے رنگ کے اڈھیر عمر سالک مجذوب تھے۔ کتابی چہرہ، سینہ کشادہ، ہاتھ پاؤں دراز، آنکھیں چمکیلی، سر اور داڑھی مونچھ منڈی ہوئی، لنگوٹا باندھے اور کبھی کبھی بالکل برہنہ، موٹا سونٹا ہاتھ میں لئے، گودڑ کی گٹھری بغل میں دبائے سر پر بار بار ہاتھ پھیرتے ہوئے دیوانہ وار نیچی نگاہ کئے بازار لونگی کوچوں میں گھومتے رہتے تھے۔ جو ملتا تھا اس سے پیسے مانگتے تھے مگر آگے بڑھ کر کسی کو دیدیتے تھے یا اس پیسے کو دیکر حجامت بنوالیتے تھے۔ دن میں کئی بار حجامت بنتی تھی۔ کچھ دن نابینا بھی رہے تھے پھر خود بخود سنبھلے ہو گئے تھے۔ غلام محمد عرف گپو کو اپنا خلیفہ بنایا تھا۔ ۲۷ محرم ۱۳۲۶ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ قاضی حوض پر دفن کئے گئے تھے۔ مزار پختہ بنا ہے۔

(تاریخ اولیائے بدایوں)

حضرت مولوی عبیداللہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ

مولوی عبیداللہ شاہ شیخ حمیدالدین گنوری کی اولاد میں تھے، سلسلہ نسب درج ذیل ہے۔

مولوی عبیداللہ شاہ بن شیخ محمد حسین بن حافظ ریاست اللہ بن شیخ حیات اللہ بن شیخ امین اللہ بن شیخ احسان اللہ بن مولوی فیض اللہ بن شیخ محمد انبیاء بن شیخ محمد یوسف عرف پیارے بن شیخ عبدالجلیل عرف شیخ چاند بن قاضی محمود قاضی آنولہ۔ اولاً اپنے والد سے تعلیم حاصل کی تھی بعدہٗ لکھنؤ جاکر علماء فرنگی محلی سے تکملہ کیا تھا۔

مرید و خلیفہ حضرت شیخ قل ھو اللہ شاہ چشتی صفی پوری کے تھے۔ صاحب عشق، اہل سماع، صوفی مشرب بزرگ تھے۔ لوگوں کا رجحان کثرت سے آپ کیطرف

تھا۔ قبولیت عظیم رکھتے تھے۔ ہر روز مجلس سماع اپنے مکان پر منعقد کراتے تھے اور خواجہ غریب نواز کی فاتحہ کراتے تھے۔ ۱۶ شوال ۱۳۲۵ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف متصل درگاہ حضرت شاہ جھنڈہ صاحب حضرت حاجی احسان اللہ شاہ کے مزار سے جانب شرق تخمیناً سو قدم کے فاصلہ پر ہے۔

حضرت میاں عبداللہ شاہ صحرائی رحمتہ اللہ علیہ

میاں عبداللہ شاہ نام تھا۔ زیادہ گھومنے پھرنے کی وجہ سے میاں عبداللہ شاہ صحرائی کہلاتے تھے۔ حضرت خواجہ شمس الدین ابوالفضل سید شاہ آل احمد مارہروی عرف اچھے میاں رحمتہ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ خرقہ خلافت پانے کے بعد بدایوں تشریف لائے تھے اور محلہ شہباز پور میں ایک بالاخانہ پر مقیم ہو گئے تھے۔ دراز قامت، چھریرہ بدن اور سفید خشخاشی داڑھی کے مرد مسن تھے۔ کمبل کا ٹوپا اور کمبل ہی کا آدھی آستینوں کا کرتہ پہنتے تھے۔ گیروا رنگ کا پشتون سا پاجامہ ہوتا تھا۔ ٹخنوں تک تسموں دار فوجی بوٹ چڑھائے رہتے تھے۔ سپاہیانہ وضع رکھتے۔ کوڑا ہاتھ میں رہتا تھا۔ سبز گھوڑی پر سواری کرتے تھے۔ مشرب رندانہ اور طریقہ قلندرانہ رکھتے تھے جذبہ بہت تھا۔ شان جلالی تھی۔ شراب بہت پیتے تھے۔ اسی کی فرمائش کرتے تھے طوائفیں آپ کے پاس اکثر آتی تھیں۔ انھیں سے پاؤں دبواتے تھے۔ پولیس والے بھی آپ کو گھیرے رہتے تھے۔ وہی آپ کی گھوڑی کو دانہ گھاس کھلاتے تھے۔ جس طوائف سے پاؤں دبوا لیتے تھے اس کا مقصد پورا ہو جاتا تھا۔ جس سپاہی سے کوئی خدمت لیتے تھے اس کی ترقی ہو جاتی تھی۔ اہل خدمت محروم نہیں رہتے تھے۔ کشف قلوب اور علم باطنی میں کمال حاصل تھا۔ صاحب نظر، اہل یقین سالک مجذوب تھے۔ اہل حاجت سے جو

شیرینی منگاتے تھے یا وہ خود لاتے تھے اس پر حضرت پیران پیر غوث اعظم دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ دلا کر حاضرین کو تقسیم کرا دیتے تھے. صبح و شام گھوڑی پر سوار ہو کر دیہات اور شہر کا گشت لگاتے تھے. آن واحد میں میلوں کی مسافت طے کر لیتے تھے. جاڑوں کے موسم میں رات کے وقت کھورجی کے گرم جھاڑ میں گھس بیٹھتے تھے. صبح کو صحیح و سالم نکل آتے تھے. بہت بڑے صاحب خدمت تھے. ایک دن خود بخود اٹھ کر قصبہ اعلیٰ پور چلے گئے تھے اور تادم واپسیں وہیں قیام رہا، ۳۰ شوال ۱۳۲۶ھ ہجری کو وصال ہوا تھا. ڈیڑھ سو سال سے زیادہ عمر پائی. مزار شریف قصبہ اعلیٰ پور پرگنہ اوسہت میں سڑک کنارہ پختہ واقع ہے. مجاور رہتا ہے.

(تاریخ اولیائے بدایوں)

حضرت میاں لطف علیشاہ رحمۃ اللہ علیہ

لطف علی نام تھا شیخ غلام علی کے بیٹے تھے. قریشی الاصل تھے. آبائی وطن لاہور تھا. وہاں کی سکونت ترک کر کے آپ کے مورثان دہلی چلے آئے تھے. بعد ازاں فیض آباد جا کر بود و باش اختیار کی تھی. اودھ کے بادشاہ نصیر الدین حیدر کے زمانہ میں لکھنؤ پہنچ کر محلہ کٹڑہ ابو تراب خاں میں سکونت اختیار کی تھی. خاندان آپ کا نواب زادگان کے نام سے مشہور تھا. لکھنؤ ہی میں آپ کی ولادت ہوئی تھی. وہیں تعلیم و تربیت پائی تھی. حضرت شاہ مبتلا حسین عرف میاں جان عظیم آبادی کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا. انھیں کے حکم سے ۱۲۷۹ھ ہجری میں بدایوں آ کر رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا تھا. نہایت عابد و زاہد، خدا آگاہ بزرگ تھے. رات دن گوشہ نشیں رہ کر عبادت و ریاضت کرتے تھے. توکل پر گزران تھی. سماع کے بہت شوقین تھے. علم کیمیا، ریمیا، سیمیا میں بھی دستگاہ تھی. مزاج میں

استغنا بہت تھا کوئی طمع نہ تھی۔ ہر شخص سے نرمی سے بات کرتے تھے۔ بعد نماز فجر حضرت شاہ ولایت صاحب کے آستانہ پر حاضری دیتے تھے۔ صاحب کشف و کرامت تھے۔ ۱۰ محرم ۱۳۲۹ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف حضرت شاہ ولایت قدس سرہ کی درگاہ کے باہر عیدگاہ شمسی کے پیچھے جنوبی چبوترہ پر پختہ واقع ہے۔ آپ کے مزار سے جانب شمال بگوشہ غرب میاں محمد سعید[1] خاں کا مزار ہے اور جانب شمال بگوشہ شرق پیر جی ارشد علی[2] کا مزار ہے۔ پیر جی صاحب کے پائیں ان کے مرید منشی عبدالعزیز خاں کی قبر ہے (تاریخ اولیائے بدایوں)

حضرت حافظ مولیٰ بخش کاسہ گر رحمۃ اللہ علیہ

مولا بخش نام تھا۔ شیخ شان اللہ کے بیٹے تھے جن کی قبر حضرت پیر بودلہ صاحب کے پائیں ہے۔ آپ کے مورثان متقدمین شرفا بدایوں سے تھے۔ نسلی سلسلہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا تھا۔ مورث اعلیٰ شیخ محمد الیاس قریشی ولد حافظ محمد نجیب اللہ مکی سنہ ۶۰۶ ہجری میں سادات مشہدی کے ہمراہ بدایوں تشریف لائے تھے اور بیرون قلعہ چھڑیا تلے بود و باش اختیار کی تھی۔ شیخ الیاس کی اولاد میں شیخ یوسف کوزہ گر ہوئے جو شیخ حمید الدین گنوری کے ہمعصر تھے۔ ان کی اولاد کافی مدت تک وہاں مقیم رہی۔ بعد ازاں محلہ کانسین میں حضرت پیر بودلہ صاحب کے مزار کے قریب اقامت گزیں ہوئے تھے۔ وہاں کی سکونت ترک کر کے محلہ ابراہیم پور میں سکونت اختیار کی تھی۔ آبائی پیشہ کرتے تھے آپ کی ولادت محلہ کانسین میں ہوئی

---

[1] میاں محمد سعید خاں کا وصال ۱۶ جون ۱۹۵۶ء کو ہوا تھا [2] پیر جی ارشد علی کا وصال ۲۶ ذی قعدہ سنہ ۱۳۸۲ ہجری کو ہوا تھا۔ دونوں حضرات حضرت شیخ ابوبکر موی تاب کے مزار اقدس سے فیض یافتہ تھے۔

تھی۔ نواب بخف علیخاں مشہور میاں بخف شاہ قادری قادر گنجوی کے مرید وخلیفہ تھے۔ انھوں نے حضرت اچھے میاں مارہروی رحمتہ اللہ علیہ سے خلافت حاصل کی تھی پڑھے لکھے ہوشیار، حافظ قرآن، عامل کامل منجملہ ارباب طریقت تھے۔ ورزش کا شوق تھا۔ درویشانہ وضع رکھتے تھے۔ گیروا کپڑے پہنتے تھے۔ گنڈے تعویذ بہت پُرتاثیر ہوتے تھے۔ اہل حاجت کا رجحان کثرت سے آپ کی طرف رہتا تھا۔ خداوند کریم نے ہاتھ میں برکت بھی دی تھی۔ بہت لوگوں کو قرآن حفظ کرایا پٹابازی کے بھی استاد تھے۔ ایام محرم میں اپنا اکھاڑہ لگاتے تھے۔ ۹ محرم سنہ ۱۳۳۰ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ بیرون شہر جانب شرقی ایک میل فاصلہ پر آراضی موضع نیک پور میں بڑے مشن کے پھاٹک کے سامنے سڑک سے جانب جنوب دفن کئے گئے تھے۔

حافظ عزیز اللہ[1] خاں صاحب ساکن محلہ سوکھا آپ کے ہی شاگرد تھے۔

(حاجی حبیب اللہ خاں ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر سے معلومات۔ تاریخ اولیائے بدایوں)

حضرت مولانا شاہ عبدالمقتدر رحمتہ اللہ علیہ

آپ کے جدامجد حضرت سیف اللہ المسلول نے آپ کا نام محمد عبدالمقتدر رکھا تھا۔ والد ماجد پیار میں مولانا کہتے تھے۔ عرفا میں مطیع الرسول اور گروہ علما میں سرکار صاحب الاقتدار کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔ عوام میں بڑے مولانا صاحب مشہور تھے۔ والد ماجد کا اسم گرامی تاج الفحول حضرت مولانا شاہ عبدالقادر تھا۔ ۱۱ جمادی الآخر سنہ ۱۲۸۳ ہجری کو بدایوں محلہ مدوی محلہ میں آپ کی ولادت ہوئی تھی

---

[1] حاجی حافظ عزیز اللہ خاں ساکن محلہ سوکھا گلی مراثیان حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب کے مرید تھے پیرومرشد نے حبیب غوث کا خطاب مرحمت فرمایا تھا۔ درگاہ شریف کے احاطہ میں خوابگاہ ہے۔

تاریخی نام غلام پیر رکھا گیا تھا۔ چھ سال کی عمر تک اپنے دادا کی آغوش تربیت میں نشوونما پائی تھی۔ اس کے بعد استاد العلماء مولانا نور احمد عثمانی سے نیز اپنے والد بزرگوار سے علوم دینی اور دنیوی کی تعلیم حاصل کی تھی۔ مرید و خلیفہ اور صاحب سجادہ اپنے والد محترم کے تھے۔ شجرہ طریقت درج ذیل ہے۔ مولانا شاہ عبدالمقتدر مرید و خلیفہ مولانا شاہ عبدالقادر مرید و خلیفہ مولانا شاہ فضل رسول مرید و خلیفہ مولانا شاہ عبدالمجید قادری مرید و خلیفہ خواجہ شمس الدین ابوالفضل حضرت مولانا سید شاہ آل احمد مارہروی عرف اچھے میاں مرید و خلیفہ مولانا سید شاہ حمزہ مرید و خلیفہ سید شاہ آل محمد مرید و خلیفہ سید شاہ برکت اللہ مرید و خلیفہ سید شاہ فضل اللہ مرید و خلیفہ شاہ سید احمد مرید و خلیفہ شاہ سید محمد مرید و خلیفہ شیخ جمال الاولیاء مرید و خلیفہ قاضی ضیاء الدین شیخ جیا مرید و خلیفہ شیخ محمد بھکاری مرید و خلیفہ سید ابراہیم ایرجی مرید و خلیفہ سید بہاء الدین مرید و خلیفہ سید احمد جیلانی مرید و خلیفہ مولانا سید حسن مرید و خلیفہ مولانا سید موسیٰ مرید و خلیفہ مولانا سید علی مرید و خلیفہ مولانا سید محی الدین مرید و خلیفہ مولانا سید ابی صالح مرید و خلیفہ مولانا سید عبدالرزاق مرید و خلیفہ غوث الاعظم حضرت سید عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی مرید و خلیفہ شیخ ابی سعد المخرومی مرید و خلیفہ شیخ ابوالحسن ہنکاری مرید و خلیفہ شیخ ابوالفرح طرطوسی مرید و خلیفہ شیخ عبدالواحد تیمی مرید و خلیفہ شیخ ابوبکر شبلی مرید و خلیفہ شیخ جنید بغدادی مرید و خلیفہ شیخ سری سقطی مرید و خلیفہ شیخ معروف کرخی مرید و خلیفہ امام علی رضا مرید و خلیفہ امام موسیٰ کاظم مرید و خلیفہ امام جعفر صادق

مرید و خلیفہ امام محمد باقر مرید و خلیفہ امام زین العابدین مرید و خلیفہ سید الشہدا، امام حسین علیہ السلام مرید و خلیفہ امیر المومنین امام المتقین خلیفۃ المسلمین حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرید و خلیفہ خاتم النبین سید المرسلین احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

آپ کے فضائل اور خصائص احاطہ تحریر میں لانا محال ہیں۔ بچپن ہی سے طبیعت زہد و اتقاء کی طرف مائل تھی۔ عبادت و ریاضت میں زیادہ وقت صرف کرتے تھے۔ مرد بزرگ اور درویش کامل تھے روحانی قوت بہت تھی۔ پوشاک بہت معمولی پہنتے تھے اور غذا نہایت سادہ استعمال کرتے تھے۔ اپنے والد بزرگوار کا بے حد ادب کرتے تھے۔ کبھی نظر ملا کر گفتگو نہ کی۔ وعظ بہت فرماتے تھے اوائل عمری میں آپ کے مواعظ حسنہ رنگینی الفاظ اور فراوانی جذبات سے مملو ہوتے تھے بعد میں سلاست اور سادگی اختیار کر لی تھی۔ بزرگان طریقت کے نقش قدم پر چلتے تھے۔ دو مرتبہ حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے۔ ایک بار اماکن متبرکہ کی زیارت کے سلسلہ میں بغداد شریف، نجف اشرف اور کربلائے معلےٰ تشریف لے گئے تھے۔ نہایت نیک طینت، خدا ترس بزرگ تھے۔ بے شمار اشخاص آپ کے مرید ہوئے تھے۔ بیسیوں کو دولت فقر سے نوازا۔ حضرت مولانا عبد الماجد بدایونی اور حضرت مولانا شاہ عبد القدیر آپ کے خلفائے گرامی تھے۔ متعدد اشخاص کو درس دے کر سند الفراغ عطاء کی حضرت مولانا شاہ سید محمد کچھوچھوی محدث اعظم نے بھی آپ کے روبرو حدیث شریف کا دور کر کے سند حاصل کی تھی۔ ۲۵ محرم ۱۳۳۴ ہجری کو وقت فجر بحالت نماز عین سجدے میں جاں بحق تسلیم ہوئے تھے۔ مزار اقدس درگاہ شریف میں ہے۔

(تاریخ اولیائے بدایوں۔ اکمل التواریخ۔ تذکرۃ الواصلین)

حضرت مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب بریلوی اور حضرت مولانا حاجی حافظ شاہ عبد المجید محمد سالم عثمانی بلاوتی کے ارشادات

حضرت حافظ گجی بزرگ رحمۃ اللہ علیہ

مجاہد الدین نام تھا۔ حافظ گجی مشہور تھے۔ اس زمانہ میں ایک حافظ گجی اور تھے لہٰذا امتیاز کی غرض سے اُن کو حافظ گجی خورد[1] اور آپ کو حافظ گجی بزرگ کہتے تھے والد ماجد کا اسم گرامی شیخ مبارز الدین حیدر متولی تھا۔ نسلاً شیخ صدیقی تھی۔ سلسلہ نسب درج ذیل ہے۔

مجاہد الدین بن شیخ مبارز الدین بن شیخ وہاب الدین بن حافظ غلام قطب الدین بن شیخ مقیم الدین بن شیخ درویش محمد بن شیخ احمد بن شیخ کریم اللہ بن ملا یوسف بن شیخ محمد بن شیخ سعد اللہ بن شیخ آدم بندگی متولی (ان کا حال اس کتاب میں موجود ہے)

ماہ ذی الحجہ ۱۲۵۱ھ ہجری میں بمقام بدایوں آپ کی ولادت ہوئی تھی۔ یہیں نشو و نما پاکر تعلیم حاصل کی تھی اور قرآن مجید حفظ کیا تھا۔ طب کی تعلیم اولاً حکیم محمد اسحٰق قادری بدایونی سے حاصل کی تھی بعد میں لکھنؤ جاکر حکیم یعقوب خاں لکھنوی حکیم ثناء الدولہ لکھنوی۔ حکیم محمد علی خاں لکھنوی اور حکیم سید دستگیر لکھنوی سے تکملہ کیا تھا۔ شعر و سخن سے بھی رغبت رکھتے تھے اور خواجہ بہادر حسین فراق لکھنوی اور نواب مصطفےٰ خاں شیفتہ دہلوی کے شاگرد تھے۔ قطب زماں حضرت سید شاہ آل رسول مارہروی کے مرید ہوکر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ رات دن ذکر و شغل میں مصروف رہتے تھے۔ طبیب حاذق، صوفی صادق، حاجی حرمین شریفین، زائر روضۂ رسول الثقلین، عابد و زاہد، شب بیدار، تہجد گزار بزرگ تھے۔ جس پتھر پر نماز پڑھتے تھے اس پر سجدے کرنے کرتے نشان بن گیا تھا۔ پیر و مرشد کے بیحد شیدائی تھے۔ ہر وقت تصور کئے رہتے تھے۔ ہر سال ماہ ربیع الاول میں بکثرت بارہ محافل میلاد النبی منعقد کراتے تھے جس میں

---

[1] حافظ گجی خورد کا نام حافظ حاجی محمد احمد فرشوری تھا۔ شاہ احسان اللہ فرشوری کے فرزند تھے۔ یکم جمادی الثانی ۱۳۲۶ھ ہجری کو وصال ہوا تھا قبر شریف بدایوں میں حکیم والے باغ کے جانب غرب ہے۔

علماء، مشائخ اور شعراء اپنے مواعظ حسنہ اور کلام بلاغت نظام سے سامعین کو محظوظ فرماتے تھے۔ شاعری کا مذاق بہت ستھرا اور پاکیزہ تھا۔ ذاکر تخلص فرماتے تھے۔ ۲۹ صفر ۱۳۲۴ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ خوابگاہ اندرون شہر سوتھا محلہ میں نبی خانہ کے گوشہ شمال مشرق میں منجملہ تین قبور جانب غرب پختہ ہے۔ بالین مزار مادہ تاریخ مرزا اقدس ذاکر پتھر پر کندہ نصب تھا۔ نبی خانہ گر کر مٹی کا ڈھیر ہو گیا ہے صرف غربی دیوار موجود ہے کسی زمانہ میں اس جگہ شیخ برکت اللہ فیل نشیں کا دیوان خانہ تھا۔

(تاریخ اولیائے بدایوں)

حضرت مولانا محب احمد قادری رحمتہ اللہ علیہ

عبدالرسول محب احمد پورا نام تھا۔ شیخ حمید الدین گنوری کی اولاد میں نسلاً شیخ صدیقی تھے۔ بدایوں میں پیدا ہوئے تھے۔ یہیں نشو ونما پاکر حضرت مولانا شاہ عبدالقادر محب رسول اور مولانا نور احمد عثمانی سے تحصیل علم کی تھی۔ حضرت مولانا شاہ ابوالحسن احمد نوری مارہروی سے بھی اکتساب کیا تھا۔ حضرت مولانا شاہ فضل رسول کے مرید تھے۔ مشرب قادری تھا۔ بزرگان طریقت کے نقش قدم پر چلتے تھے۔ صاحب زہد و اتقاء منبع جود و سخا، مخزن علوم و فنون، حامل شریعت، اہل طریقت، عارف باکمال، صاحب حال و قال، صوفی اکمل اور عالم باعمل تھے۔ اکابر علمائے ہند میں آپ کا شمار تھا۔ تردید دین نجدی وہابی میں اپنے استاد کے شانہ بشانہ رہے۔ رد وہابیہ اور رد آریہ میں متعدد کتابیں لکھیں۔ اولاً جامعہ برکاتیہ مارہرہ میں طلباء کو درس دیا بعدہٗ مدرسہ شمس العلوم بدایوں میں شیخ الحدیث رہے۔ عمر طیبی پائی۔ ۱۲ ربیع الآخر ۱۳۴۱ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ خواب گاہ درگاہ قادری کے احاطہ میں ہے۔ مجھے یہ فخر حاصل ہے کہ مولانا نے میری رسم تسمیہ خوانی ادا کرائی تھی۔ (مولانا عبدالحمید محمد سالم صاحب کے فرمودات و بابو غلام جیلانی سے معلومات)

حضرت شاہ غلام قادر خاں رحمتہ اللہ علیہ

شاہ غلام قادر خاں کے والد کا اسم گرامی میاں غوث محمد خاں جیلانی تھا ۱۸۳۶ء میں پیدا ہوئے تھے۔ محلہ ابراہیم پور میں جھنڈے والی مسجد کے قریب رہتے تھے ہفتاد اولیاء میں آپ کے ایک مرید نے عبدالقادر خاں نام لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے علم ظاہری سے نابلد تھے صرف قرآن مجید پڑھا تھا مگر علوم باطنی آپ پر منکشف ہو گئے تھے حضرت مرزا بادل بیگ سہروردی کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ منجملہ ارباب طریقت تھے۔ بہت لوگوں کو راہ عرفاں دکھائی۔ آپ کے خلفاء میں شیخ محمد آفاق زیدی ساکن قصبہ رٹول ضلع میرٹھ خاص طور پر قابل تذکرہ ہیں۔ یکم ذی قعدہ ۱۳۴۲ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف مرزا بادل بیگ صاحب کی حریم کے اندر جانب جنوب بگوشہ شرق منجملہ تین قبور جانب غرب لخت واقع ہے۔

(تاریخ اولیائے بدایوں ہفتاد اولیاء)

حضرت میاں بیل رحمتہ اللہ علیہ

میاں بیل کہیں باہر سے تشریف لائے تھے۔ اپنے وقت کے صاحب خدمت تھے۔ ہر وقت جذب و استغراق کا عالم طاری رہتا تھا۔ کسی طرف التفات نہ کرتے تھے صاحب تصرف اور صاحب کرامت تھے۔ جسم گداز اور قد میانہ تھا۔ ایک لنگوٹے کے سوا دوسرا کپڑا بدن پر نہ ڈالتے تھے۔ برہنہ سر اور برہنہ پا رہتے تھے۔ بغل میں کپڑوں کی گٹھری ہوتی تھی۔ لپکتے جھپکتے خطیرہ روزانہ جاتے تھے۔ ہاتھ میں چاندی کے کڑے پہنے رہتے تھے۔ بچے ان کو گھیر کر پیسے طلب کرتے تھے۔ کبھی دیتے چلے جاتے تھے اور کبھی یہ کہہ کر چلے جاتے تھے واپس آکر دوں گا اس وقت بابے میاں کے

سلام کو جا رہا ہوں۔ شہر کے لوگ آپ کا بہت احترام کرتے تھے۔ شنجولپور میں رہتے تھے ۱۳۲۷ھ ہجری میں واصل حق ہوئے۔ سوت ندی کے کنارہ دفن کئے گئے تھے مقبرہ تعمیر کرا دیا تھا۔ جانب شرقی میاں پیران دفن ہیں

(چشم دید۔ مولوی وحید احمد مسعود کے فرمودات)

حضرت میاں اُوئی رحمۃ اللہ علیہ

میاں اُوئی بدایوں کے صاحب خدمت ہو کر کہیں باہر سے تشریف لائے تھے۔ رات پکے تال برگزارتے تھے صبح ہوتے ہی ٹکٹ گنج کے چوراہے پر آ کر بیٹھ جاتے تھے۔ اہلِ دل، اہلِ یقین صاحب تصرف تھے۔ فربہ اندام میانہ قد، سر اور داڑھی مونچھ منڈی۔ چیچک رو، سانولا رنگ اور آنکھیں چمکدار تھیں۔ ایک ہاتھ میں کسی درخت کی موٹی شاخ کا چھلا ہوا عصا لئے ہوئے دوسرے ہاتھ سے ناریل کا حقہ پیتے ہوئے۔ بغل میں ٹاٹ کی گٹھری دبائے، سر پر ٹاٹ کا انڈوا تسمہ چڑھائے جس طرح گورکھا سپاہی اپنی ٹوپی کا تسمہ لگاتے ہیں۔ برہنہ پا۔ کبھی مسکراتے ہوئے اور کبھی بڑبڑاتے ہوئے آہستہ آہستہ شہر کی گلیوں میں پھرا کرتے تھے۔ بیل کے ہمعصر تھے مگر دونوں کبھی ایک جگہ اکٹھے نہ ہوئے۔ ناریل کا حقہ بہت پیتے تھے کسی سے کچھ طلب نہ کرتے تھے۔ حجامت دن میں کئی بار بنتی تھی جب ان کے وصال کا زمانہ نزدیک آیا تو شاہ جہندہ صاحب والی چنگی کی چوکی میں فروکش ہو گئے تھے۔ وہیں جان سپرد آفرینندۂ جاں کی۔ شاہ جہندہ صاحب کی درگاہ کے متصل جانب جنوب اندر حدود آراضی باغ موسومہ عبدالعزیز خاں بلند چبوترہ پر دفن کئے گئے تھے۔

(چشم دید۔ بابو احمد حسین منصرم سے معلومات)

حضرت میاں چپّا شاہ مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

بدایوں میں تین مجذوب چپّا شاہ نام کے ہوئے ہیں۔ ایک وہ تھے جن کا نام امیر اللہ عرف امیر شاہ تھا۔ قندھار کے باشندہ تھے اور عادل شاہ کے بیٹے تھے۔ شاہ کابل کی فوج میں ملازم تھے بعد میں ملازمت چھوڑ کر دہلی چلے گئے تھے۔ حضرت میر محمد شفیع چشتی نظامی دہلوی کی نظر فیض اثر کی بدولت مرتبہ کمال کو پہنچ کر ۱۱۰۰ھ ہجری میں بدایوں تشریف لائے تھے خواجہ سید احمد بخاری کی درگاہ کے بن میں ایک ٹوٹی قبر کے اندر رات کو قیام کرتے تھے۔ صبح ہوتے ہی نکل کر شہر کی سمت چلے آتے تھے۔ خواجہ سید احمد صاحب کی درگاہ کے خادم سید یاد علی سے خلوص ہو جانے کے باعث یہاں سے تبدیل کر دیئے گئے تھے۔ خدا معلوم کہاں چلے گئے۔ دوسرے وہ تھے جن کا نام قائم بن اعظم تھا اور منی پور ضلع لاہور کے رہنے والے تھے۔ شیخ قلندر شاہ قریشی بھکاری لاہوری کے مرید تھے۔ ۱۳۱۱ھ ہجری میں بدایوں کے صاحب خدمت ہو کر آئے تھے صرف چار چھ مہینے یہاں رہے تھے اس کے بعد خدا معلوم کہاں چلے گئے۔ تیسرے چپّا شاہ وہ تھے جن کا نام عبد الوحید تھا۔ عبد المجید کے فرزند ارجمند تھے اور کاکوری کے رہنے والے تھے۔ شاہ علی اکبر قلندر کاکوروی کی نظر فیض اثر نے ان کو مرتبہ کمال کو پہنچا دیا تھا۔ میاں برکو شاہ کے پردہ کر جانے پر بدایوں تشریف لائے تھے۔ یہ بھی خواجہ سید احمد صاحب کی درگاہ کے جوار میں رات بسر کرتے تھے۔ دن بھر شہر کے گلی کوچوں اور بازاروں میں پھرا کرتے تھے۔ سانولے رنگ کے نوجوان تھے۔ چھریرہ بدن تھا۔ داڑھی مونچھ کچھ نہیں تھی۔ ہر موسم میں برہنہ رہتے تھے کبھی کبھی لنگوٹ باندھ لیتے تھے۔ بہت تیز چال سے سیدھے ہاتھ کو جھٹکتے ہوئے کہاروں کی طرح ہوں ہوں کرتے ہوئے نظر سامنے کئے ہوئے شہر کی سڑکوں پر ہو کر گزر جاتے تھے۔ کسی سے بولتے نہ تھے لوگ خود ہی روک کر چلم پلا دیتے تھے۔ جب ان کی

شہرت ہونے لگی تو ۱۳۳۳ھ ہجری میں کسی دوسری جگہ چلے گئے تھے۔

(تاریخ اولیائے بدایوں)

حضرت مولانا عبد الماجد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عبد القیوم کے خلف اکبر اور مولانا عبد الحامد[1] بدایونی مہاجر پاکستان کے بڑے بھائی مولانا عبد الماجد بدایوں کے مشہور و معروف عثمانی خاندان کے ممتاز فرد تھے۔ ۴ شعبان ۱۳۰۴ھ ہجری کو بدایوں مولوی محلہ میں آپ کی ولادت ہوئی تھی۔ منظور حق تاریخی نام رکھا گیا تھا۔ چودہ سال کی عمر میں سایہ پدری سر سے اٹھ گیا تھا۔ تاج الفحول حضرت مولانا شاہ عبد القادر محب رسول کے تربیت یافتہ تھے۔ بدایوں مدرسہ قادریہ میں مولوی عبد المجید آنولوی[2]۔ حضرت مولانا شاہ عبد المقتدر قادری، مولانا محب احمد قادری اور مولوی محمد ابراہیم بدایونی سے علوم رسمی و حقیقی کی تعلیم حاصل کی تھی۔ ۱۳۲۰ھ ہجری میں دستار بندی کی فضیلت سے سرفراز ہوئے تھے۔ بعد ازاں دہلی جا کر حکیم غلام رضا خاں اور حکیم عبد الرشید سے طب کی تعلیم حاصل کی تھی۔ سرکار صاحب الاقتدار حضرت مولانا شاہ عبد المقتدر قادری مطیع الرسول کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا

---

[1] مولانا عبد الحامد بدایونی ۱۳۱۸ھ ہجری میں بمقام دہلی پیدا ہوئے تھے۔ مولانا عبد القدیر صاحب رضا و دیگر علمائے عصر سے تعلیم حاصل کی تھی۔ ہندوستان کے جلیل القدر علماء میں تھے۔ تحریک خلافت اور آل انڈیا مسلم لیگ کے ممتاز رکن رہے۔ ۱۹۴۷ء عیسوی میں ہجرت کر کے پاکستان چلے گئے تھے۔ کراچی میں بود و باش تھی۔ پاکستان کے ذی اقتدار لوگوں میں تھے۔ ۲۱ جولائی ۱۹۷۰ء کو وصال ہوا۔ قطب المشائخ حضرت مولانا سید محمد مختار اشرف بکھوچھوی نے نماز جنازہ پڑھائی تھی۔

[2] مولوی عبد المجید آنولوی کا وصال ۱۳۶۱ھ ہجری میں ہوا تھا۔ حضرت شاہ ابو العلاء صاحب کی درگاہ واقع آگرہ میں دفن ہیں

ملی اور ملکی تحریکات کے سرگرم کارکن رہے تھے۔ بدایوں کی مایۂ ناز ہستیوں میں آپ کا شمار تھا۔ عراق اور حجاز میں سیاحی کی تھی۔ بغداد شریف اور مدینہ طیبہ کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے۔ پنڈت موتی لال نہرو، مسیح الملک حکیم اجمل خاں، مولانا محمد علی خاں جوہر اور مہاتما گاندھی سے خصوصی تعلقات تھے۔ ان کے ساتھ تمام ہندوستان کا دورہ کیا تھا خلافت کمیٹی اور آل انڈیا نیشنل کانگریس کے ممتاز رکن رہے تھے عالم، فاضل، صاحب وجد و حال، اہل ذوق و شوق، متوکل، فدائے ملت، حامل شریعت اور منجملہ ارباب طریقت تھے۔ شعر و سخن سے بھی رغبت تھی۔ منظور تخلص تھا نثر و نظم دونوں شعبوں میں طبع آزمائی فرماتے تھے تقریر پر منظر کرتے تھے تقریر میں عمامہ کے بل کھل جاتے تھے اور عباء کے دامن ہوا میں لہرانے لگتے تھے۔ سامعین پر عجیب و غریب کیفیات طاری ہو جاتی تھیں۔ جلسہ کبھی کشت زعفران بن جاتا تھا اور کبھی مجلس عزاء۔ کبھی قہقہے بلند ہوتے تھے اور کبھی آہ و بکا کا شور اٹھتا تھا۔ سنہ ۱۳۵۰ ہجری میں آل انڈیا مسلم کانفرنس میں شرکت کی غرض سے لکھنؤ تشریف لے گئے تھے راجا صاحب سلیم پور کے مہمان ہوئے تھے۔ وہیں اچانک طبیعت علیل ہو گئی۔ دست و قے کے سبب ضعف و نقاہت ایک دم بڑھ گئی اور ۳ر شعبان سنہ ۱۳۵۱ ہجری کو مطابق ۱۴ر دسمبر سنہ ۱۹۳۲ء واصل حق ہوئے۔ آپ کے فرزند ارجمند مولانا عبدالواحد عثمانی آپ کے ساتھ تھے۔ موٹر کے ذریعہ نعش بدایوں لائی گئی تھی تقریر کے اختتام پر شہادت کی دعا مانگتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی۔ نہلا کفنا کر جنازہ جب تیار ہوا تو چند قطرے لہو کے ناک سے جاری ہوئے اور پھر جنازہ قبر میں اتارتے وقت تک تازہ خون اچھل اچھل کر نتھنوں سے بہتا رہا تھا۔ عید گاہ شمسی میں حضرت مولانا شاہ عبدالقدیر صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی تھی۔ درگاہ قادری کے جنوبی دالان میں پیر و مرشد کے پائیں آرام فرما رہے ہیں۔ اسی دالان کے اندر جانب شرق آپ کے والدین آسودہ ہیں۔ (چشم دید۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ تذکرہ علمائے اہلسنت)

حضرت مولانا قطب الدین برہمچاری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا قطب الدین برہمچاری حضرت مولانا حکیم سخاوت حسین چشتی کے فرزند ارجمند تھے۔ قصبہ سہسوان ضلع بدایوں میں پیدا ہوئے تھے۔ اولاً اپنے والد ماجد سے تعلیم حاصل کی تھی بعدہٗ علیگڈھ پہنچ کر مفتی لطف اللہ سے تکمیل علوم کی تھی۔ حضرت مولانا شاہ سید محمد اسلم خیرآبادی سے بیعت تھے۔ قطب المشائخ حضرت مخدوم سید شاہ علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی سے اجازت و خلافت حاصل کی تھی۔ سترہ سال بنارس کے مندر میں پنڈتوں سے ہندی اور سنسکرت کی تعلیم حاصل کی تھی۔ بعد ازاں کلکتہ جاکر پیارو قوال سے فن موسیقی سیکھا تھا۔ اپنے وقت کے مشاہیر علماء میں تھے۔ تقریر بے نظیر کرتے تھے۔ منجملہ ارباب طریقت اور اہلِ باطن تھے۔ متھرا، ہردوار اور بدایوں میں تبلیغ اسلام کرکے بے شمار اشخاص کو مسلمان کیا۔ ۱۸ رمضان سنہ ۱۳۵۰ ہجری کو واصل حق ہوئے تھے۔ حضرت مولانا خواجہ سید مصباح الحسن پھپھوندوی نے نماز جنازہ کی امامت فرمائی تھی۔ مزار شریف قصبہ سہسوان میں جامع مسجد کے جانب شمال مقبرہ کے اندر پختہ واقع ہے۔

(تذکرہ علمائے اہلسنت۔ چشم دید۔ صوفی خلعت اللہ شاہ کے فرمودات)

حضرت مولانا سید یونس علی محدث رحمۃ اللہ علیہ

مولانا سید یونس علی کے والد ماجد کا اسم گرامی سید ذوالفقار علی تھا آپ کے مورث قصبہ سنبھل ضلع مراد آباد سے نقل سکونت کرکے بدایوں تشریف لائے تھے اور سوتھا محلہ میں بود و باش اختیار کی تھی۔ سلسلہ نسب درج ذیل ہے۔

مولانا سید یونس علی بن سید ذوالفقار علی بن سید شہامت علی بن سید احسان علی

بن سید اسلم علی بن سید عبدالہادی بن سید ہدایت اللہ بن سید ابوالمعانی بن سید عبدالغفار بن سید صدر جہاں بن سید محمود ثانی بن سید احمد ثانی بن سید محمد بن سید کمال الدین بن سید علاء الدین بن سید نصر اللہ بن سید جمال اللہ بن مخدوم شاہ بدر الدین بن مخدوم شاہ عبدالرزاق بن مخدوم شاہ عبداللہ تقی بن مخدوم شاہ نظام الدین بن مخدوم شاہ عبداللہ قتال بن مخدوم جہانیاں جہاں گشت بن مخدوم سید احمد کبیر بن مخدوم سید جلال الدین حیدر سرخ بخاری بن سید علی بن سید جعفر بن سید محمد بن سید محمود بن احمد بن سید عبداللہ بن سید علی عسکری بن امام جعفر ثانی بن امام سید نقی بن امام سید تقی بن امام سید موسیٰ رضا بن امام سید موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن سید الشہداء امام حسین علیہ السلام بن امیر المومنین حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ

مولانا سید یونس علی ۱۲۸۳ھ ہجری میں بمقام بدایوں محلہ سوتھا پیدا ہوئے تھے۔ ابتدائی تعلیم بدایوں میں حاصل کی تھی بعدہٗ مولانا حافظ احمد بن مولانا قاسم نانوتوی مولانا سید ہدایت علی بریلوی اور مولانا محمد حسین سنبھلی سے درس حاصل کیا تھا اس کے بعد دہلی جاکر مدرسہ نظیریہ میں مولانا سید نظیر حسن دہلوی سے تکملہ حدیث کیا تھا۔ دستار بندی کی فضیلت سے سرفراز ہوکر بدایوں واپس آئے تھے۔ حضرت مولانا شاہ فضل رحمن[1] گنج مراد آبادی سے ارادت رکھتے تھے عالم باعمل تھے۔ شرک و بدعت سے اجتناب تھا۔ زہد و تقویٰ میں

---

[1] حضرت مولانا شاہ فضل رحمن گنج مراد آبادی کا وصال ۲۳ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ ہجری کو ہوا تھا۔ مزار شریف گنج مراد آباد ضلع اناؤ میں ہے۔

ضرب المثل تھے۔ اتباعِ قرآن اور سنتِ نبوی نصب العین تھا۔ شب و روز یادِ الٰہی میں مشغول رہتے تھے شانِ محدثانہ رکھتے تھے مگر محافلِ میلاد میں شرکت فرماتے تھے۔ رجحانِ طبع کسی قدر مولانا نظیر حسن دہلوی کے عقائد کی طرف تھا سنا ہے جناب آپ سے تعلیم حاصل کرتے تھے۔ ۳ر صفر ۱۳۵۹ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف حضرت سلطان العارفین صاحب کی درگاہ کے بن میں مولانا سید علاء الدین اصولی کے مزار سے جانب شرق چبوترہ پر پختہ واقع ہے۔

(چشم دید۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ مولوی آصف علی کے ارشادات)

حضرت مولانا محمد ابراہیم رحمتہ اللہ علیہ

مولانا محمد ابراہیم حضرت مولانا شاہ محب احمد قادری کے فرزند ارجمند تھے۔ نسلی سلسلہ امیر المومنین خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا تھا۔ شیخ حمید الدین گنوری کی اولاد میں تھے۔ بدایوں میں پیدا ہوئے تھے۔ یہیں نشو و نما پاکر سرکار صاحب الاقتدار نیز اپنے والد ماجد سے درسِ نظامی کی تکمیل کرکے سندِ الفراغ حاصل کی تھی۔ تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر محب رسول کے مرید تھے۔ حضرت مولانا شاہ عبدالمقتدر مطیع الرسول سے خلافت حاصل کی تھی۔ زاہد و پرہیزگار، عابد و شب بیدار، صاحبِ علم و عمل، اہلِ ذوق و شوق منجملہ ارباب باطن تھے۔ درس و تدریس کا مشغلہ تھا۔ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شیدائی تھے ملفوظات کبیر کا اردو ترجمہ کیا تھا۔ کچھ دن قصبہ کھپوند ضلع اٹاوہ میں معلمی کے فرائض انجام دیئے تھے اس کے بعد قصبہ داؤں ضلع علیگڈھ جاکر مدرسہ حافظیہ سعیدیہ میں صدر مدرس ہوگئے تھے۔ مولانا عبدالماجد صاحب کے اصرار پر بدایوں چلے آئے تھے اور

مدرسہ شمس العلوم میں منتہی طلباء کو درس دیتے تھے۔ بمبئی کی مسجد کھڑک میں بہت دنوں تک امامت کے فرائض بھی انجام دیئے تھے ۵ ربیع الاول ۱۳۷۶ ہجری کو بعمر اسّی سال وصال ہوا تھا۔ درگاہ شریف میں دفن کئے گئے تھے۔

(تذکرۂ علمائے اہلسنت۔ چشم دید)

حضرت مولانا شاہ ایثار علی رحمۃ اللہ علیہ

محمد ایثار علی نام تھا اور ابوالخیار کنیت۔ مولوی میاں کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔ بدایوں کے شہرۂ آفاق شیخ طریقت، حضرت مولانا شاہ دلدار علی مذاق قادری چشتی زنبیل شاہی کے خلف الصدق تھے۔ ۱۰ شوال ۱۲۹۰ ہجری کو بدایوں محلہ قاضی ٹولہ میں پیدا ہوئے تھے۔ خیرات الاولیاء تاریخی نام رکھا گیا تھا۔ تعلیم و تربیت اولاً اپنے والد مکرم سے بدایوں میں رہ کر پائی تھی بعد ازاں مفتی حافظ علی احمد اللہ[1] مذنب بدایونی سے اور مولانا سید یونس علی محدث بدایونی سے فقہ، اصول فقہ اور حدیث کی کتابیں پڑھی تھیں۔ اس کے بعد تکمیلِ علوم کے لئے مولوی یداللہ سنبھلی کے روبرو زانوئے تلمذ تہہ کیا تھا۔ مرید و خلیفہ اور صاحب سجادہ اپنے والد محترم کے تھے عابد و زاہد، شب بیدار، اہل ورع و پرہیزگار، حاجی حرمین شریفین تھے۔ رات دن تلاوت قرآن مجید اور ورد و وظائف میں مشغول رہتے تھے۔ فرصت کے لمحات کتب بینی میں صرف کرتے تھے، زیادہ تر خلوت و عزلت پسند تھی۔ مجالس میلاد شریف میں بڑے خلوص سے شرکت فرماتے تھے۔ عالم جوانی میں خود بھی سیرت حبیب پاک سرور کائنات نبی

---

[1] حافظ علی احمد اللہ مذنب کا وصال ۱۳۲۹ ہجری میں ہوا تھا خوابگاہ حضرت مذاق میاں کے جوار میں ہے۔

آخرالزماں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کا مشغلہ رہا۔ باوجود کبرسنی اور ضعیف العمری اماکن متبرکہ کی حاضری شعار تھی۔ مجالس سماع میں بڑی رغبت سے شریک ہوتے تھے۔ تقسیم ہند کے بعد بھی آپ نے اپنے آبائی مکان کو نہ چھوڑا۔ قاضی ٹولہ ہی میں مسکن گزیں رہے۔ حسن اخلاق اور زہد و اتقاء سے غیر مذہب والوں کو اپنا گرویدہ بنالیا تھا ۱۳۷۲ھ ہجری میں آپ کے مسکونہ مکان میں آتش زدگی کا واقعہ رونما ہوا تھا جس سے تقریباً ایک لاکھ روپے کا مالی نقصان ہونے کے علاوہ آپ کا بیش بہا کتب خانہ بھی نذر آتش ہوگیا تھا اسی میں کشف العطاء فی احوال الصحابہ الصفاء اور کشف المعانی جیسی نادر و نایاب کتابیں بھی جل کر خاکستر ہوگئی تھیں آپ کے خلفاء اور مریدین میں آپ کے فرزند اکبر مولوی محمد اخیار علی جن کا وصال ۱۳۷۱ھ ہجری میں ہوگیا اور چھوٹے صاحبزادہ حاجی مولوی محمد اسرار علی شائق مولانا حاجی سعدالدین سنبھلی، صوفی ناظر حسین بریلوی، مولوی حیدر محمد خاں صاحب جاورہ، مولوی سبط عباس ہاشمی، شیخ ولایت اللہ شاہجہانپوری، ابرار علی عرف بادشاہ میاں خلف حاجی محمد اسرار علیشاہ خاص طور پر قابل تذکرہ ہیں، ۲۴ شعبان ۱۳۷۹ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف حضرت مذاق میاں صاحب کی درگاہ کے اندر مشرقی دالان میں خام واقع ہے پائیں آپ کے فرزند مولوی اخیار علی مدفون ہیں۔

(تاریخ اولیائے بدایوں ۔ چشم دید)

حضرت مولانا شاہ عبدالقدیر رحمۃ اللہ علیہ

مولانا شاہ عبدالقدیر کے والد کا اسم گرامی اعلیٰحضرت، امام اہلسنت، تاج الفحول، مولانا شاہ عبدالقادر محب رسول تھا اور دادا کا نام نامی سیف اللہ المسلول

حضرت مولانا شاہ فضل رسول تھا۔ ۱۲۰۳ھ ہجری میں سرکار صاحب الاقتدار کی ولادت کے وقت حضرت سیف اللہ المسلول نے حضرت تاج الفحول کو ایک اور فرزند کی بشارت دی تھی اور یہ بھی فرمایا تھا ان صاحبزادہ کا نام محمد عبدالقدیر رکھنا۔ چنانچہ ۱۱ شوال ۱۳۱۱ھ ہجری کو آپ کی ولادت پر تاریخی نام عاشق الرسول محمد عبدالقدیر رکھا گیا تھا۔ امام العلماء اور شیخ المشائخ کے القاب سے یاد کئے جاتے تھے طفولیت ہی میں سایۂ پدری سر سے اٹھ گیا تھا۔ شفیق بھائی کے سایۂ عاطفت میں تعلیم و تربیت پائی تھی۔ مولانا محب احمد قادری بدایونی کے روبرو زانوئے تلمذ تہہ کیا تھا اس کے بعد ریاست ٹونک جاکر مولانا[1] برکات احمد سے تعلیم حاصل کی تھی بعد ازاں رام پور جاکر مولانا سید عبدالعزیز سے تکملہ علوم کیا تھا اور سند الفراغ حاصل کی تھی۔ اپنے بڑے بھائی حضرت مولانا شاہ عبدالمقتدر سرکار صاحب الاقتدار کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا کئی بار بصرہ، بغداد شریف، کربلائے معلیٰ کوفہ، نجف اشرف، توریج، موصل، کرکوک، حما شریف زبیریہ، اعظمیہ اور مسیب جاکر اماکن متبرکہ کی زیارت کی تھی۔ دو مرتبہ حج بیت اللہ اور زیارت سے مشرف ہوئے تھے۔ ۱۳۴۳ھ ہجری میں خانہ کعبہ کے اندر غسل میں شرکت کی تھی۔ حرم نبوی اور روضۂ مطہر کی خلوت خاص میں باریاب ہوئے تھے۔ دو مرتبہ فلسطین کا دورہ کیا تھا۔ پہلی مرتبہ مفتی اعظم فلسطین کے بے حد اصرار پر آپ نے مسجد اقصیٰ میں جمعہ کی نماز پڑھائی تھی جس زمانہ میں فرنگیوں کی شہ پر اہل نجد نے حجاز پر حملہ کیا تھا آپ وہیں موجود تھے۔ شریف حسین والی مکہ کا دور حکومت آپ کی موجودگی میں ختم ہوا تھا۔ برطانوی افواج

---

[1] مولانا سید برکات احمد ٹونکی کا وصال یکم ربیع الاول ۱۳۴۷ھ ہجری کو ہوا تھا۔

کے ہاتھوں حجاز کے مقدس مقامات کی بے حرمتی دیکھ کر آپ فرنگیوں سے بدظن ہو گئے تھے۔ وطن واپس آکر تحریک خلافت میں شریک ہو گئے تھے اور کھدر پوشی اختیار کر لی تھی انگریزوں کی دست درازیاں دیکھ کر لاہور میں کل ہند کانفرنس بلائی تھی اور خطبہ صدارت پڑھا تھا۔ مسجد شہید گنج کی واپسی کے لئے قبلہ عالم حضرت پیر جماعت علیشاہ محدث علی پوری کے دوش بدوش رہے تھے ۱۳۴۸ھ ہجری میں شہریار دکن نواب میر عثمان علی خاں کے بے حد اصرار پر آپ نے ریاست کے مفتی اعظم کا عہدہ قبول کر لیا تھا۔ جب انگریزوں نے عرب اکثریت کا فلسطین میں توازن برباد کرنے کی غرض سے ارض مقدس میں باہر سے لاکر یہودیوں کو آباد کرنا شروع کیا تو آپ نے دوبارہ شام و فلسطین کا دورہ کیا تھا۔ یہ دورہ آپ کا فلسطینی حکومت کے قیام سے قبل ہوا تھا۔ دوسری بار جب آپ حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے تو سلطان ابن سعود نے آپ کو اپنے دربار میں بہر ملاقات بلایا تھا۔ دوران گفتگو بات حکومت کے نظم و نسق تک پہنچ گئی تھی۔ ابن سعود نے سوال کیا تھا۔ سعودی آئین اور سعودی حکومت کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ آپ نے نہایت بیباکی سے جواب دیا تھا۔ سعودی حکومت اور سعودی آئین کسی طرح بھی حجاج بن یوسف کی حکومت اور اس کے آئین سے کم نہیں۔ یہ سنتے ہی سلطان کے چہرہ کا رنگ بدل گیا تھا مگر کچھ سوچ کر یہی کہتے بنی تھی مجھے آپ کی جسارت پر حیرت بھی ہے اور خوشی بھی۔ میں آپ کی صاف گوئی کی قدر کرتا ہوں چلتے وقت خلعت اور تحائف پیش کئے تھے مگر آپ نے ان کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا اور یہ کہتے ہوئے چلے آئے تھے۔ میں شاہ دکن کے دربار کا مفتی اعظم ہوں آپ کی خلعت پہن کر ان کے دربار میں جانا نہ صرف میرے لئے باعث شرم ہوگا بلکہ اعلیٰ حضرت نظام دکن کی بھی توہین ہوگی۔ سلطان کو یہ بات سخت ناگوار ہوئی تھی مگر زبان سے کچھ نہ کہا تھا۔ خفت مٹانے

کی غرض سے بضد ہو کر ایک خوبصورت گھڑی بطور یادگار آپ کو دیدی تھی لیکن ساتھ ہی ساتھ ایک گشتی حکم بھی اس امر کا نافذ کر دیا تھا کہ آج کی تاریخ سے مولانا عبدالقدیر کا داخلہ سعودی عرب میں ممنوع قرار دیا جاتا ہے چنانچہ اس تاریخ کے بعد آپ حج بیت اللہ نہ جا سکے حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خاص عقیدت رکھتے تھے۔ ان کے نام کے ہی شیدائی نہ تھے بلکہ ہر سال بغداد شریف جا کر مزار اقدس کی زیارت بھی کرتے تھے۔ ۴۵ بار بغداد شریف گئے تھے۔ وہاں سے فیض عظیم پایا تھا۔ رسم غلاف پوشی اپنے دست مبارک سے ادا کرتے تھے۔ ایک بار حضور غوث پاک کے دیدار مبارک سے بھی مشرف ہوئے تھے۔ نہایت عابد و زاہد، شب بیدار، حاجی حرمین شریفین، بے باک، نڈر، عالم و فاضل، عشق و محبت میں سرشار، واقف رموز پروردگار تھے۔ ہمہ اوقات ذکر و شغل میں مصروف رہتے تھے۔ اپنی ظاہری حالت میں باطن کو چھپائے رہتے تھے۔ قطب المشائخ تھے کسی شخص کو اپنی زبان سے برا نہیں کہا۔ دینی امور کے ساتھ ساتھ دنیوی امور کی انجام دہی بھی کرتے تھے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد مدرسہ قادریہ کے منتہی طلباء کو درس دیتے تھے اور وعظ بھی فرماتے تھے۔ وعظ میں استدلال کا رنگ ہوتا تھا کسی طالب علم کی کتاب ہاتھ میں لیکر درس نہیں دیا۔ جو عبارت اس نے پڑھی اس کا مطلب فوراً اس طرح بیان کیا گویا یہ مفہوم آپ کے ذہن میں پیشتر سے تھا۔ شیخ کے وصال کے بعد مسند سجادگی کو رونق بخشی تھی۔ حلقہ مریدین بہت وسیع تھا۔ سترہ سال حیدرآباد میں مفتی اعظم رہے۔ دولت آصفیہ سے مبلغ ایک ہزار پانسو روپیہ ماہانہ تنخواہ ملتی تھی۔ پولیس ایکشن کے بعد جب ریاست بھارت سرکار میں ضم ہو گئی تو آپ کو مبلغ دو سو پچاس روپے ماہانہ پنشن مقرر کر دی گئی تھی جو بحساب سکہ کلدار مبلغ دو سو روپے دو آنے ہوتے

تھے۔ یہ رقم آپ تاحیات صدر خزانہ بدایوں سے وصول کرتے رہے، ۶۸ سال کی عمر میں ۳ر شوال ۱۳۷۹ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ کئی ہزار اشخاص جنازہ کے ساتھ تھے کوئی اندازہ ہی نہیں لگایا جاسکا کتنے افراد تھے۔ ان میں حکام ضلع، عمائدین شہر، علماء مشائخ، صوفیاء، فقراء، سالکین، مساکین اور مجاذیب بھی تھے۔ عورتیں اور بچے چھتوں پر میت کے دیدار کی خاطر جمع تھے۔ مفتی اعظم حضرت مولانا شاہ مصطفےٰ رضا خاں صاحب بریلوی اور حضرت جیلانی میاں بھی سوم کی فاتحہ میں شریک ہوئے تھے۔ مزار شریف درگاہ قادریہ میں اپنے شیخ کے غربی پہلو میں پختہ واقع ہے عرس مبارک ۸ر شوال بغایتہ ۱۲ر شوال ہر سال نہایت اعلیٰ پیمانہ پر ہوتا ہے۔ مشائخ کرام اور علمائے عظام کثیر تعداد میں شرکت فرماتے ہیں۔ ان کے مواعظ حسنہ دلوں کو سرور و انبساط بخشتے ہیں۔ آپ کے وصال کے بعد جب آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا حافظ عبدالحمید سالم میاں صاحب حضور غوث پاک کے عرس میں شرکت کے لئے گئے تھے تو نقیب الاشراف پیرزادہ سید محمد ابراہیم صاحب نے حضور غوث پاک کے مزار کا غلاف یہ کہہ کر دیا تھا کہ حضرت غوث الاعظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں بشارت دی ہے کہ مولانا عبدالقدیر ہر سال ہماری قبر پر غلاف چڑھاتے تھے اب ان کی قبر پر ہمارا غلاف چڑھایا جائے۔

تاریخ اولیائے بدایوں۔ تذکرۂ علمائے اہل سنت۔ چشم دید۔ حضرت سالم میاں صاحب کے ارشادات۔ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب کے فرمودات

حضرت میاں نباشاہ مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

نبی بخش یا نبی احمد نام تھا۔ نباشاہ مشہور تھے۔ شیخ چمن کے بیٹے تھے۔ قوم کے سقہ اور بدایوں کے باشندہ تھے۔ سوتھ محلہ میں آبائی مکان تھا۔ پانی بھر کر گزر بسر

کرتے تھے اور نبی یا نبا کہہ کر پکارے جاتے تھے۔ ایک روز رات کے وقت خیل والی مسجد میں پانی بھرنے گئے وہاں خواجہ عقیل اور شاہ غیاث الدین شہداء کو بچشم ظاہر دیکھ کر جذبہ میں بھر گئے تھے۔ گھر سے نکل کر جنگلوں اور بیابانوں کی راہ لی تھی۔ ہر وقت بڑیں مارا کرتے تھے۔ جاڑا گرمی برسات ہر موسم میں گاڑھے کی کھنڈی پہنتے تھے اور گاڑھے کی لنگی باندھتے تھے۔ برہنہ سر اور برہنہ پا رہتے تھے۔ ایک ہاتھ میں بالٹی اور دوسرے میں عصا، ہوتا تھا۔ کاندھے پر فرد پڑی رہتی تھی۔ دن بھر دکان دکان گھوما کرتے تھے۔ اکثر بزازے میں آکر بیٹھ جاتے تھے اور راہ گیروں سے پیسے طلب کرتے تھے۔ جو کچھ ملتا تھا بالٹی میں اکٹھا کرتے رہتے تھے شام کو تمام پیسے ایک بزازکی دکان پر جمع کر دیتے تھے۔ کھانے کی چیزیں بچوں کو تقسیم کر دیتے تھے خواجہ سید عرب صاحب کی درگاہ کے متصل شاہی زمانہ کی ویران مسجد میں رات بسر کرتے تھے صبح ہوتے ہی مسجد سے نکل کر شہر کی جانب روانہ ہو جاتے تھے کھانے پینے کی مطلق پروا نہ تھی۔ صاحب تصرف اور منجملہ ارباب باطن تھے۔ علمائے وقت اور مشائخ طریقت بھی آپ سے خلوص رکھتے تھے ۷ رجب ۱۳۸۳ھ ہجری کو وصال ہوا تھا مزار شریف حضرت شاہ ولایت صاحب کے بن میں سڑک سے جانبِ شمال ہے۔ مقبرہ بنا ہے۔

(چشم دید۔ مولوی منیر احمد قادری سے معلومات)

حضرت میاں پھولن شاہ رحمۃ اللہ علیہ

رام گوپال نام تھا۔ ذات کے برہمن رہنے والے ناگپور کے تھے۔ دس سال کی عمر میں حضرت تاج الدین[1] بابا کے دست حق پرست پر توبہ کر کے مسلمان ہوئے تھے۔ غلام مصطفےٰ نام رکھا گیا تھا۔ انھیں کی صحبت میں رہ کر منازل فقر طے

[1] حضرت تاج الدین بابا کا وصال ۱۷ محرم ۱۳۴۲ھ ہجری کو ہوا تھا مزار شریف ناگپور میں ہے۔

کئے تھے۔ پیر و مرشد کے وصال کے بعد صحرانوردی اختیار کرلی تھی۔ گھومتے پھرتے بدایوں تشریف لائے تھے اور موضع سید پور میں قیام کیا تھا۔ سید پور سے بدایوں آکر مدرسہ قادریہ میں چند یوم مقیم رہے تھے۔ اس کے بعد سوتھ محلہ میں سید آل رسول کے مکان پر مسکن گزیں ہوگئے تھے۔ سید پور اکثر جاتے تھے۔ کاغذ کے پھول بنا کر فروخت کرتے تھے۔ اس لئے پھولن شاہ کہلاتے تھے۔ وہی گزر بسر کا ذریعہ تھا۔ کچھ دن بمبئی بھی رہ آئے تھے۔ مشرب قلندریہ تھا۔ بھنگ کا شوق کرتے تھے۔ صاحب کشف و کرامات تھے۔ محلہ کمانگران میں غلام محی الدین خاں رام پوری کے مکان پر ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۸۳ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف حضرت پیر مکہ صاحب کی درگاہ کے جانب غرب جداگانہ حریم کے اندر پختہ واقع ہے۔ سو برس سے زیادہ عمر پائی تھی۔

(چشم دید۔ منشی غلام محی الدین خاں سے معلومات)

حضرت حاجی عبدالرزاق رحمتہ اللہ علیہ

عبدالرزاق نام تھا۔ شیخ عبدالرحیم کے فرزند ارجمند تھے۔ بدایوں محلہ چودھری سرائے میں بود و باش تھی۔ بدایوں میں ہی پیدا ہوئے تھے۔ یہیں نشو و نما پاکر تعلیم حاصل کی تھی۔ پہلے علیگڈھ میں جوتوں کی دکان اور اور اینٹوں کا پزاوہ تھا۔ پھر بدایوں آکر یہی کاروبار شروع کر دیا تھا۔ علیگڈھ کے دوران قیام قرآن مجید حفظ کرلیا تھا۔ مولوی[1] عاشق احمد غزنوی کی صحبت میں رہ کر درویشی کا رنگ چڑھا تھا۔ حضرت مولوی شاہ عزیز بخش مہاجر مکی کے

---

[1] مولوی عاشق احمد غزنوی کا اصلی نام مولوی عظیم الدین تھا۔ شیخ نجم الدین غزنوی کے بیٹے تھے۔ شاہ عبداللہ نقشبندی اترولوی کے مرید و خلیفہ تھے اور حاجی حرمین تھے۔ ۱۹ ذی الحجہ ۱۲۹۷ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف قصبہ اترولی ضلع علیگڈھ میں ہے مولوی علی احمد خاں امیر کے مرید تھے۔

ہاتھ پر بیعت ہو کر خلافت حاصل کی تھی۔ وہ مرید و خلیفہ حضرت شاہ محمد عظیم ساکن الموڑہ کے تھے۔ یوں تو تمام خانوادوں کی پیروی کرتے تھے مگر سلسلہ چشتیہ صابریہ کا رنگ غالب تھا۔ تین مرتبہ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے تھے بظاہر امیر اور بہ باطن فقیر تھے۔ ہمہ اوقات ذکر و شغل میں مصروف رہتے تھے نہایت عابد و زاہد، شب بیدار، منجملہ ارباب باطن اور شیخ کامل تھے۔ تنہائی میں مشغولیت زیادہ پسند تھی۔ کبھی کبھی حضرت خواجہ سید احمد بخاری کی درگاہ والی مسجد میں بیٹھ کر ذکر و شغل کرتے تھے۔ حاجی ضیاء القادری لکھتے ہیں۔

حاصل تھا انھیں سلسلہ چشت میں خرقہ
تھے قادری انداز میں وہ صابری مشرب

۱۱ رمضان ۱۳۸۵ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ نماز جنازہ مولانا محمد ابراہیم سمستی پوری نے پڑھائی تھی خوابگاہ بیرون شہر جانب غرب متصل تکیہ موتی شاہ اپنے باغ میں ہے۔ پٹا بازی کے بھی ماہر تھے۔

(چشم دید۔ حاجی محمد احمد سے معلومات)

حضرت حاجی عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ

حاجی عبدالرحیم کے مورث اعلیٰ سلطان محمد غوری کی سپاہ میں بار برداری کی خدمات انجام دیتے تھے اور ۵۹۹ ہجری میں ملک قطب الدین ایبک کے ہمراہ بدایوں تشریف لائے تھے۔ بیرون قلعہ جانب مشرق بود و باش اختیار کی تھی حاجی صاحب ملا عبدالعزیز عطار کے فرزند ارجمند تھے۔ بدایوں میں پیدا ہوئے تھے یہیں نشو و نما پاکر تعلیم و تربیت حاصل کی تھی۔ کھنڈساری محلہ میں رہتے تھے درس نظامی کی تعلیم مولانا محب احمد قادری بدایونی، سرکار صاحب الاقتدار

حضرت مولانا شاہ عبدالمقتدر بدایونی اور مولانا محمد ابراہیم بدایونی سے حاصل کی تھی۔ مولانا عبدالماجد بدایونی، مولانا شاہ عبدالقدیر بدایونی اور پروفیسر ضیاء احمد بدایونی آپ کے ہم سبق رہے تھے۔ حضرت مولانا شاہ عبدالمقتدر قادری مطیع الرسول سے شرف بیعت حاصل تھا۔ آپ اور مولانا شاہ عبدالقدیر رحمۃ اللہ علیہ بیک وقت سرکار صاحب الاقتدار کے مرید ہوئے تھے بایں وجہ ہر دو بزرگان میں باہمی محبت و اخلاص تھا۔ آپ وجد عطاری کی دوکان کرتے تھے چنانچہ آپ نے بھی اوائل عمری میں یہی پیشہ اختیار کیا تھا بعد میں مٹی کے تیل کی ایجنسی لے لی تھی۔ نہایت کریم النفس، حلیم الطبع، منکسر مزاج صاحب جود و سخا، علوم رسمی و حقیقی سے آگاہ، عابد و زاہد، اہل ذوق و شوق، فنا فی الشیخ، منجملہ ارباب شریعت تھے۔ مشرب قادریہ تھا اور بزرگان طریقت کے نقش قدم پر چلتے تھے۔ صاحب علم ہونے کے باوجود کبھی اظہار علم نہیں کیا۔ شہرت سے ہمیشہ گریزاں رہے۔ سادہ لباس پہنتے تھے۔ بہت کم لوگ آپکی حقیقت سے واقف تھے تمام عمر آستانہ قادریہ کی خدمات انجام دیں۔ حضرت پیران پیر دستگیر شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انتہائی محبت و عقیدت رکھتے تھے۔ نام نامی سنتے ہی بے قرار ہو جاتے تھے۔ پینتیس (۳۵) بار حضور غوث پاک کے مزار اقدس کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے۔ پچیس مرتبہ حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب کے ہمراہ اور دس مرتبہ حضرت شیخ سالم مولانا عبدالحمید صاحب کے ہمراہ

لہ پروفیسر ضیاء احمد بدایونی ذی علم اور صاحب ثروت خاندان کے بزرگ تھے۔ مولوی محمد افضل سنبھلی کی اولاد میں تھے مسلم یونیورسٹی علیگڈھ میں فارسی کے پروفیسر اور ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ رہے تھے۔ ۷ جمادی الثانی ۱۳۹۳ ہجری کو واصل حق ہوئے۔ خواب گاہ علیگڈھ میں ہے۔

پیرزادگان بغداد شریف آپ کو طاؤس الملائکہ کے لقب سے یاد فرماتے تھے۔ دو مرتبہ زیارت حرمین شریفین سے بھی مشرف ہوئے تھے۔ عرب و عراق میں کافی سیاحی کی تھی شام و فلسطین بھی گئے تھے۔ علم الادویہ میں کمال حاصل تھا ۱۴ محرم ۱۳۹۴ ہجری کو روز جمعہ واصل حق ہوئے۔ مکان مسکونہ سے آخری آرام گاہ تک دو مرتبہ نماز جنازہ پڑھی گئی تھی۔ پہلی بار جامع مسجد شمسی میں مولانا اقبال حسین صاحب امام جامع مسجد و شیخ الحدیث مدرسہ قادریہ نے پڑھائی تھی۔ دوسری بار مدرسہ قادریہ کے اندر حضرت شیخ سالم مولانا حاجی حافظ عبدالحمید قادری زیب سجادہ قادریہ نے امامت فرمائی تھی۔ خوابگاہ درگاہ مجیدیہ میں میاں حبیب اللہ شاہ کابلی کے شرقی پہلو میں ہے۔ کم و بیش نوے سال کی عمر پائی۔ آخر وقت تک تحفظ حسمانی برقرار رہے۔ مولانا عبدالماجد بدایونی کی اور آپ کی تاریخ ولادت میں سال چھ مہینے کا فرق تھا۔

(چشم دید، حضرت پیر سالم میاں صاحب کے ارشادات)

حضرت میاں وزیر الدین رحمۃ اللہ علیہ

وزیر الدین نام اور بجو عرفیت تھی شیخ محمد موسیٰ کے بیٹے تھے اور مولوی محلہ میں جامع مسجد شمسی کے شمالی دروازہ کے سامنے رہتے تھے آبائی پیشہ نداّفی تھا۔ آپ نے علم طب پڑھ کر عطاری کی دوکان کی تھی قادری مشرب صوفی مسلک بزرگ تھے۔ علم تکسیر میں کمال حاصل تھا سخت سے سخت مصیبت زدہ آکر آپ کے گنڈے تعویذ لے جاتے تھے۔ ہر مذہب و ملت کے لوگ معتقد تھے۔ لڑکوں کو پڑھاتے بھی تھے۔ حضرت سید شاہ آل رسول مارہروی کے مرید و خلیفہ تھے۔ اہل حاجت کا رجحان آپ کی طرف بہت زیادہ تھا۔ یہ سب پیر و مرشد کا طفیل تھا ۱۴ رجب ۱۳۱۵ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ خوابگاہ درگاہ قادری کے راستہ میں شیوخ عثمانی کے قدیم قبرستان میں ہے۔

(تاریخ اولیائے بدایوں)

پانچویں مجلس

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

اور

اُن مشاہیر مردان خدا کے بیان میں جو بدایوں میں پیدا ہوئے تھے یا
جن کا قیام و فیض بدایوں میں رہا اور اب تک ہے

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

باعثِ تخلیق آدم، واسطۂ ہدایت بنی آدم، باطن میں مربی ارواح، ظاہر میں متمم اشباح، مقصود معتکفانِ مقصورۂ افلاک، مقصد ساکنان مظمورۂ خاک، جامع نسخۂ امکان و وجوب، موجب رابطۂ طالب و مطلوب، مظہر حقیقت فرد انیت، مظہر صورت رحمانیت، سرّ مکتوم غیب لاہوت، طلسم معدم گنج جبروت، نور انوار الٰہی، سرّ اسرار جمال خداوندی، عقل اول، ترجمانِ ازل، سرور کائنات، فخر موجودات، رحمت للعٰلمین، راحت العاشقین، شفیع المذنبین، سید المرسلین، خاتم النبین، امام المتقین، شمس العارفین، سراج السالکین، مصباح المقربین، محب الفقراء، والغرباء والمساکین محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم دینا کے پہلے نور اور آخری نبی ہیں۔

جس طرح آپ کی مدح و ثناء احاطۂ تحریر میں نہیں لائی جاسکتی اسی طرح آپ کی آل کامل الاصول کے کمالات اور اصحاب وافر النصاب کی صفات حصر و احصار سے باہر ہیں۔ سب اسی دریا کی لہریں ہیں اور اسی آفتاب کی کرنیں۔ جو فیض آج تک جاری ہے اور جو نور اب تک دین میں چمک رہا ہے آپ ہی کی وساطت سے ہے۔ ہر لہر کی علیحدہ آب داری ہے اور ہر کرن کی جداگانہ تابداری ہے۔ کوئی صدق و صفا کے ساتھ موصوف ہے کوئی عدل و داد سے معروف ہے۔ کوئی سجیۂ حیا ہے کوئی علم بے انتہا

خاتم نبوت کا خلافت نامہ خاتم ولایت کی مہر سے تمام ہوا۔ اس کے بعد خاتم ولایت سے کتنے شجرات و ثمرات پیدا ہوئے کہ درخت طوبیٰ کی طرح ان کے کمالات ہر طرف سایہ فگن ہو گئے اور تمام عالم جمال ولایت کے نور سے منور ہو گیا۔

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَّ اَصحابِہٖ

(اخبار الاخیار ۔ درود تاج ۔ درود لکھی ۔ اسلامی تقدیم ۔ کشف المحجوب)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

صحابہ کرام کے شیخ، خلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہترین حامل، خلیفۂ اول اور امام المسلمین ہیں۔ سردار اہل تجرید ہیں اور اہل تفرید کے بادشاہ ہیں آپ کی کرامات بہت مشہور ہیں۔ معاملات دین اور حقائق شریعت میں آپ کے خوارق و دلائل اظہر من الشمس ہیں۔ آپ اختیاری فقر کو اضطراری فقر پر ترجیح دیتے تھے۔ تمام مسلمانوں کے اور خصوصاً اہل طریقت کے دینی امام اور پیشوا ہیں۔ مدینہ منورہ میں گنبد خضرا کے اندر آرام فرما رہے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ایمان والوں کے سردار، اہل احسان کے مقتداء، اہل تحقیق کے امام اور دریائے محبت الٰہی کے شناور صحابہ کرام سے ہیں۔ آپ کی کرامات بہت مشہور ہیں دین کے معاملات میں آپ نہایت دانشمندی اور سختی سے کام لیتے تھے۔ آپ کے اقوال نہایت لطیف اور رموز طریقت سے بھرے ہوئے ہیں۔ ظاہری صورت میں آپ خلافت کرتے مگر باطنی صورت بالکل جدا تھی۔ گودڑی پہننے والوں کو آپ کی اقتداء حاصل ہے۔ آپ کا قول تھا تنہا رہنا برے ہم نشینوں سے بہتر ہے۔ مدینہ منورہ میں گنبد خضرا کے اندر آرام فرما رہے ہیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اہل صفا میں نہایت عبادت گزار اور رضائے الٰہی سے تعلق رکھنے والے صحابہ کرام سے ہیں۔ گنجینۂ حیا اور طریقہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا، شریعت

اور طریقت میں امام برحق ہیں۔ اللہ کی راہ میں جان و مال خرچ کر دینے والوں کو آپ کی قیادت حاصل ہے۔ مرتبہ شہادت آپ کو نصیب ہوا۔ آپ کی شہادت کے وقت جب باغیوں نے آپ کے مکان کو گھیر لیا تو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے مقابلہ کی اجازت چاہی مگر آپ نے اجازت نہیں دی اور فرمایا اے میرے بھائی کے بیٹے تو اپنے گھر جا کر بیٹھ جب تک اللہ تعالیٰ کا حکم نہ آجائے ہمیں خون بہانے کی ضرورت نہیں۔ یہ مقام دوستی کی آزمائش اور تسلیم و رضا کا ہے۔ مدینہ منورہ میں جنت البقیع کے اندر آرام فرما رہے ہیں۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت ہیں۔ جلیل القدر صحابہ میں آپ کا شمار ہے۔ مشکل کشا بھی ہیں اور شیر خدا بھی۔ شریعت اور حقیقت کے باریک اشارات جاننے والے، دنیا و مافیہا سے علیحدگی اختیار کئے ہوئے اور تقدیر کے معاملات میں حق پر نظر رکھنے والے سب آپ کے مقتدی ہیں۔ امام ولایت ہیں اور کمالات ولایت سے بہرہ ور ہیں۔ تمام اولیاء اور اصفیاء کے پیشوا ہیں طریقت میں آپ کا مرتبہ بہت اعلیٰ و ارفع ہے۔ معرفت کی حقیقتوں کے اصول اور سربستہ راز بیان کرنے میں مختار ہیں۔ تمام امت محمدی اس بات پر متفق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت کبریٰ جس کو خلافت باطنی بھی کہتے ہیں۔ آپ کو عنایت فرمائی تھی آپ نے چار اشخاص کو خرقہ خلافت مرحمت فرمایا (۱) حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲) حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۳) حضرت خواجہ کمیل بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ اور (۴) حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ۔ یہی چار پیر کہلاتے ہیں اور انھیں کے سلسلے بلاواسطہ آپ تک پہونچتے ہیں۔ خانہ کعبہ کے اندر ولادت ہوئی تھی اور دمشق کی مسجد میں تلوار کی ضرب سے زخمی ہو کر جام شہادت نوش فرمایا۔ نجف اشرف میں آرام فرما رہے ہیں۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آفتابِ نبوت، شمع دین و مذہب، تابعین اور اہل تصوف سے ہیں۔ مشائخ میں آپ کا شمار ہے۔ حضور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بقید حیات تھے۔ مگر خدا کا حکم نہ تھا اس لئے دو مرتبہ کوشش کرنے کے باوجود دیدار مبارک نہ ہو سکا۔ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قرن گاؤں میں اویس نامی ایک شخص ہے جو حشر کے دن قبیلہ ربیعہ اور مقر کی بھیڑوں کی گنتی کے برابر لوگوں کی شفاعت کریگا اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منہ کر کے فرمایا تم اس کو دیکھو گے وہ ایک مرد ہے جس کا قد درمیانہ اور بال لمبے لمبے ہوں گے بائیں پہلو پر درم کی مقدار کے برابر ایک سفید داغ ہو گا جو برص نہیں ہے۔ ایسا ہی نشان اس کے ہاتھ اور ہتھیلیوں پر ہو گا۔ تم اس کو دیکھو تو میرا سلام کہنا اور یہ بھی کہنا میری امت کے حق میں دعا کرے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرما گئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت مولا علی کرم اللہ وجہ مکہ مکرمہ میں تشریف لائے۔ حضرت عمر نے ایک جلسہ میں خطاب کیا یہاں کوئی شخص قرن کا ہے چند لوگ کھڑے ہوئے تو ان سے دریافت کیا اویس نامی کوئی شخص قرن میں رہتا ہے انہوں نے کہا ایک دیوانہ اویس نام کا ہے جو آبادیوں میں نہیں رہتا اور نہ وہ کھانا کھاتا ہے جو دوسرے کھاتے ہیں۔ نہ وہ کسی کی صحبت میں بیٹھتا ہے۔ غم اور خوشی سے اسے کوئی تعلق نہیں۔ جب لوگ ہنستے ہیں تو وہ روتا ہے اور لوگ جب روتے ہیں تو وہ ہنستا ہے۔ چنانچہ دونوں امیر کبیر حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لے گئے تھے۔ آپ اس وقت نماز میں مشغول تھے جب نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے سلام کیا۔ حضرت اویس نے اپنے ہاتھوں اور پہلو کے نشانات

دکھائے تاکہ وہ پہچان لیں۔ انھوں نے حضورؐ کے ارشاد کے بموجب امت کے واسطے دعا کی درخواست کی اور حضورؐ کا سلام پہنچایا۔ یہ دیکھ کر اہل قرن کو بہت تعجب ہوا تھا اور آپ کی بے حد عزت کرنے لگے تھے آپ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے امیر معاویہ کے خلاف جنگ صفین میں لڑ کر شہید ہوئے۔ آپ کا مقولہ ہے اسلامی صرف تنہائی میں ہے۔

غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

غوث اعظم درمیان اولیاء چوں محمدؐ درمیان انبیاء

حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسم مبارک عبدالقادر تھا۔ ابو محمد کنیت تھی اور محی الدین لقب ۴۷۱ھ ہجری کے دوران رمضان المبارک کی شب اول میں قصبہ جیلان مضافات بغداد میں آپ کی ولادت ہوئی تھی۔ مادۂ تاریخ "عاشق" ہے۔ والد ماجد کا اسم گرامی سید ابو صالح موسیٰ جنگی دوست تھا۔ حضرت امام حسن علیہ السلام کی اولاد میں تھے سلسلۂ نسب درج ذیل ہے۔

سید عبدالقادر رضؓ بن سید ابو صالح موسیٰ جنگی دوست بن سید عبداللہ جیلی بن سید یحییٰ زاہد بن سید محمدؒ بن سید داؤدؒ بن سید موسیٰ الجون بن سید عبداللہ المحض بن سید حسن مثنیٰ بن حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ

اٹھارہ سال کی عمر میں صدائے غیبی پاکر حصول علم کی خاطر جیلان سے بغداد شریف تشریف لائے تھے۔ عالم رویا میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے۔ ہر دو حضرات نے اپنا لعاب دہن آپ کے منہ میں ٹپکایا تھا جس کے باعث علم کے دروازے آپ پر

کھل گئے تھے اور بفضل ربی سات سال کے اندر جملہ علوم و فنون میں کامل دستگاہ حاصل کرلی تھی۔ حضرت ابوالخیر ابوسعید رحمتہ اللہ علیہ کے مرید ہوکر مدارج فقر طے کئے تھے۔ شجرۂ طریقت درج ذیل ہے۔

غوث الاعظم محبوب سبحانی سید عبدالقادر جیلانی مرید و خلیفہ شیخ ابوسعید مبارک المخزومی مرید و خلیفہ شیخ ابوالحسن ہنکاری مرید و خلیفہ شیخ ابوالفرح طرطوسی مرید و خلیفہ ابوالفضل عبدالواحد تمیمی مرید و خلیفہ شیخ ابوبکر شبلی مرید و خلیفہ شیخ جنید بغدادی مرید و خلیفہ شیخ سری سقطی مرید و خلیفہ شیخ معروف کرخی مرید و خلیفہ شیخ داؤد طائی مرید و خلیفہ خواجہ حبیب عجمی مرید و خلیفہ خواجہ حسن بصری مرید و خلیفہ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہ مرید و خلیفہ خاتم الانبیاء احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

بعض حضرات کہتے ہیں آبائی سلسلہ میں اپنے والد بزرگوار کے مرید و مجاز تھے اور بعض حضرات آپ کا سلسلۂ بیعت و خلافت حضرت معروف کرخی کے بعد اس طرح لکھتے ہیں ـــ حضرت معروف کرخی مرید و خلیفہ حضرت امام علی رضا مرید و خلیفہ امام موسیٰ کاظم مرید و خلیفہ امام جعفر صادق مرید و خلیفہ امام محمد باقر مرید و خلیفہ امام زین العابدین مرید و خلیفہ حضرت امام حسین علیہ السلام مرید و خلیفہ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہ مرید و خلیفہ سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

آپ نے بے حد ریاضتیں کی تھیں۔ پچیس سال تک عراق کے جنگلوں میں مستانہ وار پھرتے رہے تھے جب ہوش آتا تھا عبادت میں مصروف ہو جاتے تھے۔ صرف جنگل کے پتوں اور گھاس پر گزر کرتے تھے۔ چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتے رہے اور سر تکیہ پر نہ رکھا۔ پندرہ سال تک ایک پاؤں پر کھڑے ہوکر تمام رات نماز نوافل پڑھتے رہے۔ ایک رکعت میں ایک قرآن ختم کرتے تھے۔ کئی کئی دن تک راحت خواب اور خورد و نوش سے محروم رہتے تھے۔ جب پوری طرح

تزکیہ باطن ہوگیا تو حضرت خضر علیہ السلام کی بشارت پر سفر و سیاحت ترک کر کے بغداد شریف چلے آئے تھے۔ خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ جذب و سکر سے سلوک میں آگئے تھے۔ وعظ و پند کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ آپ کی تقاریر سننے کے لئے دور دراز علاقوں سے لوگ حاضر ہوتے تھے۔ ہجوم کی یہ حالت ہوتی تھی کہ تل رکھنے کو کہیں جگہ نہ ملتی تھی۔ دوران تقریر لوگ زار و قطار روتے تھے اور کوئی جلسہ ایسا نہ ہوتا تھا جس میں دو چار موتیں خوف الٰہی سے نہ ہوتی ہوں۔ آپ کی مجلس وعظ میں چار سو اشخاص قلم دوات لے کر بیٹھتے تھے اور جو کچھ آپ ارشاد فرماتے تھے قلمبند کر لیتے تھے ایک روز کسی قاری نے آپ کی مجلس میں قرآن مجید کی ایک آیت تلاوت کی آپ نے اس آیت کے گیارہ معنی بیان فرمائے اور ہر معنی کے ساتھ سند بیان کی۔ چالیس حقائق تک تعلیم فرمائی تمام حقائق کی تائید میں دلائل دیئے اور ہر دلیل کی تفصیل بیان فرمائی جس کو سن کر حاضرین دم بخود رہ گئے تھے۔

بیشمار مخلوق خدا کو آپ سے فیض پہنچا۔ صدہا فساق و فجار نے آپ کے دستِ مبارک پر توبہ کی۔ لاتعداد مخلوق نے اسلام قبول کیا۔ آپ پڑھاتے بھی تھے ساڑھے چھ سو طلبا آپ کے مدرسہ میں تعلیم پاتے تھے۔ ان سب کو آپ خود ہی سبق دیتے تھے۔ امام صدیقین۔ سلطان موجودات زمین پر خدا کے خلیفہ، اس کی کتاب کے وارث اور اس کے رسول کے نائب تھے۔ خلعت کبریٰ اور ولایت عظمیٰ کے مرتبہ پر پہنچ کر مقام محبوبیت حاصل کیا تھا۔ سچائی اور صفائی قلب میں یگانۂ عصر نیز ہمت و دلیری میں لاثانی تھے۔ اشاعت اسلام اور اصلاح خلق اور تزکیہ نفس کے سلسلہ میں مخلوق کو جتنا فائدہ آپ کی ذات اقدس سے پہنچا کسی ولی سے نہیں پہنچا۔ مردان غیب اور جنات تک آپ سے طریقت کی تعلیم حاصل کرتے تھے آپ کا قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہے اور صوفیاء کی سرداری کا شرف آپ ہی کو حاصل ہے۔ آپ کے جسم اطہر پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی۔ معطر رہتے تھے اور لباس فاخرہ پہنتے تھے۔ اچھا کھاتے تھے۔ فتوحات کا کچھ شمار نہ تھا۔ فقراء اور

مساکین پر زر کثیر صرف کرتے تھے۔ اپنے پاس کچھ نہ رکھتے تھے۔ کوئی سائل آپ کے در سے مایوس و محروم نہ جاتا تھا۔ کرامات آپ کی بے شمار ہیں۔ بچپن ہی سے مظہر خوارق اور محل کرامت تھے۔ عہد رضاعت میں رمضان کے مہینہ میں دن کے وقت دودھ پینا ترک کر دیتے تھے۔ ایک ادنیٰ تصرف آپ کا یہ ہے کہ جو حضرات آپ کی نیاز کرتے ہیں اور گیارھویں شریف کے پابند ہیں وہ تنگی رزق کے شاکی نہیں رہتے۔ آپ کے بارہ بیٹے تھے۔ سب عالم اور کامل تھے سب سے بڑے حضرت عبدالوہاب معروف بہ عبدالرزاق تھے۔ جن کا نام نامی اکثر سلسلوں میں دیکھا جاتا ہے۔ حضرت غوث پاک میں سب طریقوں کے فیضان جمع تھے۔ آپ کے بعد کوئی طریقہ ایسا نہ ہوا جس میں آپ کا فیض جمع نہ ہو۔ اپنے وقت کے امام اور مجتہد تھے۔ اولاً آپ نے شافعی مسائل کی اقتداء کی بعد میں حضرت امام احمد حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں دیکھا تو حنبلی مسائل اختیار کئے۔ ۱۷ ربیع الثانی ۵۶۱ھ ہجری کو واصل حق ہوئے تھے۔ مزار اقدس بغداد شریف میں آج بھی حاجت روئے خلق ہے۔ بدایوں کے بعض بزرگ بلا واسطہ آپ سے نسبت رکھتے تھے اور روحانی فیض حاصل کیا تھا۔ اور بعض نے عالم رویاء میں آپ کی زیارت کی تھی اور بعض حضرات کو عالم واقعہ میں شرف دیدار حاصل ہوا تھا۔

ہفتاد اولیاء۔ اخبار الاخیار۔ سوانح عمری حضرت سیدنا غوث الاعظم رضؓ

تاریخ خلفائے عرب و اسلام

سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ

خواجۂ خواجگاں معین الدیں　　اشرفِ اولیائے روئے زمیں

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کی ولادت ۵۳۶ھ ہجری کے دوران قصبہ سنجر

علاقۂ سیستان میں ہوئی تھی نشو و نما خراسان میں پائی تھی حسینی سید تھے۔ والد ماجد کا اسم گرامی سید غیاث الدین حسن سنجری تھا۔ سلسلہ نسب شیخ وحید احمد مسعود نے سوانح خواجہ معین الدین چشتی میں اس طرح لکھا ہے۔

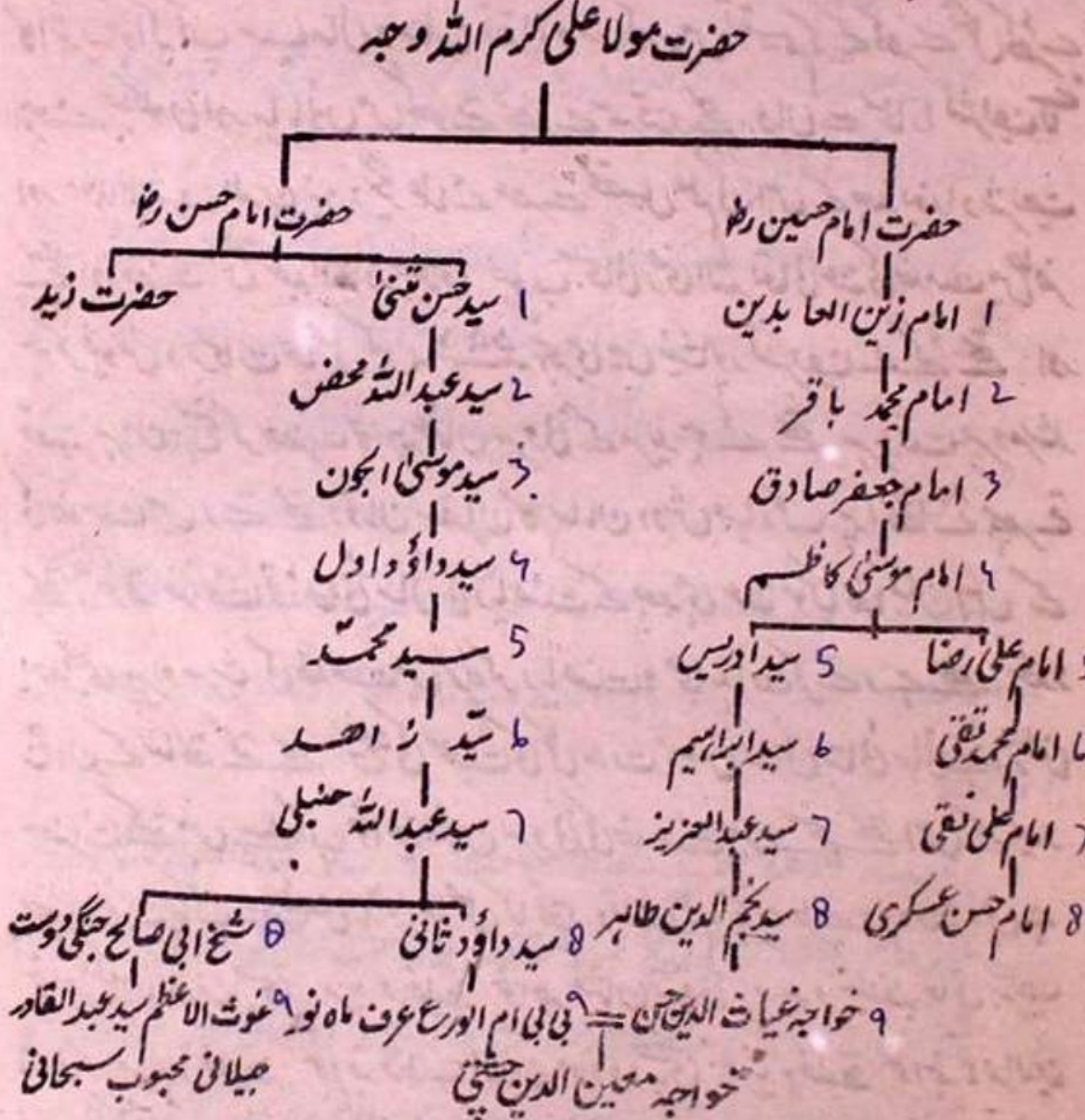

ہندی ڈائجسٹ کے خواجہ غریب نواز نمبر میں صفحہ ۹۲ پر خواجہ غیاث الدین کو سید کمال الدین کا فرزند لکھا ہے اور ان کو سید نجم الدین طاہر کا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہنوز آپ چودہ سال کے ہونے پائے تھے کہ سایۂ پدری سر سے اٹھ گیا تھا اس

لہ سید غیاث الدین کا انتقال ۵۵۱ھ ہجری میں ہوا تھا مزار اقدس بغداد شریف میں ہے

کے تھوڑے دن بعد والدہ ماجدہ بھی راہی ملک بقا ہوگئی تھیں۔ یوں تو ایک پن چکی بھی ترکہ پدری میں پائی تھی مگر آپ قوت بسری کیلئے کاشتکاری کرتے تھے۔ ایک روز حضرت ابراہیم قندوزی مجذوب آپ کے پاس تشریف لائے اور اپنا جوٹا آپ کو کھلا گئے اس کا اثر یہ ہوا کہ آپ سب مال و متاع فقراء و مساکین میں تقسیم کر کے گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ جنگلوں اور بیابانوں میں گھومتے پھرتے سمرقند پہنچے۔ وہاں سے بخارا تشریف لائے اور مولانا شرف الدین نیز دیگر علمائے عصر سے تحصیل علم کی۔ اس کے بعد بغداد شریف پہنچے اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیوض و برکات حاصل کیں۔ ۵۵۸ھ ہجری میں نیشاپور تشریف لے گئے تھے اور قصبہ ہرون[1] پہنچ کر حضرت خواجہ عثمان ہرونی کے مرید ہوئے تھے۔ ہر وقت پیر و مرشد کی خدمت میں رہتے تھے۔ دوران سفران کا سامان دوش مبارک پر اٹھائے پھرتے تھے۔ خرقہ خلافت تو ڈھائی سال کی ریاضت کے بعد ہی عطا ہو گیا تھا لیکن اس کے بعد بھی پیر و مرشد کی خدمت میں رہ کر ریاضت و مجاہدات کرتے رہے تھے۔ متعدد حج ان کے ساتھ کئے تھے۔ شیخ کی صحبت کی کل مدت بیس سال بتائی جاتی ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں پہلے آپ خواجہ عثمان ہرونی کی خدمت میں پہنچے تھے اس کے بعد حضور غوث پاک سے فیض باطنی حاصل کیا تھا۔ واللہ اعلم۔ شجرہ طریقت درج ذیل ہے

خواجہ معین الدین چشتی مرید و خلیفہ خواجہ عثمان ہرونی[1] مرید و خلیفہ حاجی شریف زندنی مرید و خلیفہ خواجہ قطب الدین مودود چشتی مرید و خلیفہ خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی مرید و خلیفہ خواجہ ابو محمد چشتی مرید و خلیفہ خواجہ ابو احمد ابدال چشتی مرید و خلیفہ خواجہ ابو اسحٰق شامی مرید و خلیفہ خواجہ ممشاد علو دینوری مرید و خلیفہ خواجہ امین الدین ہبیرہ البصری مرید و خلیفہ خواجہ حذیفۃ المرعشی مرید و خلیفہ سلطان ابراہیم بن ادھم بلخی مرید و خلیفہ خواجہ فضیل بن عیاض

---

[1] ہرون ایک قصبہ ہے مضافات نیشاپور میں جو لوگ ہارون کہتے ہیں غلط ہے۔ (اخبار الاخیار)

مرید و خلیفہ خواجہ عبدالواحد بن زید مرید و خلیفہ خواجہ حسن بصری مرید و خلیفہ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہ مرید و خلیفہ سید المرسلین حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم۔

بعض حضرات نے خواجہ حذیفتہ المرعشی کو خواجہ شفیق بلخی کا مرید لکھا ہے اور ان کو سلطان ابراہیم ادھم بلخی کا۔

خرقہ خلافت عطا کرنے کے بعد خواجہ عثمان ہرونی آپ کو مکہ معظمہ لے گئے تھے حرم شریف کے اندر آپ کا دست مبارک پکڑ کر دعا فرمائی تھی رب العزت تو میرے اس فرزند کو قبول کر۔ غیب سے ندا آئی تھی ہم نے معین الدین کو قبول کیا۔ اس کے بعد مدینہ منورہ لے گئے تھے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کے سامنے کھڑے ہو کر آپ نے سلام عرض کیا تھا۔ گنبد خضرا کے اندر سے آواز آئی تھی "وعلیکم السلام یا قطب المشائخ بر و بحر" پیر و مرشد نے فرمایا تھا معین الدین اب تم درجہ کمال کو پہنچ گئے۔

آپ نے متعدد سفر کئے تھے اور سیاحت کے دوران صدہا اولیاء اللہ سے شرف نیاز حاصل کیا تھا۔ ان میں شیخ عبدالقادر جیلانی غوث الاعظم دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمتہ اللہ علیہ شیخ داؤد کرمانی رحمتہ اللہ علیہ شیخ یوسف ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ شیخ ابوسعید تبریزی رحمتہ اللہ علیہ اور شیخ ناصرالدین استرآبادی رحمتہ اللہ علیہ خاص طور پر قابل تذکرہ ہیں۔ ایک سفر کے دوران آپ نے چشت پہنچ کر شیخ یوسف چشتی کی خانقاہ میں قیام کیا تھا۔ محفل سماع میں شرکت کی تھی، بدخشاں میں شیخ جنید بغدادی کے پوتے سے ملاقات کی تھی۔ ان کی عمر اس وقت ایکسو چالیس سال تھی۔ ایک سفر کے دوران آپ ہرات اور سبزوار ہوتے ہوئے ملتان تشریف لائے

لہ سلطان محمد غوری نے ۵۶۹ ہجری میں ملتان فتح کیا تھا۔

تھے وہاں کے بزرگوں سے ملاقات کی تھی۔ ——— ملتان سے روانہ ہوکر لاہور پہنچے تھے اور حضرت خواجہ علی[1] بن عثمان ہجویری داتا گنج بخش لاہوری کے مزار چلہ کش ہوکر فیض روحانی حاصل کیا تھا۔ لاہور سے آپ غزنی واپس چلے گئے تھے ایک مرتبہ سیاحت کے دوران آپ دمشق پہنچے تھے اور بارہ ہزار انبیاء علیہم السلام کے مزارات کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت پر ہندوستان تشریف لائے تھے۔ عالم رویا میں آپکو خطۂ اجمیر کی سیاحت کرائی گئی تھی اور حکم ہوا تھا تم ہمارے دین کے معین ہو اجمیر جاکر تبلیغ اسلام کرو اور دین کو پھیلاؤ۔ ہندوستان کی ولایت تم کو دی جاتی ہے چنانچہ آپ ہندوستان تشریف لائے تھے اور ملتان میں قیام کیا تھا۔ ملتان سے لاہور پہنچے تھے۔ لاہور سے مریدین اور معتقدین کے ہمراہ جن کی تعداد چالیس بتائی جاتی ہے دہلی میں وارد ہوئے تھے۔ دہلی سے چل کر ۵۸۷ھ ہجری میں اجمیر تشریف لائے تھے۔ اجمیر کے غیر مسلموں نے آپ کو ایذا پہنچانی چاہی تھی مگر کچھ بگاڑ نہ سکے تھے آپنے اناساگر کو اپنا مستقر بنایا تھا۔ رام دیو مہنت اور جے پال جوگی سے مقابلے ہوئے تھے سب کو منہ کی کھانی پڑی تھی۔ آخر میں کلمہ محمدی پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہوئے تھے جے پال جوگی کا نام عبداللہ رکھا تھا جو آج عبداللہ بیابانی کے نام سے مشہور ہیں اور بھولے بھٹکے مسافروں کو اجمیر میں راستہ بتاتے ہیں ہندوستان میں اشاعت اسلام کا سہرا ان ہی کے سر ہے۔

آپ کی کرامات کا شہرہ سن کر ۵۸۹ھ ہجری میں سلطان محمد غوری اجمیر پہنچا تھا اور خدمت اقدس میں حاضر ہوکر مشرف بعیت ہوا تھا

---

[1] خواجہ علی بن عثمان ہجویری کا وصال ۴۶۵ھ ہجری میں ہوا تھا۔ مزار لاہور میں ہے۔

آپ کے فضائل اور کرامات بے شمار ہیں جن کو احاطۂ تحریر میں نہیں لایا جا سکتا مجاہدات اور ریاضات بہت کرتے تھے۔ رات رات بھر جاگ کر عبادت الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ ایک دن میں دو قرآن ختم کرتے تھے۔ سفر کے دوران ہمہ اوقات تلاوت کلام پاک کرتے رہتے تھے۔ بعض اوقات استغراق و محویت کی وجہ سے نماز کے وقت آپ کا دوش مبارک پکڑ کر جنبش دینی پڑتی تھی۔ ہر وقت محو جمال الٰہی رہتے تھے اور مجسمۂ نور بن کر رہ گئے تھے۔

آپ کا مرتبہ بلند اور منصب بہت اعلیٰ و ارفع تھا۔ قطب وحدت تھے اور مقام محبوبیت میں پہنچے ہوئے تھے۔ سلطان الہند، ہند الولی غریب نواز، خواجۂ بیکساں، بدر العارفین، سید السالکین وغیرہ القاب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ نائب رسول فی الہند کہلاتے ہیں۔ اجمیر شریف میں آپ نے عظیم الشان خانقاہ، مسجد اور لنگر خانہ تعمیر کرایا تھا۔ کسی سے نذر قبول نہیں کرتے تھے۔ آمدنی کا کوئی ذریعہ بھی نہ تھا مگر خرچ کے قابل رقم مصلے کے نیچے سے برآمد ہو جاتی تھی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت پر آپ نے پہلی شادی بی بی امۃ اللہ سے کی تھی جو کسی ہندو راجہ کی بیٹی تھیں ان کے بطن سے خواجہ فخر الدین، خواجہ حسام الدین اور بی بی حافظ جمال پیدا ہوئے تھے۔ بعد میں دوسری شادی سید وجیہہ الدین مشہدی کی صاحبزادی بی بی عصمت اللہ سے کی تھی ان کے بطن سے خواجہ ضیاء الدین پیدا ہوئے تھے۔

۶ رجب ۶۳۳ھ ہجری کو ۹۹ سال کی عمر میں واصل حق ہوئے تھے۔ وفات کے بعد پیشانی پر بخط نور لکھا تھا "حبیب اللہ مات فی حب الٰہ" اپنی خانقاہ میں دفن کئے گئے تھے۔ مزار اقدس منبع فیوض و برکات اور مرجع خلائق ہے۔ لارڈ کرزن وائسرائے ہند نے صحیح کہا ہے "ہندوستان میں ایک قبر حکومت کرتی ہے"

بدایوں میں آپ کے خلیفہ اور نیرگان آرام فرما رہے ہیں۔ علاوہ ازیں یہاں کے بعض بزرگ بلاواسطہ آپ سے نسبت رکھتے تھے اور فیض روحانی حاصل کیا تھا۔

ہفتاد اولیاء، اخبار الاخیار، تاریخ خلفائے عرب و اسلام
سوانح خواجہ معین الدین چشتی، فرمودات مولانا شاہ ایثار علی

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی حضرت شیخ کمال الدین موسیٰ کے فرزند ارجمند تھے قصبہ اوش علاقہ اندیجان میں پیدا ہوئے تھے۔ مادرزاد ولی تھے۔ ہنوز ڈیڑھ سال کے تھے کہ سایۂ پدری سر سے اٹھ گیا تھا۔ والدہ ماجدہ کی آغوش تربیت میں نشوونما پائی تھی۔ جب پڑھنے لکھنے کے قابل ہوئے تو انہوں نے ایک پڑوسی کے ذریعہ آپ کو شیخ وجیہہ الدین ابوحفص کی خدمت میں بغرض حصول علم روانہ کیا۔ راستہ میں ایک پیر مرد ملے اور پڑوسی سے دریافت کیا اس بچہ کو کہاں لئے جاتے ہو۔ وہ بولے اس کو معلم کے پاس لئے جا رہا ہوں تاکہ قرآن پاک پڑھے۔ یہ سن کر پیر مرد بہت خوش ہوئے اور ان کے ساتھ ہو لئے۔ شیخ ابوحفص کے پاس پہونچ کر انھوں نے فرمایا اس بچہ کو محبت اور شفقت سے پڑھانا کیونکہ یہ بچہ مقبول بارگاہ الٰہی ہے اور اس کا شمار کاملین میں ہے اتنا کہہ کر وہ پیر مرد چلے گئے ان کے جانے کے بعد شیخ ابوحفص نے آپ سے پوچھا ان پیر مرد کو جانتے ہو جو تمہارے ساتھ آئے تھے۔ آپ نے فرمایا میں نہیں جانتا۔ حضرت ابوحفص بولے یہ خضر علیہ السلام تھے۔

ایک مرتبہ اور کم سنی میں آپ کی ملاقات حضرت خضر علیہ السلام سے ہوئی تھی۔ اس واقعہ کو حضرت سلطان المشائخ نے اپنے شیخ طریقت حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکر کی زبانی سنا ہوا اس طرح بیان کیا ہے۔ شہر اوش کے باہر ایک مینار کی مسجد تھی

مشہور تھا کہ وہاں آدھی رات کے وقت حضرت خضر علیہ السلام تشریف لاتے ہیں اور جو دعا مانگی جاتی ہے پوری ہوتی ہے چنانچہ ایک رات آپ اس سنسان جگہ پہنچ کر حضرت خضر علیہ السلام کا انتظار کرتے رہے اور تمام رات نماز پڑھ کر دعا مانگنے میں گزاری مگر خضر علیہ السلام تشریف نہ لائے۔ آخر مایوس ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ جب مسجد سے باہر تشریف لائے تو ایک پیر مرد سے ملاقات ہوئی۔ وہ بولے صاحبزادے تم اس وقت یہاں کیوں آئے تھے۔ آپ نے فرمایا میں نے ایسے ایسے سنا ہے اس لئے چلا آیا ہوں لیکن یہاں تو خواجہ خضر نہیں آئے۔ پیر مرد نے کہا اگر وہ تمہیں ملتے تو تم ان سے کیا کہتے۔ آپ نے فرمایا میں ان سے اللہ کی محبت مانگتا۔ پیر مرد یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور بولے تمہاری خواہش اللہ تعالیٰ پوری کرے مگر خضر تو خود اللہ کی تلاش میں پھر رہا ہے البتہ اس شہر میں ایک بزرگ رہتے ہیں۔ خضر نے ان سے ملاقات کی سات مرتبہ خواہش کی لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ چلو میں تم کو ان کے پاس لے چلوں۔ آپ ان کے ساتھ ہو لئے۔ شہر کے نزدیک پہنچ کر ایک مرد روشن ضمیر نظر آئے پیر مرد بولے۔ یہ وہ بزرگ ہیں اور ان مرد روشن ضمیر سے مخاطب ہو کر کہا یہ لڑکا خدا کا طالب ہے اسے مقصود پر پہنچاؤ۔ وہ مرد روشن ضمیر بولے سبحان اللہ! ان کا ایک ہاتھ تم پکڑو دوسرا میں پکڑتا ہوں۔ کچھ بعید نہیں اللہ تعالیٰ اسے بامراد کرے۔ چنانچہ وہ دونوں بزرگ آپ کو باطنی نعمتوں سے مالا مال کر کے غائب ہو گئے۔ اسی وقت آپ کو نور باطنی سے آگاہی ہوئی کہ ان میں ایک خواجہ خضر تھے اور دوسرے رجال الغیب

بعد حصول علم آپ کو پیر کامل کی تلاش ہوئی تھی۔ چودہ سال کی عمر میں سیاحت کو روانہ ہو گئے تھے اور بغداد شریف پہنچ کر ابو اللیث سمرقندی والی مسجد کے اندر ماہ رجب میں شیخ شہاب الدین عمر سہروردی اور شیخ اوحدالدین کرمانی وغیرہ کی موجودگی میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا

اس وقت آپ کی عمر بیس سال کی تھی۔ اخبار الاخیار میں لکھا ہے آپ کا شمار اکابر و اولیاء اور اجلہ اصفیاء میں ہے۔ بارگاہ ایزدی میں بہت مقبول اور ترک دنیا، گوشہ نشینی اور فقر و فاقہ میں حد کمال کو پہنچے ہوئے تھے۔ ہمہ اوقات یاد الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ مصلے کے نیچے سے ایک روٹی مل جاتی تھی اسی کو گھر کے تمام لوگ خوش فرماتے تھے۔

سیر العارفین میں لکھا ہے کہ سلطان کشور روحانی، شہنشاہ سریر عرفانی، مہر سپہر طہارت و پاکی حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ولی کامل تھے۔ خیر المجالس میں لکھا ہے دن رات میں پچاس رکعت نماز ادا کرتے تھے اور تین ہزار بار درود شریف کا ہدیہ حضور سرور دو جہاں ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے تھے۔ ہر روز دو قرآن ختم کرتے تھے۔ عالم استغراق میں زیادہ رہتے تھے نماز کے وقت ہوش میں ہو جاتے تھے

بغداد شریف سے روانہ ہو کر ہندوستان کا سفر اختیار کیا تھا۔ راستہ میں شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی، شیخ اوحدالدین کرمانی اور شیخ جلال الدین تبریزی سے ملاقات ہوئی تھی۔ ناصر الدین قباچہ کے دور حکومت میں ملتان تشریف لائے تھے اور حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کی خانقاہ میں قیام کیا تھا۔ وہاں سے چل کر دہلی تشریف لائے تھے۔ سلطان شمس الدین التمش نے آپ کے شایان شان استقبال کیا تھا کیلو کھڑی میں مقیم ہوئے تھے۔ شیخ جمال الدین اس زمانہ میں دہلی کے شیخ الاسلام تھے وہ آپ سے بہت خلوص رکھتے تھے۔ قاضی حمید الدین ناگوری بھی انھیں ایام میں دہلی تشریف لے آئے تھے۔ شیخ بدر الدین غزنوی بھی آگئے تھے۔ اور آپ سے شرف بیعت حاصل کیا تھا۔ شیخ الاسلام جمال الدین کے وصال کے بعد التمش نے آپ کو شیخ الاسلام کا جلیل القدر منصب تفویض کرنا چاہا تھا مگر آپ نے منع کر دیا تھا چنانچہ شیخ نجم الدین[1] صغریٰ اس عہدہ پر فائز کیے گئے تھے وہ آپ کی مقبولیت

---

[1] شیخ نجم الدین صغریٰ علم و فضل میں کمال رکھنے کے ساتھ ساتھ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری سلطان الہند کے پیر بھائی اور حضرت خواجہ عثمان ہرونی کے مرید و خلیفہ تھے۔

دیکھکر حسد کرنے لگے تھے۔ جب خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ آپ سے ملنے دہلی تشریف لائے تھے تو شیخ نجم الدین صغریٰ نے اس بات کا شکوہ بھی ان سے کیا تھا کہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی کے آنے سے قبل میری بڑی عزت تھی لیکن اب خلقت کا رجحان ان کی طرف ہے مجھے کوئی پوچھتا بھی نہیں

حضرت خواجہ حسن شیخ شاہی روشن ضمیر سلطان العارفین بدایوں اور ان کے بھائی حضرت خواجہ بدرالدین ابوبکر موئے تاب شاہ ولایت بدایوں سے آپ کے خصوصی مراسم تھے۔ آپ کے خلفائے گرامی کی فہرست میں حضرت خواجہ بدرالدین شیخ ابوبکر موئے تاب کا نام نامی شامل ہے۔ آپ کے خلفاء میں ایک اور بزرگ سلطان غازی نصیرالدین چشتی نہاوندی جن کو سلطان شیر چشتی بھی کہتے ہیں بدایوں میں آسودہ ہیں

ایک بار آپ بدایوں بھی تشریف لائے تھے جیسا کہ اکثر کتب سیر میں درج ہے ـــــ فرمایا ایک دفعہ دعاگو بدایوں کا سفر کر رہا تھا۔ شمس الدین بدایوں میں تھا۔ ایک روز وہ گیند کھیلنے گیا۔ راستہ میں ایک بوڑھا آدمی ملا اسنے بادشاہ سے کچھ طلب کیا۔ لیکن بادشاہ نے اسے کچھ نہ دیا اور آگے بڑھ گیا وہاں ایک نوجوان کھڑا تھا۔ اس نے سوال کیا بادشاہ نے تھیلی میں سے کچھ نکال کر اسے دیا وزیر نے اس بات پر تعجب کا اظہار کیا بادشاہ نے کہا اس بوڑھے نے مجھ سے کچھ مانگا مگر میں نے نہیں دیا۔ جوان کو دیدیا۔ حالاں کہ عمر اور صحت کے لحاظ سے وہ بوڑھا زیادہ مستحق تھا مگر میں اپنی مرضی سے کسی کو کیا دے سکتا ہوں۔ رب العزت جس کو دلواتے ہیں دیتا ہوں۔

۱۴ ربیع الاول ۶۳۳ ہجری کو آپ کا وصال ہوا تھا مزار اقدس دہلی میں فیض سرچشمہ ہے۔ بعض کتابوں میں سنہ وصال ۶۳۲ ہجری درج ہے۔

(تاریخ فرشتہ۔ تذکرہ الکرام۔ اخبار الاخیار۔ ماہنامہ ہدیٰ ہفتاد و دیار

حضرت قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ

قاضی حمید الدین ناگوری کا شمار ہندوستان کے عظیم المرتبت علماء، جلیل القدر مشائخ اور رفیع المنزلت اولیاء میں ہے۔ محمد عطاء الدین نام تھا حمید الدین عرفیت۔ آباواجداد بخارا کے رہنے والے تھے۔ والد ماجد کے ہمراہ ہندوستان تشریف لائے تھے ناگور کے قاضی رہے تھے بعد میں مستعفی ہوکر درویشی اختیار کرلی تھی۔ حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کے مرید و خلیفہ تھے۔ بدایوں بھی تشریف لائے تھے اور حضرت شیخ شاہی روشن ضمیر کی خانقاہ میں قیام کیا تھا۔ شیخ احمد ذکی نہروال سے ملنے ان کے مکان پر تشریف لے گئے تھے۔ ۶۳۳ھ ہجری میں وصال ہوا تھا۔ مزار شریف دہلی میں اندر احاطہ درگاہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی پختہ واقع ہے۔

آئین اکبری میں لکھا ہے معز الدین سام کے عہد میں پور عطاء الدین بخاری دہلی تشریف لائے تھے۔ تین سال ناگور کے قاضی رہے۔ یک بیک دل کی آراستگی کا خیال پیدا ہوا۔ سب چھوڑ چھاڑ کر بغداد پہنچے اور شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مرید ہوکر خلافت پائی۔ وہیں آپ کی ملاقات خواجہ قطب الدین سے ہوئی تھی۔ دوستانہ تعلقات پیدا ہوگئے تھے۔ حجاز کا سفر کیا اور پھر دہلی واپس آئے۔ رمضان کی پانچویں شب چھ سو چالیس ہجری میں اس دنیا سے رخصت ہوکر عالم علوی کی راہ لی۔ خوابگاہ دہلی میں ہے۔

تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے شیخ محمد عطاء المعروف بہ حمید الدین ناگوری نے بغداد میں خواجہ قطب الدین کو دیکھا تھا۔ ارادت صادق آنجناب سے ہوگئی تھی اکثر خدمت میں حاضر رہتے تھے۔

خزینۃ الاصفیاء میں لکھا ہے سلطان معز الدین سام کے عہد میں قاضی

صاحب دہلی تشریف لائے تھے۔ آپ کے والد صاحب بھی ہمراہ تھے۔ علوم ظاہری کی تکمیل مکمل تھی۔ جب قاضی صاحب کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا تو آپ ناگور کے قاضی مقرر ہوئے تھے۔ تین سال تک عہدۂ قضا پر مامور رہے تھے۔ ایک مرتبہ خواب میں حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا۔ حضور اقدس آپ کو اپنی طرف بلا رہے تھے۔ علی الصباح عہدۂ قضا سے دست بردار ہو گئے تھے۔ ترک و تجرید اختیار کر کے۔ بغداد شریف کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔ کچھ مدت بعد دہلی تشریف لائے تھے حضرت۔ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کو قاضی صاحب پر بڑا ناز تھا اپنے بعض رسائل میں لکھا ہے۔ خلفاء فی الہند کثیر منہم حمید الدین سن اعظم خلفاء قاضی حمید الدین نے اپنی عمر میں تین مرید کئے اور ان کو مرتبہ کمال پر پہنچایا۔ ایک شیخ احمد نہروالی' دوسرے علین الدین قصاب کہ زہد و ریاضت اور کشف میں ثانی نہ رکھتے جو زبان سے کہہ دیتے تھے پورا ہو جاتا تھا تیسرے شیخ حسن رسن تاب کہ رسیاں بٹتے تھے و بدایوں میں رہتے تھے۔

تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے۔ حضرت قاضی صاحب زیارت حرمین شریفین سے واپس آکر بغداد پہنچے تھے اور شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے مرید ہو کر ایک سال خدمت کی اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ بغداد کے دوران قیام حضرت خواجہ قطب الدین سے ملاقات ہوئی تھی پھر شیخ نے ان کو حرمین کی طرف رخصت کیا تھا ایک سال سات ماہ چند یوم مدینہ منورہ میں رہ کر بزرگان مدینہ طیبہ کی خدمت کا شرف حاصل کیا تھا۔ تین سال مکہ معظمہ میں رہے تھے۔ ایک روز ایک بزرگ کے قدم بہ قدم چل رہے تھے۔ انہوں نے منہ پھیر کر دیکھا اور کہا اے حمید الدین مطابقت ظاہری سے کیا فائدہ مطابقت باطنی کر آپ نے پوچھا وہ کیا۔ انھوں نے فرمایا ہر قدم پر ختم قرآن کرتا ہوں۔

اخبار الاخیار میں لکھا ہے قاضی حمید الدین ناگوری جامع العلوم شریعت و

طریقت و حقیقت تھے۔

حیات شیخ شاہی میں لکھا ہے حضرت قاضی حمید الدین ناگوری علم و فضل میں یکتائے زمانہ تھے۔ حضرت قطب صاحب کے استاد رہے تھے۔ اسلامی ممالک کا سفر کئے ہوئے تھے۔ بڑے بڑے صوفیا اور شائخ کی صحبت میں رہ کر استفادہ کیا تھا۔ حضرت قطب صاحب کے وصال کے وقت ان کا سر مبارک شیخ حمید الدین کے زانوئے مبارک پر تھا۔

سیرۃ الاولیاء میں لکھا ہے قاضی صاحب نے وصیت کی تھی کہ بندہ کو پائیں مزار خواجہ دفن کرنا۔ دس ربیع الثانی اور بعض قول کے مطابق نویں رمضان چھ سو اٹھتر ہجری کو رحلت فرمائی۔

تذکرۃ الکرام میں قاضی حمید الدین ناگوری کی سن وصال چھ سو پچانوے ہجری تحریر ہے۔ ہفتاد اولیاء میں ۹ رمضان ۶۷۸ھ ہجری تاریخ وصال ہے

فوائد الفواد حضرت سلطان المشائخ سے منقول ہے میں نے بار ہا خواجہ کے پائیں اور قاضی صاحب کی قبر کے درمیان نماز ادا کی ہے اور وہ ذوق و راحت پائی کہ بیان سے باہر ہے۔

حضرت قاضی رکن الدین رحمتہ اللہ علیہ

رکن الدین نام تھا۔ نسلاً شیخ عثمانی تھے۔ بادشاہ وقت نے شمس الدین کا خطاب عطا کیا تھا۔ قاضی دانیال قطری کے فرزند ارجمند تھے۔ بدایوں میں پیدا ہوئے تھے یہیں تعلیم و تربیت پائی تھی۔ علوم عقلیہ و نقلیہ اپنے والد بزرگوار سے پڑھے تھے۔ فقہ کی تعلیم علامہ ابو القاسم تنوخی سے حاصل کی تھی۔ علم و فضل اور جودت طبع میں بے نظیر تھے والد ماجد کے ایماء سے بحالت طفلی حضرت شیخ سلطان نصیر الدین غازی چشتی مشہور ہے

شیخ سلطان شیر چشتی صاحب ولایت بدایوں کے مرید ہو گئے تھے۔ بعد میں حضرت شیخ جلال الدین تبریزی کے مرید ہوئے تھے۔ والد ماجد کے وصال کے بعد ان کی جگہ بدایوں کے قاضی ہوئے تھے۔ بعد میں ترقی کر کے دہلی کے قاضی القضاۃ ہو گئے تھے ملک بدر الدین سنقر رومی کی دوستی میں بحکم سلطانی ۲۱ جمادی الآخر ۶۳۸ھ ہجری کو ہاتھی کے پیروں سے کچلوا کر شہید کئے گئے تھے۔ دہلی میں خواب گاہ ہے۔ شعر و سخن سے بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ شمس تخلص تھا

(باقیات الصالحات تاریخ اولیائے بدایوں۔ تشریف الشرفاء۔ طبقات الاولیاء)

حضرت مولانا برہان الدین علامہ رحمۃ اللہ علیہ

سیف الدین نام تھا اور برہان الدین کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے قاضی کمال الدین جعفری کے فرزند ارجمند تھے۔ جن کو نجم الدین شامی بھی کہتے تھے شہر مرقش ملک شام میں پیدا ہوئے تھے۔ بچپن میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ بدایوں تشریف لائے تھے اور مدرسہ معزیہ میں تعلیم حاصل تھی۔ علامہ کے خطاب سے سرفراز کئے گئے تھے۔ حضرت شیخ جلال الدین تبریزی کے مرید تھے اور ماہر علوم ظاہری و باطنی تھے پیر و مرشد کے طلب کرنے پر بنگال تشریف لے گئے تھے۔ ان کی خانقاہ میں طلباء کو درس دیتے تھے۔ ۶۶۳ھ ہجری میں وصال ہوا تھا۔ پیر و مرشد کی خانقاہ میں دفن کئے گئے تھے۔ مزار شریف مشہور و مقدس مقام پنڈوا[1] میں اندر بارہ دری شیخ جلال الدین تبریزی پختہ واقع ہے۔ حضرت شیخ جلال الدین آپ کے سرہانے مدفون ہیں۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں)

---

[1] ضلع مالدہ علاقہ بنگال میں لکھنوتی موجودہ مرشد آباد کے قریب پنڈوا ہے۔ آدینہ ریلوے اسٹیشن سے پنڈوا تک پیدل کا راستہ ہے پنڈوا ہی میں حضرت شیخ علاء الدین گنج بنات ابن سعد خالدی لاہوری کی درگاہ ہے۔

حضرت خواجہ محمود موئینہ دوز رحمتہ اللہ علیہ

خواجہ محمود موئینہ دوز دہلی میں رہتے تھے اور قاضی حمید الدین ناگوری کے مرید و خلیفہ تھے۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کے مصاحبوں اور عقیدتمندوں میں آپ کا شمار تھا۔ حضرت قطب صاحب کی مجلس میں مدام شریک ہوتے تھے۔ ان کے ملفوظات میں آپ کا تذکرہ ہے۔ حضرت خواجہ حسن شیخ شاہی روشن ضمیر سلطان العارفین بدایوں سے آپ کے برادرانہ تعلقات تھے۔ ان سے ملنے اکثر بدایوں تشریف لاتے تھے۔ حضرت سلطان العارفین صاحب کی برسی کی فاتحہ میں بھی شریک ہوئے تھے۔ خواجہ محمود مسعود نخاسی کی قبر پر فاتحہ پڑھی تھی اور فرمایا تھا "خاک بر سرش باد کہ بچنیں درویش چناں کلمات گفتی" یعنی خاک پڑے تیرے سر پر ایسے درویش کی شان میں ایسے کلمات کہے تو نے۔ حضرت شاہ ولایت صاحب کے یہاں جس محفل سماع میں شیخ احمد نوری کا وصال ہوا تھا اس میں آپ بھی موجود تھے اور شیخ احمد نوری کی تجہیز و تکفین میں شریک ہوئے تھے صاحب تصرف اولیاء کبار میں آپ کا شمار ہے ۶۵۵ھ ہجری میں وصال ہوا تھا۔ خوابگاہ دہلی میں ہے۔

حضرت شیخ نظام الدین ابو المویدرحمتہ اللہ علیہ

شیخ نظام الدین ابو المویدعالم فاضل اور فقیہہ کامل تھے۔ سلطان شمس الدین التمش کے عہد حکومت کے مشہور و معروف بزرگوں میں آپ کا شمار تھا۔ اپنے دادا شیخ عبد الواحد غزنوی کے مرید تھے۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کے ہمعصر تھے۔ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے شیخ نظام الدین ابو المویدغزنی میں شیخ عبد الواحد کے مرید ہوئے تھے اس کے بعد دہلی آکر حضرت قطب الدین بختیار

کاکی کے مرید ہوئے تھے۔ حضرت خواجہ حسن شیخ شاہی روشن ضمیر سلطان العارفین بدایوں کے مخصوص دوستوں میں تھے۔ بدایوں اکثر تشریف لاتے تھے اور انھیں کے یہاں قیام کرتے تھے۔ ایک مرتبہ بدایوں آکر ایسے علیل ہوئے کہ اٹھنے بیٹھنے کی طاقت نہ رہی تب آپ نے صحت یابی کے لئے حضرت سلطان العارفین صاحب سے دعا کرائی تھی جیسا ہم نے حضرت سلطان العارفین صاحب کے حال میں لکھا ہے۔ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی آپ کو دیکھا تھا مگر وہ اس وقت بچہ تھے۔

فوائد الفواد میں حضرت سلطان المشائخ سے منقول ہے ایک روز میں شیخ نظام الدین ابوالموید کا وعظ سننے گیا تھا۔ وہ اس وقت جوتا پہنے ہوئے مسجد کے دروازہ پر کھڑے تھے۔ پھر انھوں نے جوتا اتار کر ہاتھ میں پکڑا اور مسجد میں داخل ہوئے۔ دو رکعت نماز ادا کی میں نے کسی شخص کو اس ہیت میں نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ نہایت اطمینان سے دوگانہ پڑھنے کے بعد منبر پر تشریف لے گئے تھے۔ قاسم نامی خوش آواز مقری نے کوئی آیت پڑھی تھی بعد ازاں انھوں نے آغاز کلام کیا تھا۔

۶۷۳ھ ہجری میں واصل حق ہوئے تھے۔ مزار شریف دہلی میں ہے۔ آپ کے دادا بھی اپنے وقت کے کاملین میں تھے اور شمس العارفین کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔ حضرت شیخ جمال آپ کے پوتوں میں ہیں جن کا مزار علیگڈھ میں ہے۔ آپ کا نسلی سلسلہ اب تک قائم ہے۔

حضرت شیخ نجیب الدین متوکل رحمتہ اللہ علیہ

بابا فرید الدین شکر گنج کے چھوٹے بھائی شیخ نجیب الدین نہایت عابد و زاہد اور متوکل تھے۔ حضرت بابا صاحب کے ہی مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ کوئی ذریعہ معاش نہ تھا۔ توکل پر گزران تھی۔ متاہل تھے اور ان تمام باتوں کے باوجود نہایت

ہنسی خوشی زندگی بسر کرتے تھے۔ یاد الٰہی میں ہمہ اوقات مشغول رہتے تھے اور یہ بھی نہ جانتے تھے کہ آج کونسا دن ہے۔ ستر سال دہلی میں گزارے۔ ایک بار آپ نے اپنے بڑے بھائی حضرت بابا فریدالدین شکر گنج سے دریافت کیا سنا ہے آپ کے پاس ابدال آتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا تم بھی تو ابدال ہو۔ حضرت سلطان المشائخ کی والدہ جب دہلی پہنچی تھیں تو آپ نے ان کو اپنے پڑوس میں ٹھہرایا تھا۔ ان کا بہت ادب و احترام کرتے تھے اور حضرت سلطان المشائخ پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ آپ ہی نے ان کو مولانا شمس الدین خوارزمی کی خدمت میں بغرض حصول علم پہنچایا تھا۔ اخبار الاخیار میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں ایک مرتبہ عید کے دن چند درویش آپ کے یہاں جمع ہوئے افسوس کی بات یہ تھی کہ آپ کے پاس کھانے کو کچھ نہ تھا۔ چھت پر جاکر یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے اور اپنے دل میں کہنے لگے یا اللہ عید کا دن بھی اسی طرح گزر جائے گا اور میرے بچے کھانے کو ترستے رہیں گے۔ جو مسافر آئیں گے وہ بھی نامراد چلے جائیں گے اسی خیال میں تھے کہ ایک بزرگ نورانی شکل کھانے سے بھرا خوان لائے اور آپ کے روبرو پیش کر کے فرمایا نجیب الدین تمہارے توکل کی دھوم توعرش اعظم پر مچی ہے اور تم ایسا خیال کرتے ہو۔ آپ نے فرمایا حق تعالیٰ جانتا ہے میں نے اپنے لئے یہ خیال نہیں کیا بلکہ اپنے یاروں کے لئے ملتفت ہوا ہوں۔ ایک روز ایک درویش آپ کے پاس آیا اور پوچھنے لگا نجیب الدین متوکل آپ ہی ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں مجھی کو نجیب الدین متاکل کہتے ہیں۔

ایک مرتبہ آپ شیخ وجیہہ الدین فاروقی سے ملنے دہلی سے چلکر بدایوں تشریف لائے تھے۔ وہ اس وقت اپنی دہلیز میں بوریہ پر بیٹھے تھے اور ایک کتاب ان کے روبرو رکھی تھی۔ آپ بھی جوتے اتار کر ان کے برابر بیٹھ گئے۔ یہ دیکھ کر شیخ وجیہہ الدین فاروقی چیں بہ جبیں ہوئے اور مزاج پرسی کے بجائے التفات تک نہ فرمایا۔ دل کی بات چہرہ

سے عیاں ہو جاتی ہے۔ آپ سمجھ گئے اور کتاب کھول کر شیخ صاحب کے سامنے رکھدی جس میں لکھا تھا آخر زمانہ میں درویش متکبر اور مغرور پیدا ہوں گے اگر کوئی مرد صالح ان کے پاس آکر جوتا اتار کر ان کے نزدیک بیٹھ جائے گا تو وہ آتش تکبر سے جل جائینگے۔ اس کو تکلیف پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ شیخ وجیہہ الدین فاروقی نے جب یہ عبارت پڑھی تو بہت منفعل ہوئے اور اپنے کئے کی معذرت چاہی۔ آپ نے ان کا قصور تو معاف کر دیا تھا مگر ان کے یہاں قیام کرنا گوارا نہ کیا تھا۔ اسی وقت اٹھ کر چلے گئے تھے۔ ۹ رمضان ۶۷۱ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار اقدس دہلی میں مرجع اہل عقیدت ہے۔

حضرت قاضی محی الدین کاشانی رحمۃ اللہ علیہ

اخبار الاخیار میں حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے قاضی محی الدین کاشانی حضرت شیخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کے مریدوں میں تھے اور وفور علم نیز زہد و تقویٰ میں مشہور و معروف تھے۔ دو دمان علم و کرامت سے نسبت رکھتے تھے اور شہر میں استاد مانے جاتے تھے۔ ابتدائے ارادت ہی سے دنیاوی تعلقات سے کنارہ کر لیا تھا اور وظائف کی سندیں جو دانشمندی کا سرمایہ ہوتی ہیں شیخ کی خدمت میں لاکر پھاڑ ڈالی تھیں۔ فقر و مجاہدہ کی زندگی اختیار کر لی تھی۔ نسلاً سید اور حضرت امام حسن علیہ السلام کی اولاد میں تھے۔ سلسلہ نسب درج ذیل ہے۔

قاضی محی الدین کاشانی بن سید جلال الدین کاشانی بن قاضی سید قطب الدین کاشانی بن سید محی الدین کاشانی بن سید زین الدین بن سید امام ضیاء الدین بن سید ذکریا بن سید اسمٰعیل بن سید یحییٰ بن سید عبداللہ بن سید زید اسود بن سید ابراہیم رسی بن سید محمد رسی بن سید قاسم رسی بن سید ابراہیم طباطبا بن سید اسمٰعیل دیباج بن سید ابراہیم عمر بن حسن مثنیٰ بن حضرت امام حسن بن —

امام المتقین حضرت مولا علی کرم اللہ وجہ

آپ کے دادا قاضی قطب الدین ایران سے چل کر ہندوستان تشریف لائے تھے اولاً اوچھ میں قیام کیا تھا بعدہٗ ملتان جاکر مسکن گزیں ہوئے تھے۔ ان کے بیٹے قاضی جلال الدین کاشانی التمش کے عہد میں قاضی عسکری ہوئے بعد میں قاضی مملکت بنا کر اودھ بھیج دیئے گئے تھے۔ طبقات ناصری میں حال درج ہے۔ ضیاء الدین برنی نے تاریخ فیروز شاہی میں جن جلال الدین کا حال لکھا ہے وہ کوئی اور شخص ہیں۔ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے قاضی جلال الدین قاضی مملکت سلطان معزالدین[1] بہرام کے عہد میں تھے۔ پھر بنگال چلے گئے تھے۔ اس کے بعد بدایوں کے قاضی القضاۃ ہوگئے تھے۔

قاضی محی الدین کاشانی کو بھی اودھ کی قضا تفویض ہوئی تھی۔ آپ نے جب حضرت سلطان المشائخ کو اس امر سے مطلع کیا تھا تو پیر و مرشد نے ناخوشگواری کا اظہار فرمایا تھا۔ خلافت نامہ واپس لے کر اپنے پاس رکھ لیا تھا۔ ایک سال تک حضرت سلطان المشائخ کا مزاج متغیر رہا تھا اس کے بعد قدیم روش پر آیا تھا اور آپ کو تجدید ارادت سے مشرف کیا تھا۔ خلافت نامہ بھی واپس کر دیا تھا۔ آپ کو ایک خاص نصیحت نامہ بھی حضرت سلطان المشائخ نے مرحمت فرمایا تھا۔ آپ کا نسلی سلسلہ اب تک بدایوں اور دہلی میں قائم ہے۔ ۱۵ ربیع الاول ۷۱۹ھ ہجری کو حضرت سلطان المشائخ کی حیات میں آپ کا وصال ہوگیا تھا۔ خواب گاہ دہلی میں ہے

(دیار محبوب الٰہی اور خواجہ سید محفوظ حسن نظامی سے معلومات)

حضرت قاضی منہاج السراج رحمۃ اللہ علیہ

منہاج الدین نام تھا۔ سراج الدین کے فرزند ارجمند تھے۔ آباؤ اجداد کا وطن جرجان

---

[1] معزالدین بہرام بن شمس الدین التمش کا سال جلوس ۶۳۸ھ ہجری ہے

مملکت ایران تھا. عہد شمسی میں بدایوں کے مفتی رہے تھے بعد میں دہلی کے قاضی ہو گئے تھے افاضل روزگار میں تھے. طبقات ناصری کے مصنف ہیں. وجد و سماع سے رغبت رکھتے تھے. اکثر سماع کے وقت بیقرار ہو جاتے تھے. اہل ذوق و شوق اور صاحب زہد و تقویٰ بزرگ تھے. اپنے مکان پر قرآن مجید کے معنی و مطالب اور احادیث نبوی بیان کرتے تھے. حضرت خواجہ سید احمد بخاری کے مخصوص دوستوں میں تھے حضرت محبوب الٰہی صاحب سے منقول ہے حضرت شیخ الاسلام رحمتہ اللہ علیہ کے مرید ہونے سے پیشتر میں ہر دوشنبہ کو ان کے وعظ میں شرکت کرتا تھا اور غایت شوق سے بے خود ہو جاتا تھا. گویا مردہ ہوں یا سکتہ ہو گیا ہے. اللہ اللہ کیسا حسن بیان تھا ہر ایک شخص حسرت زدہ خاموش رہتا تھا اور فائدے اٹھاتا تھا. ایک وعظ میں انھوں نے ایک رباعی پڑھی جس کو سنتے ہی مجھ پر بے خودی طاری ہو گئی تھی پھر کچھ دیر بعد ہوش آیا تھا. شیخ بدر الدین غزنوی بھی آپ کے دوستوں میں تھے ان کو آپ شیر سرخ کہہ کر یاد کرتے تھے. دہلی میں وصال ہوا تھا. وہیں خوابگاہ ہے. شمس سراج عفیف بھی آپ ہی کو کہتے ہیں. شیخ نور الدین ابن حضرت قطب الدین منورؒ سے شرف بیعت حاصل تھا

حضرت شیخ عین الدین قصاب رحمتہ اللہ علیہ

قاضی حمید الدین ناگوری کے مرید و خلیفہ تھے. حضرت سلطان المشائخ نے آپکو دیکھا تھا. خلقت کا رجحان آپ کی طرف رہتا تھا. سلسلہ سہروردیہ کے نامی گرامی مشائخ میں تھے. جو زبان سے کہہ دیتے تھے خدا کے حکم سے پورا ہو کر رہتا تھا. مولانا فخر الدین نافلہ اور مولانا وجیہہ الدین حسام نے آپ سے فیض حاصل کیا تھا. حضرت سلطان العارفین صاحب اور حضرت شاہ ولایت صاحب کے مخصوص دوستوں میں تھے. بدایوں کئی بار تشریف لائے تھے. حضرت شیخ احمد نوری کی تجہیز و تکفین میں بھی شریک تھے. مزار

شریف دہلی میں بمقام اوھ چینی بی بی نور کے مزار سے دو سو قدم پر سڑک سے داہنے ہاتھ کو اسکول کے نکڑ پر ہے۔

حضرت خواجہ یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ یوسف چشتی بدایوں کے رہنے والے تھے۔ دہلی جاکر بود و باش اختیار کرلی تھی۔ سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہوکر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ عابد و زاہد اور صاحب کرامت و خوارق عادات بزرگ تھے۔ سماع کے بے حد شوقین تھے، ۱۰ ذی الحجہ ۶۶۶ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف دہلی میں حضرت مخدوم شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی کی درگاہ کے راستہ میں ایک گنبد کے اندر پختہ واقع ہے۔ بہو میں شیخ صلاح الدین مدفون ہیں۔

(تاریخ اولیائے بدایوں۔ باقیات الصالحات۔ طبقات الاولیاء)

حضرت مولانا سید محمد تاج الدین منور چشتی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا سید محمد تاج الدین منور چشتی مشہد مقدس میں پیدا ہوئے تھے۔ والد ماجد کا اسم گرامی مولانا سید جلال الدین اوشی تھا۔ انھیں کے ہمراہ ہندوستان تشریف لائے تھے اور بدایوں آکر مدرسہ معزیہ میں تعلیم حاصل کی تھی۔ حضرت خواجہ سید عرب بخاری کے مرید تھے۔ خرقہ خلافت حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی حاصل کیا تھا۔ علم و فضل اور عقل و شعور کی شہرت نے تقرب شاہی کی عزت بخشی تھی۔ سلطانی ناصر الدنیا والدین سلطان شمس الدین التمش کے ندیموں میں جگہ پائی تھی۔ علم و فضل اور تقویٰ و طہارت میں مرتبہ کمال رکھتے تھے۔ ۹ ربیع الاول ۶۶۸ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف دہلی میں حضرت قطب صاحب کی درگاہ کے

اندر جالیوں کے باہر جانب مشرق پختہ واقع ہے

(تاریخ اولیائے بدایوں۔ باقیات الصالحات۔ طبقات الاولیاء گلزار ابرار۔ تاریخ فرشتہ)

حضرت بابا فرید الدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ

بعض حضرات کہتے ہیں فرید الدین مسعود نام تھا اور بعض کہتے ہیں مسعود الدین فرید لیکن ڈاکٹر ظہور الحسن شارب نے اپنی کتاب خم خانہ تصوف میں مسعود لکھا ہے اور یہی نام پایۂ تحقیق کو پہنچتا ہے کہیں شکر گنج کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے اور کہیں گنج شکر کے والد ماجد کا اسم گرامی قاضی جمال الدین تھا جنکو شیخ جمال الدین بن سلیمان بھی کہتے ہیں۔ قریشی الاصل اور فاروقی النسل تھے۔ خاندان آپ کا قاضی زادوں کے نام سے مشہور تھا۔ بعض حضرات کہتے ہیں یکم رمضان ۵۶۹ھ ہجری کو ضلع ملتان کے قصبہ کھوتوال میں پیدا ہوئے تھے اور بعض کہتے ہیں ۵۸۲ھ ہجری میں عالم ارواح سے بزم آب وگل میں تشریف لائے تھے۔ لیکن تاریخ فرشتہ میں پانسو پچھتر ہجری سال ولادت تحریر ہے۔ ابتدائی تعلیم کھوتوال میں حاصل کی تھی۔ بعد ازاں ملتان آکر مولانا منہاج الدین ترمذی کے روبرو زانوئے تلمذ تہہ کیا تھا اس کے بعد قندھار چلے گئے تھے اور پانچ سال وہاں رہ کر فقہ حدیث اور تفسیر کی تعلیم حاصل کی تھی حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ روم شام اور سیوستان کے علاوہ قندھار، بغداد، غزنی، کاشغر، بدخشاں اور بخارا میں کافی سیاحت کی تھی۔ وہاں کے بزرگوں سے مل کر فیض حاصل کیا تھا حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی، حضرت خواجہ فرید الدین عطار، حضرت شیخ مصلح الدین سعدی حضرت شیخ بہاء الدین حموی، حضرت شیخ نصیر الدین کرمانی اور حضرت سیف الدین خضری سے خصوصی فیضان حاصل کیا تھا۔ واپسی میں ملتان آکر حضرت شیخ بہاء الدین

زکریا ملتانی کی خانقاہ میں مقیم ہوئے تھے۔ وہاں سے چل کر دہلی آئے تھے اور پیر و مرشد کی خدمت میں رہ کر باطنی نعمتوں سے مالا مال ہوئے تھے۔ دہلی سے چل کر ہانسی ہوتے ہوئے سنہ ۶۰۰ ہجری میں اجودھن پہنچے تھے۔ قاضی اجودھن نے آپ کی سخت مخالفت کی تھی اور طرح طرح کے فتاوے آپ کے خلاف جاری کرائے تھے مگر اس کی شدید مخالفت کے باوجود آپ رشد و ہدایت فرماتے رہے تھے شہاب الدین ساحر کے لڑکے نے آپ پر جادو کیا تھا مگر اس سے آپ کو کچھ گزند نہ پہنچا۔ اس کو بھی منہ کی کھانی پڑی تھی۔ فوائد الفواد میں لکھا ہے پاک پٹن کا قاضی ہمیشہ حضرت شیخ الاسلام فرید الدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ سے پرخاش رکھتا تھا یہاں تک کہ غایت خصومت سے ملتان گیا اور وہاں کے صدر و آئمہ سے کہا کہ یہ کس حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص مسجد میں بیٹھے اور راگ سنے۔ کسی وقت اس کو وجد ہو اور وہ شخص مسجد میں تواجد کرے۔ ان لوگوں نے دریافت کیا یہ واقعہ کس کا ہے قاضی نے جواب دیا یہ معاملہ شیخ فرید الدین قدس سرہٗ کا ہے۔ حضرت شیخ الاسلام کا نام سن کر انھوں نے کہا ہم ان کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے۔ شیخ کے وصال کی خبر پاکر آپ دہلی آئے تھے۔ ان کی خانقاہ میں قیام کیا تھا اور سجادہ کو رونق بخشی تھی۔ لاہور بھی تشریف لے گئے تھے اور خواجہ علی بن عثمان ہجویری کے مزار پر چلہ کشی کی تھی آج وہ جگہ چلیدانہ مشہور ہے۔ اجلہ اولیاء میں آپ کا شمار ہے۔ عبادت و ریاضت میں بے نظیر، عشق الٰہی کے اسیر تھے۔ فقر میں آپ کا مقام بہت بلند تھا۔ سماع کے شوقین تھے مگر شہرت سے گریز کرتے تھے۔ استغراق کا یہ عالم تھا کہ بیس سال تک عالم تفکر میں کھڑے رہے۔ پاؤں ورم کر گئے تھے۔ خون بہنے لگا تھا۔ تحمل و بردباری، قناعت و توکل، تقویٰ و طہارت، عشق و محبت اور ذوق و شوق کا مجسمہ تھے۔ مسلسل روزے رکھتے تھے اور شربت کے ایک پیالہ سے جس میں

چند منقے پڑے ہوتے تھے افطار کرتے تھے۔ تھوڑا خود پیتے تھے باقی حاضرین کو تقسیم کر دیتے تھے۔ عشاء کی نماز کے بعد دو روٹی روغنی آتی تھیں ان میں سے ایک خود تناول فرماتے تھے دوسری حاضرین میں تقسیم کر دیتے تھے۔ آپ نے ستے کا روزہ بھی رکھا تھا اور روزۂ داؤدی بھی۔ چلّہ معکوس میں پیٹ کو کاٹ کی ٹکیا باندھ کر بارہ برس تک کنوئیں میں الٹے لٹکے رہے تھے۔ پوشاک ہمیشہ شکستہ رہی ایک کمبل تھا وہ بھی اس قدر چھوٹا کہ پیروں پر ڈالتے تھے تو سر کھل جاتا تھا اور سر پر ڈالتے تھے تو پیر کھل جاتے تھے۔ توکل کا یہ عالم تھا جو میسر ہوتا سب خرچ کر دیتے تھے پاس ایک ہبہ نہ رکھتے تھے۔ گھر میں اکثر فاقہ ہوتا تھا۔ مریدین کو زنبیل گردانی کرنی پڑتی تھی۔ جب آپ کا وصال ہوا تو کفن خریدنے تک کو پیسے نہ تھے۔ مکان کا دروازہ توڑ کر قبر میں اینٹیں لگائی گئی تھیں۔ بعض حضرات کہتے ہیں فریدالدین لقب بارگاہ ایزدی سے عطا ہوا تھا۔ بعض کہتے ہیں خواجہ فریدالدین عطار نے آپ کو اس خطاب سے نوازا تھا۔ شکر گنج کی وجہ تسمیہ کے بارہ میں مختلف روایتیں ہیں۔ دہلی کے دوران قیام حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری نے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی کی خانقاہ میں آپ کو باطنی نعمتوں سے سرفراز فرمایا تھا اور آپ کے حق میں دعائے خیر کی تھی۔ اسی دن سے علم لدنی آپ پر منکشف ہو گئے تھے۔ سلطان غیاث الدین بلبن نے آپ کو شیخ الاسلام کے جلیل القدر منصب پر مامور کیا تھا۔ شیخ جلال الدین تبریزی سے اور شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی سے آپ کے خصوصی تعلقات تھے۔ اکثر خط و کتابت ہوتی تھی۔ دو مرتبہ آپ بدایوں بھی تشریف لائے تھے۔ پہلی بار شیخ وجیہہ الدین فاروقی سے ملنے آئے تھے اور انھیں کے یہاں قیام کیا تھا۔ اس زمانہ میں شیخ جلال الدین تبریزی بھی بدایوں میں رونق افروز تھے دوسری بار ۶۵۰ھ ہجری میں آپ بدایوں تشریف لائے تھے اور شیخ احمد نوری کے

وصال کے وقت حضرت شاہ ولایت صاحب کی خانقاہ میں موجود تھے۔ شیخ احمد نوری کی تجہیز و تکفین میں شرکت کی تھی۔ آپ کی اولاد اب تک بدایوں میں موجود ہے۔ ان کے پاس آپ کے متعدد تبرکات ہیں جن کی زیارت ہر سال ۵ محرم کو کرائی جاتی ہے۔ آپ کی درگاہ میں ایک دروازہ ہے جس کو بہشتی کھڑکی کہتے ہیں۔ یہ بات عام طور سے مشہور ہے بہشتی کھڑکی میں ہو کر نکلنے والے شخص پر دوزخ کی آنچ حرام ہو جاتی ہے مگر مخصوص لوگوں کو معلوم ہے کہ اجودھن کے دوران قیام ایک بار حضرت شیخ نظام الدین اولیاء کسی کام سے بازار تشریف لے گئے تھے وہاں ایک درویش باآواز بلند چلاتا آرہا تھا جو شخص آج میری صورت دیکھ لے گا اس پر دوزخ کی آنچ حرام ہوگی۔ یہ سن کر حضرت سلطان المشائخ ایک دکان میں گھس گئے تھے اور اپنا منہ چھپا لیا تھا۔ جب وہ فقیر دور نکل گیا تب باہر تشریف لائے تھے۔ خانقاہ پہنچے تو اسی کا تذکرہ ہو رہا تھا۔ آپ نے پوچھا نظام الدین تم نے بھی اس فقیر کی صورت دیکھی۔ حضرت محبوب الٰہی صاحب نے فرمایا میری جنت تو حضور کے قدموں کے نیچے ہے۔ مجھے اس کی شکل دیکھ کر کیا لینا تھا۔ یہ سن کر آپ بہت خوش ہوئے تھے۔ خانقاہ کی شرقی دیوار اسی وقت توڑوا کر دروازہ نکلوایا تھا اور فرمایا تھا نظام الدین پر دوزخ کی آنچ حرام اس کے باپ پر دوزخ کی آنچ حرام، اس کے دادا پر دوزخ کی آنچ حرام، اس کی سات پشت پر دوزخ کی آنچ حرام اور آج کی تاریخ سے اس دروازہ میں ہو کر نکلنے والے ہر شخص پر دوزخ کی آنچ حرام۔ اس کے بعد آپ نے حضرت نظام الدین اولیاء کا ہاتھ پکڑا تھا اور اس دروازہ سے نکال کر لے گئے تھے۔ اسی دن سے وہ دروازہ بہشتی کھڑکی مشہور ہے، ۵ محرم کو ہر سال ہزاروں زائرین اس میں ہو کر نکلتے ہیں بعض تذکرہ نگار لکھتے ہیں سنہ ۶۶۹ ہجری میں آپ کا وصال ہوا تھا۔ بعض لکھتے ہیں سنہ ۶۶۶ یا سنہ ۶۶۸ ہجری میں آپ واصلِ حق ہوئے تھے۔ بعض حضرات کہتے ہیں ۵ محرم سنہ ۶۶۰ ہجری تاریخ وصال ہے۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے ۵ محرم سنہ ۶۶۴

ہجری تاریخ وصال لکھی ہے لیکن شیخ وحید احمد مسعود نے ۵ محرم ۶۶۱ھ ہجری لکھی ہے
مزار شریف پاک پٹن منٹگمری میں عالیشان درگاہ کے اندر مرجع خلائق اور منبع فیوض و برکات
ہے آپ کا مقولہ ہے۔ علماء اشرف الناس ہوتے ہیں اور فقراء اشرف الاشراف فقیر
علماء کی جماعت میں ایسا ہوتا ہے جیسے تاروں بھرے آسمان میں چودھویں کا چاند۔

خم خانہ تصوف۔ عظمت الاولیاء۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ باقیات الصالحات
فوائد الفواد خیر المجالس اخبار الاخیار راحت القلوب

حضرت خواجہ عزیز بشیر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

عزیز الدین نام تھا۔ مولوی بشیر الدین کے فرزند ارجمند تھے۔ عوام میں خواجہ عزیز
بشیر مشہور تھے۔ بدایوں کے ایک ذی علم رئیس زادے تھے مگر شان درویشانہ رکھتے تھے
عبادت و ریاضت میں زیادہ وقت گزارتے تھے۔ مطالعہ میں اکثر کتب تصوف
رہتی تھیں۔ درویشوں کے جلسوں میں بہت شریک ہوتے تھے۔ اغنیاء سے کم
ملتے تھے۔ نہایت بیباک تھے بشارت غیبی پاکر بدایوں سے دہلی چلے گئے تھے
حضرت قاضی حمید الدین ناگوری کے صاحبزادے حضرت مولانا ناصح الدین کے
مرید تھے۔ بیشتر اوقات پیر و مرشد کی خدمت میں رہتے تھے۔ لوگوں کے بڑھاوے چڑھاوے
میں آکر ایک دن پیر و مرشد سے خرقہ خلافت کی خواہش کر بیٹھے اس وقت مولانا ناصح الدین
حوض شمسی کے کنارے رونق افروز تھے اور متعدد مشائخ و درویش جمع تھے۔ خواجہ کبیر خوارزمی
بھی تشریف فرما تھے۔ وہ مولانا ناصح الدین کے مخصوص دوستوں میں تھے۔ اتفاقاً
حوض شمسی کے پانی کی تعریف ہونے لگی۔ آپ نے نہایت بیباکی سے فرمایا یہ
حوض کیا ہے اس حوض کے پانی سے بہتر بدایوں کے ساگر تال کا پانی ہے۔ خواجہ کبیر کو
یہ بات ناگوار گزری۔ انھوں نے مولانا ناصح الدین کو مخاطب کرکے فرمایا یہ شخص چھوٹا ہے

اس کو خرقہ نہیں دینا چاہیے۔ یہ سن کر آپ کو بڑی ندامت ہوئی تھی۔ اسی دن دہلی سے کوچ کر کے ناگور چلے گئے تھے بقیہ عمر وہیں بسر کی۔ نہ پھر کبھی دہلی آئے اور نہ بدایوں۔ ۵ رشوال ۶۸۹ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف ناگور علاقہ گجرات میں شیخ احمد شیبانی کے مزار کے قریب ہے۔

(باقیات الصالحات۔ مراۃ الجنان۔ طبقات الاولیاء)

سلطان المشائخ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ نظام الدین اولیاء صوفیائے نامدار اور اولیائے کبار میں ہیں۔ سلطان المشائخ ہیں اور دربار قدس میں مرتبۂ عظیم اور مقام اعلیٰ رکھتے ہیں۔

نام، لقب، خطاب اور منصب

محمد نام تھا۔ عوام میں مولانا، سید، زری زربخش اور اولیاء مشہور تھے پیر و مرشد نے جہانگیر عالم کا اور استاد مکرم مولانا شمس الدین خوارزمی نے بحاث اور محفل شکن کے خطاب مرحمت فرمائے تھے گروہ علماء میں گنج معانی، گروہ فقراء میں سلطان المشائخ اور حلقہ مریدین میں خواجہ ذکر اللہ بالخیر کے القاب سے یاد کئے جاتے تھے۔ بادشاہ وقت نے شیخ الاسلام کا جلیل القدر منصب تفویض کیا تھا۔ بارگاہ رسالت سے نظام الدین کا خطاب عطا ہوا تھا اور دربار خداوندی سے محبوبیت کا درجہ ملا تھا۔ قطب حقیقی تھے بایں وجہ محبوب الٰہی کہلاتے ہیں

حسب و نسب

والد ماجد کا اسم گرامی خواجہ سید احمد تھا۔ جن کا تذکرہ گزشتہ اوراق میں درج ہے۔ آپ کے جد امجد خواجہ سید علی بخاری وسط ایشیاء کے کوہستان سے نکل کر ہندوستان کے سرسبز و شاداب میدانوں میں تشریف لائے تھے۔ اولاً لاہور میں

قیام کیا تھا. بعد ازاں ۷۰۰ھ ہجری میں بدایوں آکر سکونت اختیار کی تھی. کتاب الاشراف الشرفاء البدایوں میں لکھا ہے آپ کا خاندان بدایوں کے مفتخر خاندان سادات مشہدی سے تھا. باقیات الصالحات میں مولوی عبدالولی چشتی بدایونی نے پدری و مادری نسب نامے اس طرح تحریر کئے ہیں.

شجرۂ پدری ــ محمد بن احمد بن علی بن عبداللہ خلّی بن سید حسن غزنوی شرف جہاں بن میر علی بے بازو بخاری غزنوی بن احمد مشہدی بخاری بن عبداللہ مشہدی بن علی اصغر مشہدی بن عبداللہ جعفر ثانی بن امام علی نقی بن امام محمد تقی بن امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین شہید کربلا بن امام الاولیاء **امیر المومنین** خلیفۃ المسلمین سیدنا و مولانا حضرت علی کرم اللہ وجہہ

شجرۂ مادری ــ بی بی سیدہ زلیخا بنت خواجہ سید عرب بخاری بن ا ابوالمفاخر محمد اطہر غزنوی بن حسین غزنوی بن میر علی بے بازو بخاری غزنوی مذکور الصدر

ولادت

۲۷ صفر روز چہار شنبہ وقت طلوع آفتاب ۶۳۱ھ ہجری کو آپ کی ولادت بمقام بدایوں اندرون قلعہ محلہ پتنگی ٹیلہ میں ہوئی تھی. اسی روز آپ کے پڑوس میں رہنے والے ایک جوتشی نے لوگوں سے کہا تھا یہ لڑکا جو آج اس گھر میں پیدا ہوا ہے بزرگ ہوگا. لوگوں نے پوچھا کیا نگاشتہ ہوگا. اس نے کہا نہیں. پھر سوال کیا گیا کیا بادشاہ ہوگا. اس نے کہا تاج شاہی اس کے قدموں کے نیچے ہوگا. یہ درویش کامل ہوگا. سلاطین زمانہ کے سر اس کے آستانہ پر جھکا کریں گے.

تعلیم و تربیت

چار سال کے ہونے پائے تھے کہ سایۂ پدری سر سے اٹھ گیا تھا۔ والدۂ ماجدہ کے ظل عاطفت میں رہ کر تعلیم و تربیت پائی تھی۔ خواجہ شادی مقری بدایونی سے ایک پارہ قرآن مجید کا پڑھا تھا جس کی برکت سے پورا قرآن مجید آپ کو حفظ ہو گیا تھا مولانا علاء الدین اصولی بدایونی نے صرف و نحو کی کتابیں پڑھا کر حضرت علی مولا بزرگ کے ہاتھوں دستار فضیلت آپ کے سر پر بندھوائی تھی۔ وہ پگڑی آپ کی والدہ نے اپنے ہاتھ سے سوت کات کر تیار کی تھی۔ دہلی جا کر مولانا شمس الدین خوارزمی کے روبرو زانوئے تلمذ تہہ کیا تھا اور مولانا امین الدین احمد تبریزی و مولانا کمال الدین زاہد سے بھی تعلیم حاصل کی تھی۔

بیعت و خلافت

شیخ الاسلام حضرت بابا فرید الدین شکر گنج اجودھنی کے مرید ہو کر خلافت حاصل کی تھی۔ شجرۂ طریقت درج ذیل ہے

شجرۂ طریقت ــــ سلطان المشائخ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی مرید و خلیفہ شیخ الاسلام حضرت بابا فرید الدین شکر گنج مرید و خلیفہ قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی مرید و خلیفہ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری مرید و خلیفہ خواجہ عثمان ہرونی مرید و خلیفہ حاجی شریف زندنی مرید و خلیفہ خواجہ قطب الدین مودود چشتی مرید و خلیفہ خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی مرید و خلیفہ خواجہ ابو محمد چشتی مرید و خلیفہ خواجہ ابو احمد ابدال چشتی مرید و خلیفہ خواجہ ابو اسحاق شامی مرید و خلیفہ خواجہ ممشاد علوی دینوری مرید و خلیفہ خواجہ امین الدین ہبیرہ البصری مرید و خلیفہ خواجہ حذیفۃ المرعشی مرید و

خلیفہ خواجہ سلطان ابراہیم بن ادہم مرید و خلیفہ خواجہ فضیل بن عیاض مرید و خلیفہ خواجہ عبدالواحد بن زید مرید و خلیفہ خواجہ حسن بصری مرید و خلیفہ حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرید و خلیفہ سرکار دو عالم احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

سیرت و شخصیت

صاحب عظمت و ولایت، جامع علوم صوری و معنوی، ترک و تجرید میں یگانہ، زہد و ورع میں مشہور زمانہ صاحب کرامت و خوارق عادات، شب بیدار، واقف اسرار پروردگار، مقتدائے جہاں، ہادیٔ دوراں، عبادت و ریاضت میں بے مثال، صاحب حال و قال بزرگ تھے۔ بعد نماز عشاء حجرہ میں تشریف لے جاکر یاد الٰہی میں مشغول ہو جاتے تھے اس وقت کوئی شخص آپ کے پاس نہ جاتا تھا۔ خلعت محبوبیت سے سرفراز کئے گئے تھے شان محبوبیت سے بالامقام محبوبیت تھا۔ اولیائے کبار اور مشائخ عظام میں آپ کا شمار ہے۔ طے الارض کے ذریعہ نماز فجر اکثر حرم شریف میں ادا کرتے تھے۔ سماع کے شیدائی تھے آپ کی خانقاہ میں تقریباً دو سو قوال علوفہ دار تھے۔ ان سب میں ممتاز امیر حسن قوال تھے۔ سماع کے جلسوں میں فقراء صاحب کمال اور صوفیا، اہل وجد و حال کثرت سے شریک ہوتے تھے۔ ان مجلسوں میں نہ طبلہ ہوتا تھا اور نہ کوئی تال پیٹا تھا۔ محرمات کو اجازت نہ تھی۔ تصوف کے اشعار پڑھے جاتے تھے اور حضرت امیر خسرو سماع کا افتتاح کرتے۔ فتوحات کا کچھ شمار نہ تھا بے شمار فقراء اور مساکین آپ کے لنگر خانہ سے کھانا پاتے تھے۔ چورانوے سال کی عمر پائی۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مجلس شریف میں اکثر حضوری ہوتی تھی۔ ۶۹۷ سال دہلی میں

مسند سجادگی پر متمکن رہ کر سلسلہ رشد و ہدایات جاری کیا۔ ہزاروں اشخاص مرید ہوئے بیسوں کو خلافت سے نوازا۔ مخالفین ہمیشہ سرنگوں رہے۔ سلاطین وقت نے آستاں بوسی کی۔ خلق آپ کا کریمانہ تھا۔ جس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص جھجو نامی غیاث پور کا رہنے والا آپ کو برا بھلا کہتا تھا۔ جب وہ مرا تو اس کے جنازہ کی نماز آپ نے پڑھائی تھی اور قبر پر جاکر دعائے مغفرت کی تھی۔ یہی وجہ ہے جو بیشمار اشخاص روزانہ آپ کے آستانہ پر حاضر ہو کر نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں۔

بدایوں سے روانگی

سنہ ۶۴۴ ہجری میں جب کہ آپ کا سن مبارک چودھویں سال میں چل رہا تھا تکمیل علوم کی خاطر اپنی والدہ محترمہ کے ہمراہ بدایوں سے روانہ ہو کر دہلی پہنچے تھے۔ بعض کتابوں میں اٹھارہ سال کی عمر میں دہلی جانا تحریر ہے۔

دہلی میں قیام

دہلی پہنچ کر والدہ محترمہ کو سرائے مینا بازار میں ٹھہرایا تھا جس کو نمک سرائے بھی کہتے تھے اور خود ایک مسجد کے حجرہ میں فروکش ہوئے تھے۔ تھوڑے دن بعد آپ نے حجرہ چھوڑ دیا تھا اور سرائے کے سامنے بارگاہ ملا قوام میں تشریف لے گئے تھے۔ چند یوم بعد آپ کی والدہ مکرمہ بھی سرائے سے اٹھ کر اس عمارت میں چلی آئی تھیں جو سلطان محمد عادل کے وقت میں جے منڈل کے نام سے مشہور تھی وہیں شیخ نجیب الدین متوکل کا مکان تھا۔ وہ آپ سے بہت محبت اور شفقت رکھتے تھے۔ انھوں نے ہی لے جاکر آپ کو مولانا شمس الدین خوارزمی کی شاگردی میں دیا تھا۔ ملا قطب الدین ناقلہ اور ملا برہان الدین عبدالباقی آپ کے ہم سبق تھے۔ مولانا شمس الدین خوارزمی سے پڑھ کر آپ نے مولانا امین الدین احمد تبریزی اور مولانا کمال الدین زاہد سے تعلیم حاصل کی تھی۔ اسی اثنا میں آپ کی والدہ

ماجدہ اس دنیا سے حجاب کر گئی تھیں۔ ان کے پردہ کرتے ہی آپ نے دہلی چھوڑ دی تھی اور پیر کی تلاش میں گھر سے نکل کھڑے ہوئے تھے۔

دہلی سے روانگی

دہلی سے روانہ ہو کر ہانسی پہنچے تھے۔ سرستی کے کنارے قیام کیا تھا۔ وہاں خواب میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا نظام الدین اجودھن جا۔ چنانچہ آپ ہانسی سے سیدھے اجودھن تشریف لے گئے تھے اور ۱۰ رجب المرجب ۶۵۵ھ ہجری کو حضرت بابا فرید الدین شکر گنج کے دیدار سے مشرف ہوئے تھے۔

اجودھن میں قیام

۱۰ رجب ۶۵۵ھ ہجری کو جب آپ اجودھن پہنچے اس وقت آپ کا سن مبارک چوبیس سال کا تھا۔ حضرت بابا صاحب نے دیکھتے ہی فرمایا تھا آؤ مولانا نظام الدین بدایونی۔ میں سوچ رہا تھا ہندوستان کی ولایت کس کو دوں۔ غیب سے ندا آئی۔ نظام الدین بدایونی آرہا ہے وہ اس کا مستحق ہے۔ چنانچہ اسی وقت آپ حضرت بابا صاحب کے مرید ہو گئے تھے اور نظام الدین کے لقب سے یاد کئے جانے لگے تھے۔ اجودھن میں آپ کا قیام صرف سات آٹھ مہینے رہا تھا مگر اس قلیل مدت میں ہی تمام منازل طریقت طے کر کے مرتبۂ کمال کو پہنچ گئے تھے۔ قرآن مجید کے چند پاروں کی قرأت بھی آپ نے حضرت بابا صاحب سے سیکھی تھی اور کئی کتابوں کا درس بھی لیا تھا۔ مولانا بدر الدین اسحٰق مولانا حسام الدین ہانسوی اور مولانا حسام الدین کابلی بھی ان ایام میں حضرت بابا صاحب سے کسب کمال کر رہے تھے۔ چاروں درویش ایک ہی دستر خوان پر کھانا کھاتے تھے اور ساتھ ہی رہتے تھے۔ ۲ ربیع الاول ۶۵۶ھ ہجری کو روز چہار شنبہ حضرت بابا صاحب نے آپ کو اپنے روبرو بلا کر مجمع اہل اللہ میں فرمایا تھا نظام الدین کو ہندوستان

کی ولایت دی گئی اور صاحب سجادہ بنائے گئے۔ یہ سنتے ہی آپ حضرت بابا صاحب کے قدموں پر گر پڑے تھے۔ انھوں نے نہایت شفقت سے فرمایا تھا سر اٹھائیے جہانگیر عالم اور حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کی دستار مبارک اپنے سر سے اتار کر آپ کے سر پر رکھی تھی۔ خرقہ خواجگان چشت جو سلسلہ بسلسلہ چلا آرہا تھا اپنے ہاتھوں سے آپ کو پہنایا تھا اور دعا ء مرحمت فرما کر دو رکعت نماز شکرانہ ادا کرائی تھی ساتھ ہی ساتھ یہ بھی فرمایا تھا یہ سب کچھ میں تم کو اس وجہ سے دے رہا ہوں کہ میری وفات کے وقت تم میرے پاس موجود نہ ہوگے۔ پھر مولانا بدرالدین اسحاق سے مثال خلافت لکھوا کر اپنے ہاتھ سے آپ کے حوالہ کی تھی اور بغل گیر ہو کر فرمایا تھا جاؤ خدا کو سونپا اور تم کو واصل حق کیا۔ چلتے وقت وہ کمبل جس پر خود بیٹھتے تھے اور نعلین چوبی جو پہنتے تھے عنایت فرما کر کہا تھا راستہ میں ہانسی پہنچ کر شیخ جمال الدین ہانسوی سے ملنا اور اپنا خلافت نامہ ان کو دکھانا۔ اس کے علاوہ یہ بھی نصیحت کی تھی کہ اپنے دشمنوں کو ہمیشہ خوش رکھنا۔

دہلی کو مراجعت

اجودھن سے چل کر آپ ہانسی تشریف لائے تھے اور شیخ جمال الدین ہانسوی کو اپنا خلافت نامہ دکھایا تھا وہ بہت خوش ہوئے تھے اور یہ شعر پڑھا تھا ؎

خدائے جہاں را ہزاراں سپاس کہ گوہر رسیدہ بہ گوہر شناس

ہانسی سے چل کر دہلی تشریف لائے تھے اور بشارت غیبی پاکر موضع غیاث پور میں سکونت اختیار کی تھی۔ سلسلہ رشد و ہدایت جاری کیا تھا اور خدمت خلق میں مشغول ہوگئے تھے۔

فتوحات و رجوعات

غیاث پور میں مسکن گزیں ہونے کے وقت آپ کو کسی قسم کی فتوح نہیں تھی

نہایت فقر و فاقہ سے زندگی بسر ہوتی تھی۔ باوجودیکہ اس زمانہ میں اس قدر ارزانی تھی کہ ایک سیر میں دو آدمی دونوں وقت شکم سیر ہوتے تھے مگر آپ کو کئی کئی روز تک زحمت فاقہ کشی برداشت کرنی پڑتی تھی صرف دو درویش صاحب یقین آپ کے مریدوں میں خانقاہ میں پڑے رہتے تھے ان میں ایک شیخ برہان الدین محمد غریب تھے جو دولت آباد میں آسودہ ہیں اور دوسرے شیخ کمال الدین یعقوب تھے جن کا مزار پاک پٹن میں ہے۔ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا چار دن متواتر کوئی چیز میسر نہ آئی جو افطار کے وقت کھاتے۔ پڑوس میں ایک صالحہ عورت رہتی تھی جو رسیاں بٹ کر گزر کرتی تھی اور آپ سے عقیدت رکھتی تھی۔ اسے جب معلوم ہوا تو اپنا بس انداز کیا ہوا ڈیڑھ سیر آٹا آپ کی خدمت میں لاکر پیش کر دیا۔ آپ نے شیخ کمال الدین یعقوب سے فرمایا اس آٹے کو پانی میں گھول کر ہانڈی میں پکاؤ شاید کسی آنے والے کا بھی اس میں حصہ ہو۔ شیخ کمال الدین نے ہانڈی چڑھائی ہی تھی کہ ایک فقیر گدڑی اوڑھے ہوئے آیا اور باواز بلند کہا مولانا نظام الدین جو کچھ ماحضر ہو اس کے دینے میں دریغ نہ کرو۔ آپ نے فرمایا ذرا کرم کرو ہانڈی پک رہی ہے۔ فقیر بولا ٹھہرنا کیسا تم ابھی اٹھو جیسی ہو ویسی اٹھا لاؤ۔ آپ فوراً اٹھے اور ہانڈی کے کنارے کرتے کی آستینوں سے پکڑ کر درویش کے روبرو پیش کر دی۔ فقیر نے کھولتی ہوئی ہانڈی میں ہاتھ ڈال کر کھانا شروع کر دیا۔ آپ دونوں ہاتھوں سے ہانڈی کے کنارے پکڑے رہے اور وہ اس میں ہاتھ ڈال ڈال کر کھاتا رہا جب کھا چکا تو اس نے ہانڈی آپ کے ہاتھ سے لیکر زمین پر پٹک دی اور بولا مولانا نظام الدین نعمت باطنی تم کو شیخ فریدالدین مسعود گنج شکر نے دی اور میں نے تمہارے ظاہری فقر کی ہانڈی توڑ دی۔ یہ کہہ کر فقیر نظروں سے غائب ہو گیا تھا۔ اسی دن سے رجوعات خلق ہونے لگی تھی۔ ہزاروں آدمی دور و نزدیک سے آکر مرید ہونے لگے تھے اور فتوح غیبی ہونے لگی تھی۔ خانقاہ شریف میں فقراء

کے لئے لنگر خانہ جاری ہوگیا تھا۔ صدہا درویش اور مساکین کھانا پاتے تھے

سلطان علاء الدین خلجی اور حضرت نظام الدین اولیاء

سلطان علاء الدین خلجی آپ سے بہت عقیدت رکھتا تھا اور ہر مہم پر آپ سے دعا کا ملتجی ہوتا تھا اپنے دونوں بیٹوں (خضر خاں اور شادی خاں) کو آپ کا مرید کرا دیا تھا۔ ضیاء الدین برنی نے لکھا ہے آپ کی دعاؤں کی برکت سے اس کے عہد حکومت میں نہ قحط پڑا اور نہ کوئی وبا پھیلی۔

سلطان محمد تغلق اور شیخ نظام الدین اولیاء

سلطان محمد تغلق بھی آپ سے عقیدت رکھتا تھا۔ اس نے آپ کے مزار پر روضہ بھی تعمیر کرایا تھا

حضرت شیخ شرف الدین بوعلیشاہ قلندر اور حضرت شیخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی

جس رات آپ خلعت محبوبیت سے سرفراز ہوئے تھے اسی کی صبح کو حضرت بوعلی شاہ قلندر نے فرمایا تھا۔

عاشق شدہ ایں بندۂ ناکام　　محبوب خدا شد محمد نظام

یہ سنتے ہی قلندر صاحب کے مرید خصوصی مبارک خاں نے ان سے استفسار کیا تھا کیا مولانا نظام الدین رات محبوب الٰہی ہوگئے۔ حضرت بوعلیشاہ قلندر نے فرمایا۔ ہاں۔ کیا تو ان کو جانتا ہے وہ مولانا ہیں۔ مبارک خاں نے کہا میں انھیں خوب اچھی طرح جانتا ہوں وہ مولانا ہیں۔ اور مولانا شمس الدین خوارزمی کے شاگرد ہیں۔ یہ سن کر حضرت بوعلیشاہ مسکرائے تھے اور فرمایا تھا وہ مولانا ہیں تو ایک سوال ہمارا بتائیں۔ ہم نے جس مولوی سے پوچھا وہ اپنے منہ پر مہر خاموشی لگا کر چلا گیا۔ مبارک خاں نے عرض کیا آپ مجھے وہ سوال لکھا دیں میں اس کا جواب ان سے لکھوا کر لاؤں گا۔ حضرت بوعلیشاہ نے فرمایا لکھو۔

اے رہبرِ خلق مرا راہ نما　　در مشکل ایں بیت جوابم فرما

گویند خدا بود دو گر ہیچ نہ بود گر ہیچ نہ بود کُجا بود خدا

مبارک خاں اس رباعی کو لیکر دہلی آئے تھے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر جواب مانگا تھا۔ آپ نے مبارک خاں کے ہاتھ سے کاغذ لے کر پڑھا تھا اور دوات قلم منگا کر اسی وقت اسی کاغذ کی پشت پر لکھدیا تھا۔

از مذہب سنت خبرے نیست ترا میداں بہ یقیں کہ لامکاں است خدا
کیفیت حق زمن چہ پرسی تو جان در تن تست کجا دارد جا

اور وہ کاغذ حاضرین کو دکھا کر فرمایا تھا ظاہری علماء تو میرا امتحان لے ہی رہے تھے معنوی مولیٰ کا یہ مسئلہ بھی جواب کو آیا ہے۔ جب مبارک خاں جواب لیکر حضرت بوعلیشاہ کے پاس پہنچے اور جواب ان کو دکھایا تو وہ بہت خوش ہوئے تھے اور فرمایا تھا بے شک وہ مولانا ہیں۔

شیخ الاسلام مولانا علیم الدین ملتانی اور شیخ الاسلام مولانا نظام الدین بدایونی

قاضی رکن الدین البوعلی حاکم شہر دہلی آپ سے خصومت رکھتے تھے۔ ایک بار۔ وہ حرمت سماع کے بارے میں ایک محضر تیار کرنے کی غرض سے اس زمانہ کے پانچسو تیس علماء متبحر کو جمع کر کے سلطان غیاث الدین تغلق کے دربار میں حاضر ہوئے۔ سلطان کے طلب کرنے پر آپ بھی خصوص مریدین کو لے کر دربار میں پہنچے۔ ان میں مولانا فخر الدین زرّادی بھی تھے انھوں نے سلطان سے کہا علماء کی اس کثیر جماعت میں جو شخص سب سے زیادہ عالم ہو وہ مجھ سے بحث کرے۔ سلطان نے قاضی رکن الدین البوعلی کی طرف اشارہ کیا۔ قاضی نے مولانا فخر الدین سے سوال کیا آپ سرود و سماع کے بارے میں کیا دلیل رکھتے ہیں۔ انھوں نے جواب میں حدیث نبوی السماع صباح لا ہلہ (گانا اہل کے لئے مباح ہے) پیش کی، قاضی نے کہا یہ تو حدیث ہے کوئی روایت حضرت امام ابوحنیفہ کی پیش کرو۔ مولانا فخر الدین نے فرمایا سبحان اللہ میں حدیث بیان کر رہا ہوں اور تم روایت حضرت امام ابوحنیفہ۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ چاہتے ہو۔ یہ جرأت تم کو رعونت حکومت دے رہی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ جلد معزول کئے جاؤ گے۔ اسی اثناء میں شیخ الاسلام حضرت علیم الدین ملتانی سہروردی نبیرہ شیخ الاسلام حضرت مولانا بہاء الدین ذکریا ملتانی بھی ملتان سے آگئے اور دوران بحث قلعہ کے اندر تشریف لے آئے۔ ان کو دیکھتے ہی سلطان کھڑا ہوگیا۔ وہ سب سے پہلے حضرت سلطان المشائخ سے ملے۔ اس کے بعد سلطان سے پوچھا شیخ نظام الدین کو کس واسطے یہاں بلا کر تکلیف دی ہے۔ اس نے کہا حرمت سماع کے بارے میں محضر تیار کرانی ہے۔ الحمد للہ آپ بھی تشریف لے آئے۔ آپ ہی اس کا فیصلہ کردیں۔ مولانا علیم الدین نے فرمایا۔ میں نے عراق، عرب، مصر اور شام کا سفر کیا ہے۔ مکہ اور مدینہ بھی گیا ہوں۔ سب جگہ کے مشائخ کرام راگ سنتے ہیں۔ کوئی ان کو منع نہیں کرتا۔ وہ بلاشبہ مباح ہے۔ ہمارے پیر و مرشد اور ان کے دوست احباب سب اہل حال ہیں اور کمال زہد و تقویٰ ظاہری و باطنی سے آراستہ و پیراستہ ہیں۔ ہمارے پیغمبر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود راگ سنا ہے اور وجد کیا ہے۔ یہ سن کر سلطان نے کہا تھا اب کیا رہ گیا۔ اسی وقت اپنی غلطی پر نادم ہو کر آپ سے عذرت خواہ ہوا تھا اور نہایت عزت احترام سے آپ کو رخصت کیا۔

خواجہ ضیاء الدین سنامی اور خواجہ نظام الدین اولیاء

خواجہ ضیاء الدین سنامی آپ کے ہمعصر تھے اور ہمیشہ سماع کی بناء پر آپ کا احتساب کرتے تھے۔ جب وہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو آپ انکی عیادت کو تشریف لے گئے تھے خواجہ ضیاء الدین سنامی نے اپنی دستار آپ کے قدموں میں بچھا دی تھی آپ نے اٹھا کر اپنی آنکھوں سے لگائی تھی۔

قطب الدین مبارک شاہ خلجی کا دردناک انجام

قطب الدین مبارک شاہ خلجی شیخ ضیاء الدین رومی کا مرید تھا اور حضرت

سلطان المشائخ سے بہت خصومت رکھتا تھا۔ اس نے حکم صادر کیا تھا کہ ہر چاندرات کو شیخ نظام الدین میرے سلام کو آیا کریں۔ ہنوز پہلی چاندرات تھی کہ وہ اپنے محبوب غلام خسرو خاں کے ہاتھ سے مارا گیا اور آپ کو دربار میں جانے کی نوبت نہ آئی۔

غیاث الدین تغلق کی عبرتناک موت

غیاث الدین تغلق بھی آپ کی طرف سے دل میں کدورت رکھتا تھا۔ اس کو یہ بدگمانی تھی کہ آپ مریدین کے ذریعہ دہلی کے تخت پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ جب وہ بنگال کی مہم سر کرکے واپس آرہا تھا تو اس نے ایک حکم نافذ کیا میرے دہلی پہنچنے سے قبل شیخ نظام الدین غیاث پور سے چلے جائیں۔ اس حکم کی اطلاع پاتے ہی آپ نے فرمایا تھا ہنوز دہلی دور ہے اور علالت کے سبب لیٹے ہوئے آسمان کی طرف منہ کئے یہ قطعہ پڑھتے رہے تھے۔

قصہ ظالم بسوئے کشتن ماست — دل مظلوم مالبوئے خداست

او دریں فکر تا بہ ما چہ کند — من دریں فکر تا خدا چہ کند

جس قدر سلطان کے نزدیک آنے کی خبریں موصول ہوتی جارہی تھیں اسی قدر آپ کے مریدین کا ہراس بڑھتا جارہا تھا مگر آپ بدستور یہی فرماتے تھے ابھی دلی دور ہے۔ دہلی کے نزدیک آکر سلطان موضع ارمغان پور میں خیمہ زن ہوا تھا۔ اس کے بیٹے محمد تغلق نے ایک پرتکلف محل اس کے قیام کے لئے تعمیر کرایا تھا۔ جب کھانا کھاکر سلطان اور اس کے ساتھی ہاتھ دھو رہے تھے وہ مکان گر پڑا تھا اور سب آدمی ملبہ کے نیچے دب کر مر گئے تھے صرف محمد تغلق زندہ بچا تھا وہ آپ کا معتقد بھی تھا اور اس حکم کے خلاف تھا۔

قاضی محمد غزنوی کو سزائے الٰہی

قاضی محمد غزنوی دہلی کے مقتدر علماء اور سلطان کے مصاحبین میں تھے۔ ایک روز

موقع پاکر ازراہ حسد سلطان قطب الدین مبارک شاہ خلجی کو اس جگہ لے آئے جہاں حضرت سلطان المشائخ کے باورچی خانہ کا کوڑا پڑتا تھا۔ لہسن پیاز کے چھلکوں کا انبار دیکھ کر سلطان نے پوچھا یہاں صفائی کب سے نہیں ہوئی ہے۔ قاضی نے کہا جہاں پناہ روزانہ صفائی ہوتی ہے اور روزانہ اسی قدر کوڑا شیخ نظام الدین کے باورچی خانہ سے نکل کر اس جگہ پڑتا ہے۔ سلطان کو بہت تعجب ہوا اور بولا فقیر ہیں یا بادشاہ اتنا کوڑا تو میرے باورچی خانہ کا بھی نہیں ہوتا۔ ان کا خرچ کہاں سے چلتا ہے۔ قاضی نے کہا درباری لوگ نذر پیش کرتے ہیں چنانچہ دربار پہنچتے ہی اس نے ایک عام حکم جاری کر دیا تھا کہ شہزادگان، امراء مصاحبین اور لشکر کا کوئی فرد اگر شیخ نظام الدین کو نذر پیش کرے گا یا بھجوائے گا تو وہ ملازمت سے برطرف کیا جائے گا۔ اور اس کی املاک و جاگیر ضبط کرلی جائے گی۔ یہ سنتے ہی آپ نے لنگر خانہ کا خرچ دوگنا کر دیا تھا مگر قاضی صاحب تھوڑے دن بعد ہی اپنے منصب سے معزول کر دیئے گئے تھے۔

قرب وصال

وصال سے آٹھ ماہ قبل آپ کو بول و براز نہیں ہوتا تھا۔ اسی عالم میں آپ نے ایک روز خواجہ اقبال کو بلا کر فرمایا جو کچھ اسباب نقد و جنس ہماری ملکیت میں موجود ہو وہ سب لاؤ تاکہ ہم تمام اشیاء مستحقین کو تقسیم کر دیں خواجہ اقبال نے عرض کیا جو فتوح نقد و اسباب آتا ہے وہ روزانہ ختم کر دیا جاتا ہے دوسرے دن کے واسطے باقی نہیں رہتا۔ البتہ کچھ غلہ انبار خانہ میں ہے جو لنگر کے خرچ کے واسطے جمع ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو جلد باہر نکلوا کر مستحقین کو دیدو۔ اس کے بعد جامہ دانی منگوا کر ایک دستار اور پیراہن اور مصلا مولانا برہان الدین غریب کو دے کر دکھن کی سمت روانہ کیا تھا اور ایک دستار و پیراہن و مصلا شیخ یعقوب کو دیکر گجرات کی طرف روانہ کیا تھا۔ ایک دستار مع پیرہن اور مصلا مولانا شہاب الدین کو عطا کیا تھا۔ ایک دستار مع

پیرہن اور مصلا مولانا جمال الدین خوارزمی کو عطا کیا تھا۔ ایک دستار مع پیرہن و مصلا مولانا شمس الدین نخشبی کو عطا کیا تھا۔ ظہر کی نماز کے بعد خرقہ و عصا اور مصلا و تسبیح و کاسۂ چوبی جو آپ کو پیر و مرشد سے ملے تھے حضرت مخدوم شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کو عطا کئے تھے اور فرمایا تھا تم شہر میں رہ کر زمانہ کے جور و جفا پر صبر کرنا۔ اس کے بعد نماز عصر ادا کی تھی۔

وصال

بعض حضرات کہتے ہیں ۱۸ ربیع الثانی ۷۲۵ھ ہجری روز چہار شنبہ ما بین عصر و مغرب وصال ہوا تھا۔ بعض کہتے ہیں ۱۸ ربیع الثانی ۷۲۵ھ ہجری روز چہار شنبہ بعد طلوع آفتاب وقت اشراق واصل حق ہوئے تھے۔ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے پوتے اور شیخ صدر الدین عارف ملتانی کے بیٹے شیخ رکن الدین ابو الفتح ملتانی نے نماز جنازہ پڑھائی تھی۔ سلطان علاء الدین خلجی کے بنوائے ہوئے مقبرہ کے سامنے جانب شرقی دفن کئے گئے تھے بعد کو اس گنبد کو مسجد میں تبدیل کر دیا گیا جس کو قدیم زمانہ میں اوتاق بزرگ کہتے تھے اور ان تمام گنبدوں سے بڑا تھا جو حضرت سلطان المشائخ کی حیات میں آپ کی آخری آرام گاہ کیلئے تعمیر کرائے گئے تھے

قطعہ تاریخ وفات

نظام دوگیتی سفر ماوطیں — سراج دو عالم شدہ بالیقیں
چو تاریخ فوتش بجستم زغیب — ندا داد ہاتف شہنشاہ دیں

۷۲۵

مزار شریف

دہلی میں درگاہ حضرت نظام الدین اولیاء کے نام سے مشہور ہے اور ہندوستان کی مشہور و معروف زیارت گاہوں میں ہے۔

خلفائے گرامی

آپ کے خلفائے گرامی کی تعداد کثیر ہے مگر ان میں حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ

دہلوی اور حضرت مولانا شیخ عثمان اخی سراج الدین پروانہ آئینہ ہند خاص طور پر قابل تذکرہ ہیں۔

عرس مقدس

نہایت اعلیٰ پیمانہ پر ہر سال ہوتا ہے۔ ۱۷ ربیع الثانی کو قل کی فاتحہ ہوتی ہے

تاریخ اولیائے بدایوں۔ باقیات الصالحات۔ فوائد الفواد۔ سیر الاولیاء

تاریخ فرشتہ۔ تذکرۃ الکرام۔ کتاب الانساب شرقی البدایوں۔ تذکرۂ نظامی

نظامی بنسری۔ خیر المجالس عبین العارفین۔ رسالہ بہشتی۔ گلزار فریدی

تذکرۃ الاتقیاء۔ مراۃ الجنان۔ اخبار الاخیار

حضرت امیر خسرو رحمتہ اللہ علیہ

حضرت امیر خسرو صاحب کمال بزرگ تھے۔ آپ کو بدایوں کے بزرگوں سے عقیدت تھی اکثر فرماتے تھے

زبس کز مرقد اہل بصیرت چشمۂ نور است بجائے سرمہ در دیدہ کشم خاک بداون را

۔۔ یمین الدین نام تھا' ابوالحسن کنیت اور خسرو تخلص پیر و مرشد ترک کے لقب سے یاد فرماتے تھے۔ آباو اجداد قبیلہ لاچین کے امراء میں تھے اور بلخ کے نواح میں بود و باش رکھتے تھے۔ آپ کے والد امیر سیف الدین محمود زمانہ کے ناسازگار حالات کی وجہ سے ہندوستان چلے آئے تھے اور قصبہ پٹیالی ضلع ایٹہ میں مسکن گزیں ہوئے تھے۔ ۶۵۱ھ ہجری میں حضرت امیر خسرو کی ولادت قصبہ پٹیالی میں ہوئی تھی۔ سات سال کی عمر میں سایۂ پدری سر سے اٹھ گیا تھا اس لئے شفیق نانا کے سایۂ عاطفت میں پرورش پائی تھی اور دہلی جاکر تعلیم حاصل کی تھی۔ اوائل عمری میں نہایت شوخ اور رنگین مزاج تھے۔ حضور سلطان المشائخ کے فیضان صحبت سے مزاج میں تبدیلی آگئی تھی اور دیندار ہو گئے تھے۔ ریاضتیں اور مجاہدات کر کے

مرتبہ کمال حاصل کیا تھا۔ ۲۴ ذی الحجہ ۷۱۲ھ ہجری کو حضرت سلطان المشائخ کے مرید ہوئے تھے۔ آپ کی خلافت کا حال تو کسی کتاب میں نہیں ملتا مگر مقبولیت میں خلفاء سے بھی بڑھے ہوئے تھے۔ پیر و مرشد کے مولد مقدس کی زیارت کی غرض سے بدایوں بھی تشریف لائے تھے اور کئی روز قیام کیا تھا۔ نہایت عالم و فاضل اور صاحب باطن تھے۔ سات بادشاہوں کا عہد حکومت دیکھا۔ ان سب کے مصاحب بن کر رہے۔ کثرت مشاغل دنیوی کے باوجود دینی مشاغل سے کبھی غافل نہ رہے۔ سات پارے قرآن مجید کے روزانہ تلاوت کرتے تھے۔ فن شعر گوئی میں کمال حاصل تھا۔ شیخ شہاب الدین مہمرہ بدایونی سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ موسیقی کے ماہر تھے۔ حضرت محبوب الٰہی صاحب کے وصال کے وقت آپ دہلی میں موجود نہ تھے۔ سلطان کے ساتھ لکھنوتی گئے ہوئے تھے۔ وصال کی خبر پاکر روتے ہوئے دہلی آئے تھے۔ ۱۸ شوال ۷۲۵ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف حضرت محبوب الٰہی صاحب کی درگاہ کے اندر جانب جنوب جداگانہ حریم کے اندر پختہ واقع ہے

تاریخ اولیائے بدایوں۔ باقیات الصالحات۔ تذکرۃ الکرام۔ رسالہ ضادی دہلی جلد ۴ شمارہ ۱۱۔ اخبار ذوالقرنین بدایوں بابت ماہ اپریل ۱۹۵۶ء تذکرۂ نظامی۔ قومی راج بمبئی کا خرد نمبر مطبوعہ نومبر ۱۹۷۵ء

حضرت خواجہ حسن سنجری رحمۃ اللہ علیہ

امیر نجم الدین نام تھا اور حسن تخلص۔ خواجہ حسن سنجری کے نام سے زیادہ مشہور ہیں آبائی وطن سیستان تھا۔ سادات عظام سے تھے۔ آپ کے والد امیر علاء الدین سنجری زمانہ کے ناسازگار حالات کی وجہ سے مع گھر بار حضرت سید محمود قادری عرف سرخ شہید صاحب کے ہمراہ بدایوں تشریف لائے تھے اور اندرون قلعہ بود و باش اختیار کی تھی۔ خواجہ حسن سنجری کی پیدائش اسی خطہ سعید میں ہوئی تھی۔ ابھی آپ کا بچپن تھا کہ والد بزرگوار بدایوں کی سکونت ترک کرکے

مع اہل و عیال دہلی چلے گئے تھے وہیں آپ نے نشو و نما پائی تھی اور تعلیم حاصل کی تھی۔ پچاس سال کی عمر میں سلطان المشائخ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ صوفی مشرب مرد دیندار تھے۔ گروہ فضلاء میں بہت عزت تھی۔ شاعری کا بھی شوق تھا نامور شعراء میں شمار کیے جاتے تھے۔ ایوان شاہی میں بھی رسائی تھی۔ تجرد کی زندگی بسر کی حضرت امیر خسرو کی اور آپکی تاریخ پیدائش میں صرف ایک سال کا فرق تھا۔ وہ عمر میں آپ سے چھوٹے تھے انھیں کے ساتھ حضرت سلطان المشائخ سے ملنے جاتے تھے اور حسن شیریں کے نام سے یاد کیے جاتے تھے۔ نام کوئی جانتا ہی نہ تھا۔ چنانچہ خلد آباد میں آپ کا مزار بھی اسی نام سے مشہور ہے۔ بیعت سے قبل شراب بہت پیتے تھے۔ پیر و مرشد کی خدمت میں رہ کر مرتبۂ کمال کو پہنچ گئے تھے۔ ان کے ملفوظات کتابی شکل میں ترتیب دیئے جو فوائد الفواد کے نام سے مشہور ہے سلطان محمد تغلق کے حکم سے دہلی کی رعایا جب دولت آباد گئی تو آپ کو بھی وہاں جانا پڑا تھا۔ مشائخ دکن کی صحبت ایسی پسند آئی کہ پھر دہلی واپس نہ آئے۔ وہیں کی خاک کے پیوند بنے۔ ۲۹ صفر ۷۳۸ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف خلد آباد میں، مرجع اہل عقیدت ہے

(تاریخ اولیائے بدایوں۔ کلیات سنجری۔ باقیات الصالحات۔ لمعات صوفیہ۔ تاریخ فرشتہ)

حضرت شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ جلال الدین تبریزی رے کے شاہی محل میں پیدا ہوئے تھے۔ وہیں نشو و نما پاکر تعلیم و تربیت حاصل کی تھی۔ والد بزرگوار کے انتقال کے بعد تیرہ برس کے تخت پر جلوہ فرما ہوئے تھے بعد میں تخت و تاج چھوڑ کر درویشی اختیار کر لی تھی۔ حضرت شیخ ابو سعید تبریزی کے مرید ہو کر علوم باطنی کی تعلیم حاصل کی تھی۔ ان کے انتقال کے بعد حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کی خدمت میں بغداد شریف پہنچے تھے۔ سات سال تک مسلسل حضرت شیخ الشیوخ کی خانقاہ میں رہ کر تکمیل مدارج کی تھی۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، حضرت خواجہ

قطب الدین بختیار کاکی اور حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے ہمعصر ہی نہ تھے بلکہ ان حضرات سے خصوصی تعلقات بھی تھے۔ کمالات صوری و معنوی سے آراستہ و پیراستہ، شب بیدار، مجاہدہ اور مکاشفہ میں بے مثال، علم و عرفان کا خزانہ تھے۔ نظر موثر اور تصرف غالب تھا۔ بیگانوں کو اپنا بنا لیتے تھے۔ آپ کی ذات قدسی صفات، مصدر کمالات اور منبع کرامات تھی۔ طے الارض کے ذریعہ نماز فجر مکہ معظمہ جاکر حرم شریف میں ادا کرتے تھے۔ ہر سال حج کرتے تھے۔ نماز اشراق کے بعد سو جاتے تھے۔ عشاء کی نماز کے بعد مراقبہ کرتے تھے متعدد مشائخ کے صحبت یافتہ تھے۔ حضرت جنید بغدادی کے پیر بھائی سے ملاقات کی تھی ان کی عمر اس وقت ایکسو پچاس سال سے زیادہ تھی اور ایک غار میں رہتے تھے۔ ایکہزار ستر اولیاء سے فیض یافتہ تھے انھوں نے آپ کا نام لے کر سلام کا جواب دیا تھا۔ ایک شب آپ نے ان کے ساتھ اسی غار میں گزاری تھی۔ وہیں آپ کی ملاقات حضرت خضر علیہ السلام سے ہوئی تھی۔ سلطان شمس الدین التمش کے عہد حکومت میں دہلی تشریف لائے تھے۔ التمش نے شہر سے باہر جاکر آپ کا استقبال کیا تھا۔ شیخ نجم الدین صغریٰ اس زمانہ میں شیخ الاسلام تھے۔ آپ کی یہ عزت و توقیر انھیں گوارا نہ ہوئی۔ ازراہ حسد اس مکان میں ٹھہرایا جس میں جنات کا خلل تھا مگر آپ کی عظمت و جلال کے سبب جنات وہاں سے فرار ہو گئے تھے اور آپ نہایت امن و عافیت کے ساتھ اسی مکان میں مقیم رہے تھے۔ ایک تہمت بھی آپ پر لگائی گئی تھی جو غلط ثابت ہوئی تھی اور شیخ نجم الدین صغریٰ شیخ الاسلامی سے معزول کئے گئے تھے۔ اس واقعہ کے چند یوم بعد آپ دہلی سے بدایوں چلے آئے تھے اور شیخ وجیہہ الدین فاروقی کے یہاں قیام کیا تھا۔ حضرت بابا فرید الدین شکر گنج بھی اس زمانہ میں ان کے یہاں مقیم تھے۔ دونوں حضرات کی موجودگی میں آپ نے خواجہ علی مولا بزرگ کو مسلمان کیا تھا اور مولانا علاء الدین اصولی کو پیراہن مبارک پہنایا تھا۔ قاضی کمال الدین جعفری اس زمانہ میں بدایوں میں ایک جلیل القدر عہدہ پر فائز تھے۔

ان کے علم و فضل کا بڑا شہرہ تھا۔ کسی مصلحت سے آپ ان کے مکان پر تشریف لے گئے تھے۔ قاضی صاحب اس وقت نماز ادا کر رہے تھے۔ خادم نے کہا آپ تشریف رکھئے ابھی آتے ہیں نماز پڑھ رہے ہیں۔ یہ سن کر آپ مسکرائے تھے اور یہ کہتے ہوئے چلے آئے تھے قاضی نماز پڑھنا جانتا ہے۔ خادم نے وہی الفاظ قاضی صاحب سے کہہ دیئے تھے جن کو سن کر وہ متعجب ہوئے تھے۔ دوسرے دن حاضر ہو کر عدم ملاقات کی معذرت چاہی تھی اور پوچھا تھا۔ آپ یہ کیا کہہ آئے تھے قاضی نماز پڑھنا جانتا ہے۔ میں نے تو متعدد کتابیں نماز کے بارے میں لکھی ہیں آپ نے فرمایا تھا سچ ہے لیکن علماء کی نماز اور ہوتی ہے فقراء کی اور۔ یہ سن کر قاضی صاحب نے سوال کیا تھا کیا فقراء رکوع و سجود دوسری طرح کرتے ہیں یا قرآن دوسری طرح پڑھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تھا علماء کی نماز اس طور ہوتی ہے کہ نماز ادا کرتے وقت کعبہ کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں۔ اگر کعبہ دُور ہوتا ہے اس کی طرف منہ کر لیتے ہیں اور اگر سمت قبلہ کا صحیح اندازہ نہیں ہوتا تو جس طرف دل گواہی دیتا ہے اس طرف منہ کر لیتے ہیں مگر فقراء جب تک عرش کا نظارہ نہیں کر لیتے نماز ادا نہیں کرتے۔ یہ سن کر قاضی صاحب خاموش ہو گئے تھے اور کبیدہ خاطر ہو کر اپنے مکان چلے آئے تھے۔ اُسی رات انھوں نے خواب میں دیکھا تھا شیخ جلال الدین تبریزی عرش اعظم پر مصلا بچھائے نماز ادا کر رہے ہیں۔ دوسرے دن کسی تقریب میں دونوں بزرگ پھر یکجا ہوئے دوران گفتگو بات علماء کے کام اور ان کے مراتب تک پہنچ گئی۔ آپ نے فرمایا علماء کی کوشش اور توجہ پڑھنے لکھنے کی جانب صرف اس غرض سے ہوتی ہے کہ مدرس ہو جائیں یا قاضی ہو جائیں یا صدر جہاں ہو جائیں۔ ان کا مرتبہ اس سے زیادہ نہیں ہوتا مگر فقراء کے مراتب بہت عظیم ہوتے ہیں جن کو قاضی صاحب نے گزشتہ رات خواب میں دیکھا ہے۔ یہ سنتے ہی قاضی کمال الدین جعفری اپنی جگہ سے اٹھے تھے اور آپ کے قدموں پر گر پڑے تھے۔ اپنے بیٹے مولانا برہان الدین علامہ کو آپ کا مرید کرایا تھا۔ بعد میں خود بھی مرید ہو گئے تھے۔ بدایوں میں چند

دوم قیام کے بعد آپ بنگال کی طرف روانہ ہوگئے تھے۔ بنگال پہنچ کر لکھنوتی میں موجودہ مرشد آباد کے قریب قیام کیا تھا۔ وہاں بے شمار اشخاص مشرف باسلام ہوکر آپ کے مرید ہوگئے تھے۔ آپ نے اپنے قیام کی جگہ ایک مسجد اور خانقاہ تعمیر کرائی تھی۔ تادم واپسیں وہیں مقیم رہ کر سلسلہ رشد و ہدایت جاری کیا۔ ابن بطوطہ نامی سیاح بھی لکھنوتی پہنچ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ بعض مورخین نے سنہ ۷۵۰ھ اور بعض نے سنہ ۷۴۹ھ میں وفات لکھی ہے۔ ۱۵ شوال کو آپ کا وصال ہوا تھا اپنی خانقاہ میں دفن کیے گئے تھے۔ ڈاکٹر ظہور الحسن شارب کا یہ کہنا کہ آپ کا مزار سلہٹ میں ہے میں صحیح نہیں سمجھتا۔ سلہٹ میں شاہ جلال[1] یمنی شہید کا مزار ہے۔ آپ کا مزار بمقام پنڈوہ ضلع مالدہ مغربی بنگال میں ہے اور شیخ جلال کی بارہ دری مشہور ہے آدینہ ریلوے اسٹیشن سے پنڈوہ تک پیدل کا راستہ ہے۔ پنڈوہ ہی میں شیخ علاء الدین گنج نبات کی درگاہ ہے۔ ہفتاد اولیاء میں آپ کی سنہ وصال ۷۴۲ھ ہجری لکھی ہے اور "نیز اکبر جلال الدین" مادہ تاریخ لکھا ہے

باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء۔ نزہت السالکین مراۃ الجنان۔ سفرنامہ ابن بطوطہ۔ عظمت الاولیاء۔ حقیقۃ الفقراء۔ راحت القلوب جناب نور احمد خاں مہاجر سے معلومات

---

[1] شاہ جلال یمنی وطن سے ہجرت کرکے گجرات چلے آئے تھے۔ شیخ پیارہ کے مرید تھے اور وہ سید یداللہ کے اور وہ اپنے دادا سید محمدؐ گیسو دراز کے اور سید محمد گیسو دراز ابن یوسف الحسنی دہلوی مرید و خلیفہ مخدوم شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی کے تھے۔ شاہ جلال یمنی نے بحکم پیر و مرشد ملک بنگال جاکر سلسلہ رشد و ہدایات جاری کیا تھا۔ تخت پر بیٹھتے تھے اور بادشاہوں کی طرح حکم کرتے تھے۔ بادشاہ وقت نے بسبب توہم و غدغہ آپ کو شہید کرا دیا تھا۔ سلہٹ بنگلادیش کے شمالی مشرقی حصہ میں ہے اور مالدہ مغربی بنگال کے شمال میں ہے۔

حضرت حاجی احمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ

کہیں شیخ احمد چشتی مشہور ہیں اور کہیں حاجی احمد چشتی. بعض لوگ شیخ احمد ہانسوی کہتے ہیں اور بعض حاجی احمد ہانسوی. بدایوں میں پیدا ہوئے تھے. یہیں نشو و نما پائی تھی بارہ سال کی عمر میں تحصیل علم کے لئے اپنے بڑے بھائی شیخ محمد کے ہمراہ دہلی تشریف لے گئے تھے. حضرت شیخ عثمان اخی سراج الدین آئینہ ہند کے ہم سبق رہے تھے مگر ان سے پیشتر فارغ التحصیل ہوگئے تھے. سلطان المشائخ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کے مرید و خلیفہ تھے. عالم فاضل اور بہت بڑے صاحب تصرف بزرگ تھے حج بیت اللہ سے مشرف تھے. بحالت تجرد ی زندگی بسر کی. جذب کے عالم میں اکثر رہتے تھے نظر موثر اور تصرف غالب تھا. دنیا اور اہل دنیا سے سروکار نہ رکھتے تھے، خواب میں بہشت کی زیارت کی تھی. حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام نیز اکابر اولیاء اللہ کے دیدار مبارک سے بھی عالم رویا میں مشرف ہوئے تھے. مریضوں پر آپ کی نگاہ پڑنا شفا بخش ہوتا تھا. صدہا آسیب زدگان آپ کے ملبوس سے صحت یاب ہوئے. حضرت سلطان المشائخ نے ہانسی کی ولایت آپ کو تفویض فرمائی تھی. آپ نے ایک عالیشان خانقاہ تعمیر کرائی تھی. آپ منکسر مزاج بھی تھے. پچیس برس تک ہانسی کی جامع مسجد میں جاروب کشی کی. ہانسی سے باہر کہیں نہیں گئے مگر جو لوگ حج سے واپس آتے تھے وہ ہر سال آپ کا صفا و مروہ پر اپنے ساتھ دوڑنا بیان کرتے تھے ۱۵ر جمادی الثانی ۷۵۵ھ ہجری کو وصال ہوا تھا. مزار شریف بمقام ہانسی ایک خانقاہ کے اندر ہے.

(تاریخ اولیائے بدایوں . باقیات الصالحات)

حضرت مولانا اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عثمان نام مولانا سراج الدین لقب اور آئینہ ہند خطاب تھا۔ اخی سراج کے نام سے مشہور ہیں۔ بدایوں میں پیدا ہوئے تھے یہیں نشو ونما پائی تھی۔ سن شعور کو پہنچ کر بیعت کے ارادہ سے دہلی تشریف لے گئے تھے اور حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہو کر چند یوم خدمت گاروں میں رہے تھے۔ ایک دن حضرت سلطان المشائخ نے آپ کی طرف دیکھتے ہوئے مولانا فخر الدین زرادی سے فرمایا تھا یہ حسین نوجوان ارادت چاہتا ہے مگر جاہل ہے اور زاہد بے علم مسخر اشیطان ہوتا ہے۔ مولانا فخر الدین نے کہا حکم ہو تو میں پڑھا دوں۔ چنانچہ حضرت سلطان المشائخ نے آپ کو اپنا مرید کرنے کے بعد مولانا فخر الدین کے سپرد کر دیا تھا۔ انھوں نے بکمال شفقت آپ کو علوم ظاہری کی تعلیم دی تھی۔

ہنوز آپ تحصیل علم فرما رہے تھے کہ حضرت سلطان المشائخ کی نظر آپ کے روئے روشن پر پڑ گئی۔ محبت بھری نگاہ سے دیکھ کر فرمایا سراج الدین آئینہ ہند ہے اور خوش ہو کر خرقہ خلافت عطا کیا۔

مثال خلافت لکھ کر حضرت مخدوم شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی کے پاس بطور امانت رکھوا دی تھی تاکہ وقت پر آپ کو دیدی جائے اور یہ فرمایا تھا تم ابھی تحصیل علم کرو حضرت محبوب الٰہی صاحب کا وصال آپ کی تعلیم کے دوران ہو گیا تھا۔ حسب وصیت حضرت مخدوم شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی نے تین سال تک آپ کو اپنی صحبت میں رکھ کر تربیت دی تھی اور اخی سراج کہہ کر خطاب کرتے تھے جس کی وجہ سے عوام میں بھی آپ اخی سراج مشہور ہو گئے تھے۔

بعد گزرنے تین سال حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلوی نے پیر و مرشد کی عطا کی ہوئی مثال خلافت آپ کے حوالہ کرتے ہوئے بنگال کی ولایت پر روانہ کیا تھا۔ یہ

کہنا غلط ہے کہ حضرت شیخ عثمان اخی سراج الدین حضرت مخدوم شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی کے مرید و خلیفہ تھے۔ ایک روایت ہے کہ بنگال کی ولایت پر جاتے وقت آپ نے حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلوی سے فرمایا تھا میں نے سنا ہے بنگال میں ایک بڑے بزرگ علاء الدین نام کے رہتے ہیں اور رجوعات خلق ان کی طرف کثرت سے ہے مولانا برہان الدین بھی اس وقت وہاں موجود تھے انھوں نے فرمایا تھا تم اوپر دے تل یعنی تم اوپر رہو گے۔ چنانچہ آپ بنگال پہنچ کر انھیں شیخ علاء الدین کے یہاں تشریف لے گئے تھے۔ آپ کو دیکھ کر وہ بہت کبیدہ خاطر ہوئے تھے اور سلام کا جواب بھی سستی سے دیا تھا۔ نہ مزاج پرسی کی تھی اور نہ بیٹھنے کو کہا تھا۔ آپ نے بلا تکلف زمین پر بیٹھ کر نہایت خندہ پیشانی سے گفتگو شروع کر دی تھی۔ چند لمحات بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ شیخ علاء الدین چارپائی سے اتر کر کھڑے ہو گئے تھے اور آپ کو اوپر بٹھا کر اپنے قصور کی معافی چاہی تھی۔

نہایت حسین و جمیل، عالم باعمل، فاضل اکمل، عارف باکمال، زاہد بے مثال، اہل کرامت اور صاحب ولایت بزرگ تھے۔ حافظ قرآن بھی تھے۔ پیر و مرشد کے بیحد شیدائی تھے۔ اسی لئے پروانہ مشہور تھے۔ ان کا ادب و احترام بھی بہت کرتے تھے۔ جو خرقہ آپ کو مرحمت کیا گیا تھا اس کو خود پہننا پیر کی شان کے خلاف سمجھا۔ دفن کرا کے تربت بنوادی تھی۔ اسی کے پائیں خود دفن ہوئے تھے۔ آپ کے اوصاف و کمالات بیان سے باہر ہیں۔ سلسلہ نظامی آپ کی ذات گرامی کی بدولت اب تک فروغ پا رہا ہے۔

ایک روایت ہے کہ ۱۸ ذی قعدہ ۷۵۸ھ ہجری کو وصال ہوا تھا دوسری روایت ہے ۷۶۲ھ ہجری میں واصل حق ہوئے تھے۔

مزار شریف بمقام گوڑ پیران سعد اللہ پور مالدہ مرشد آباد کے قریب پچھمی بنگال میں خانقاہ کے اندر پختہ واقعہ ہے۔ سرہانہ خرقہ شریف دفن ہے۔ آپ کے خلیفہ حضرت

شیخ علاء الحق والدین گنج نبات ابن سعد خالدی لاہوری کا مزار پنڈوہ میں ہے اور ان کے خلیفہ حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی کا مزار اقدس کچھوچھہ ضلع فیض آباد میں ہے

{باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ لطائف اشرفی۔ فوائد الفواد
اخبار الاخیار۔ خیر المجالس۔ ملفوظات شیخ حسام الدین مانکپوری}

حضرت مخدوم سیّد صلاح الدین جرجانی رحمۃ اللہ علیہ

سید صلاح الدین حسن نام تھا۔ سید محمد یونس کے فرزند تھے۔ بلدۂ جرجان مملکت ایران میں پیدا ہوئے تھے۔ وہیں نشو و نما پائی تھی۔ نسلاً سادات عظام حسینی تھے۔ سلسلہ نسب درج ذیل ہے۔

سید صلاح الدین حسن بن سید محمد یونس بن سید ابراہیم بن سید مودود بن سید باقر بن سید حبیب بن سید انس بن سید یٰسین بن سید طٰہٰ بن سید محمد بن سید علی بن سید احمد بن سید ہارون بن امام سید موسیٰ کاظم بن امام سید جعفر صادق بن امام سید باقر بن امام سید زین العابدین بن سیّد الشہداء حضرت امام حسین شہید کربلا بن امیر المومنین امام المتقین خلیفۃ المسلمین حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جرجان کے مشاہیر علماء اور فضلا سے تعلیم حاصل کی تھی۔ مرشد کامل کی تلاش میں گھر سے نکل کر سیاحت کرتے ہوئے مکہ معظمہ پہنچے تھے۔ حج بیت اللہ سے مشرف ہونے کے بعد مدینہ منورہ نجف اشرف، کربلائے معلیٰ اور بغداد شریف ہوتے ہوئے ہندوستان تشریف لائے تھے اور حضرت شیخ نصیر الدین[1] چراغ دہلوی کے مرید ہو کر خرقہ خلافت

---

[1] حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی کا وصال ۱۸ رمضان ۷۵۷ھ ہجری کو ہوا تھا۔ مزار شریف دہلی میں ہے۔

حاصل کیا تھا۔ حضرت خواجہ سید محمد گیسو دراز بندہ نواز کے ہمراہ گلبرگہ تشریف لے گئے تھے۔ وہاں سے پونا ہوتے ہوئے اجمیر تشریف لائے تھے اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے آستانہ پر حاضر ہوکر فیوض و برکات حاصل کی تھیں۔ اجمیر سے متھرا پہنچے تھے۔ متھرا سے دہلی آئے تھے۔ اور پیر و مرشد کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوکر شرف قدم بوسی حاصل کیا تھا آپ کی موجودگی میں حضرت روشن چراغ دہلوی کا وصال ہوا تھا اس وقت آپ کی عمر بیالیس سال تھی شیخ کے وصال کے بعد آپ نے دہلی کو خیرباد کہہ دیا تھا۔ بدایوں آکر حضرت خواجہ سید احمد بخاری اور خواجہ سید عرب بخاری کے مزارات پر گلہائے عقیدت پیش کئے تھے۔ محلہ سید باڑہ میں متصل مکانات سادات مشہدی بود و باش اختیار کی تھی۔ غلغلۂ کرامت سن کر بہت لوگ شہر و دیہات کے دست حق پرست پر توبہ کر کے مشرف بہ اسلام ہوئے تھے کم و بیش تیس سال بدایوں میں رہ کر پیغام حق سنایا۔ متعدد لوگوں کو راہ عرفان دکھائی۔ ان میں حکیم مصباح الدین بلخی اور شیخ مہتاب[1] علی عرف شیخ چاند خاص طور پر قابل ذکر ہیں بدایوں میں آپ کی شادی ہوئی تھی اور یہیں دونوں فرزندان حضرت خواجہ سید معین الدین و حضرت خواجہ سید وجیہہ الدین تولد

---

[1] شیخ مہتاب علی عرف شیخ چاند کی اولاد آج بھی بدایوں کے مضافات میں آباد ہے۔ ان میں اکثر اشخاص صاحب علم و املاک اور ذی اقتدار ہوئے ہیں۔ ان کا کہنا ہے شیخ چاند نسلاً شیخ صدیقی تھے آبائی وطن قصبہ تیراہ نواح کابل میں تھا۔ وہاں کی سکونت ترک کر کے ہندوستان چلے آئے تھے اور دہلی میں بود و باش اختیار کی تھی۔ خضر خانی سادات کے دور حکومت میں کافی عروج پایا تھا۔ سید علاء الدین بادشاہ ہند کے ساتھ (جن کو غوری علاء الدین بھی کہتے ہیں) دہلی سے بدایوں آکر منصب چودھراہٹ پر فائز ہوئے تھے اور نو سو نواسی گاؤں جاگیر میں پائے تھے۔

مہتاب علی قوم کے ہندو تھے اصلاً) چند روز تک حضرت مصباح الدین چشتی کے دست حق پرست پر مسلمان ہوئے آپ نے ان کا نام مہتاب علی رکھ دیا۔ مہتاب علی تیراہ کے رہنے والے تھے اور نہ شیخ صدیقی تھے۔

ہوئے تھے۔ پھر یک بیک بشارت غیبی پاکر ۹۰۰ھ ہجری میں بدایوں سے چلے آگئے تھے قصبہ بلرام شریف جاکر مسکن گزیں ہوئے تھے۔ خانقاہ بناکر سلسلہ رشد و ہدایت جاری کیا تھا۔ نہایت عابد و زاہد، صاحب مجاہدہ و مکاشفہ، اہلِ منازل بزرگ تھے۔ ہمہ اوقات مشاہدہ تجلیات الٰہی میں محو و مستغرق رہتے تھے۔ خوراک بہت معمولی اور لباس نہایت سادہ تھا۔ سوکھی روٹی کے ٹکڑے پانی میں تر کرکے افطار کے وقت تناول فرماتے تھے۔ کپڑوں میں مختلف رنگوں کے پیوند لگے ہوتے تھے۔ بزرگان طریقت کے نقش قدم پر چلتے تھے۔ اہلِ کرامت اور صاحب ولایت تھے۔ ۱۱ر شوال ۸۲۰ھ ہجری کو بعمر اکیسو پانچ سال وصال ہوا تھا۔ مزار شریف قصبہ بلرام تحصیل کاسگنج ضلع ایٹہ میں مرجع اہل عقیدت و منبع فیوض و برکات ہے آپ کے فرزند سید وجیہ الدین لاولد فوت ہوئے۔ سید معین الدین کے بیٹے سید صدر الدین تھے۔ ان کی شادی بدایوں میں ہوئی تھی۔ چنانچہ ان کے بیٹے سید علاء الدین لال پوش کسی وجہ سے بلرام شریف کی سکونت ترک کرکے اپنی ننہال بدایوں چلے آئے تھے۔ ان کے بیٹے سید نور محمد چرم پوش ہوئے اور ان کے بیٹے سید شمس الدین عرف سرمست حسین تھے ان تینوں بزرگوں کے مزارات بدایوں میں ہیں۔ سید علی حسن بلرامی لکھتے ہیں متصل مزار حضرت حاجی جمال لسان صاحب بمقام چندیاں مدفون ہیں مگر شیخ چاند کی اولاد کہتی ہے موضع عارف پور نوادہ سے جانب شمال بمقام نظام الدین صاحب تینوں بزرگ مدفون ہیں۔ اس مقام کو چندنا کہتے ہیں

(سرار نحدوی، گلدستہ مخدومی، جگنامہ مخدومی، ماسٹر منیر حسن صدیقی اور چودھری برہان الدین شمیم سے معلومات حاصل ہوئی)

قطب المدار حضرت سید بدیع الدین زندہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ

سید بدیع الدین نام تھا اور ابو تراب کنیت۔ قطب المدار کا بلند و بالا مقام

اولیاء دین کے حیات مولف تھے۔ مزار خود

باری تعالیٰ نے ودیعت فرمایا تھا۔ مدار العالمین کا خطاب بارگاہ نبوی سے عطا ہوا تھا۔ گروہ علماء میں شاہ مدار اور مدار اعظم کے القاب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ عوام میں زندہ شاہ مدار مشہور ہیں۔ والد ماجد کا اسم گرامی سید علی تھا۔ قاضی قدوۃ الدین کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔ قاضی زادگان حلب کے معزز خاندان میں تعلق رکھتے تھے۔ طرفین سے سادات [illegible] حسنی تھا اور مادری حسینی۔ مولوی عبدالوالی چشتی لکھتے ہیں یکم شوال سنہ [illegible] ہجری [illegible] تاریخی نام "ماہ عالم تاب" رکھا گیا تھا۔ والدین کے سایہ عاطفت میں نشو و نما پائی قرآن مجید اور صرف و نحو کی کتابیں علامہ شریف جرجانی سے پڑھی تھیں بعد میں شیخ حافظ الدین متقی کی خدمت میں پہنچ کر فقہ، حدیث اور تفسیر کی تعلیم حاصل کی تھی حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ نے بطریق اویسیہ آپ کو اسرار باطنی سے مالا مال کیا تھا۔ ڈاکٹر ظہور الحسن شارب لکھتے ہیں یکم شوال ۴۴۲ ہجری کو آپ کی ولادت ہوئی تھی۔ بسم اللہ کے بعد آپ کو مولانا حذیفۃ المرعشی کے سپرد کیا گیا تھا۔ انھوں نے قرآن مجید پڑھایا تھا۔ بارہ سال کی عمر میں مختلف علوم میں خاصی دستگاہ حاصل کر لی تھی۔ اس کے بعد فقہ، حدیث اور تفسیر میں کمال حاصل کیا تھا۔ بعد تحصیل علوم ظاہری علم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے تھے اور حضرت طیفور شامی سے بیعت ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا جس دم کی تعلیم پائی تھی حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی سے منقول ہے حضرت مدار صاحب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت اویسی رکھتے تھے۔ مفتی شرف علی نے لکھا ہے شیخ حافظ الدین متقی کے انتقال کے بعد ایک قافلہ کے ساتھ حج بیت اللہ کو روانہ ہو گئے تھے۔ راستہ میں خیال آیا۔ پہلے انسان کو حج کے قابل ہونا چاہیئے۔ اس کے بعد حج کرنا مناسب ہے۔ چنانچہ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب

روح کی غرض سے بارہ سال تک غار حرا میں چلہ کش رہے تھے۔ بعد ازاں فریضہ حج ادا کیا تھا۔ مکہ کے دوران قیام آپ کی ملاقات حضرت خضر علیہ السلام سے ہوئی تھی مکہ معظمہ سے چل کر مدینہ منورہ پہنچے تھے۔ روضہ اقدس کے سامنے کھڑے ہو کر درود و سلام کا تحفہ پیش کیا تھا۔ گنبد خضرا کے اندر سے آواز آئی تھی۔ السلام علیک یا ابنی اہلاً و سہلاً مرحباً" یہ سنتے ہی آپ آگے بڑھے تھے اور مزار اقدس کے پائیں بوسہ دیا تھا۔ آنکھیں ملی تھیں اور سات مرتبہ روضہ اقدس کا طواف کیا تھا۔ اسی شب خواب میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے اور حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ نیز دیگر بزرگان دین کے دیدار مبارک سے مشرف ہوئے تھے اور ہندوستان جا کر تبلیغ کرنے کی ہدایت پائی تھی۔ ہندوستان آکر آپ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے آستانہ پر حاضر ہوئے تھے اور کوکلہ پہاڑی پر چلہ کشی کی تھی۔ کالپی اور جون پور ہوتے ہوئے۔ بدایوں تشریف لائے تھے۔ بہت لوگ آپ کے مرید ہوئے تھے ان میں حضرت شاہ محمد جہندہ فاروقی اور شیخ منہاج الدین عثمانی خاص طور پر قابل تذکرہ ہیں۔ عالم و فاضل درویش کامل تھے۔ چودہ سال کی عمر میں علماء میں شمار کئے جانے لگے تھے۔ چاروں آسمانی کتابوں کے حافظ اور عالم تھے۔ فقر میں مقام بلند اور شان ارجمند رکھتے تھے۔ صاحب ماہی مراتب تھے ملنگوں کے سرگروہ کہلاتے تھے ممالکوں کے اعلیٰ مقام صدریت پر پہنچے ہوئے تھے۔ مشاہیر فقراء میں آپ کا شمار تھا۔ تمام عمر تجرد میں بسر کی ہمیشہ سیاہ لباس پہنا اور چہرہ پر نقاب ڈالے رہے آپ کی عظمت و جلال بیان سے باہر ہے۔ حالات عجیب اور اطوار غریب کے حامل تھے۔ حبس دم بہت کرتے تھے۔ اس لئے طویل عمر پائی۔ ظاہر کچھ نہیں کھاتے تھے۔ نہ آپ کا لباس میلا ہوتا تھا اور نہ اس پر کبھی مٹی لگتی تھی۔ نہایت حسین و جمیل تھے۔ تمام اسلامی ممالک کی سیاحت کی تھی۔ دوسری بار جب آپ بدایوں تشریف لائے

تھے تو میاں اڈن شاہ سے ملاقات کی تھی۔ مستقل سکونت کے ارادہ سے حضرت شاہ ولایت صاحب کے آستانہ پر تشریف لے گئے تھے۔ عیدگاہ شمسی کے عقب مراقبہ کیا تھا[1]۔ حضرت شاہ ولایت صاحب نے اپنے نورِ باطنی سے آپ کو آگاہی بخشی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے مستقل قیام کے لئے مکن پور تجویز کیا ہے۔ تم وہیں جاکر بود و باش اختیار کرو۔ اسی وقت آپ نے مراقبہ سے سر اٹھایا تھا اور مکن پور کی راہ لی تھی۔ تاریخ اولیائے بدایوں میں لکھا ہے وصال سے تین یوم قبل آپ پر استغراق کا عالم طاری ہو گیا تھا۔ کسی شخص کو خلوت میں آنے کی اجازت نہ تھی۔ یہ خبر سنتے ہی شاہ محمد جہندہ بھی مکن پور پہنچ گئے تھے۔ جب وصال کی گھڑی نزدیک آئی تو آپ نے شیخ منہاج کو پکارا وہ اس وقت کسی کام سے باہر گئے ہوئے تھے۔ شاہ جہندہ صاحب موجود تھے۔ وہ اندر بلائے گئے تھے۔ آپ نے ان کو اپنی جگہ بٹھا کر خرقہ اور کلاہ پہنا کر نذر پیش کی تھی اور حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا تھا اب تم لوگ محمد جہندہ کو مثل میرے سمجھنا۔ میرے جنازہ کی نماز سید فخرالدین عراقی خلیفہ سید شاہ ثاقب جون پوری پڑھائیں۔ یہ کہہ کر آپ جاں بحق تسلیم ہو گئے تھے۔ مدار اعظم میں لکھا ہے آپ نے وصیت کی تھی میرے جنازہ کی نماز مولانا حسام الدین سلامتی پڑھائیں اور سید ابو محمد ارغون، سید ابو تراب منصور اور سید الحسن طیفور کو میں نے اپنا جانشین کیا۔ ان تینوں کو میرے بجائے تصور کرنا۔ ایک روایت ہے آپ حبس دم بہت کرتے تھے اور طویل مدت تک سانس روکے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ اتنا طویل کھینچا کہ لوگوں نے تجہیز و تکفین کر کے قبر میں اتار دیا۔ جب تختہ لگانے کی نوبت آئی تو آپ نے آنکھیں کھول دیں۔ ایک بزرگ جو اس وقت موجود تھے یہ دیکھ کر بولے "دم مدار" چنانچہ آپ نے اسی وقت آنکھیں بند کر لی تھیں اور ابدی نیند سو گئے تھے۔ "دم مدار" اور "زندہ شاہ مدار" آج بھی زبان زد

---

[1] آپ کے مراقبہ کی جگہ پختہ چبوترہ عیدگاہ کے عقب ہے۔

خلائق ہیں۔ ایک مثل مشہور ہے "سرے کو ماریں فرتوہ شاہ مدار" اس کے بارے میں مختلف تاویلیں کی جاتی ہیں تذکرۂ جدید اولیائے ہند میں لکھا ہے۔ آپ نے حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ملاقات کی تھی۔ اسلامی ممالک کے چار سفر کیے تھے اور چار بار حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے تھے۔ حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر[1] سمنانی کے دوسرے سفر میں آپ اُن کے ساتھ رہے تھے۔ اور اپنا خرقہ مجت حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی کو بطور یادگار عطا کیا تھا۔ ۱۷ جمادی الاوّل ۸۴۰ھ ہجری کو وصال ہوا تھا مگر بعض کتابوں میں ۱۷ جمادی الاول ۸۳۷ھ ہجری تاریخ وصال اور ساکن بہشت مادۂ تاریخ درج ہے۔ مزار شریف موضع مکن پور ضلع کانپور میں ایک وسیع اور شاندار درگاہ کے اندر واقع ہے۔ عرس آپ کا ۱۷ جمادی الاوّل کو ہر سال نہایت تزک و احتشام کے ساتھ مکن پور میں ہوتا ہے۔ بسنت پنچمی کے موقع ایک بڑا میلہ بھی لگتا ہے۔ آپ کے خلفاء میں سید جمال الدین عرف جمن جتی اور حضرت شاہ محمد جہندہ خاص طور پر ـــــ ـــــ قابل تذکرہ ہیں۔ اول الذکر کا مزار ہلسہ صوبہ بہار میں ہے اور آخر الذکر بدایوں میں آرام فرما رہے ہیں۔ آپ کے وابستگان میں ایک گروہ ملنگوں کا ہے۔ یہ لوگ مجرّد اور بے نفس ہوتے ہیں۔ عورت سے اجتناب کرتے ہیں۔ ان کا محبوب مشغلہ حلقہ بنا کر پاکوبی کے ساتھ ذکر یا حیُّ یا قیومُ باواز بلند کرنا ہے۔ اسی کو دھمال کہتے ہیں۔ بدایوں

---

[1] حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی کا وصال ۲۸ محرم ۸۰۸ھ ہجری کو ہوا تھا۔ مزار شریف موضع رسول پور (درگاہ) کچھوچھا ضلع فیض آباد میں ہے۔ مرید و خلیفہ حضرت شیخ علاء الدین گنج نبات کے تھے۔ وہ مرید و خلیفہ حضرت شیخ اخی سراج الدین عثمان بدایونی کے تھے اور ان کو خرقہ خلافت حضرت سلطان المشائخ سے پہنچا تھا۔

میں آپ کی دو قیام گاہیں ہیں۔ ایک اناج منڈی کے جانب شرق سڑک کنارہ دوسری عقب عیدگاہ شمسی

تاریخ اولیائے بدایوں۔ باقیات الصالحات۔ خم خانۂ تصوف۔ لطائف اشرفی
تذکرۃ الکرام محبوب یزدانی۔ مدار اعظم۔ لمحات صوفیہ۔ حدائق الابرار قی
اذکار قطب المدار ملفوظات سید عبداللہ انصاری

حضرت سیّد بہاول شیر قلندر رحمتہ اللہ علیہ

سید بہاء الدین جیلانی نام تھا اور بہاول شیر قلندر قادری لقب۔ والد ماجد کا اسم گرامی حضرت سیّد محمود قادری عرف سرخ پیر تھا۔ جن کا مزار بدایوں میں سرخ شہید صاحب کی زیارت مشہور ہے۔ حضرت غوث الاعظم دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں تھے۔ بغداد شریف میں پیدا ہوئے تھے۔ کم سنی میں والد ماجد کے ہمراہ ہندوستان تشریف لائے تھے اور بدایوں میں نشو و نما پاکر تعلیم حاصل کی تھی۔ سوتھ محلہ میں رہتے تھے۔ اپنے والد بزرگوار کے مرید ہوکر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ بڑے پائے کے قادری مشرب درویش تھے۔ کمالات ظاہری و باطنی سے آراستہ۔ صاحب عشق اور اہل ذوق تھے۔ جذبہ اور استغراق کا عالم طاری رہتا تھا۔ بہت طویل عمر پائی۔ بعض لوگ کہتے ہیں دو سو پچھتر سال زندہ رہے۔ بعض کہتے ہیں اس سے بھی زیادہ۔ وارفتگی کے عالم میں ایک دن گھر سے نکل کر چل دیئے۔ پنجاب پہنچ کر ایک غار میں بارہ برس چلہ کش رہے تھے۔ پرندوں نے آپ کے سر اور کاندھوں پر گھونسلے بنالئے تھے۔ پیٹھ کی کھال پتھر سے چمٹ کر رہ گئی تھی۔ غیبی بشارت پاکر غار سے باہر نکل آئے تھے اور حجرہ مقیم شاہ میں جاکر قیام کیا تھا۔ وہاں کے لوگ آپ کی کرامات دیکھ کر معتقد ہو گئے تھے۔ ۱۸ شوال ۹۷۳ھ ہجری کو

وصال ہوا تھا۔ مزار شریف بمقام حجرہ مقیم شاہ علاقہ پنجاب میں ایک درگاہ کے اندر پختہ واقع ہے

(تاریخ اولیائے بدایوں۔ باقیات الصالحات۔ خزینۃ الاسرار۔ شجرۃ الانوار)

حضرت مولانا عبدالغنی چشتی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عبدالغنی چشتی مولوی عبدالغنی عثمانی کے علاوہ ایک محترم بزرگ بدایوں کے رہنے والے تھے اور ملا عبدالقادر بدایونی کے ہمعصر تھے شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں لکھا ہے شیخ عبدالغنی چشتی بدایونی شیخ عبدالعزیز بن حسن طاہر چشتی کے مرید و خلیفہ تھے شجرہ طریقت درج ذیل ہے۔

مولانا عبدالغنی مرید و خلیفہ شیخ عبدالعزیز شکر یار مرید و خلیفہ شیخ حسن طاہر چشتی مرید و خلیفہ قاضی شیخ یوسف خاں ظفرآبادی مرید و خلیفہ شیخ حسن طاہر مرید و خلیفہ راجی حامد شاہ مرید و خلیفہ شیخ حسام الدین مانک پوری مرید و خلیفہ شیخ نورالدین قطب عالم مرید و خلیفہ و فرزند شیخ علاء الدین پنڈوی مرید و خلیفہ شیخ اخی سراج الدین عثمان بدایونی مرید و خلیفہ سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی زری زربخش

علم و عمل کی صفات اور فقر و فنا کے نکات سے آراستہ و پیراستہ صاحب حال و قال بزرگ تھے۔ وضع و قطع سے آثار قوت و استقامت ہویدا ہوتے تھے عہد اکبری کے جلیل القدر علماء و عرفا میں تھے۔ ملا عبدالقادر مورخ منتخب التواریخ میں لکھتے ہیں شیخ عبدالغنی تلاش معاش کی خاطر دہلی آئے تھے اور تاتارخاں حاکم دہلی کی ملازمت کرلی تھی۔ وہ مرید شیخ عبدالعزیز شکر یار کے تھے۔ بعد میں

ملازمت چھوڑ کر شیخ کی خانقاہ میں مسکن گزیں ہو گئے تھے۔ ریاضت و مجاہدات میں مشغول رہتے تھے۔ اہل و عیال کو خدا کے سپرد کر دیا تھا۔ توکل پر گزران تھی۔ آبادی کے باہر قدم شریف کے مقام پر ایک مسجد میں جو خاں جہاں والی مسجد کہلاتی ہے اعتکاف کیا تھا۔ احمد صوفی اور حسام بنارسی نے بہت کوشش کی تھی کہ آپ بھی دین الٰہی قبول کر کے ان کی طرح عیش و عشرت سے زندگی بسر کریں مگر آپ نے صاف انکار کر دیا تھا اور فقر و فاقہ کے ساتھ ایمان کو برقرار رکھ کر دین اسلام پر قائم رہے تھے۔ مولوی عبدالوالی چشتی باقیات الصالحات میں لکھتے ہیں صاحب تقوی اہل ذوق و شوق اور متوکل بزرگ تھے اور بدایوں میں رہتے تھے۔ تلاش معاش کی خاطر دہلی چلے گئے تھے۔ ۱۶ رجب ۱۰۰۶ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف دہلی میں بمقام قدم شریف خانجہاں والی مسجد کے احاطہ میں پختہ واقع ہے۔

تاریخ اولیائے بدایوں۔ باقیات الصالحات۔ لمعاتِ صوفیہ

حضرت شاہ حمید طباں رحمۃ اللہ علیہ

حمید الدین نام تھا۔ خوفِ خدا سے ہر وقت ترساں و لرزاں رہتے تھے اس لئے شاہ حمید طباں مشہور تھے۔ گروہ عرفاء میں سیف الرحمٰن کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔ قصبہ محمود پور سرسی تحصیل بنجھل ضلع مراد آباد میں پیدا ہوئے تھے وہیں نشوونما پا کر تحصیل علوم کی تھی۔ شیخ گھاسی[1] چشتی امروہوی اور مولوی سید عبدالحکیم

---

[1] شیخ گھاسی چشتی امروہوی کا وصال ۱۰۰۹ھ ہجری ۲۹ رمضان کو اور مولانا سید عبدالحکیم قاری چشتی کا ۲۰ ذی الحجہ ۱۰۵۱ھ ہجری کو ہوا تھا۔

قاری چشتی امروہوی سے تکملہ علوم کر کے بحالت مجذوبانہ بدایوں تشریف لائے تھے اور محلہ شیخ پورہ کے نزدیک مسکن گزیں ہوئے تھے شیخ نظام الدین[1] چشتی نارنولی کے مرید تھے۔ ان کو خرقہ خلافت شیخ نانو چشتی گوالیاری سے پہنچا تھا اور وہ مرید و خلیفہ حضرت خواجہ حسین ناگوری کے تھے اور وہ شیخ کبیر چشتی گجراتی کے تھے صاحب معرفت اور اہل کرامت مجذوب تھے۔ رات دن کرامات ظہور میں آتی رہتی تھیں۔ جس کے لئے جو کچھ زبان سے کہہ دیتے تھے وہ سیف قاطع کا حکم رکھتا تھا اسی وجہ سے سیف الرحمن کہلاتے تھے۔ جذامی بے اولاد اور مفلس آپ کی دعا کے طالب ہوتے تھے اور فیض یاب ہوتے تھے۔ مدت دراز بدایوں میں قیام رہا۔ حضرت سلطان العارفین صاحب کے آستانہ پر مدام سلام کو جاتے تھے۔ وہیں آپ کو حکم ملا تھا تم سرسی کے صاحب ولایت کہلاؤ گے۔ چنانچہ آپ بدایوں سے روانہ ہوکر محمود پور سرسی پہنچے تھے اور خدمت خلق میں مشغول ہو گئے تھے، ۱۰ محرم سنہ ۱۰۱۱ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف قصبہ محمود پور سرسی تحصیل سنبھل ضلع مرادآباد میں ایک درگاہ کے اندر پختہ واقع ہے۔ اسی کو شاہ ولایت صاحب کی درگاہ کہتے ہیں (لمعات صوفیہ تاریخ اولیائے بدایوں)

حضرت مولانا سیّد نور محمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

سید نور محمد بدایوں کے رہنے والے عالم باعمل اور صاحب شریعت و طریقت بزرگ تھے۔ مولانا محمد شریف عثمانی بدایونی سے تعلیم حاصل کی تھی۔ حضرت شیخ سیف الدین محمد معصوم بن شیخ احمد مجدد الف ثانی کے مرید ہوکر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا

---

[1] شیخ نظام الدین چشتی نارنولی کا وصال ۱۰ صفر سنہ ۹۹۰ ہجری کو ہوا تھا۔

علاوہ ازیں حاجی محمد حسن اور دوسرے خلفائے معصومی سے بھی معرفت میں بہرہ اندوز ہوئے تھے۔ پندرہ سال تک مسلسل جذب و استغراق میں رہے مگر اس کے باوجود کوئی کام سنت رسول کے خلاف سرزد نہ ہوا۔ اہل دنیا کی صحبت سے پرہیز کرتے تھے۔ صاحب تصرف اہلِ کرامت تھے۔ ایک مرتبہ ایک بوڑھی عورت آپ کے پاس روتی ہوئی آئی کہنے لگی میری جوان لڑکی جس کی ابھی شادی نہیں ہوئی ہے چند روز سے غائب ہے۔ آپ دعا کیجئے وہ مل جائے۔ آپ نے اسی وقت مراقبہ کیا تھا اور تھوڑی دیر بعد فرمایا تھا۔ جا تیری لڑکی فلاں وقت تیرے گھر آجائے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ چنانچہ اسی روز وقت معینہ پر اس کی لڑکی گھر آگئی تھی۔ جب اس سے پوچھا گیا کہاں تھی تو اس نے بتایا میں فلاں جنگل میں جنات کی قید میں تھی۔ ایک بزرگ وہاں گئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر لے آئے۔ بے شمار اشخاص آپ کے مرید تھے۔ حضرت مرزا مظہر جان جاناں[1] آپ کے مشہور خلفاء میں ہیں۔ ۱۱ ذی قعدہ ۱۱۳۵ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ عمر کے آخری حصہ میں بدایوں سے دہلی چلے گئے تھے اور فقر و فنا کی مستی میں مدہوشانہ زندگی گزار کر دار البقا کی راہ لی۔ مزار شریف دہلی میں بستی نظام الدین اولیاء کے پیچھے نالہ پر زیر سماء، ایک احاطہ کے اندر پختہ واقع ہے۔ احاطہ کے سامنے ایک مسجد ہے۔

حضرت شاہ کبیر جان جاناں پٹلی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ کبیر نام تھا۔ جان جاناں کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔ قصبہ پٹلی ضلع علیگڈھ کے رہنے والے تھے۔ شاہجہاں بادشاہ کے عہد میں وطن مالوف کی سکونت ترک کر کے بدایوں چلے آئے تھے اور شہر سے جانب غرب موضع سہس پور کے قریب ایک ویران جگہ پر تکیہ بنا کر فروکش ہو گئے تھے۔ آپ کی سکونت کی وجہ سے آج اس موضع

---

[1] مرزا مظہر جان جاناں کا نام نامی شمس الدین حبیب اللہ تھا۔ وصال ۱۱۹۵ھ ہجری میں ہوا تھا

کا نام فقیر آباد ہے۔ حضرت مولانا شیخ عبدالجلیل چشتی الہ آبادی کے مرید و خلیفہ تھے۔ چشتیہ مشرب تھا۔ جامع کمالات صوری و معنوی منجملہ ارباب تجرید عشق و محبت میں لاثانی بزرگ تھے۔ جذبہ بہت بڑھا ہوا تھا۔ کبھی کبھی استغراق اور محویت کا عالم طاری ہو جاتا تھا۔ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتے تھے صاحب کشف و کرامات تھے جو زبان سے نکل جاتا تھا ہو کر رہتا تھا۔ خلق کی حاجت روائی فرماتے تھے۔ بہت لوگ مرید ہوئے۔ آپ کے خلفائے گرامی میں کریم شاہ لکھنوی اور میاں اوجیلے شاہ بدایونی تھے اول الذکر کا مزار موضع فقیر آباد ضلع بدایوں میں ہے آخر الذکر بدایوں محلہ سرائے فقیر میں آسودہ ہیں۔ نواب عظمت اللہ خاں ناظم بدایوں کی استدعا پر فقیر آباد سے چل کر بدایوں تشریف لائے تھے اور قلعہ کے جانب جنوب بگوشہ شرقی خانقاہ بنا کر بود و باش اختیار کی۔ پیر و مرشد کے طلب کرنے پر الہ آباد پہنچے تھے اور چند یوم علیل رہ کر ۱۰ محرم ۱۰۷۲ھ ہجری کو وصال فرمایا تھا۔ مزار شریف بمقام شہر الہ آباد اندر درگاہ شیخ عبدالجلیل چشتی پختہ واقع ہے۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ طبقات الاولیاء)

حضرت شیخ محمد عطیف چشتی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد عطیف چشتی نسلاً شیخ عثمانی قاضی دانیال قطری کی اولاد میں تھے والد صاحب کا اسم گرامی مولانا عبداللطیف تھا۔ ۶ جمادی الآخر ۱۰۹۸ھ ہجری کو بمقام بدایوں محلہ مولوی ٹولہ ولادت ہوئی تھی۔ یہیں نشو و نما پا کر سن شعور کو پہنچے تھے اور اپنے والد بزرگوار نیز اپنے تایا مولوی محمد شریف سے تعلیم حاصل کی تھی بعد تحصیل علم دہلی چلے گئے تھے۔ حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی کے مرید ہو کر خرقہ خلافت

حاصل کیا تھا۔ دہلی کے شاہی مدرسہ میں طلباء کو درس دیتے تھے اور شب و روز یاد الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی صاحب سے نسبت اویسی رکھتے تھے۔ ان کے آستانہ پر روزانہ حاضری دیتے تھے۔ عالم و فاضل، عابد و زاہد اور صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔ ۲۱ ربیع الاول ۱۱۴۰ھ سنہ ہجری کو وصال ہوا تھا خوابگاہ دہلی میں حضرت امیر خسرو کے احاطہ کے اندر ہے اور بدایوں والے "مولوی صاحب کا مزار مشہور ہے۔

(تاریخ اولیائے بدایوں۔ باقیات الصالحات۔ طبقات الاولیاء)

حضرت مولانا غلام فرید چشتی رحمتہ اللہ علیہ

مولانا غلام فرید چشتی صاحب کرامت بزرگ تھے۔ کہا جاتا ہے جب آپ شکم مادر میں تھے تب ہی آپ کی والدہ کو حضرت بابا فرید الدین شکر گنج نے خواب میں بشارت دی تھی تیرے لڑکا ہوگا۔ چنانچہ جب آپ پیدا ہوئے تو بوجہ احترام حضرت بابا صاحب۔ آپ کا نام غلام فرید رکھا گیا تھا۔ نسلاً شیخ فاروقی تھے اور بدایوں محلہ کمانگران میں پیدا ہوئے تھے۔ یہیں نشو و نما پائی تھی حضرت مولانا فخر الدین چشتی دہلوی کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ شجرہ درج ذیل ہے۔

مولانا غلام فرید مرید و خلیفہ مولانا فخر الدین چشتی مرید و خلیفہ شیخ نظام الدین اورنگ آبادی۔ مرید و خلیفہ شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی مرید و خلیفہ خواجہ محی الدین یوسف مرید و خلیفہ شیخ محمد حسن مرید و خلیفہ مولانا محمد حسین مرید و خلیفہ مولانا جمال الدین مرید و خلیفہ شیخ محمود مرید و خلیفہ مولانا علیم الدین مرید و خلیفہ مولانا سراج الدین مرید و خلیفہ خواجہ کمال الدین

——— مرید و خلیفہ شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی مرید و خلیفہ

سلطان المشائخ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ

صاحبِ کشف و کرامات، واقفِ رموزِ الٰہی. جامع کمالات صوری و معنوی، بدایوں کے اکابر علماء میں تھے. صاحب علم و عمل ہونے کے ساتھ ساتھ عارف کامل بھی تھے. ہمہ اوقات ذکر و شغل میں مشغول رہتے تھے. دنیا داروں سے سروکار نہیں رکھتے تھے. تجرید و تفرید مزاج میں غالب تھی. لوگوں کا طرز عمل اپنی طبیعت کے منافی پاکر بدایوں سے ہجرت کر کے دہلی چلے گئے تھے اور حضرت محبوب پاک کی درگاہ میں رہتے تھے. ۷ شعبان سنہ ۱۱۴۹ ہجری کو وصال ہوا تھا. مزار شریف دہلی میں اندر احاطہ درگاہ حضرت سلطان المشائخ قدس سرہٗ. حضرت خواجہ امیر خسرو کے مزار سے جانب غرب ایک جداگانہ احاطہ کے اندر پختہ واقع ہے. بعض حضرات نے، جمادی الاول ۱۲۰۹ سنہ تاریخ وصال بتائی ہے.

(تاریخ اولیائے بدایوں. باقیات الصالحات. نزہتہ السالکین. دیار محبوب الٰہی)

حضرت شاہ محمد بیدار چشتی رحمتہ اللہ علیہ

شاہ محمد نام تھا بیدار تخلص. والد ماجد کا اسم گرامی شیخ عین الدین تھا. نسلی سلسلہ حضرت بابا فرید الدین شکر گنج سے ملتا تھا. والدہ آپ کی حضرت شیخ سلیم چشتی رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد میں تھیں. بدایوں میں پیدا ہوئے تھے. فتح پور سیکری میں نشو و نما پائی تھی. سن شعور کو پہنچ کر بدایوں تشریف لائے تھے. مولوی سید امجد علی بدایونی سے تعلیم حاصل کی تھی بعد میں مولوی میر علی رضا حسین دہلوی کی وساطت سے حضرت مولانا فخر الدین چشتی دہلوی تک رسائی ہوگئی تھی. مولانا موصوف نے بکمال شفقت تکمیل علوم ظاہری و باطنی کرا کے مثال و خلافت سے سرفراز فرما کر اکبر آباد کی ولایت پر مامور کیا تھا. زبدۃ الاخیار کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے. ہندوستان کے مشاہیر اولیاء میں آپ کا شمار ہے. قبولیت عظیم پائی تھی. بہت لوگ مرید ہوئے. تصنیف و تالیف

کا بھی شوق تھا۔ ۲۷ ذی الحجہ ۱۲۱۰ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف بمقام آگرہ کناری بازار کٹرہ دانت والا میں سنہری مسجد کے ملحق جانب جنوب حریم کے اندر پختہ واقع ہے۔

(تاریخ اولیائے بدایوں۔ باقیات الصالحات۔ مصباح طریقت۔ نزہتہ السالکین)

حضرت مولانا شاہ حسن علی چشتی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا شاہ حسن علی چشتی کے والد کا اسم گرامی مولانا عبد اللطیف عرف لطیف اللہ صدیقی تھا۔ شیخ حمید الدین گنوری کی اولاد میں تھے۔ والدین کے سایۂ عاطفت میں تربیت پاکر سن شعور کو پہنچے تھے۔ متعدد اساتذائے وقت سے علوم معقول و منقول کی تعلیم حاصل کی تھی۔ جن میں مولانا فخر الدین چشتی دہلوی خاص طور پر قابلِ تذکرہ ہیں مولانا موصوف ہی نے تکمیلِ علوم کراکر دستارِ فضیلت اپنے دستِ مبارک سے آپ کے سر پر باندھی تھی۔ انھیں کے مرید ہوکر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا اور سیوطی چھپاری کی ولایت پر مامور کئے گئے تھے۔ عالم متبحر اور فاضل اجمل تھے۔ بارہ سال تک حضرت مولانا فخر الدین چشتی دہلوی سے تحصیل علوم کی تھی نہایت وجیہہ شکیل، اور باوقار تھے۔ کسی شخص کی مجال نہ تھی جو آپ کے مقابل پڑکر کلام کرتا صوفیائے کرام تک مولانا کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ صاحب تصرف اور صاحب کرامت تھے۔ بحکم پیر و مرشد سیوتی چھپاری پہونچ کر مسکن گزیں ہوئے تھے اور خانقاہ تعمیر کراکے سلسلہ رشد و ہدایت جاری کیا تھا۔ ۱۹ صفر ۱۲۱۹ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ اپنی خانقاہ میں دفن کئے گئے تھے۔ مزار شریف مدھ پردیش میں بمقام سیوتی چھپارہ زیارت گاہ خلائق ہے۔

(تاریخ اولیائے بدایوں۔ باقیات الصالحات۔ طبقات الاولیاء کتاب الانساب شرفا بدایوں
انوار حمیدی۔ کشکول رزاقی۔ کتاب المنجر الرشیق لآل الصدیق۔ نزہتہ السالکین)

حضرت شاہ درگاہی قادری رحمتہ اللہ علیہ

حضرت مولانا حافظ لئیق احمد سجادہ نشین لکھتے ہیں آپ کا اسم گرامی فیض بخش اور لقب مبارک شاہ درگاہی محبوب الٰہی تھا حضرت میاں شاہ لال قدس سرہٗ کے فرزند ارجمند تھے اور امام اعظم حضرت ابو حنیفہ کوفی رحمتہ اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں تھے۔ پنجاب کے رہنے والے تھے۔ مفتی شرف علی سبزواری لکھتے ہیں۔ —

امام الدین نام تھا اور شاہ درگاہی قادری عرفیت تھی۔ بدایوں میں ککرالہ والے پیر مشہور تھے۔ سنہ ۱۱۶۲ ہجری میں پنجاب کے علاقہ بمقام تخت ہزارہ پیدا ہوئے تھے۔ مادر زاد ولی تھے۔ لڑکپن ہی سے جذبہ اور محبت الٰہی کا غلبہ تھا۔ اسی حالت میں ایک دن گھر سے نکل کھڑے ہوئے تھے۔ جنگلوں جنگلوں گھومتے پھرتے تھے۔ درختوں کے پتے کھا کر پیٹ کی آگ بجھاتے تھے۔ جب غلبہ سکر کم ہوا تو گھر واپس آگئے۔ دینی تعلیم شروع کردی تھی۔ ہنوز سلسلہ تعلیم جاری تھا کہ جذب کا عالم پھر طاری ہوگیا تھا۔ مغلوب الحال ہوکر جگہ جگہ گھومتے پھرتے۔ بدایوں تشریف لائے تھے اور شیخ حمید الدین صوفی گنور کے مزار پر چند یوم مقیم رہ کر فیوض و برکات حاصل کی تھیں۔ وہیں آپ کی ملاقات حضرت شاہ جمال[1] اللہ قادری سے ہوئی تھی۔ انھیں کے مرید ہوگئے تھے۔ بعد میں سرہند جاکر حضرت شیخ احمد مجدد رحمتہ اللہ علیہ سے فیض روحانی حاصل کیا تھا۔ شجرۂ طریقت درج ذیل ہے۔

فیض بخش امام الدین حضرت شاہ درگاہی مرید و خلیفہ سید شاہ جمال اللہ رام پوری مرید و خلیفہ سید قطب الدین پنجابی مرید و خلیفہ شاہ محمد زبیر سرہندی مرید و خلیفہ شاہ محمد نقشبند مرید و خلیفہ خواجہ محمد معصوم مرید و خلیفہ مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی مرید و خلیفہ شاہ سکندر،

---

[1] شاہ جمال اللہ قادری کا وصال ۳ صفر ۱۱۲۱ ہجری کو ہوا تھا مزار شریف رام پور میں ہے

مرید و خلیفہ شاہ کمال کیتھلی مرید و خلیفہ شاہ نیصل مرید و خلیفہ شاہ گدا ثانی مرید و خلیفہ شمس الدین عارف مرید و خلیفہ گدا رحمن مرید و خلیفہ شمس الدین صحرائی مرید و خلیفہ سید شاہ عقیل مرید و خلیفہ شاہ بہاء الدین مرید و خلیفہ عبدالوہاب مرید و خلیفہ شرف الدین قتال مرید و خلیفہ شاہ عبدالرزاق مرید و خلیفہ غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی مرید و خلیفہ ابوسعید مبارک المخزومی مرید و خلیفہ شیخ ابوالحسن ہنکاری مرید و خلیفہ ابوالفرح طرطوسی مرید و خلیفہ شیخ عبدالواحد تمیمی مرید و خلیفہ عبدالعزیز یمنی مرید و خلیفہ شیخ ابوبکر شبلی مرید و خلیفہ شیخ جنید بغدادی مرید و خلیفہ شیخ سری سقطی مرید و خلیفہ شیخ معروف کرخی مرید و خلیفہ امام علی رضا مرید و خلیفہ امام موسیٰ کاظم مرید و خلیفہ امام جعفر صادق مرید و خلیفہ امام مرید و خلیفہ امام زین العابدین مرید و خلیفہ امام حسین شہید کربلا مرید و خلیفہ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین مرید و خلیفہ حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ رسول خدا نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم۔

بدایوں سے چل کر قصبہ کٹرالہ پرگنہ اوہیت پہنچے تھے اور حضرت پیر جمال مصری شہید کے مزار پر چلہ کش ہوئے تھے وہیں سے آپ پر باب رجوعات کھل گیا تھا خلقت حاجت روائی کے لئے آپ کے پاس پہنچنے لگی تھی۔ تکیہ میں ایک حجرہ بنا کر بود و باش اختیار کی تھی پھر ایک دن دوران علالت شدت مرض میں رامپور چلے گئے تھے۔ شاہ جمال اللہ قادری قدس سرہٗ کی درگاہ میں فروکش ہو گئے تھے وہیں وصال ہوا اور سپرد خاک کئے گئے تھے۔ نہایت عابد و زاہد اور متقی و ابرار صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔ جذبہ بہت بڑھا ہوا تھا۔ ہر وقت استغراق کا عالم طاری رہتا تھا۔ نماز کے وقت مریدین چونکا دیتے تھے۔ جب ہوش میں ہوتے تو تلاوت قرآن مجید کرتے تھے۔ کسی دولت مند سے ملنا پسند نہ کرتے تھے زر کی کوئی چیز قبول کرتے تھے

بعض روایات کے بموجب ۱۴ رجمادی الثانی اور بعض اقوال کی بنا پر ۱۵ رجمادی الآخر ۱۲۲۶ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف رام پور شہر کے اندر زیارت گاہِ خلائق ہے جس پلنگ پر آپ گکرالہ میں استراحت فرماتے تھے اور جو قرآن مجید تلاوت فرماتے تھے وہ اب تک آپ کے حجرہ میں بمقام گکرالہ موجود ہے۔

(انوار جمالی تاریخ اولیائے بدایوں۔ مخزن مجددیہ۔ خزینۃ الاصفیاء)

حضرت مولانا سید شاہ آل احمد مارہروی رحمۃ اللہ علیہ

سید آل احمد نام تھا۔ اچھے میاں عرفیت تھی ۲۸ رمضان المبارک ۱۱۶۰ھ ہجری کو بمقام مارہرہ ضلع ایٹہ عالم ارواح سے بزم آب وگل میں تشریف لائے تھے۔ سلطان المشائخ جہاں تاریخی مادہ ہے۔ قطب الکاملین، زبدۃ العارفین حضرت سیدنا شاہ حمزہ کے فرزند ارجمند تھے۔ دادا کا نام نامی حضرت سید شاہ آل محمد تھا علوم ظاہری و باطنی کی تحصیل اپنے والد بزرگوار سے کی تھی۔ انھیں کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ عارف باکمال، عالم بے مثال، مخزن کمالات، منبع فیوض و برکات اور صاحب خوارق عادات و کرامات بزرگ تھے۔ دربار غوثیت میں حضوری کا شرف حاصل تھا۔ اپنے وقت کے قطب الاقطاب تھے۔ آپ کے فضائل و کمالات احاطۂ تحریر میں نہیں لائے جا سکتے۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی جیسے جلیل القدر عالم اور محدث آپ کا بے حد ادب و احترام کرتے تھے اور ادق مسائل حل کرانے کے لئے لوگوں کو آپ سے رجوع کرنے کی ہدایت کرتے تھے۔ والد ماجد کے وصال کے بعد ان کے سجادہ کو رونق بخشی تھی۔ ۳۷ سال تک سلسلہ رشد و ہدایت جاری رہا۔ بے شمار اشخاص آپ کے دست حق پرست پر تائب ہو کر دولت اسلام سے مالا مال ہوئے۔ بہتیوں کو راہِ عرفان دکھائی اور خلافت سے سرفراز کیا۔ مولوی غلام شبر نے مدائح نور حضور میں اناسی (۷۹)

اجلہ خلفاء کے اسمائے گرامی درج کئے ہیں۔ ان میں اٹھائیس (۲۸) حضرات بدایوں کے رہنے والے تھے۔ بدایوں والوں پر آپ کی خصوصی نوازشات تھیں۔ اکثر فرماتے تھے بدایوں ہماری جاگیر ہے۔ حضور غوثیت سے یہ ہم کو عطا ہوئی ہے۔ خدام میں بھی سکنائے بدایوں امتیازی شان رکھتے تھے اور خلفاء میں سرخیل جماعت بدایونی حضرات ہی تھے۔ ان میں بھی خصوصی نگاہ کرم حضرت مولانا شاہ عبدالمجید عین الحق رحمۃ اللہ علیہ پر تھی۔ ۱۷ ربیع الاول ۱۲۳۵ھ ہجری کو واصل حق ہوئے تھے۔ مزار شریف قصبہ مارہرہ ضلع ایٹہ میں مرجع اہل عقیدت و مخزن فیوض و برکات ہے۔ مشائخ حاضر ہوتے ہیں اور فیض روحانی حاصل کرتے ہیں۔

(برکات مارہرہ۔ مدائح نور حضور ــــ مولانا عبدالحمید محمد سالم صاحب کے فرمودات)

حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ کشفی رحمۃ اللہ علیہ

سلامت اللہ نام تھا اور کشفی تخلص۔ شیخ برکت اللہ ہاتھی نشین کے فرزند ارجمند تھے۔ نسلاً شیخ صدیقی اور ملا عبداللہ مکی کی اولاد میں تھے۔ آباء اجداد رؤسائے باوقار اور شرفائے نامدار میں تھے۔ ۱۲۰۳ھ ہجری میں بمقام بدایوں محلہ سوتھا آپ کی ولادت ہوئی تھی۔ والدین کے سایۂ عاطفت میں پروان چڑھے تھے اور ابتدائی تعلیم اپنے مکان پر حاصل کی تھی۔ بعدہٗ مدرسہ قادریہ میں مولوی عبدالغنی عثمانی کے آگے زانوئے تلمذ تہہ کیا تھا۔ بریلی جاکر مولانا مجدالدین عرف مولوی مدن شاہجہانپوری سے چند کتابیں پڑھی تھیں۔ اس کے بعد دہلی تشریف لے گئے تھے اور شاہ عبدالعزیز[1] محدث

---

[1] شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ عبدالقادر دہلوی اور شاہ رفیع الدین محدث دہلوی۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے فرزندان تھے۔ اول الذکر ۱۲۳۹ھ ہجری میں اور آخر الذکر ۱۲۴۰ھ ہجری میں فوت ہوئے شاہ عبدالقادر کا وصال ۱۲۳۰ھ ہجری میں ہوا تھا۔ شاہ ولی اللہ کا وصال ۲۹ محرم ۱۱۷۶ھ ہجری میں ہوا تھا

دہلوی سے نیز ان کے چھوٹے بھائی شاہ رفیع الدین محدث دہلوی سے حدیث اور تفسیر کی تعلیم حاصل کی تھی۔ بعد تحصیل علوم ظاہری علم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ اور حضرت شاہ عین الحق مولانا عبد المجید قادری بدایونی کے ہمراہ مارہرہ جاکر شمس العارفین حضرت خواجہ ابو الفضل شاہ آل احمد مارہروی عرف اچھے میاں کے مرید ہوکر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ نواب فیض اللہ خاں والی کٹھیر کی استدعا پر چند ماہ بریلی میں رہے تھے۔ ان کے بیٹے غلام حسین خاں آپ کے مرید تھے۔ سنہ ۱۲۴۰ ہجری میں لکھنو تشریف لے گئے تھے۔ کئی سال وہاں مقیم رہے تھے۔ اس کے بعد کانپور جاکر مسکن گزیں ہوئے تھے۔ مسجد اور مدرسہ تعمیر کرایا تھا۔ رات دن عبادت الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ طلباء کو درس بھی دیتے تھے اور مریدین کو رشد و ہدایت بھی جاری کرتے تھے۔ عالم، فاضل، عابد و زاہد، صاحب کشف و کرامات، ہادی راہ عرفان اور واقف راز یزداں بزرگ تھے۔ شعر و سخن سے بھی رغبت تھی۔ مرزا قتیل لکھنوی کے شاگرد تھے۔ صاحب تصنیف و تالیف بھی تھے۔ کم و بیش پچاس کتابیں لکھیں۔ ایک دیوان فارسی اور ایک اردو کا چھوڑا۔ مریدین کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ ۳ رجب سنہ ۱۲۸۱ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف بمقام کانپور محلہ تاج گھر اندر احاطہ مسجد پختہ واقع ہے۔ (باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں)

حضرت میاں نجو خاں بیابانی رحمۃ اللہ علیہ

نجیب اللہ خاں نام تھا۔ نجو خاں مشہور تھے۔ ذات کے پٹھان، رہنے والے محلہ شہباز پور بدایوں کے تھے۔ منصفی بدایوں میں بزمرۂ چپراسیان ملازم تھے۔ حضرت مولانا شاہ فضل رسول صاحب سے شرف بیعت حاصل تھا۔ دن بھر سرکاری کام انجام دیتے تھے اور رات کو پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوکر ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے

نہایت عابد و زاہد شخص تھے۔ پھر یک بیک حاضری سے قاصر ہو گئے تھے اور ایک حسین لڑکے مسمی پیارے لال کے عشق میں گرفتار ہو کر رات دن اسی کے دروازہ پر پڑے رہتے تھے۔ نوکری کو خیر باد کہہ دیا تھا اور گھر والوں کو خدا کے سپرد کر دیا تھا۔ شدہ شدہ یہ خبر تمام شہر میں پھیل گئی اور پیارے لال کے باپ کا نکلنا بیٹھنا بند ہو گیا۔ غیرت کے مارے بیچارہ گھر کے اندر پڑا رہتا تھا اور دل ہی دل میں سوچتا رہتا تھا کیا ترکیب کی جائے جو اس بدنامی سے نجات ملے۔ بالآخر اس نے سوچا نجو خاں بڑے مولوی صاحب کا مرید ہے ان سے جا کر کہنا چاہیئے۔ چنانچہ ایک دن وہ حضرت مولانا شاہ فضل رسول صاحب کی خدمت میں پہنچا اور سرنگوں ہو کر تمام حال ان کے گوش گزار کیا۔ مولوی صاحب نے فرمایا منشی جی آپ گھبرائیں نہیں نجو خاں کے جادۂ حقیقت پر پہنچنے کا وقت آگیا ہے۔ اسی وقت پالکی میں سوار ہو کر نجو خاں کے پاس پہنچے ان کو بغور دیکھ کر فرمایا نجو خاں اٹھو صبح ہو گئی آنکھیں کھولو۔ نجو خاں یہ سن کر بیساختہ اٹھ بیٹھے اور آنکھیں پھاڑ کر دیکھنے لگے۔ پھر مولوی صاحب موصوف نے ان کے کان میں آہستہ سے کچھ کہا۔ جس کو سن کر نجو خاں کپڑے جھاڑتے ہوئے کھڑے ہو گئے اور پیر و مرشد کی پالکی کے ساتھ ساتھ مسجد خرما میں آکر بیٹھ گئے مولوی صاحب نے اپنے گھر سے کھانا منگایا اور اپنے ہاتھ سے نوالے بنا بنا کر ان کو کھلائے اور پانی پلایا اس کے بعد فرمایا اب تم جاؤ بیلی بھیت کے جنگل میں رہو۔ وہیں تمہاری تعیناتی ہوئی ہے۔ یہ کہہ کر مولوی صاحب اپنے زنان خانہ میں تشریف لے گئے تھے اور نجو خاں تھوڑی دیر بعد وہیں سے غائب ہو گئے تھے۔ چند یوم بعد معلوم ہوا وہ بیلی بھیت کے جنگل میں پڑے رہتے ہیں۔ نہ شیر کا خوف ہے نہ ریچھ کا ڈر۔ پیارے کی رٹ لگی ہے۔ لوگوں نے پیارے لال کے والد سے کہا فقیر ہیں نہ جانے کیا منہ سے نکل جائے اس لئے بہتر ہے تم اپنے بیٹے کو ان کے پاس لے جاؤ۔ چنانچہ وہ پیارے لال کو لے کر

نجو خاں کے پاس پہنچا اور کہا تو خاں صاحب سے کہو میں پیارے موجود ہوں کیا کہتے ہو مگر نجو خاں اس کی طرف ملتفت نہ ہوئے۔ بہت جھجکورنے پر بولے تو پیارے نہیں ہے پیارے اور ہے۔ اس واقعہ کے چند یوم بعد ایک لکڑہارے کو ریچھ نے جنگل میں گھیر لیا وہ ڈر کے مارے ایک درخت پر چڑھ گیا اور حضور غوث پاک کو یاد کرنے لگا۔ اتنے میں اس نے دیکھا ایک شخص چلا آتا ہے گھبراتا نہیں میں آگیا ہوں۔ اس کو دیکھتے ہی ریچھ وہاں سے چلا گیا اور لکڑہارا صحیح سلامت اپنے گھر واپس آیا۔ دوسرے دن وہ کچھ شیرینی لے کر حضرت حاجی محمد شیر میاں صاحب کے پاس حضور غوث پاک کی فاتحہ کرانے گیا۔ وہاں ایک شخص اور بیٹھا تھا وہ بھی شیرینی لایا تھا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا اس نے شیر کے چنگل سے نجات پائی تھی حاجی صاحب نے ان کے حالات سن کر فرمایا تم دونوں اتنی ہی مٹھائی اور لاؤ تاکہ میں نجو خاں بیابانی کی فاتحہ بھی دوں جنہوں نے تم کو ان درندوں سے بچایا ہے۔ نجو خاں بیابانی مولوی فضل رسول بدایونی کا مرید ہے اور ابدال کے گروہ میں شامل ہوگیا ہے۔ اس جنگل میں بھولے بھٹکوں کو راستہ بتاتا ہے اور ان کو جنگلی درندوں سے بچاتا ہے۔ ۱۰ ذی قعدہ سنہ ۱۲۸۷ ہجری کو آپ کا وصال ہوا تھا۔ مزار شریف ضلع پیلی بھیت میں کھٹیما اسٹیشن کے قریب راستہ سے جانب شرق سارداندی کے کنارہ پختہ واقع ہے۔ ندی کا پانی آپ کے مزار تک نہیں پہنچتا ہے۔

(باقیات الصالحات۔ تاریخ اولیائے بدایوں)

حضرت حاجی خلیل الرحمٰن نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

حاجی خلیل الرحمٰن قصبہ گگرالہ ضلع بدایوں کے رہنے والے تھے۔ بعض لوگ کہتے ہیں آپ حضرت حاجی محمد شیر میاں کے مرید و خلیفہ تھے اور بعض کہتے ہیں شاہ محمد عمر نقشبندی

رام پوری کے خلفاء میں تھے۔ دنیاداری ترک کردی تھی۔ درویشانہ زندگی بسر کرتے تھے ککرالے سے بدایوں چلے آئے تھے۔ چمنی روضہ میں مسکن گزیں ہوگئے تھے۔ نہایت ذاکر و شاغل، عابد و زاہد درویش تھے۔ کسی دنیادار سے کوئی سروکار نہ رکھتے تھے۔ اہل حاجت کا رجحان آپ کی طرف زیادہ تھا۔ مستمندوں کو گنڈے تعویذ کردیتے تھے لوگوں کو فیض پہنچتا تھا۔ آخر عمر میں حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے تھے۔ حج سے واپس آرہے تھے۔ بمبئی میں اچانک علیل ہوکر ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۰۶ ہجری کو واصل حق ہوئے۔ بعض حضرات کہتے ہیں ۱۱ ربیع الاول تاریخ وصال ہے۔ بمبئی میں خواب گاہ ہے۔

(تاریخ اولیائے بدایوں)

حضرت مولوی فضل مجید رحمۃ اللہ علیہ

مولوی فضل مجید بدایوں محلہ سوتھا کے رہنے والے فاروقی النسل تھے۔ والد ماجد کا اسم گرامی میاں عبداللہ شاہ تھا۔ ۱۲۶۸ ہجری میں پیدا ہوئے تھے۔ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر سے اور مولانا نور احمد عثمانی سے تکملہ علوم کیا تھا۔ نامور اور متبحر علماء میں تھے۔ حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی کے مرید تھے۔ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر کے بہت زیادہ شیدائی تھے۔ سفر و حضر اور خلوت و جلوت میں ساتھ رہتے تھے۔ تقدس اور تورع میں ضرب المثل تھے۔ ۱۳۲۵ ہجری میں حضرت مولانا شاہ عبدالمقتدر صاحب کے ہمراہ حج بیت اللہ تشریف لے گئے تھے۔ وہاں اچانک علیل ہوگئے اور مدینہ منورہ میں حضرت مطیع الرسول کے زانو پر سر رکھ کر واصل حق ہوئے امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جوار اقدس میں مدفون ہوئے شعر و سخن سے بھی رغبت تھی۔ واصفؔ تخلص تھا۔

(تاریخ اولیائے بدایوں۔ اکمل التواریخ)

حضرت مولوی عزیز بخش مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

مولوی عزیز بخش کے والد کا اسم گرامی مولوی سلطان بخش تھا۔ نسلی سلسلہ حضرت ابوبکر صدیق رضا سے ملتا تھا۔ ملا عبداللہ مکی قریشی کی اولاد میں تھے۔ بخشوں کے صاحبِ ثروت گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ بدایوں میں پیدا ہوئے تھے۔ یہیں نشوونما پاکر تعلیم و تربیت حاصل کی تھی۔ سوتھہ محلہ میں متصل چاہ بھنڈار رہتے تھے سلسلہ چشتیہ صابریہ میں حضرت شاہ محمد عظیم المعروف کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ پیر و مرشد کی خدمت میں رہ کر مدارج فقر طے کئے تھے۔ لباس درویشانہ پہنتے تھے۔ ریاضت و مجاہدات کر کے مرتبہ کمال حاصل کر لیا تھا۔ دست غیب کے عامل تھے۔ بدایوں سے ہجرت کر کے مکہ شریف چلے گئے تھے۔ نہایت عابد و زاہد، اہل ذوق و شوق، صاحبِ کشف و کرامات، مہمان نواز، منکسر مزاج، خلیق و ملنسار بزرگ تھے مکہ شریف میں وصال ہوا وہیں آرام فرما رہے ہیں

(مولوی طیب بخش سے معلومات)

حضرت مولانا الحاج سید شاہ احمد اشرف کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ

اعلیٰحضرت امام اہل طریقت، پیشوائے اہلِ حقیقت و معرفت، قطب الارشاد ہادی امصار و بلاد، شیخ المشائخ علی الاطلاق، آئینہ غوث نما بالاتفاق، سردار جمعیت شگرفیہ، مجدد اعظم سلسلہ اشرفیہ، مرشدا الملوین، شبیہ غوث الثقلین، محبوب ربانی سیدنا الشاہ ابو احمد محمد علی حسین الاشرفی الجیلانی قدس سرہٗ النورانی کے فرزند اکبر امام اہل سنت و جماعت آل رسول، فرزند بتول، شہسوار میدان توحید، تاجدار مملکت تفرید، سالک راہ طریقت، غواص بحر حقیقت، عالم ربانی، عارف حقانی، حضرت مولانا الحاج ابو الحمد

سیّد شاہ احمد اشرف الجیلانی ۱۴ر شوال ۱۲۸۶ھ ہجری کو روز جمعہ بمقام کچھوچھہ عالم ارواح سے بزم آب وگل میں تشریف لائے تھے۔ مولانا ابوالمحمود سیّد شاہ احمد اشرف تاریخی نام رکھا گیا تھا والد ماجد کے ظل عاطفت میں نشو ونما پائی تھی اور کچھوچھہ مقدسہ کے علماء سے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مفتی لطف اللہ علیگڈھی سے درسیات کی تکمیل کی تھی۔ عالم رویا میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی دستار بندی فرمائی تھی۔ بایں وجہ فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ نے دستار بندی کی رسم کو پسند نہیں فرمایا اور فاضل اکمل ہونے کے باوجود سند الفراغ حاصل نہ کی۔ اپنے پدر عالیقدر کے مرید ہوکر اجازت وخلافت حاصل کی تھی صاحب زہد وتقویٰ اور پابند شرع بزرگ تھے۔ قلب آپ کا سوز وگداز کا حامل تھا۔ بزرگان طریقت کے نقش قدم پر چلتے تھے۔ ہمہ اوقات ذکر وشغل میں مصروف رہتے تھے۔ صاحب کرامت اور حامل شریعت وطریقت تھے۔ علوم صوری ومعنوی سے بہرہ مند تھے۔ اپنے والد ماجد کا بہت زیادہ ادب واحترام کرتے تھے۔ وہ آپ کو پیار میں مولانا کہہ کر پکارتے تھے۔ عوام میں عالم ربانی اور عارف حقانی مشہور تھے۔ گروہ علماء میں امام اہلسنت اور مصداق العلماء کے القاب سے یاد کئے جاتے تھے اوائل عمری میں وعظ بہت فرماتے تھے۔ وعظ میں استدلال کا رنگ ہوتا تھا اور تاثیر سے مملو ہوتا تھا۔ بدایوں کئی بار تشریف لائے تھے اور لوگوں کو اپنے مواعظ حسنہ و تلقین راہ سلوک سے مستفیض فرمایا تھا۔ والد ماجد کی حیات میں ۱۴ر ربیع الآخر ۱۳۴۰ھ ہجری کو وبائی مرض میں مبتلا ہوکر عالم فانی سے عالم جاودانی کی راہ لی۔ مزار شریف حضرت مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جوار میں مرجع اہل عقیدت ہے۔ سیّد السالکین، زبدۃ الصالحین، قدوۃ الکاملین، صدر العلماء، مرجع العرفاء، شیخ الاصفیاء حضرت مولانا الحاج سید شاہ محمد مختار اشرف صاحب اشرفی الجیلانی مدظلہ العالی،

سجادہ نشین آستانہ اشرفیہ، سرکار کلاں، کچھوچھہ مقدسہ آپ ہی کے فرزند ارجمند ہیں اور ان کے فرزند تاجدار ملت، علامۂ دوراں حضرت مولانا الحاج سید شاہ محمد اظہار اشرف صاحب اشرفی الجیلانی ولی عہد دور حاضرہ کے جید عالم، بہترین نقاد اور شیخ طریقت ہیں۔

(شجرہ قادریہ چشتیہ اشرفیہ۔ تحائف اشرفی، صوفی خلقت اللہ شاہ کے ارشادات)

حضرت حاجی وصی اللہ دانشمندی رحمۃ اللہ علیہ

وصی اللہ نام تھا۔ حافظ شریعت اللہ کے فرزند ارجمند تھے۔ دادا کا نام نامی مولوی قدرت اللہ تھا۔ مولوی محمد یعقوب دانشمند کی اولاد میں تھے۔ نسلی سلسلہ امیر المومنین خلیفۃ المسلمین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا تھا۔ بدایوں مولوی محلہ میں پیدا ہوئے تھے۔ یہیں نشو نما پائی تھی۔ عربی فارسی کی تعلیم علماء عصر سے حاصل کرنے کے بعد محمڈن اورنٹیل کالج علیگڈھ میں داخلہ لیا تھا مگر کچھ دن بعد سلسلہ تعلیم منقطع کر کے عدالت جج مرادآباد میں ملازم ہو گئے تھے۔ ملازمت چھوڑ کر طب کی تعلیم حاصل کی تھی۔ اندور میں مہاراجا کے طبیب خاص رہے تھے۔ حضرت مولانا شاہ سید علی حسین کچھوچھوی عرف اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہو کر خلافت حاصل کی تھی۔ ذی علم، عبادت گزار، اہل ذوق و شوق، حلیم الطبع، صاحب جود و سخا خادم الفقراء، صاحب دل، حاجی حرمین شریفین تھے۔ علماء و فقراء سے بہت النسبت رکھتے تھے۔ عمر کے آخر حصہ میں علائق دنیوی ترک کر کے خانہ نشینی اختیار کر لی تھی شب و روز یاد الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ اجمیر شریف جا کر سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ کے ایک حجرہ میں مسکن گزیں ہو گئے تھے۔ وہیں وصال فرمایا اور سپرد خاک کئے گئے۔

(عمدۃ التحقیق فی آل سید نا الصدیق)

حضرت شاہ سراج رحمۃ اللہ علیہ

سراج الدین نام تھا۔ شیخ افتخار الدین کے فرزند ارجمند تھے۔ غزنویوں کے مشہور و معروف خاندان کے فرد تھے بدایوں میں پیدا ہوئے تھے یہیں تعلیم و تربیت پائی تھی۔ محلہ چاہ میریں آبائی مکان تھا۔ بچپن ہی سے طبیعت درویشی کی طرف مائل تھی۔ خواجہ بہاء الدین ناگپوری سے شرف بیعت حاصل تھا۔ عابد و زاہد، ذاکر و شاغل، شب بیدار، اہل دل، صاحب ذوق و شوق، منجملہ ارباب تجرید تھے۔ سدا سہاگن طریقہ پر کاربند تھے۔ فقراء سے مل کر بہت دلشاد ہوتے تھے۔ اجمیر شریف زیادہ رہتے تھے۔ فتوح غیبی سے دستر خوان آپ کا وسیع ہو گیا تھا۔ عرس کے ایام میں بدایوں سے جانے والوں کی بہت خاطر و مدارات کرتے تھے۔ حضرت خواجہ غریب نواز کے آستانہ سے فیض عظیم پایا تھا۔ بشارت غیبی پاکر کلکتہ چلے گئے تھے۔ وہیں واصل حق ہو کر سپرد خاک ہوئے۔

(چشم دید۔ حاجی عثمان غنی اور منشی غلام نبی خاں سے معلومات)

حضرت مولانا سید شاہ محمد علی فضل اللہ الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ

الشیخ صلاح الدین السید الحاج مولانا شاہ محمد علی فضل اللہ الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ بدایوں میں میاں بغدادی شاہ کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ سید محمد علی اسم گرامی تھا اور سید فضل اللہ کے فرزند ارجمند تھے۔ حما شریف ملک شام کے رہنے والے تھے اور غوث الاعظم حضرت سید محی الدین شیخ عبد القادر جیلانی محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں تھے۔ سلسلہ نسب درج ذیل ہے۔

محمد علی بن السید محمد فضل اللہ بن سید عبد القادر نقیب بن سید

خواجہ صاحب دلی کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد وہیں سے ہجرت کر کے ہمارے یہاں تشریف لائے۔ یہاں قیام فرمایا۔ کھیتی اور تجارت سے لوگوں کی امداد کیا کرتے تھے۔ قیوم تعالیٰ دلی کو [illegible] وہاں بھی لوگوں کی مدد کیا۔ [illegible] کی نماز [illegible]

شیخ ابراہیم بن شیخ سعید بن شیخ عبداللہ بن شیخ یٰسین بن شیخ عبدالرزاق بن شیخ شرف الدین بن شیخ احمد بن شیخ علی ہاشمی بن شیخ شہاب الدین احمد بن شیخ قاسم بن شیخ محی الدین یحیٰی بن شیخ نورالدین حسین بن شیخ علاء الدین علی بن شیخ شمس الدین محمد بن شیخ سیف الدین یحیٰی بن شیخ ظہیر الدین احمد بن شیخ ابی النصر محمد بن شیخ نصر عماد الدین قاضی القضاۃ ابو صالح بن شیخ ابو بکر قطب عراق شیخ عبدالرزاق بن حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن امام ابو صالح موسیٰ جنگی دوست بن امام عبداللہ بن امام یحیٰی زاہد بن سید محمد بن امام داؤد بن امام موسیٰ بن امام عبداللہ بن امام موسیٰ الجون بن امام عبداللہ المحض بن امام حسن مثنیٰ بن امام حسن بن حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ

سنہ ۱۳۵۴ ہجری میں ملک شام سے چل کر ہندوستان تشریف لائے تھے اور میرٹھ پہنچ کر اپنے بھائی حضرت مولانا شاہ ابوالفضل عبدالقادر الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر شریف کی زیارت کی تھی۔ میرٹھ سے چل کر بدایوں تشریف لائے تھے۔ جامع مسجد شمسی میں جمعہ کی نماز میں امامت کی تھی اور حضرت امام حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیروی میں رفع یدین کیا تھا مگر مقتدیوں نے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیروی میں بلا رفع یدین نماز ادا کی تھی۔ بعد نماز حضرت خواجہ سید محمود عرف سرخ شہید رحمۃ اللہ علیہ مزار پر حاضر ہو کر فیوض و برکات حاصل کی تھیں۔ نہایت وجیہہ اور متبرک شیخ تھے۔ چہرہ سے نور برستا تھا۔ حنبلی اصولوں کے پابند تھے۔ ہمہ اوقات ذکر و شغل میں مصروف رہتے تھے۔ بدایوں میں بہت لوگوں کو مرید کر کے اذکار و اوراد کے طریقے بتائے تھے۔ چند یوم قیام کے بعد وطن واپس چلے گئے تھے۔ خاکسار کو بھی

عازم روضہ ہے غافل نہیں۔ ہے پیر دستگیر کرتے کہ ہر مرید اخر کار جائے گا۔

فقط طیب کش

سنہ ۱۹۳۴ء میں شرف دیدار ہوا تھا۔

چشم دید شجرہ مطبوعہ سنہ ۱۳۵۲ ہجری۔ حضرت شیخ سالم صاحب کے ارشادات اور جناب علی حسین ٹیلر سے معلومات

حضرت مولانا سید شاہ علی حسین اشرفی الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا سید شاہ علی حسین اشرفی الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کے مشاہیر بزرگوں میں تھے اور اشرفی میاں کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔ والد ماجد کا اسم گرامی حاجی سید سعادت علی تھا۔ نسلی سلسلہ حضرت امام حسن علیہ السلام سے ملتا تھا۔ حضرت پیران پیر دستگیر شیخ عبدالقادر جیلانی غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں تھے۔ اور کچھوچھا مقدسہ کے رہنے والے تھے۔ شجرہ پدری درج ذیل ہے۔

سید علی حسین بن حاجی سید سعادت علی بن سید قلندر بخش بن سید تراب علی بن سید محمد نواز بن سید محمد غوث بن سید جمال الدین بن سید عزیز الرحمٰن بن سید محمد عثمان بن سید ابوالفتح بن سید محمد بن سید محمد اشرف شہید بن سید حسن بن حاجی الحرمین حضرت ابوالحسن سید عبدالرزاق بن سید عبدالغفور حسن بن سید ابوالعباس احمد جیلانی بن سید بدرالدین حسن بن سید علاء الدین علی حسن سید شمس الدین بن سید سیف الدین یحییٰ حموی بن ابو نصر سید محمد بن سید عماد الدین ابوصالح نصر بن سید تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق بن شیخ محی الدین محبوب سبحانی قطب ربانی میران ابو محمد سید عبدالقادر جیلانی غوث الاعظم

دستگیر پیران پیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن سید ابی صالح موسیٰ جنگی دوست بن سید عبداللہ جیلی
بن سید محمد یحییٰ زاہد بن سید محمد بن سید داؤد ملک بن سید موسیٰ بن سید عبداللہ
بن سید موسیٰ الجون بن سید عبداللہ المحض بن سید حسن مثنیٰ بن
حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن امیرالمومنین خلیفتہ المسلمین حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ

۲۲ ربیع الثانی ۱۲۶۶ھ ہجری کو بمقام لچھو چھا ضلع فیض آباد عالم ارواح سے بزم آب وگل میں تشریف لائے تھے۔ وہیں نشو ونما پائی تھی مولانا گل محمد خلیل آبادی نے رسم تسمیہ خوانی ادا کرائی تھی۔ مولوی امانت علی لچھو چھوی، مولانا سلامت علی گورکھپوری اور مولانا قلندر بخش لچھو چھوی سے عربی فارسی کی تعلیم حاصل کی تھی۔ اپنے برادر معظم شیخ طریقت قطب المشائخ حضرت مولانا شاہ اشرف حسین الجیلانی کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ شجرہ طریقت چشتیہ درج ذیل ہے۔

الحاج مولانا سید شاہ علی حسین مرید و خلیفہ الحاج مولانا سید شاہ اشرف حسین مرید و خلیفہ سید شاہ نیاز اشرف مرید و خلیفہ سید داؤد علی مرید و خلیفہ سید توکل علی مرید و خلیفہ سید بہاء الدین مرید و خلیفہ سید محمد مراد مرید و خلیفہ سید فتح اللہ مرید و خلیفہ سید احمد مرید و خلیفہ سید راجو مرید و خلیفہ سید محمود شمس الحق والدین مرید و خلیفہ سید حاجی چراغ جہاں مرید و خلیفہ سید جعفر عرف لاڈر مرید و خلیفہ سید حسین قتال مرید و خلیفہ سید عبدالرزاق نورالعین مرید و خلیفہ غوث العالم، محبوب یزدانی تارک السلطنت مخدوم سلطان اوحدالدین میر سید اشرف جہانگیر سمنانی مرید و خلیفہ شیخ علاء الدین پنڈوی مرید و خلیفہ شیخ عثمان اخی سراج الدین آئینہ ہند مرید و خلیفہ سلطان المشائخ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی،

مرید وخلیفہ خواجہ فریدالدین مسعود شکر گنج مرید وخلیفہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی مرید وخلیفہ سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ

شجرہ سلسلہ عالیہ قادریہ درج ذیل ہے۔

سید شاہ محمد علی حسین خلیفہ حضرت مولانا سید محمد اشرف حسین خلیفہ سید شاہ منصب علی خلیفہ سید قلندر بخش خلیفہ سید صفت اشرف خلیفہ سید محمد نواز خلیفہ سید نذر اشرف خلیفہ سید عنایت اللہ۔ خلیفہ سید نور اللہ خلیفہ سید عبدالرسول خلیفہ سید حسین ثانی خلیفہ سید محمد خلیفہ سید محمد اشرف عرف شاہ شہید خلیفہ سید حسن خلیفہ سید عبدالرزاق نورالعین خلیفہ محبوب یزدانی مخدوم سلطان اوحدالدین میر سید اشرف جہانگیر سمنانی غوث العالم خلیفہ سید مخدوم جلال الدین بخاری جہانیان جہاں گشت خلیفہ شیخ محمد عبید عیسی خلیفہ شیخ فاضل بن عیسی خلیفہ شیخ قطب الیمن ابی الغیث بن جمیل خلیفہ شیخ علی افلح خلیفہ شیخ علی حداد خلیفہ غوث الاعظم محبوب سبحانی سید محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی خلیفہ شیخ ابوسعید مبارک المخزومی خلیفہ شیخ ابوالحسن ہنکاری خلیفہ شیخ ابوالفرح طرطوسی خلیفہ شیخ عبدالواحد تیمیی خلیفہ شیخ ابوبکر شبلی خلیفہ شیخ جنید بغدادی خلیفہ شیخ سری سقطی خلیفہ معروف کرخی خلیفہ شیخ داؤد طائی خلیفہ خواجہ حبیب عجمی خلیفہ خواجہ حسن بصری خلیفہ امیرالمومنین امام المتقین، خلیفۃ المسلمین حضرت مولا علی کرم اللہ وجہ خلیفہ حضرت سید عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

چار مرتبہ حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضہ نبوی سے مشرف ہوئے تھے۔ دربار نبوی سے مخصوص نعمتیں مرحمت ہوئی تھیں۔ شام، فلسطین، روم، مصر،

عراق اور حجاز میں کافی سیاحی کی تھی۔ وہاں کے اماکن متبرکہ کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے۔ بلاد اسلامیہ کے بے شمار علماء اور مشائخ کو داخل سلسلہ اشرفیہ کیا تھا سبھوں کو اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا تھا۔ متعدد خانوادوں سے مختلف سلاسل میں اجازت و خلافت حاصل کی تھی علاوہ باطنی اوصاف و خصوصیات کے حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمشکل تھے۔ اکثر ارباب مشاہدہ نے اس امر کی تصدیق کی تھی۔ خلق آپ کا کریمانہ تھا۔ جامع علوم ظاہری و باطنی، مجمع کمالات صوری و معنوی، عشق و محبت میں سرشار، واقف رموز پروردگار، سالکوں کے رہنما عارفوں کے مقتدا، صاحب تصرف، اہل منازل عظیم المرتبت اور عالی منزلت بزرگ تھے۔ درویشانہ لباس پہنتے تھے۔ صوفیانہ وضع میں رہتے تھے۔ نہایت حسین و جمیل اور مرجع خلائق تھے۔ آپ کی ذات پاک سے سلسلہ اشرفیہ نظامیہ چشتیہ ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں پھیلا۔ ہزارہا افراد آپ کے حسن خداداد کی زیارت سے حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ بدایوں میں لاتعداد اشخاص آپ کے مرید تھے۔ متعدد لوگوں کو خلافت سے سرفراز کیا تھا۔ ۱۱ رجب ۱۳۵۵ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ مزار شریف بمقام رسولپور درگاہ ضلع فیض آباد (کچھوچھا شریف) حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی کے جوار میں مرجع اہل عقیدت ہے۔ مرشدی و مولائی، صدر افاضل ــــ شیخ المشائخ، زبدۃ الاصفیاء حضرت مولانا شاہ سید محمد مختار اشرف الجیلانی آپ کے نبیرہ اور صاحب سجادہ ہیں جن کے دم قدم سے سلسلہ اشرفیہ نہ صرف ہندوستان میں بلکہ عرب و عجم میں کافی فروغ پا رہا ہے۔ ان کے صاحبزادہ اور ولی عہد الحاج حضرت مولانا شاہ سید اظہار اشرف ہیں جو اپنی آبائی خوبیوں سے آراستہ ہیں

(چشم دید : شجرہ طیبہ چشتیہ نظامیہ سراجیہ)

نوٹ: حضرت معروف کرخی نے حضرت امام علی رضا سے بھی خلافت حاصل کی تھی۔

حضرت مولانا سیّد پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

جماعت علی نام تھا. امیر ملّت اور قبلہ عالم کے القاب سے یاد کئے جاتے تھے نسلاً سادات عظام سے تھے. سنہ ۱۲۵۲ ہجری میں بمقام علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ پیدا ہوئے تھے. وہیں نشو و نما پاکر مولوی عبدالرشید علی پوری، مولوی عبدالوہاب، مولانا مفتی عبداللہ ٹونکی، مولانا مظہر سہارنپوری اور مولانا فیض الحسن سہارنپوری کے روبرو زانوئے تلمذ تہہ کر کے صرف و نحو نیز منطق و فلسفہ کی تعلیم حاصل کی تھی. بعد ازاں کانپور آکر مولانا محمد علی مونگیری سے فقہ، حدیث اور تفسیر کی کتابیں پڑھی تھیں. مولانا شاہ احمد حسین کانپوری سے درس نظامی کی تکمیل کر کے سند الفراغ حاصل کی تھی. بعد تحصیل علوم ظاہری علم باطنی کے شوق میں حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے. مولانا موصوف نہایت شفقت و محبت سے پیش آئے تھے. اپنے خاندان کی برکتیں عطا فرمائی تھیں اور اپنی کلاہ عنایت فرما کر پس خوردہ پانی پینے کو مرحمت فرمایا تھا. سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت خواجہ بابا فقیر محمد چوراہی کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا. شجرۂ طریقت درج ذیل ہے.

سید جماعت علی شاہ مرید و خلیفہ خواجہ بابا فقیر محمد چوراہی مرید و خلیفہ نور محمد تیراہی مرید و خلیفہ بابا فیض اللہ تیراہی مرید و خلیفہ خواجہ محمد عیسیٰ مرید و خلیفہ خواجہ حافظ جمال اللہ مرید و خلیفہ خواجہ قطب الدین صدر مرید و خلیفہ خواجہ محمد زبیر مرید و خلیفہ خواجہ حجۃ اللہ نقشبند ثانی مرید و خلیفہ خواجہ محمد معصوم مرید و خلیفہ مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی مرید و خلیفہ خواجہ محمد باقی باللہ مرید و خلیفہ خواجہ محمد مقتدا ارمکنگی مرید و خلیفہ خواجہ درویش محمد مرید و خلیفہ خواجہ محمد زاہد وخشی مرید

وخلیفہ خواجہ عبیداللہ احرار مرید و خلیفہ مولانا محمد یعقوب چرخی مرید و خلیفہ علاءالدین عطار مرید و خلیفہ خواجہ بہاءالدین نقشبند بخاری مرید و خلیفہ خواجہ امیر کلال مرید و خلیفہ خواجہ بابا سماسی مرید و خلیفہ خواجہ [illegible] علی رامتینی مرید و خلیفہ خواجہ محمود الخیر فغنوی مرید و خلیفہ خواجہ محمد عارف دیوگری مرید و خلیفہ خواجہ عبدالخالق غجدوانی مرید و خلیفہ خواجہ ابویوسف ہمدانی مرید و خلیفہ خواجہ بوعلی فارمدی مرید و خلیفہ خواجہ ابوالحسن خرقانی مرید و خلیفہ بایزید بسطامی مرید و خلیفہ سیدامام جعفر صادق مرید و خلیفہ سید قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیقؓ مرید و خلیفہ خواجہ سلمان فارسی مرید و خلیفہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرید و خلیفہ سرورِ کائنات احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

عارف کامل، ذاکر و شاغل، متقی و ابرار، شب بیدار، حاجی الحرمین منکسر مزاج، حلیم الطبع، مہمان نواز، عالم باعمل، پابند شریعت، سالک طریقت، علوم رسمی و حقیقی سے آگاہ، مجمع کمالات، منبع حسنات، صاحبِ مجاہدہ و مجادلہ، عظیم المرتبت اور عالی منزلت بزرگ تھے۔ چوالیس مرتبہ حج اور زیارت سے مشرف ہوئے تھے۔ ہر سفر میں کثیر تعداد مریدین کی ساتھ گئی تھی۔ شام، فلسطین، مصر، عراق اور حجاز میں کافی سیاحی کی تھی۔ اہلِ عرب کی بہت تعظیم کرتے تھے۔ بدمذہب اور بدعقیدہ لوگوں سے نفرت کرتے تھے۔ مسجد شہید گنج کی واپسی کے سلسلہ میں پیش پیش رہے تھے۔ لوگوں کے طعن و تشنیع اور سختیاں تک برداشت کی تھیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی سے ایک بار مناظرہ بھی ہوا تھا۔ سلسلہ نقشبندیہ آپ کی ذات گرامی کی بدولت ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں پہنچا۔ نو لاکھ سے زیادہ مریدین تھے۔ مسجد شہید گنج لاہور کے

سلسلہ میں ایک جلسہ کی صدارت کی غرض سے ۱۲ رجب ۱۳۵۴ ہجری کو بدایوں تشریف لائے تھے۔ اس جلسہ میں مولانا حامد رضا خاں صاحب اعلیٰحضرت مولانا مصطفیٰ رضا خانصاحب مفتی اعظم اور حکیم مولوی امجد علی صاحب نے بھی شرکت کی تھی۔ ایکسو اٹھارہ سال کی عمر میں ۲۶ ر ذی قعدہ ۱۳۷۰ھ ہجری کو عالم فانی سے عالم جاودانی کی راہ لی۔ مزار شریف علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ میں مرجع اہل عقیدت ہے۔

{معین الارواح۔ ماہنامہ پاسبان الہ آباد۔ شجرۂ طیبہ نقشبندیہ۔ چشم دید اور مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب کے ارشادات}

حضرت مولانا شاہ قاسم حسین ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ

قاسم حسین ہاشمی نام تھا اور حاجی قاسم شاہ عرفیت۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم کی اولاد میں تھے۔ والد ماجد کا اسم گرامی مولوی رونق حسین ہاشمی تھا۔ ذی علم صاحب ثروت گھرانے کے چشم و چراغ تھے اور عباسیوں کے اس خاندان سے تعلق رکھتے تھے جس کے آب و جد عہد شاہ عالم ثانی میں امرائے ذی وقار رہے تھے اور خانی کے خطاب سے سرفراز تھے۔ تیرھویں صدی ہجری کے آخری ثلث میں آپ بمقام بریلی محلہ قاضی ٹولہ عالم ارواح سے بزم آب و گل میں تشریف لائے تھے۔ انگریزی تعلیم انٹرمیجیٹ تک تھی مگر عربی فارسی کے اعلیٰ تعلیمیافتہ تھے۔ تعلیم سے فارغ ہو کر ریلوے آفس ایزٹ نگر میں ملازم ہو گئے تھے حسن کارکردگی کے صلہ میں ہیڈ کلرکی کا جلیل القدر منصب تفویض کیا گیا تھا مگر طبیعت بچپن سے درویشی کی طرف مائل تھی اسی لئے ملازمت سے سبکدوش ہو کر یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے تھے۔ مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ شجرۂ طریقت قادریہ درج ذیل ہے۔

مولانا شاہ قاسم حسین ہاشمی مرید و خلیفہ مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی مرید و خلیفہ شاہ ضیاء اللہ مرید و خلیفہ شاہ زبیر مرید و خلیفہ شاہ محمد نقشبند مرید و خلیفہ شاہ محمد معصوم مرید و خلیفہ شیخ احمد مجدد الف ثانی مرید و خلیفہ شاہ اسکندر مرید و خلیفہ شاہ کمال مرید و خلیفہ شاہ فضیل مرید و خلیفہ شاہ گدا مرید و خلیفہ شاہ شمس الدین عارف مرید و خلیفہ شاہ رحمٰن مرید و خلیفہ شاہ شمس الدین صحرائی مرید و خلیفہ سید شاہ عقیل مرید و خلیفہ شاہ بہاء الدین مرید و خلیفہ سید عبدالوہاب مرید و خلیفہ شاہ شرف الدین قتال مرید و خلیفہ شاہ عبدالرزاق مرید و خلیفہ و ابن حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی غوث الاعظم محبوب سبحانی مرید و خلیفہ و ابن شیخ ابوصالح جنگی دوست مرید و خلیفہ و ابن سید شاہ عبداللہ جیلی مرید و خلیفہ و ابن سید یحییٰ زاہد مرید و خلیفہ و ابن شیخ داؤد مرید و خلیفہ و ابن شیخ موسیٰ مرید و خلیفہ و ابن سید عبداللہ مرید و خلیفہ و ابن سید موسیٰ الجون مرید و خلیفہ ابن سید عبداللہ المحض مرید و خلیفہ و ابن سید حسن مثنیٰ مرید و خلیفہ و ابن حضرت امام حسن علیہ السلام مرید و خلیفہ و ابن حضرت مولا علی کرم اللہ وجہ مرید و خلیفہ سید المرسلین، امام المتقین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ چشتیہ سلسلہ صابریہ قادریہ تھا۔

صاحب حال و قال، عارف باکمال، معدنِ جود و سخا، منبع صدق و صفا، اہل ذوق، پابند شریعت، حامل طریقت، صاحب کشف و کرامات، منجملہ ارباب باطن تھے۔ پاس انفاس کے عامل تھے اور اسم ذات ہمہ اوقات ورد زبان رہتا تھا۔ حاجی حرمین شریفین اور فدائے رسول الثقلین تھے۔ جس

مصطفائی نہایت تزک و احتشام سے منعقد کرتے تھے۔ کوئی شخص بلا وضو اور گلاب سے کام و دہن پاک کئے بغیر اُس محفل میں شریک نہیں ہو سکتا تھا۔ ۱۹۳۵ء میں پہلی بار میں آپ کے دیدار سے مشرف ہوا تھا۔ اُس وقت آپ عم محترم مولوی تجمل حسین خانصاحب کے دولت کدہ پر رونق افروز تھے اور بڑے دروازہ کی سیڑھی میں استراحت فرما رہے تھے۔ کیف و استغراق کا عالم طاری تھا اور مریدین دست بستہ حلقہ بنائے کھڑے تھے۔ حالانکہ وہ میری جہالت کا زمانہ تھا مگر میں لاشعوری طور پر آپ کی اس کیفیت سے متاثر ہوا تھا اور ایک زمانہ گزرنے کے باوجود آج بھی بے دریغ طریقہ پر کہتا ہوں واقعی وہ درویش کامل تھے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ راضی برضائے حق اور توکل بخدا ہو کر گوشہ گیر ہو گئے تھے مکان مسکونہ خانقاہ میں تبدیل کر کے تمام اثاث البیت غربا و مساکین میں تقسیم کر دیا تھا۔ مریدین کا حلقہ کافی وسیع تھا۔ بدایوں میں کثیر تعداد آپ کے مریدین کی تھی۔ مولوی محلہ میں ان لوگوں نے خانقاہ مصطفائی قائم کر لی تھی جہاں ہر اتوار کو پیر و مرشد کے طریقہ پر محفل میلاد النبی منعقد کرتے تھے۔ بے شمار اشخاص آپ کے فیض روحانی سے فیضیاب ہوئے اور متعدد حضرات منزل مقصود کو پہنچے ۱۲ ربیع الاول ۱۳۵۸ ہجری کو بعمر ۶۳ سال عالم فانی سے عالم جاودانی کی راہ لی۔ اپنی خانقاہ کے صحن میں دفن کئے گئے تھے۔ حاجی منصور علی خانصاحب کہتے ہیں شاہی وثیقہ دار بھی تھے۔ وثیقہ کی رقم تاحیات سرکاری خزانہ سے وصول کرتے رہے مزار شریف بمقام بریلی محلہ قاضی ٹولہ مرجع اہلِ عقیدت ہے۔

آپ کے خلفاء میں صوفی محمد عمر صاحب بھی درویش صاحب دل تھے۔ ابن۔ ای۔ ریلوے میں اسٹیشن ماسٹر رہے تھے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد پیر و مرشد کے سجادہ

کو رونق بخشی تھی۔ خانقاہ شریف میں رہ کر مستمندوں کی حاجت روائی فرماتے تھے۔ میرے ان سے نیازمندانہ تعلقات تھے۔ بدایوں اکثر تشریف لاتے تھے اور مریدین کو راہ سلوک کی تلقین فرماتے تھے۔

(چشم دید۔ شجرۂ قادریہ چشتیہ رحمانیہ مطبوعہ ہاشمی پریس بدایوں۔ حاجی منصور علیخاں سے مطبوعات)

حضرت مولانا عبدالرحمٰن حیاؔ بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

عبدالرحمٰن نام تھا۔ حیاؔ تخلص۔ ریلوے میں ملازم تھے اس لئے بابو حیا کہلاتے تھے۔ والد ماجد کا اسم گرامی مولوی احمد حسین تھا۔ نسلاً شیخ صدیقی تھے اور بدایوں کے مشہور و معروف خاندان بنی حمید سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۲۷۷ھ ہجری میں بدایوں محلہ قاضی ٹولہ میں آپ کی ولادت ہوئی تھی۔ والدین کے آغوش تربیت میں پروان چڑھے تھے۔ مولوی محمود حسین (استاد محمود) سے فارسی کی اور مولانا سید عبدالکریم سمرقندی سے عربی کی تعلیم حاصل کی تھی۔ آخر الذکر کی صحبت میں رہ کر علوم باطنی کا شوق دامن گیر ہوا تھا۔ اجمیر شریف جاکر سلسلہ چشتیہ نظامیہ میں خواجہ اللہ بخش تونسوی کے مرید ہوئے تھے۔ پیر و مرشد کی نظر فیض اثر کی بدولت چند یوم کے اندر ہی منازل فقر طے کر کے درجہ کمال کو پہنچ گئے تھے۔ اہل ذوق و شوق صوفی اور صاحب حال و قال بزرگ تھے۔ ایک کتاب مخزن تصوف لکھی تھی جو ۱۳۵۳ھ ہجری میں شائع ہو چکی ہے۔ ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد درویشی اختیار کر لی تھی۔ شب و روز یاد الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ سلطان الاتقیا حضرت خواجہ سید محمد نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کی درگاہ میں زیادہ قیام رہتا تھا۔ اہل حاجت کا رجحان کثرت سے آپ کی طرف تھا۔ متعدد اشخاص کو راہ عرفان دکھائی اور طریقت کے منازل سے آگاہی بخشی۔ سماع کے بہت شوقین تھے

اور نظر پُر تاثیر رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت سلطان المشائخؒ کے آستانہ پر قوالی ہو رہی تھی۔ آپ بھی اس محفل میں موجود تھے اور وجد کا عالم طاری تھا دہلی کے نواب خضر خاں جو سلسلہ قادریہ میں بیعت ہونے کی وجہ سے سماع سے پرہیز کرتے تھے ادھر سے گزرے اور آپ پر وجدانی کیفیت دیکھ کر کہتے ہوئے چلے گئے ان صوفیوں کو خدا جانے قوالی میں کیا لطف آتا ہے۔ مجھے تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی کہہ رہا ہو "گدھے کی دم بھئی گدھے کی دم" مجلس کے اختتام پر حاضرین میں سے کسی نے یہ بات آپ کے گوش گزار کی۔ آپ نے فرمایا تم نے اسی وقت مجھے کیوں نہ بتایا۔ چند یوم بعد پھر ایسا اتفاق ہوا کہ آپ قوالی سن رہے تھے۔ نواب خضر خاں بھی فاتحہ پڑھنے درگاہ میں آئے۔ ان کو دیکھ کر آپ نے قوالوں سے کہا گاؤ "گدھے کی دم بھئی گدھے کی دم" قوال پہلے تو کچھ جھجکے مگر آپ کے اصرار پر گانے لگے۔ حاضرین میں سناٹا چھا گیا۔ سب لوگ سرنگوں بیٹھ گئے مگر نواب خضر خاں پر وجدانی کیفیت طاری ہو گئی۔ وہ زمین پر گر کر ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپنے لگے کافی دیر بعد جب ان کو ہوش آیا تو اپنی تقصیر کی معافی چاہی آپ نے فرمایا کوئی بات بھی ہو گدھے کی دم بھئی گدھے کی دم، کیا لطف آیا آپ کو جس قدر بے قرار ہو گئے۔ نواب صاحب اشک ندامت آنکھوں میں بھر لائے تھے اور تائب ہوئے تھے۔ اس قسم کے متعدد واقعات آپ کی ذات سے وابستہ ہیں۔ ۴ جمادی الاول سنہ ۱۳۶۰ ہجری کو وصال ہوا تھا خوابگاہ کھرپڑہ مہرولی روڈ نزد حوض خاص کالونی دہلی میں ہے حالاں کہ آپ کی وصیت تھی کہ محلہ درگاہ حضرت محبوب الٰہی صاحب میں دفن کیا جائے گا مگر آپ کے مرید کے بیٹے نے اپنی اراضی میں دفن کرانے کو باعث سعادت سمجھا

(مخزن تصوف۔ پیرزادہ خواجہ سید حفیظ حسن نظامی صاحب کے ارشادات۔ مولوی محمد فاضل صاحب سے ملاقات)

حضرت صوفی خلعت اللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ

خلیل الرحمن خاں نام تھا خلعت اللہ شاہ کا لقب پیر و مرشد نے عطا کیا تھا بدایوں محلہ سوتھا کے رہنے والے تھے۔ والد ماجد کا اسم گرامی منشی سعید اللہ خاں تھا اور دادا کا نام نامی حافظ سیف اللہ خاں۔ نسلی سلسلہ یوسف زئی تھا ۴ رمضان المبارک ۱۳۱۳ھ ہجری کو روز چہار شنبہ وقت صبح چار بجے آپ کی ولادت ہوئی تھی۔ مولوی علی احمد خاں اسیر سے علوم متداولہ کی تعلیم حاصل کی تھی حضرت مولانا سید شاہ ابو احمد علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ اوجھیانی میونسپل بورڈ کے دفتر میں پیشکار تھے۔ وہیں سے قصبہ ہاتھرس ضلع علیگڈھ چلے گئے تھے اذکار و اشغال کا بہت شوق تھا مجاہدے اور مجادلے کرتے کرتے مقام بلند حاصل کر لیا تھا۔ دنیوی کاموں کے ساتھ ساتھ دینی خدمات بھی انجام دیتے تھے۔ رشد و ہدایات کا سلسلہ جاری تھا۔ ہاتھرس میں آپ کے بہت مریدین تھے۔ آخر عمر میں بیٹے کی ملازمت کے سبب بمقام رانچی صوبہ بہار جاکر متمکن ہو گئے تھے۔ شب بیدار، عبادت گزار۔ منجملہ ارباب طریقت صاحب حال بزرگ تھے صوفیانہ وضع رکھتے تھے نعت خوانی کا بھی شوق تھا۔ شعر و سخن سے بھی دلچسپی تھی۔ ۸ ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ ہجری کو واصل حق ہوئے۔ خوابگاہ رانچی صوبہ بہار میں ہے۔ (چشم دید)

حضرت ابراہیم میاں مارہروی رحمتہ اللہ علیہ

محمد ابراہیم نام تھا سید آل احمد عرف جمّا میاں صاحب کے پوتے تھے اور مارہرہ ضلع ایٹہ کے مشہور و معروف خاندان سادات میں پیدا ہوئے تھے۔ والد ماجد کا اسم گرامی

سید ابن امام تھا۔ علوم دینی و دنیوی کی تعلیم مارہرہ کے اکابر علماء سے حاصل کی تھی، علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد علم باطنی کے شوق میں بدایوں تشریف لائے تھے اور تاج الفحول حضرت مولانا شاہ عبدالقادر محب رسول کے مرید ہو کر اپنا خاندانی ترکہ طلب کیا تھا۔ جماّ میاں صاحب حضرت مولانا شاہ سید آل رسول مارہری کے بڑے بھائی تھے اور حضرت مولانا سید شاہ آل برکات عرف سجھرے میاں مارہروی کے بیٹے تھے مگر مذہب امامیہ رکھتے تھے اس لئے حضرت مولانا سید شاہ آل احمد عرف اچھے میاں رحمۃ اللہ علیہ نے وصال سے قبل خاندانی برکات اپنے چاروں بھتیجوں کے مابین بحصہ مساوی تقسیم کر کے جما میاں صاحب کا حصہ حضرت مولانا شاہ عبدالمجید قادری بدایونی کو بطور امانت یہ کہہ کر دیا تھا کہ جب ہمارے خاندان کا کوئی فرد جو اس کا اہل ہو اور تم سے یا تمہارے جانشینوں میں سے کسی سے طلب کرے تو اسکو سونپ دینا چنانچہ حضرت تاج الفحول نے جو حضرت مولانا شاہ عبدالمجید قادری کے پوتے تھے آپ کی خاندانی برکات کی امانت یہ کہکر آپ کو سونپ دی تھی کہ گوہر سپردم بہ گوہر شناس اور باطنی نعمتوں سے مالا مال کیا تھا۔ علوم صوری و معنوی سے آگاہ اہل ذوق و شوق، مرد کامل اور ذکر اذکار کے عامل تھے۔ زبان سے جو کچھ کہہ دیتے تھے پورا ہو کر رہتا تھا اس لئے سیف زبان مشہور تھے۔ جذب و سلوک دونوں شانیں[1] تھیں ہمہ اوقات ذکر و شغل میں مشغول رہتے تھے مگر حتی الامکان اسی امر کی کوشش کرتے تھے کہ ان کے حسن عمل سے لوگ باخبر نہ ہوں۔ درگاہ شریف میں قیام رہتا تھا مگر پیر و مرشد کی ڈیوڑھی پر حاضر ہو کر حضرت تاج الفحول رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ بی بی صاحبہ کو سلام کر جاتے تھے۔ وہ آپ کو کچھ نہ کچھ کھانے کو ضرور مرحمت فرماتی تھیں۔ کبھی کبھی میاں امداد اللہ شاہ کے بھائی شریعت اللہ خاں کے مکان پر

---

[1] میاں امداد اللہ شاہ صاحب حضرت ابراہیم میاں کے مرید و خلیفہ تھے۔ جذب و سلوک دونوں شانیں تھیں اپنے زمانہ کے کاملین میں تھے۔ صاحب فیض اور صاحب کرامت تھے مستمندوں کی حاجت روائی فرماتے تھے۔ محلہ گوبلپورہ میں قیام تھا۔

بھی تشریف لے جاتے تھے۔ حضرت تاج الفحول کی حیات میں صرف ایک بار آپ کو جذب کی لہر آئی تھی پیر و مرشد کی توجہ نے مرتبہ کمال کو پہنچا دیا تھا۔ اولیائے وقت میں شمار کئے جاتے تھے ابدال صفت تھے۔ بدایوں میں وصال ہوا تھا۔ نماز جنازہ کے بعد جیسے ہی میت درگاہ قادری پہنچی تھی آپ کے صاحبزادگان موٹر کار لیکر آگئے تھے اور بضد ہو کر جنازہ اپنے ساتھ مارہرہ لے گئے تھے۔ قبر کھدی ہی رہ گئی تھی۔ خواب گاہ مارہرہ شریف کی بڑی درگاہ میں ہے۔

(چشم دید۔ مدح نور حضور۔ حضرت شیخ سالم صاحب کے فرمودات)

محدث اعظم حضرت مولانا سید محمد اشرف کچھوچھوی

رحمۃ اللہ علیہ

مولانا شاہ سید محمد اشرف کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ محدث صاحب کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔ جلیل القدر علماء میں آپ کا شمار تھا۔ نسلی سلسلہ حضرت غوث الاعظم دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا تھا۔ حاجی الحرمین حضرت مولانا ابوالحسن سید عبدالرزاق[1] نور العین کی اولاد میں تھے اور کچھوچھہ مقدسہ کے عالی نسب خاندان سے تعلق رکھتے تھے والد ماجد کا اسم گرامی حضرت مولانا حکیم سید نذر اشرف تھا۔ ۱۵ ذی قعدہ ۱۳۱۱ھ ہجری کو قصبہ جائس ضلع رائے بریلی میں پیدا ہوئے تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار نیز کچھوچھہ کے دیگر علماء کرام سے حاصل کی تھی۔ درس نظامی کی تکمیل

---

[1] سید عبدالرزاق نور العین حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمشیرزادہ اور سجادہ نشین تھے۔ مزار اقدس کچھوچھہ شریف میں ہے۔ عرس ۲۹ محرم کو ہوتا ہے۔

مولانا عبدالباری فرنگی محلی[1] و دیگر اساتذۂ عظام نے کرائی تھی۔ مفتی لطف اللہ[2] علی گڈھی سے شرح تجرید و افق المبین پڑھی تھی۔ انہوں نے ہی آپ کو علامہ کے جلیل القدر خطاب سے سرفراز کیا تھا۔ مولانا وصی احمد سورتی سے حدیث شریف کی تکمیل کی تھی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے سلسلہ کی اجازت سند حضرت مولانا شاہ عبدالمقتدر بدایونی سے حاصل کی تھی۔ مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی نے محدث اعظم کے خطاب سے سربلند کیا تھا۔ تکمیل علوم کے بعد درس و تدریس کی طرف مائل ہوگئے تھے۔ دہلی میں مدرسۃ الحدیث قائم کیا تھا۔ منتہی طلباء کو درس دیتے تھے علم باطنی کے شوق میں اپنے ماموں ملک العلماء، عارف ربانی، حضرت مولانا سید شاہ احمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہو کر منازل سلوک طے کی تھیں۔ خرقہ خلافت سے سرفراز کئے گئے تھے۔ تربیت یافتہ اپنے نانا شیخ الاصفیاء، محبوب ربانی، قطب عالم حضرت مولانا سید شاہ علی حسین اشرفی الجیلانی کے تھے۔ تقریر بے نظیر کرتے تھے۔ ایک عالم آپ کے فیض سے بہرہ مند ہوا۔ پانچ ہزار سے زیادہ غیر مسلم آپ کے دست حق پرست پر توبہ کر کے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ لاکھوں اشخاص نے شرف بیعت حاصل کیا۔ عابد و زاہد، عالم و فاضل، اپنے وقت کے شیخ کامل، حاجی حرمین شریفین، زائر روضہ رسول الثقلین تھے۔ چار مرتبہ حج و زیارت سے مشرف ہوئے تھے۔ تصنیف و تالیف کا بھی شوق تھا۔ نثر و نظم دونوں شعبوں میں طبع آزمائی فرماتے تھے۔ قرآن مجید کا ترجمہ اردو زبان میں کیا تھا جس کو دیکھ کر اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا "شہزادے! قرآن مجید تمہارے گھر کی دولت ہے تم

---

[1] مولانا عبدالباری فرنگی محلی کا وصال ۱۳۴۴ھ ہجری میں ہوا تھا۔

[2] مفتی لطف اللہ علیگڈھی کا وصال ۱۳۴۴ھ ہجری میں ہوا تھا۔

سے زیادہ اس کو سمجھنے والا کون ہو سکتا ہے۔ ترجمہ نہیں کر رہے ہو۔ قرآن مجید اردو زبان میں لکھ رہے ہو۔" جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی کے تادم واپسیں صدر رہے۔ اور آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء بمبئی کو آخری وقت تک اپنی سرپرستی سے نوازا ۱۳۶۹ھ ہجری کے اجلاس میں آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کی صدارت کی تھی۔ بہار سنی کانفرنس منعقدہ سرہیلہ کی بھی صدارت فرمائی تھی۔ گونڈہ میں ایک مرتبہ ایام محرم میں آپ نے ایسی دل پذیر تقریر کی تھی جس کو سن کر لوگوں کے دل بے قابو ہو گئے تھے۔ جلسہ کا میدان عرصۂ کربلا بن گیا تھا۔ سکریٹری امامیہ مشن لکھنؤ نے نہایت اہتمام سے اس تقریر کو کتابی شکل میں شائع کرایا ہے۔ جس کو پڑھ کر آپ کے تبحر علمی کا اندازہ ہوتا ہے۔ بدایوں اکثر تشریف لاتے تھے اور مریدین کو راہ سلوک کی تلقین فرماتے تھے۔ ۱۷ رجب ۱۳۸۳ھ ہجری کو بمقام لکھنؤ وصال ہوا تھا۔ کچھوچھا شریف میں تجہیز و تکفین ہوئی تھی۔ مزار اقدس کچھوچھہ کی آباد کے اندر ہے۔ عالیشان گنبد اور درگاہ تعمیر ہو گئی ہے حضرت مولانا سید شاہ محمد مدنی صاحب آپ کے سجادہ نشین اور فرزند ارجمند ہیں جن کی بدولت سلسلہ اشرفیہ بہت فروغ پا رہا ہے۔

چشم دید۔ حضرت مولانا شاہ عبد الحمید محمد سالم صاحب کے فرمودات، حضرت مولانا مفتی محمد ابراہیم فریدی سمستی پوری کے ارشادات

حضرت صوفی محمد حسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ

صوفی محمد حسن شاہ قصبہ بھینسوڑی ضلع رام پور کے رہنے والے تھے وہیں آپ کی ولادت ہوئی تھی اور نشو و نما پائی تھی انصاری برادری سے تعلق رکھتے تھے مگر آسودہ حال گھرانے کے فرد تھے اور کئی پشت سے آبائی پیشہ زمینداری و کاشتکاری تھا۔ چنانچہ ابتدائی زندگی بڑے ناز و نعم میں گزری تھی۔ پھر یک بیک

بشارت غیبی پاکر درویشی کی طرف مائل ہو گئے تھے۔ صوفی عنایت حسن شاہ کے مرید ہوکر مجاہدات اور مجادلات شروع کر دیئے تھے۔ پیر و مرشد نے اپنی توجہ سے چند یوم کے اندر ہی درویش کامل بنا دیا تھا۔ خرقہ خلافت سے سرفراز کئے گئے تھے۔ شجرۂ طریقت درج ذیل ہے۔

صوفی محمد حسن شاہ مرید و خلیفہ صوفی عنایت حسن شاہ مرید و خلیفہ صوفی نبی رضا شاہ مرید و خلیفہ شاہ عبدالحق۔ مرید و خلیفہ شاہ مخلص الرحمٰن مرید و خلیفہ شاہ امداد علی مرید و خلیفہ شاہ محمد مہدی مرید و خلیفہ شاہ مظفر حسین مرید و خلیفہ مخدوم شاہ حسن دوست مرید و خلیفہ شاہ حسن علی مرید و خلیفہ شاہ منعم پاکباز مرید و خلیفہ سید خلیل الدین مرید و خلیفہ سید جعفر دیوان۔ مرید و خلیفہ سید اہل اللہ مرید و خلیفہ سید نظام الدین مرید و خلیفہ سید تقی الدین۔ مرید و خلیفہ سید نصیر الدین مرید و خلیفہ سید محمود مرید و خلیفہ سید فضل اللہ مرید و خلیفہ شاہ قطب الدین مرید و خلیفہ شاہ نجم الدین قلندر مرید و خلیفہ سید مبارک غزنوی[1] مرید و خلیفہ سید نظام الدین مرید و خلیفہ شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی مرید و خلیفہ غوث الاعظم محبوب سبحانی سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عامل کامل، ذاکر و شاغل، مقرب ذوالجلال، صاحب وجد و حال، سماع کے شوقین، اہل یقین، منجملہ ارباب طریقت، واقف رموز حقیقت، حاجی حرمین شریفین، فدائے رسول الثقلین، اہل درد اور صوفی باصفا تھے۔ صاحب کشف ہونے کیساتھ ساتھ صاحب کرامت بھی تھے۔ سلطان الاولیاء اور مخدوم الاصفیاء کے

---

[1] اخبار الاخیار میں سید نور الدین مبارک غزنوی کو حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کا خلیفہ اور مرید لکھا ہے۔

القاب سے یاد کئے جاتے تھے. فقراء سے مل کر بہت دل شاد ہوتے تھے. نظر پُر تاثیر رکھتے تھے اور ہمہ اوقات ذکر و شغل میں مشغول رہتے تھے. بزرگان سلف کے طریقہ پر گامزن تھے. محفل سماع میں وجد و رقص فرماتے تھے چہل کاف کے عامل تھے اور مریدین کو بعد نماز اس کے پڑھنے کی تاکید فرماتے تھے. حلقہ مریدین وسیع تھا. بدایوں میں آپ کے مریدین کی کثیر تعداد ہے جو اپنے پیر و مرشد کی تقلید میں حلقہ بنا کر وجد و رقص کرتے ہیں اور حسبی ربی جل اللہ. مافی قلبی غیر اللہ نور محمد صلی اللہ. لا الہ الا اللہ کا ورد باآواز بلند کرتے ہیں. گول چندوے کی کھڑی گول ٹوپی پہنتے ہیں اور کان کی لو تک پٹھے رکھتے ہیں. آپ میں یگانگت اور بھائی چارہ بہت ہے.

بدایوں سے آپ کو روحانی نسبت بھی تھی. چنانچہ ایک بار بمبئی جاتے ہوئے یہاں قیام کیا تھا اور حضرت سلطان العارفین صاحب اور حضرت شاہ ولایت صاحب کے آستانہ پر حاضر ہو کر گلہائے عقیدت پیش کئے تھے. دوسری بار آپ ہر دو مزارات پر حاضری ہی کی غرض سے بدایوں تشریف لائے تھے. بڑے بابرکت اور باعظمت بزرگ تھے ۶ جمادی الاوّل سنہ ۱۳۷۹ ہجری کو وصال ہوا تھا مزار اقدس قصبہ بھنسوڑی ضلع رام پور میں مرجع اہل عقیدت ہے. بہت لوگوں کو راہ عرفان دکھائی اور منزل مقصود تک پہنچایا.

چشم دید - شجرہ طیبہ مرتبہ صوفی انصار حسین قریشی. صوفی محمد ظہور اور صوفی رشید حسن ٹیلر سے معلومات

حضرت شرافت علی میاں رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شرافت علی میاں ذات کے پٹھان باشندہ قصبہ کنڈرالہ ضلع بدایوں کے

تھے۔ مقامی درس گاہ میں علوم مروجہ کی تعلیم حاصل کر کے پیشہ معلمی اختیار کیا تھا۔ میں اُس زمانہ سے متعارف تھا جب آپ ایک مدرس کی حیثیت سے ڈسٹرکٹ بورڈ بدایوں میں ملازم تھے بعد میں حضرت بشیر میاں[1] صاحب کے مرید ہو گئے تھے۔ ملازمت کو خیرباد کہہ کر بریلی میں بود و باش اختیار کر لی تھی۔ پیر و مرشد کی خدمت میں رہ کر منازل فقر طے کئے تھے اور خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ صاحب دل، اہل یقین، منجملہ ارباب طریقت، درویش کامل تھے۔ صاحب باطن ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب کرامت بھی تھے متاہل تھے مگر اہل و عیال کو خدا کی سپرد کر دیا تھا۔ ریاضت اور مجاہدات بہت کرتے تھے۔ پیر و مرشد کی نظر فیض اثر کی بدولت مرتبۂ کمال کو پہنچ گئے تھے۔ تصرفات غیبی سے دستر خوان آپ کا وسیع ہو گیا تھا۔ کوئی دن ایسا نہ ہوتا تھا جو دور و نزدیک سے مریدین اور معتقدین آکر خانقاہ میں قیام نہ کرتے ہوں۔ مسافروں کے لئے لنگر خانہ جاری رہتا تھا مگر خود جو کی روٹی نمک کی ڈلی رکھ کر تناول فرماتے تھے۔

مزار شریف بمقام بریلی اندرون شہر ایک عالیشان درگاہ کے اندر واقع ہے۔

حضرت شاہ جعفر علی فریدی رحمۃ اللہ علیہ

جعفر علی نام تھا۔ شیخ اکبر علی بن فیض علی چشتی کے فرزند ارجمند تھے۔ آباؤ اجداد کا وطن پاک پٹن شریف تھا بعد میں وہاں کی بود و باش ترک کر کے پنڈی بایا صاحب علاقہ پنجاب میں مسکن گزیں ہو گئے تھے۔ آٹھویں صدی ہجری کے اختتام پر

---

[1] حضرت بشیر میاں صاحب اس دور کے شہرۂ آفاق درویش تھے جن کے تصرفات کے حکام وقت بھی قائل تھے۔ مزار اقدس بریلی شریف میں ہے

گورکھ پور آکر محلہ الٰہی باغ میں سکونت اختیار کی تھی اور حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی کے دامن سے وابستگی کا شرف حاصل کیا تھا۔ نسلی سلسلہ حضرت بابا فرید الدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا تھا۔ شاہ جعفر علی کی ولادت گورکھ پور میں ہوئی تھی اور ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی تھی۔ ایام طفولیت ہی میں بزرگی کے آثار چہرہ سے عیاں ہوتے تھے۔ حضرت مولانا سید شاہ اشرف حسین کچھوچھوی نے آپ کو دیکھ کر فرمایا تھا یہ بچہ ایک دن منصب ولایت پر پہونچے گا اور بزرگ ہوگا ہنوز سلسلہ تعلیم جاری تھا کہ راہ سلوک کی تلاش میں گھر سے نکل کر آرا پہنچے تھے اور حضرت حافظ محمد فرید الدین جون پوری کے مرید ہوکر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا شجرہ طریقت سلسلہ قادریہ درج ذیل ہے۔

شاہ جعفر علی فریدی مرید و خلیفہ حافظ محمد فرید الدین جونپوری مرید و خلیفہ حاجی دیدار علی غازی پوری مرید و خلیفہ شاہ عبد العلیم لوہاری مرید و خلیفہ حافظ احسان علی پاک پٹنی مرید و خلیفہ صوفی شاہ آبادانی مرید و خلیفہ مولانا میر زکریا مرید و خلیفہ شیخ محمد سندھی مرید و خلیفہ شاہ محمد قریشی مرید و خلیفہ شاہ محمد خاں لودی مرید و خلیفہ بابا پیر محمد خاں لودھی مرید و خلیفہ خواجہ سید آدم بنوری مرید و خلیفہ مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی مرید و خلیفہ شیخ سکندر مرید و خلیفہ شاہ کمال کیتھلی مرید و خلیفہ سید گدا رحمن مرید و خلیفہ سید شمس الدین عارف مرید و خلیفہ سید گدا رحمن اول مرید و خلیفہ سید شمس الدین صحرائی مرید و خلیفہ سید عقیل مرید و خلیفہ سید بہاء الدین مرید و خلیفہ سید عبد الوہاب اصفہانی مرید و خلیفہ سید شرف الدین قتال مرید و خلیفہ سید عبد الرزاق مرید و خلیفہ غوث الاعظم محبوب سبحانی سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا

شجرہ طریقت نقشبندیہ مجددیہ آبادانیہ درج ذیل ہے۔

شاہ جعفر علی فریدی مرید و خلیفہ شیخ المشائخ حافظ فریدالدین جون پوری مرید و خلیفہ حاجی دیدار علی غازیپوری مرید و خلیفہ شاہ عبدالعلیم لوہاری مرید و خلیفہ حافظ احسان علی فریدی مرید و خلیفہ قطب ربانی صوفی آبادانی سیالکوٹی مرید و خلیفہ مولانا میر محمد زکریا مرید و خلیفہ شیخ محمد سندھی مرید و خلیفہ شاہ محمد قریشی مرید و خلیفہ شاہ محمد خاں لودی مرید و خلیفہ پیر محمد خاں لودی مرید و خلیفہ خواجہ سیدآدم بنوری مرید و خلیفہ مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی مرید و خلیفہ خواجہ محمد باقی عرف باقی باللہ مرید و خلیفہ خواجہ محمد امکنگی مرید و خلیفہ خواجہ محمد درویش مرید و خلیفہ خواجہ محمد زاہد مرید و خلیفہ خواجہ عبیداللہ احرار مرید و خلیفہ مولانا یعقوب چرخی مرید و خلیفہ خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری مرید و خلیفہ سید امیر کلال مرید و خلیفہ خواجہ محمد بابا سماسی مرید و خلیفہ علی رامیتنی مرید و خلیفہ خواجہ محمود انجر فغنوی مرید و خلیفہ خواجہ عارف ریوگری مرید و خلیفہ خواجہ عبدالخالق غجدوانی مرید و خلیفہ خواجہ یوسف ہمدانی مرید و خلیفہ شیخ ابوعلی فارمدی مرید و خلیفہ شیخ ابوالقاسم قشیری مرید و خلیفہ شیخ ابوعلی دقاق مرید و خلیفہ شیخ ابوالقاسم نصیرآبادی مرید و خلیفہ شیخ ابوبکر شبلی مرید و خلیفہ شیخ جنید بغدادی مرید و خلیفہ شیخ سری سقطی مرید و خلیفہ شیخ معروف کرخی مرید و خلیفہ امام علی رضا مرید و خلیفہ امام موسیٰ کاظم مرید و خلیفہ امام جعفر صادق مرید و خلیفہ حضرت قاسم بن محمد بن حضرت شیخ ابوبکر صدیق رضؓ مرید و خلیفہ حضرت سلمان فارسی رضؓ مرید و خلیفہ خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرید و خلیفہ سید المرسلین اشرف الانبیا حضرت محمد مجتبیٰ احمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ اولاً سمستی پور ریلوے ورک شاپ میں ملازم رہے بعدہٗ درس و تدریس کا

سلسلہ جاری کر دیا اس کے بعد کتب فروشی اختیار کی تھی۔ حسن سیرت دیکھ کر صدہا اشخاص حلقہ بگوش ہوئے۔ بیسیوں کو دولت اسلام سے مالا مال کیا۔ اذکار و وظائف کی تلقین کے ساتھ ساتھ مریدین کو گیارھویں شریف کی فاتحہ کی خاص طور پر ہدایت فرماتے تھے۔ نہایت منکسر مزاج، عامل شریعت، اہل طریقت، قادری مسلک بزرگ تھے۔ قلب آپ کا سوز و گداز کا حامل تھا۔ نماز اور دعا کے وقت اکثر رقت طاری ہو جاتی تھی۔ مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی[1] سے خصوصی عقیدت رکھتے تھے۔ کئی بار عالم رویا میں دیدار سے مشرف ہوئے تھے ایک مرتبہ عالم واقعہ میں معانقہ کی سعادت بھی حاصل ہوئی تھی۔ عمر کے آخری حصہ میں سربیلہ ضلع مونگھیر (بہار) کی خانقاہ کو محل اقامت قرار دیا تھا۔ ۱۴ ربیع الآخر ۱۳۷۸ھ ہجری روز جمعہ وصال ہوا تھا۔ اپنے فرزند مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب سمستی پوری، صدر مدرس، مدرسہ شمس العلوم بدایوں سے ملنے بدایوں بھی تشریف لائے تھے اور کئی مزارات پر جا کر فیض حاصل کیا تھا قطعہ تاریخ وصال از مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب سمستی پوری

شیخ و بزرگ الدما جد ملک خصال — تحت قضا با ربقا کرد انتقال
بود م بفکر سال کہ آمد ندائے غیب — جعفر علی رسیدہ بخلد از برائے سال

۱۳۷۸

مزار شریف خانقاہ سربیلہ ضلع مونگھیر میں مرجع اہل عقیدت ہے۔
(تذکار مطیب، گوہرستان تواریخ، علماء اہلسنت۔ حضرت مفتی صاحب کے فرمودات)

---

[1] حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی کا مزار اقدس کچھوچھا شریف میں ہے عرس ۲۸ محرم کو ہوتا ہے۔

حضرت مولانا الحاج سید شاہ مصطفےٰ اشرف کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ المشائخ محبوب ربانی ہم شکل محبوب سبحانی حضرت مولانا الحاج سید شاہ ابو احمد محمد علی حسین اشرفی الجیلانی قدس سرہ النورانی کے فرزند اصغر حضرت مولانا الحاج سید شاہ مصطفےٰ اشرف کی ولادت باسعادت روز دوشنبہ ۷ ذی قعدہ سنہ ۱۳۱۱ ہجری کو بمقام کچھوچھہ ضلع فیض آباد ہوئی تھی۔ وہیں نشو و نما پاکر علوم دین کی تعلیم اولاً مقامی علمائے کرام سے حاصل کی تھی بعد میں لکھنؤ جاکر مولانا عبد الباری فرنگی محلی سے تکمیل علوم کیا تھا اور سند الفراغ حاصل کی تھی اپنے والد ماجد کے مرید و مجاز اور تربیت یافتہ تھے۔ خرقہ خلافت سے سرفراز ہونے کے بعد تبلیغ دین مبین اور اشاعت سلسلہ اشرفیہ عالیہ کی طرف راغب ہوگئے تھے علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ و پیراستہ تھے عرفانی شعائیں دل کی گہرائیوں میں چھائے رہتے تھے بدایوں کئی بار تشریف لائے تھے۔ آپ کی ذات شریعت و طریقت کی جامع تھی۔ اسلاف کے طریقہ پر کاربند تھے۔ گروہ علماء میں قدر و منزلت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ درس و تدریس کا مشغلہ تھا۔ تواضع، مہمان نوازی، غربا پروری اور سیر چشمی آپ کے خصوصی اوصاف تھے۔ ۱۷ ربیع الاول سنہ ۱۳۹۱ ہجری کو واصل حق ہوئے۔ خوابگاہ حضرت مخدوم صاحب کے جوار میں ہے۔ آپ کے فرزند حضرت مولانا الحاج سید شاہ مجتبیٰ اشرف صاحب آبائی خوبیوں سے متصف ہیں۔ سلسلہ اشرفیہ ان کی بدولت دور دور تک پھیل رہا ہے۔

(چشم دید۔ تذکرۂ علمائے اہل سنت)

بی بی ہاجرہ خاتون بنت خواجہ سیّد علی بخاری

تاریخ اولیائے بدایوں میں لکھا ہے سیدہ ہاجرہ خاتون کے والد کا اسم گرامی خواجہ سید علی بخاری تھا۔ سید الاولاد حضرت خواجہ سید احمد بخاری کی ہمشیرہ تھیں پڑھی لکھی قابل ہوشیار سلیقہ شعار خاتون تھیں۔ علوم دین اپنے والد معظم سے تحصیل کر کے عالمہ فاضلہ ہو گئی تھیں۔ فقہ اور حدیث میں ید طولیٰ رکھتی تھیں وراثت کے مسائل ازبر تھے۔

طبقات ناصری میں قاضی منہاج السراج لکھتے ہیں میں نے قاضی خواجہ سیّد احمد صاحب قاضی بدایوں کی ہمشیرہ سے زیادہ قرآن کے معنی سمجھنے والا کسی عالم کو نہ پایا۔

تذکرۂ خواتین ہند میں لکھا ہے بی بی ہاجرہ کی شادی خواجہ سید موسیٰ بخاری کے صاحبزادے ملا حسن واعظ کے ساتھ ہوئی تھی۔ اُن سے ایک فرزند خواجہ سید عبداللہ پیدا ہوئے تھے جن کی شادی حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ کی خواہر زادی بی بی رقیہ کے ساتھ ہوئی تھی۔ ان کے بطن سے خواجہ سید ابو بکر اور خواجہ سید عمر پیدا ہوئے تھے۔

باقیات الصالحات میں لکھا ہے بی بی ہاجرہ کی وفات ۱۳ ربیع الاوّل سنہ ۶۱۵ ہجری کو ہوئی تھی۔ خواب گاہ بدایوں میں ہے۔

بی بی تو آماں والدہ حضرت سلطان العارفین صاحب و حضرت شاہ ولایت صاحب و حضرت خواجہ عثمان صاحب

تاریخ اولیائے بدایوں میں لکھا ہے طیبی عرفیت تھی اور طیبہ خاتون نام تھا

جوڑواں پیدا ہوئی تھیں اس لئے تو آماں کہلاتی تھیں۔ والد ماجد کا اسم گرامی سید جمال الدین بخاری تھا۔ خواجہ سید اعز الدین احمد یمنی کی اہلیہ محترمہ تھیں۔ بزرگ ترین بی بی تھیں اور صالحات عصر میں آپ کا شمار تھا۔ ہر وقت مشاہدات اور مکاشفات میں مستغرق رہتی تھیں۔ شب قدر کی زیارت سے مشرف ہوئی تھیں سلطان العارفین صاحب اور شاہ ولایت صاحب آپ کے فرزندان تھے۔

باقیات الصالحات میں تحریر ہے ۲۹ شعبان ۶۱۸ھ ہجری کو آپ کی وفات ہوئی تھی اور اپنے شوہر کے شرقی پہلو میں دفن کی گئی تھیں۔ مزار شریف بدایوں میں حضرت سلطان العارفین صاحب کی درگاہ کے اندر خواجہ سید اعز الدین یمنی کے شرقی پہلو میں ہے۔

بی بی زینب عرف بنوبی ہمشیرہ حضرت سلطان العارفین صاحب و حضرت شاہ ولایت صاحب و حضرت خواجہ عثمان صاحب

تاریخ اولیائے بدایوں میں لکھا ہے بی بی زینب نام تھا۔ بی بی جوئی عرفیت تھی اور موتی بی بی مشہور تھیں۔ والد ماجد کا اسم گرامی خواجہ سید اعز الدین احمد یمنی تھا۔ خواجہ سید عبداللہ ملتانی کی زوجہ مطہرہ تھیں۔ حضرت سلطان العارفین صاحب اور حضرت شاہ ولایت صاحب کی ہمشیرہ تھیں۔

باقیات الصالحات میں تحریر ہے بی بی زینب عابدہ، زاہدہ صابرہ، شاکرہ، علوم ظاہری و باطنی میں عالمہ و کاملہ تھیں۔ قرآن مجید کی ترتیل میں نظیر نہ رکھتی تھیں۔ چرند و پرند سن کر جھومنے لگتے تھے۔ خواجہ منور آپ کے صاحبزادے تھے۔ ان کے بعد کوئی اولاد نہ ہوئی۔

تذکرۂ خواتین ہند میں لکھا ہے آپ کے مزار پر حاضر ہو کر متعدد اکابر اولیاء نے فیض

پایا ہے۔ آج بھی مزار سے فیض جاری ہے۔ صدہا مرد و زن مزار پر آکر شاد کام جاتے ہیں ایک مالن آپ کے مزار پر مہندی رکھتی تھی اور انعام پاتی تھی وہی سلسلہ اب تک جاری ہے۔ عورتیں آپ کے مزار پر مہندی، چوڑیاں، موباف اور کنگھی وغیرہ چڑھاتی ہیں منت مان کر شیرینی پر فاتحہ بھی دلاتی ہیں۔

طبقات الاولیاء میں لکھا ہے ۶ محرم ۶۳۴ھ ہجری کو وفات پائی تھی۔ مزار شریف بدایوں میں حضرت سلطان العارفین صاحب کی درگاہ کے جانب جنوب ایک شان دار روضہ کے اندر پختہ واقع ہے۔ جمعرات کو کافی ہجوم ہوتا ہے۔

بی بی زلیخا والدہ سلطان المشائخ حضرت خواجہ سید نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی صاحب

تاریخ اولیائے بدایوں میں لکھا ہے بی بی زلیخا کے والد کا اسم گرامی خواجہ سید عرب بخاری تھا اور خواجہ سید احمد بخاری کی زوجہ مقدسہ تھیں سلطان المشائخ حضرت خواجہ سید محمد نظام الدین اولیاء، محبوب الٰہی دہلوی آپ کے فرزند ارجمند تھے۔ ۵۳۸ھ ہجری میں آپ کی ولادت ہوئی تھی ۶۰۲ھ ہجری میں اپنے والد کے ہمراہ بدایوں تشریف لائی تھیں۔ یہیں آپ کی شادی ہوئی تھیں۔ پہلے بی بی زینب پیدا ہوئی تھیں جن کو بی بی جنت بھی کہتے ہیں۔ ان کے بعد ۶۳۱ھ ہجری میں جب آپ کی عمر اکیاون سال کی تھی بڑی مرادوں اور آرزوں کے بعد حضرت سلطان المشائخ رحمتہ اللہ علیہ پیدا ہوئے تھے۔ اُن کی پیدائش کے چوتھے سال ۶۳۵ھ ہجری میں بیوہ ہوگئی تھیں۔ ۶۴۴ھ ہجری میں بعمر چونسٹھ سال اپنے فرزند کو لیکر دہلی چلی گئی تھیں۔ اپنے والد ماجد سے شرف بیعت حاصل تھا۔

سلطان المشائخ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے میری والدہ کی خدا سے دوستی تھی۔ انھیں جو مشکل پیش آنے والی ہوتی تھی

خواب میں معلوم ہو جاتی تھی اور اس کا اختیار بھی انھیں کو دے دیا جاتا تھا جب انھیں کوئی ضرورت پڑتی تو پانسو مرتبہ درود شریف پڑھتی تھیں اور اپنا دامن پھیلا کر دعا مانگتی تھیں۔ خداوند کریم ان کی دعا قبول کرتا تھا۔ جس روز ہمارے گھر میں کھانے کو نہ ہوتا تھا۔ میری والدہ فرماتی تھیں۔ آج ہم خدا کے مہمان ہیں۔ مجھے اپنی والدہ کے منہ سے یہ جملہ بہت اچھا لگتا تھا۔ دہلی میں جب کبھی بیمار پڑتیں تو مجھے ایک شہید کے مزار پر بغرض حصول دعا بھیجتی تھیں۔ وہاں جاکر میں دعا مانگتا تھا اور ان کو صحت ہو جاتی تھی ان کا انتقال جمادی الآخر کی پہلی تاریخ کو ہوا تھا۔ جب اس مہینہ کا چاند دیکھ کر میں ان کے سلام کو پہنچا اور قدم بوسی کی تو فرمایا اب کی بار چاند دیکھ کر کس کی قدم بوسی کروگے۔ یہ سن کر میں رونے لگا اور عرض کیا اماں جان مجھ غریب بے چارہ کو کس کے سپرد کرتی ہو۔ فرمایا، اس کا جواب صبح کو دوں گی آج کی رات تم شیخ نجیب الدین متوکل کے مکان پر جاکر رہو۔ میں وہاں چلا گیا۔ صبح ہوتے ہی خادمہ آئی اور بولی مخدومہ آپ کو بلاتی ہیں، جب میں پہنچا تو فرمایا تم نے رات جو بات مجھ سے پوچھی تھی اب بتاتی ہوں اپنا سیدھا ہاتھ لاؤ۔ میں نے ہاتھ بڑھا دیا۔ انھوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا خداوندا! اس کو میں تیرے سپرد کرتی ہوں۔ یہ کہہ کر جاں بحق تسلیم ہو گئی تھیں۔ ان کے وصال کے بعد مجھے جو دقت پیش آتی میں ان کی قبر پر جاکر عرض کرتا اور اسی ہفتہ میں کام پورا ہو جاتا تھا۔ ایسا کبھی نہیں ہوا جو ایک مہینہ سے زیادہ لگا ہو۔

باقیات الصالحات میں لکھا ہے اہل بدایوں سے بہت محبت کرتی تھیں۔ دہلی میں رہ کر بدایوں والوں کی خیر مانگا کرتی تھیں۔ نماز فجر کے بعد ان کا رونا نہ کا یہ ورد تھا۔ انھیں بی بی کی طرف یہ منسوب ہے کہ رہیں دہلی میں اور خیر مانگیں بدایوں والوں کی۔

تذکرۂ خواتین ہند میں آپ کا سال وصال ۶۴۸ ہجری تحریر ہے۔ غرۂ جمادی الآخر کو واصل حق ہوئی تھیں۔

مزار شریف دہلی میں متصل روضہ شیخ مجیب الدین متوکل عقب مسجد بی بی نور و بی بی خور دختران حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی بالائے چبوترہ پختہ واقع ہے۔ آپ کے شرقی پہلو میں بی بی جنت اور زیر چبوترہ بی بی رقیہ مدفون ہیں۔ اسی جگہ آپ کا مکان تھا، وہ جگہ بی بی نور و بی بی خور کے نام سے منسوب ہے۔

بی بی ساجدہ خاتون زوجہ قاضی سدا بیگواہ

تاریخ اولیائے بدایوں میں لکھا ہے بی بی ساجدہ خاتون کے والد کا نام ملا غیاث الدین اسیدی تھا۔ نسلاً شیخ قریشی مکی تھیں۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچازاد بھائی حضرت اسید بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں تھیں۔ آپ کے دادا دہلی کے مفتی تھے۔ وہیں آپ کی ولادت ہوئی تھی اور تعلیم و تربیت پائی تھی۔ نہایت عابدہ، زاہدہ، عارفہ، کاملہ، قرینہ شناس اور دور اندیش خاتون تھیں۔ علم حدیث میں شان رفیع رکھتی تھیں۔ نو برس کی عمر میں آپنے والد کے ساتھ ملتان جاکر شیخ الاسلام حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کی مرید ہوئی تھیں۔ شیخ سعد الدین عثمانی بدایونی عرف قاضی سدا بیگواہ کے ساتھ آپ کا عقد ہوا تھا۔

باقیات الصالحات میں لکھا ہے شب جمعہ جمادی الآخر کی چاند رات کو سنہ ۶۷۹ ہجری میں وفات پائی تھی۔ خوابگاہ بدایوں شہر سے جانب غرب حضرت پیر مکھ صاحب کی درگاہ کے جوار میں قاضی دانیال قطرئی کے خطیرہ میں ہے۔

بی بی عبیدہ خاتون بنت قاضی سعد الدین عثمانی

تاریخ اولیائے بدایوں میں لکھا ہے عبیدہ خاتون نام تھا۔ کنیز فاطمہ مشہور تھیں۔ والد ماجد کا اسم گرامی قاضی سعد الدین عرف قاضی سدا بیگواہ تھا۔ بدایوں میں پیدا ہوئی تھیں

اپنے والد معظم سے تعلیم و تربیت پائی تھی۔ شیخ الاسلام حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کی مرید تھیں۔ مسبحات عشر کو پابندی اوقات سے پڑھتی تھیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں تھیں۔

تذکرہ خواتین ہند میں لکھا ہے بی بی عبیدہ رات دن عبادت الٰہی میں مشغول رہتی تھیں اور عابدہ کے لقب سے یاد کی جاتی تھیں۔ حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہائی محبت و عقیدت کی بنا پر کنیز فاطمہ کہلاتی تھیں۔ قاضی صدر الدین وقت باقی بن شیخ حمید الدین گنوری کے ساتھ آپ کا عقد ہوا تھا۔ ۹ جمادی الآخر ۶۸۲ ہجری کو وفات پائی تھی قاضی دانیال قطرئی کے خطیرہ میں اپنی والدہ بی بی ساجدہ کے پہلو میں دفن کی گئی تھیں

بی بی زبیدہ خاتون ہمشیرہ حضرت سرخ شہید صاحب

تاریخ اولیائے بدایوں میں لکھا ہے بی بی زبیدہ خاتون بنت سید علاء الدین مشہور بہ زین العابدین بغداد شریف میں پیدا ہوئی تھیں۔ حضرت خواجہ سید محمود قادری بغدادی عرف سرخ شہید کی ہمشیرہ تھی اور حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں تھیں اپنے صغیر سن یسیر بھتیجے سید بہاء الدین مشہور بہادل شیر قلندر قادری جیلانی کو کلیجے سے لگائے ہوئے اپنے بھائی سید محمود قادری کے ہمراہ بغداد شریف سے چل کر بدایوں تشریف لائی تھیں اور سوتھا محلہ میں رہتی تھیں۔

تذکرۂ خواتین ہند میں لکھا ہے اپنے والد بزرگوار کی مرید تھیں سلائی کر کے گزر بسر کرتی تھیں۔ حافظ قرآن، صاحب ایقان خاتون تھیں۔ عورتوں کو پند و نصائح اکثر کرتی رہتی تھیں۔ بہ سبیل تذکرہ فرماتی تھیں جو لباس وجہ حلال سے تیار ہوتا ہے اگر اس کو پہن کر انسان گناہ سے بچتا رہے تو وہ برسوں قائم رہتا ہے۔ میرا کرتہ میری ماں کے ہاتھ کے کتے ہوئے

سوت کے کپڑے کا ہے جس کو میں ۴۰ سال سے پہن رہی ہوں اور ابھی تک پھٹا نہیں ہے

باقیات الصالحات میں لکھا ہے ۹ ربیع الثانی ۷۲۹ھ ہجری کو بدایوں میں وفات پائی تھی حضرت سرخ شہید صاحب کے پائیں دفن ہیں

بی بی فاطمہ زوجہ قاضی صدر الدین وقت باقی قاضی بدایوں

تاریخ اولیائے بدایوں میں لکھا ہے فاطمہ نام تھا بی اماں کے نام سے یاد کی جاتی تھیں شیخ مجید الدین طاہر گنوری کی دختر نیک اختر تھیں اور قاضی صدر الدین وقت باقی قاضی بدایوں کی زوجہ ثانی تھیں قصبہ گنور علاقہ سبزوار مملکت ایران میں پیدا ہوئی تھیں۔ وہیں تعلیم و تربیت پائی تھی حافظ قرآن اور دینیات کی ماہر تھیں۔ رات رات بھر جاگ کر عبادت کرتی تھیں رمضان المبارک کی ستائیسویں شب میں ایک قرآن ختم کر کے سحری کھاتی تھیں۔ ہر وقت باوضو رہتی تھیں۔ درود شریف ہر وقت ورد زباں رہتا تھا۔ اپنے والد بزرگوار سے ارادت رکھتی تھیں۔

باقیات الصالحات میں لکھا ہے ایک روز اماں بی بی نے اپنے بیٹے قاضی عبد اللطیف عرف قاضی لدھا سے کہا مجھے میرے والد کے قبر کی زیارت کرا لاؤ۔ وہ ان کو لیکر قصبہ گنور (ضلع بدایوں) کی طرف روانہ ہوئے۔ آخری منزل پر پہنچ کر ہنگام سحر عین سجدہ میں ان کا انتقال ہو گیا۔ چنانچہ قاضی صاحب نے تجہیز و تکفین کر کے نماز جنازہ پڑھائی اور وہیں ان کو دفن کر کے پختہ چبوترہ بنوا دیا تھا۔

تذکرۂ خواتین ہند میں لکھا ہے وہ چبوترہ جس پر قاضی عبد اللطیف کی والدہ کی قبر ہے اب تک موجود ہے اور وہ موضع آج بھی چبوترہ کے نام سے موسوم ہے۔ مزار سے فیض عام جاری ہے۔

طبقات الاولیاء میں لکھا ہے ۹ ذیقعدہ ۷۸۳ھ ہجری کو آپ کی وفات ہوئی تھی

موضع چبوترہ پرگنہ اسدپور تحصیل گنور ضلع بدایوں میں خوابگاہ ہے

بی بی عائشہ اور بی بی خدیجہ خواہران سیّد حلیم

بی بی عائشہ اور بی بی خدیجہ موضع شہزاد پور ضلع بدایوں کے رہنے والے سیّد حلیم صاحب کی ہمشیرگان تھیں اور حضرت عباس بن علی رضؓ شہید کربلا کی اولاد میں تھیں۔ اپنے زمانہ کی نہایت عابدہ اور صالحہ خواتین تھیں اپنے جد اعلیٰ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہ کی روش پر گامزن تھیں اور سنّتِ نبوی کو اختیار کئے ہوئے تھیں۔ ملا عبدالقادر مورخ بدایونی اپنے رخصتی سلام میں لکھتے ہیں۔

سیّد زینت دہ شہزاد پور سیّد حلیم — ابن عباس قتیل پاک مدفن را سلام
خواہرانش عائشہ وہم خدیجہ دیگراں — راہ علوی سنت نبوی گزیدن را سلام

(تجلیات سخن۔ تاریخ اولیاءِ بدایوں)

بی بی سکینہ اور بی بی ساجدہ دختران سیّد حسن

خضر خانی سادات میں سلطان سیّد علاء الدین عالم شاہ ۸۵۱ھ ہجری تک دہلی کے تخت پر جلوہ گر رہے۔ اس کے بعد حکومت کی باگ ڈور بہلول لودی کے سپرد کرکے خود بدایوں کی جاگیر پر قانع ہوگئے تھے۔ بدایوں آکر بود و باش اختیار کرلی تھی۔ اُن کے صاحبزادے سیّد حیدر علی تھے جو اپنے والد کے انتقال کے بعد اس جاگیر کے واحد وارث قرار پائے تھے ان کے بیٹے سیّد حسن تھے اور سیّد حسن کی بیٹیاں بی بی سکینہ اور بی بی ساجدہ تھیں۔ جن کی پرہیزگاری اور پاک دامنی کی تعریف ملا عبدالقادر نے بھی کی ہے

سیّد عزت فزا میران سرا سیّد حسن — ابن حیدر آں شہید پاک دیدن را سلام
دخترانش از سکینہ ساجدہ ہم غیر آں — دیگراں عفت پناہ و پاک دامن را سلام

(تجلیات سخن۔ تاریخ اولیائے بدایوں۔ پرنس سید یونس علی صاحب کے فرمودات اور داد و غ سید عثمان علی

میراں سرائے والے گنبد کے اندر پانچ قبریں ہیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) منجملہ جہاں والدہ سلطان سید علاء الدین بادشاہ دہلی (۲) سلطان سید علاء الدین بادشاہ دہلی (۳) اہلیہ سلطان سید علاء الدین (۴) سکینہ دختر سید حسن (۵) ساجدہ دختر سید حسن۔

صاحبزادہ سید حمید علی اور ان کی اہلیہ کی قبریں گنبد کے باہر بگوشہ جنوب مشرق پچیس تیس قدم کے فاصلہ پر پختہ واقع ہے۔

بی بی زینب زوجہ حضرت شاہ نیاز احمد چشتی بریلوی

زینب نام تھا قطب عالم شاہ بے نیاز حضرت نیاز احمد چشتی قادری بریلوی کی اہلیہ محترمہ تھیں اور حضرت چوٹیا والے میاں صاحب کی والدۂ ماجدہ تھیں ۱۲۸۲ھ ہجری میں شوہر کے انتقال کے بعد اپنے چھوٹے بیٹے شاہ نصیر الدین چشتی عرف چوٹیا والے میاں صاحب کے ساتھ بدایوں چلی آئی تھیں اور متصل درگاہ حضرت پیر فتوں صاحب الف خاں کے محل میں جنات والے قطعہ میں فروکش ہوگئی تھیں نہایت عابدہ، شب بیدار، تہجد گزار، صاحب برکت و کرامت خاتون تھیں۔ زبان سے جو کہہ دیتی تھیں۔ پورا ہو کر رہتا تھا۔ اسی مکان میں رہ کر خلد بریں کی راہ لی۔ جنات کوئی گزند نہ پہنچا سکے۔

۲۰ ذیقعدہ ۱۲۹۲ھ ہجری کو وفات پائی تھی۔ حضرت چوٹیا والے میاں صاحب کی درگاہ کے احاطہ میں ایک جداگانہ قبہ کے اندر دفن ہیں۔

وتمم بالخیر

بقول ڈاکٹر تاراچند اور شری جواہر لال نہرو، مسلمانوں کا ملک پر احسان عظیم ہے کہ انھوں نے آکر یہاں کے فاسد اور پراگندہ معاشرہ کی اصلاح کی اور ملک کو شاہراہ ترقی کی دولت بخشی۔ بلاشبہ ہمارے صوفیائے کرام اور صالحین کا یہ عظیم کارنامہ ہے جس کو ضیاء علی خاں اشرفی نے مدینۃ الاولیاء بدایوں سے وابستہ واجب التعظیم بزرگان سلف کے سلسلے میں بالتفصیل پیش کیا ہے۔ ان کی یہ کوشش و کاوش لائق صد ستائش ہے اور وہ قابل مبارکباد ہیں۔

(الحاج قاری محمد بشیر الدین قادری البدایونی ایم اے، نیشنل ایوارڈی (پنڈت) مصنف قرون وسطیٰ ہندی)

"مردان خدا" کو ایک سرسری نظر سے دیکھنے پر یہ ظاہر ہے کہ اس کتاب کے مصنف جناب ضیاء علی خاں صاحب نے اس کو مکمل کرنے میں کس قدر محنت اور جانفشانی کی ہے۔ یہ ان کی عقیدت و ارادت نیز حوصلہ و ہمت کا خود ہی ثبوت ہے جس کیلئے مصنف موصوف کو میں تہہ دل سے مبارکباد پیش کرتا ہوں

(ٹھاکر اُودے بیر سنگھ صاحب ریٹائرڈ کلکٹر و ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ بدایوں)

ضیاء علیخاں اشرفی ادبی دنیا میں جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ اس سے پیشتر اُن کا افسانوی مجموعہ شائع ہو چکا ہے "مردان خدا" ان کی قابل قدر تصنیف ہے۔ اس کتاب کی بدولت ان کا نام برسوں زندہ رہے گا۔

(جناب محمد اسرار احمد صاحب، ایم۔ ایس سی، ایل۔ ایل۔ بی، بی۔ ٹی، ایم۔ ایل۔ اے)
چیرمین اتر پردیش پبلک اکاؤنٹس کمیٹی۔ سابق وزیر لوکل سیلف گورنمنٹ اتر پردیش

مردان خدا نے ضیاء علی خاں اشرفی کو حیات جاوداں بخشدی

(شیخ وحید احمد مسعود سابق پارلیمنٹری سکریٹری یو۔ پی گورنمنٹ)

صالحین کی پاکیزہ زندگی اختیار کرنے کے لئے اس کتاب کا مطالعہ اشد ضروری ہے۔

(جناب محمد فہیم خاں متعلم ایم۔ اے۔ بریلی کالج ــــ بریلی)

کتاب وقت کے سمندر میں نصب کردہ روشنی کا منارہ ہوتی ہے "مردان خدا" اس قول کی تصدیق کرتی ہے۔ جناب ضیاء علی خاں صاحب اشرفی قابل ستائش ہیں جنہوں نے مادہ پرستی کے اندھیروں میں روحانیت کی شمع روشن کرکے عوام کو حق پرستی اور بھائی چارہ کی راہ دکھائی

(راجیندر پرشاد سکسینہ ایم۔ اے، بی۔ ایڈ، لیکچرار رادھے لال انٹر کالج اوجھانی ضلع بدایوں)

تذکرے لفظی پیکر حیات ہوتے ہیں۔ تذکرہ نگار اپنے خیال اور عقیدہ کے مطابق الفاظ کی رنگینیوں سے ان کو حسین بناتا ہے۔ مگر یہی حسن جب حد سے سوا ہو جاتا ہے تو زندہ حقیقتوں کا اظہار بھی مردہ پرستی بن جاتا ہے۔ یہ لکھتے ہوئے مجھے انتہائی مسرت ہے کہ "مردان خدا" بزرگان دین کا تذکرہ ہوتے ہوئے اس عیب سے قطعی پاک و صاف ہے۔ یہ صرف تاریخی دستاویز ہی نہیں بلکہ درویشی اور تصوف کا وہ گم شدہ سرمایہ ہے جس کو فاضل مؤلف نے کئی سال کی مسلسل کوششوں کے بعد تلاش کرکے عوام کے روبرو پیش کیا ہے

(جناب مسرت اللہ خاں اشرفی ایم۔ اے، بی۔ ایڈ، لیکچرار گورنمنٹ انٹر کالج بدایوں)

جو اپنے اسلاف کو نہیں بھولتے دنیا ان کو نہیں بھولتی "مردان خدا" اس حقیقت کی ترجمان ہے۔ ضیاء علیخاں اشرفی کی علمی کدو کاوش کا یہ ایک ایسا کارنامہ ہے جس کی بنا پر زمانہ ان کو مدتوں یاد رکھے گا۔

(حضرت شاداں بدایونی ایڈیٹر ہماری آواز۔ بدایوں)

"مردان خدا" بدایوں کی اس بزرگ ہستی نے لکھی ہے جس کا نام ہی کتاب کے مستند ہونے کا ضامن ہے

(جناب ویریندر پرشاد سکسینہ)

مردان خدا کا یہ نادر الوجود تذکرہ جناب ضیاء علی خاں اشرفی کا تحقیقی و تاریخی کارنامہ ہے

(قاضی الیاس رشید، بی۔ اے، بی۔ ایڈ، لیکچرار حافظ صدیق اسلامیہ انٹر کالج بدایوں)

بزرگان بدایوں سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے لئے "مردان خدا"
ایک بیش قیمت تحفہ ہے

(جناب مبشر علی صدیقی ایم، اے، بی. ٹی، پی. ای. ایس، ریٹائرڈ پرنسپل گورنمنٹ انٹر کالج بریلی)

"مردان خدا" بیش بہا معلومات کا ذخیرہ ہے اور دنیائے علم وادب میں ایک زبردست اضافہ ہے. جناب ضیاء علی خاں صاحب نے انتہائی محنت اور کاوش سے اس کو مرتب کیا ہے. اس کارِ عظیم کی جتنی بھی داد ان کو دی جائے کم ہے اس کتاب کے پڑھنے سے ان کے علمی ذوق نور مذہبی رجحانات کا پتہ بھی چلتا ہے.

(بابو راجیشور پرشاد اگروال بی. اے، ایل. ایل. بی، ایڈوکیٹ بدایوں)

"مردان خدا" حقیقت و معرفت کی دو آتشہ شراب کا سرور انگیز و کیف پرور جام ہے جس کے اندر شہادت کا جوش، طریقت کی مستی اور شریعت کا رنگ ہے

(حضرت عظمت بدایونی)

"مردان خدا" میں ان بزرگ شخصیتوں کی زندگی کے پھولوں کا نچوڑ ہے جنہوں نے اللہ کی محبت میں اپنی ہستی مٹا کر بقائے دوام حاصل کی.

(بابو غلام جیلانی عرف سلیم جاوید قادری ایم. اے ① کلرک کلکٹری بدایوں)

"مردان خدا" میں جن بزرگوں کے حالات درج ہیں اُن کے آستانوں پر ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی جملہ مذاہب کے لوگ حاضر ہو کر آج بھی خراج عقیدت پیش کرتے ہیں

(بابو رادھا رمن جوشؔ بدایونی)

تذکرہ نگاری عمیق سمندر میں غوطہ لگا کر موتی نکالنے سے زیادہ دشوار کام ہے. غوطہ خور کو موتی نکالتے وقت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس سے کہیں زیادہ دقتیں تذکرہ نگار کو حالات فراہم کرنے میں برداشت کرنی پڑتی ہیں. ضیاء علی خاں صاحب قابل مبارکباد ہیں کہ وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہوئے. مردان خدا لکھ کر انہوں نے نہ صرف بدایوں کی عظمت رفتہ یاد دلائی ہے بلکہ یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ خطۂ سعید قدیم زمانہ سے گہوارۂ علم و فضل اور مرکز روحانیت رہا ہے.

(جناب شفیع احمد خاں پیام ایم اے، بی. ایڈ، لیکچرار حافظ صدیق اسلامیہ انٹر کالج بدایوں)

"مردان خدا" بزرگان بدایوں کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔

جناب اشرف علی خاں صاحب بی ایس سی، بی۔ایڈ، لیکچرار التفات رسول انٹر کالج سنڈیلہ

"مردان خدا" روحانیت کے سدا بہار پھولوں کا گلدستہ ہے جس کی خوش بو سے اہل ایمان کے مشام وجان ودل ہمیشہ معطر رہیں گے۔

(حضرت دلکش بدایونی)

"مردان خدا" جناب ضیاء علی خاں اشرفی کی مقصد حیات کا منفرد شاہکار ہے جو یقیناً ان کی مسلسل کوششوں کا نتیجہ ہے اور قارئین کے لئے شمع ہدایت ہے۔

(مولوی حفیظ الدین احمد بی۔ اے، ایل۔ ایل۔ بی، ایڈوکیٹ بدایوں)

تاریخ کاملانِ بدایوں پاکیزہ شہر

۱۹۷۶

(تسلیم ببلو۔ بدایوں)

تاریخ اولیاء بلدۂ پاک بدایوں

۱۳۹۶ھ

(ہارون ابن فاروق لکھنؤ)

تاریخ اعجوبۂ زماں

۱۳۹۶ھ

(عرشی اعجاز بدایوں)

تاریخ القدیم

۱۳۹۶ھ

(عادل رشید بدایوں)

مردان خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۹۷۶ء

ڈاکٹر محمود احمد خاں، ایم. ایس، پی ایچ. ڈی (امریکا)

توسّل مردانِ خدا

۱۳۹۶ھ

جناب محمدؐ محبوب سرتاج خاں ایم. ایس، ریسرچ اسکالر (امریکا)

خفتگانِ بدایوں سعادت اطوار

۱۹۷۶ء

(بابو جمیل الرحمٰن خاں اشرفی البدایونی)

ہزارہا مردان خدا در بدایوں خفتہ اند

۱۳۹۶ھ

(بابو فیروز خاں سینئر کلرک بریلی کالج بریلی)

و بہر سو لمعاتِ انوار مردان خدا در بدایوں فروزاں اند

۱۹۷۶ھ

(بابو فرید خاں، بی. کام ① کیشیئر ڈسٹرکٹ الیکشن آفس بدایوں)

مردان خدا واقع در بلدۂ بدایوں

(منشی نبی حسن خاں کلرک میونسپل بورڈ بدایوں)

حُسنِ ظن از مردانِ خدا

۱۹۷۶ء

(خالد مصطفےٰ متعلم درجہ دہم اسلامیہ انٹر کالج بریلی)

بدایوں و خاصانِ خدا

۱۳۹۶ھ

(وجاہت علی خاں متعلم درجہ دہم کراچی)

واصلان حق اور عارفان خدا کا تذکرہ دلپذیر

اخبار بینظیر

۱۹۷۶ء

(حضرت مولانا شاہ عبدالحمید محمد سالم صاحب قادری، سجادہ نشین آستانہ قادریہ بدایوں)

مردان خدا خالدین فیہا ابداً در بدایوں

۱۹۷۶ء

(الحاج مولوی معروف حسین ریٹائرڈ ریلوے آفیسر، سکریٹری مجلس انتظامیہ جامع مسجد بدایوں)

روشن دل مردان خدا در بدایوں مقدسہ

۱۹۷۶ء

(پیرزادہ سید اقتدار علی جعفری، خادم و متولی درگاہ حضرت شاہ ولایت صاحب و حضرت سلطان العارفین صاحب)

مردان خدا در شہر عجیب بدایوں مقدسہ

۱۹۷۶ء

(مولانا اقبال حسین صاحب امام جامع مسجد و شیخ الحدیث مدرسہ قادریہ بدایوں)

مردان خدا والا مقام در بدایوں

۱۳۹۶ھ

(حکیم سید ابن حسن اشرفی الجیلانی طبیب الجنبسی ہمدرد دواخانہ بدایوں)

دیدار مردان خدا در بدایوں

۱۳۹۶ھ

(حکیم منشی انوار احمد مہتمم و منتظم) درگاہ حضرت پیر مکہ صاحب)

آئینۂ حیات بزرگان باصفا — مجموعۂ سوانح و حالات دلپذیر
تاریخ بے مثال ملی مجھ کو دیکھئے — اخبار بینظیر کی اخبار بے نظیر

۱۹۷۶ء

(مولوی عبدالقیوم قادری راجی جنیری)

چہ خوب ایں کتاب ضیاء اشرفی نوشت — رب کریم ساخت مقبولِ خاص و عام
تصنیف بے نظیر و تالیف دلپذیر — درباره اولیاء و شہدائے نیک نام
صابر برائے سال طبع موزے بگو — تاریخ کاملین بدایوں رفیع مقام

۱۹۷۶ء

از فضلِ ایزدی ہوئے کل مرحلے تمام — دلہائے اہلِ دل ہوئے مسرور و شادکام
اے حضرت ضیاء بخدا آپ کے طفیل — پائے ہیں میکشوں نے بڑے پُرسرور جام
لاریب از وسیلۂ مردانِ حق پرست — تا صبحِ حشر آپ کا باقی رہے گا نام
صابر بلایہ مصرع ندائے سروش سے — تاریخ کاملین بدایوں رفیع مقام

۱۹۷۶ء

ہٹالے گرد غم کو دل سے بے خوار — شرابِ معرفت سے ہو کے سرشار
یہ مردانِ خدا کا تذکرہ ہے — کتاب مستطاب و نیک آثار
شگفتہ گل ہیں اس میں معرفت کے — کریگا پڑھنے والا سیر گلزار
طلب صابر سے گر ہجری کے سن کی — کہو "حالات نیک اوصاف" دو بار

۱۳۹۶ھ = ۲ × ۶۹۸

(حضرت صابر سنبھلی ایم۔ اے)

جس کے مدت سے منتظر تھے لوگ — چھپ گیا تذکرۂ نیک صفات

۱۹۷۶ء

(جناب قدیر خاں متعلم بی۔ اے)

چھپ گئی وہ کتاب لاثانی — جس کی مشتاق دید تھیں نظریں
عیسوی سال یوں کہو طیبؔ — چھپی انیس سو چھیہتر میں

۱۹۷۶ء

(جناب طیب خاں متعلم درجہ دوازدہم)

نمبر شمار	تفصیل	نمبر صفحہ
۱۱۱	حضرت بابا دولت یار۔ شاہ حسین قادری	۲۰۹
۱۱۲	" شیخ اختیار الدین عمر چشتی " شاہ صدر الدین ملتانی	۲۱۰
۱۱۳	" میاں اڈن شاہ	۲۱۱
۱۱۴	" شیخ آدم بندگی	۲۱۲
۱۱۵	" خواجہ عطاء اللہ چشتی	۲۱۳
۱۱۶	" شیخ عبد الباقی چشتی	۲۱۴
۱۱۷	" قاضی عبد الشکور	۲۱۵
۱۱۸	" میاں قہر دیوانہ ۔ میاں حسن خاں	۲۱۶
۱۱۹	" سید جعفر اور سید مظفر۔ مولوی محمد یعقوب دانشمند	۲۱۷
۱۲۰	" شاہ دولت فقیر	۲۱۸
۱۲۱	" میاں معصوم شاہ ملنگ	۲۱۹
۱۲۲	" میران جلال چشتی	۲۲۰
۱۲۳	" شیخ اعظم چشتی	۲۲۱
۱۲۴	" شیخ احمد متوکل۔ سید علاؤ الدین گردیزی	۲۲۲
۱۲۵	" شاہ نصیر	۲۲۳
۱۲۶	" شیخ سلطان چشتی۔ میاں اعظم شاہ ملنگ	۲۲۴
۱۲۷	" ملا عبد القادر بدایونی	۲۲۵
۱۲۸	" شیخ چاؤ پہلوان	۲۲۷
۱۲۹	" شیخ جلال کاسی	۲۲۸
۱۳۰	" ملا عبد اللہ عارف باللہ	۲۳۰
۱۳۱	" سید مزمل چشتی	۲۳۱
۱۳۲	" شیخ محمد چشتی بھٹنڈالوی	۲۳۲
۱۳۳	" حاجی فتح اللہ چشتی	۲۳۳
۱۳۴	" مولانا سید صدر الدین محمد حاکم بندگی " مخدوم عبد اللہ رسولوی	۲۳۴

نمبر شمار	تفصیل	نمبر صفحہ
۱۳۵	حضرت خواجہ سید علی کبیر چشتی	۲۳۶
۱۳۶	" سید محمد طاہر ملتانی	۲۳۸
۱۳۷	" شیخ عبدالہادی منگن۔ شاہ نصرت چشتی	۲۳۹
۱۳۸	" مرزا قلندر بیگ	۲۴۰
۱۳۹	" سید شاہ عبدالرحمٰن۔ سید محمد شریف	۲۴۱
۱۴۰	" سید محمد طٰہٰ	۲۴۲
۱۴۱	" میاں محمد شاہ	۲۴۳
۱۴۲	" میاں ہنسلی پیر	۲۴۴
۱۴۳	" مولانا نورالدین طوسی	۲۴۵
۱۴۴	" میاں گھاسا شاہ مجذوب شیخ ابوسلیم چشتی	۲۴۶
۱۴۵	" پیر بایزید قادری	۲۴۷
۱۴۶	" میراں محمد اکرم رسول نما	۴۴۸
۱۴۷	" سید حسین شاہ قادری	۴۴۹
۱۴۸	" شیخ ولی محمد چشتی بھٹنڈالوی	۲۵۰
۱۴۹	" مولانا عبدالباری طرطوسی	۲۵۲
۱۵۰	میاں اوجیالے شاہ	۲۵۳
۱۵۱	" میاں فتو مجذوب	۲۵۴
۱۵۲	" میاں ہرن شاہ	۲۵۵
۱۵۳	" مولانا محمد سعید جعفری	۲۵۶
۱۵۴	" شاہ ولی اللہ دانشمندی	۲۵۸
۱۵۵	" دولت شاہ	۲۶۰
۱۵۶	" حاجی بخارا	۲۶۱
۱۵۷	" میاں جھنڈا پیر	۲۶۲
۱۵۸	" میاں خورم شاہ	۲۶۲
۱۵۹	" شاہ جبار مست۔ میاں صفا شاہ	۲۶۵

نمبر شمار	تفصیل	نمبر صفحہ
۱۶۰	حضرت سید عین الدین	۲۶۶
۱۶۱	" میاں کرم شاہ	۲۶۷
۱۶۲	" سید غلام قادر شاہ قادری	۲۶۹
۱۶۳	" میاں زماں شاہ قلندر	۲۷۱
۱۶۴	" میاں امانت شاہ۔ میاں یقین شاہ	۲۷۲
۱۶۵	" حضرت میاں شفقت شاہ	۲۷۳
۱۶۶	" حضرت میاں جمعیت شاہ	۲۷۴
۱۶۷	" میاں تسلیم شاہ کلاں	۲۷۵
۱۶۸	" میاں ثناء اللہ شاہ	۲۷۷
۱۶۹	" حافظ آیت اللہ فرشوری	۲۷۸
۱۷۰	" خطیب محمد عمران	۲۷۹
۱۷۱	" میاں احمد علیشاہ	۲۸۰
۱۷۲	" میاں رفاعت شاہ	۲۸۱
۱۷۳	" میاں ببر بل مجذوب	۲۸۲
۱۷۴	" میاں حیدر شاہ متقری۔ میاں سبو شاہ	۲۸۳
۱۷۵	" میاں جی ابراہیم شاہ	۲۸۴
۱۷۶	" سید جمال احمد بنگرامی۔ میاں مقیم شاہ	۲۸۵
۱۷۷	" میاں محمدی شاہ	۲۸۶
۱۷۸	" شاہ جی محمد غوث قادری	۲۸۷
۱۷۹	" مولوی محمد شفیع۔ میانجی عبدالملک انصاری	۲۸۸
۱۸۰	" میاں بھادوں شاہ۔ مولوی محمد افضل	۲۸۹
۱۸۱	" میاں اعظم شاہ مجذوب۔ مولانا شاہ عبدالمجید قادری	۲۹۱
۱۸۲	" حاجی چمچہ۔ میاں تمکین شاہ	۲۹۵
۱۸۳	" حضرت خواجہ ذکر اللہ بالخیر قادری	۲۹۶
۱۸۴	" حضرت میاں محب اللہ خاں	۲۹۷
۱۸۵	" حضرت میاں نہال شاہ۔ میاں حیدر علی شاہ مجذوب	۲۹۸

نمبر شمار	تفصیل	نمبر صفحہ
۱۸۶	حضرت سید حبیب اللہ شاہ نقشبندی	۲۹۹
۱۸۷	" میاں وزیر شاہ مجذوب۔ میاں چنا مجذوب	۳۰۰
۱۸۸	" میاں محمد شاہ قندھاری	۳۰۱
۱۸۹	" میاں حبیب اللہ شاہ کابلی	۳۰۲
۱۹۰	" سید امجد علی شاہ۔ مولانا شاہ فضل رسول	۳۰۳
۱۹۱	" قاضی عبدالسلام عباسی	۳۰۵
۱۹۲	" میاں تعظیم شاہ	۳۰۷
۱۹۳	" حاجی احسان اللہ شاہ قادری	۳۰۸
۱۹۴	" میاں چراغ علی شاہ	۳۰۹
۱۹۵	" میاں گونگے شاہ مجذوب	۳۱۰
۱۹۶	" میاں عبداللہ شاہ فاروقی	۳۱۱
۱۹۷	بحر العلوم حضرت مولانا نور احمد عثمانی۔ شاہ من اللہ قادری	۳۱۲
۱۹۸	حضرت میاں حرمت خاں	۳۱۳
۱۹۹	" شاہ نصیر الدین چشتی	۳۱۴
۲۰۰	" میاں جنا لعالی قلندر	۳۱۷
۲۰۱	" میاں خدو سبزی فروش۔ میاں دین علی شاہ	۳۱۸
۲۰۲	" مولانا سید شاہ دلدار علی مذاق	۳۱۹
۲۰۳	" مولانا عبدالقیوم	۳۲۲
۲۰۴	" مولانا شاہ عبدالقادر	۳۲۳
۲۰۵	" مرزا بادل بیگ	۳۲۷
۲۰۶	" ملا عنایت حسین خاں بریلوی میاں برکو شاہ مجذوب	۳۲۸
۲۰۷	" مولوی عبید اللہ شاہ چشتی	۳۲۹
۲۰۸	" میاں عبداللہ شاہ صحرائی	۳۳۰
۲۰۹	" حضرت میاں لطف علی شاہ	۳۳۱
۲۱۰	" حافظ مولی بخش کاسہ گر	۳۳۲
۲۱۱	" مولانا شاہ عبدالمقتدر	۳۳۳

نمبر شمار	تفصیل	نمبر صفحہ
۲۱۲	حضرت حافظ گجی بزرگ	۳۳۶
۲۱۳	" مولانا محب احمد قادری	۳۳۷
۲۱۴	" شاہ غلام قادر خاں۔ میاں بیل	۳۳۸
۲۱۵	" میاں اُدی	۳۳۹
۲۱۶	" میاں چُپا شاہ مجذوب	۳۴۰
۲۱۷	" مولانا عبدالماجد بدایونی	۳۴۱
۲۱۸	" مولانا قطب الدین برہمچاری۔ مولانا سید یوسف علی محدث	۳۴۳
۲۱۹	" مولانا محمد ابراہیم	۳۴۵
۲۲۰	" مولانا شاہ ایثار علی	۳۴۶
۲۲۱	مفتی اعظم حضرت مولانا شاہ عبدالقدیر محبوب حق	۳۴۷
۲۲۲	حضرت میاں بنا شاہ مجذوب	۳۵۱
۲۲۳	" میاں پھولن شاہ	۳۵۲
۲۲۴	" حاجی عبدالرزاق	۳۵۳
۲۲۵	" حاجی عبدالرحیم	۳۵۴
۲۲۶	" میاں وزیرالدین	۳۵۶

پانچویں مجلس

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور ان مشاہیر مردان خدا کے بیان میں جو بدایوں میں پیدا ہوئے تھے یا جن کا قیام و فیض بدایوں میں رہا اور اب تک ہے۔

۲۲۷	حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۳۵۹
۲۲۸	" ابوبکر صدیق۔ حضرت عمر فاروق۔ حضرت عثمان غنی	۳۶۰
۲۲۹	" علی مرتضیٰ	۳۶۱
۲۳۰	" حضرت اویس قرنی	۳۶۲
۲۳۱	غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی	۳۶۳
۲۳۲	سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری غریب نواز	۳۶۶

نمبر شمار و	تفصیل	نمبر صفحہ
۲۳۳	خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی	۳۷۲
۲۳۴	حضرت قاضی حمید الدین ناگوری	۳۷۶
۲۳۵	〃 قاضی رکن الدین	۳۷۸
۲۳۶	〃 مولانا برہان الدین علامہ	۳۷۹
۲۳۷	〃 خواجہ محمود موئینہ دوز، شیخ نظام الدین ابوالمویدؒ	۳۸۰
۲۳۸	〃 نجیب الدین متوکل	۳۸۱
۲۳۹	〃 قاضی محی الدین کاشانی	۳۸۳
۲۴۰	〃 قاضی منہاج السراج	۳۸۴
۲۴۱	〃 شیخ عین الدین قصاب	۳۸۵
۲۴۲	〃 خواجہ یوسف چشتی، مولانا سید محمد تاج الدین منور چشتی	۳۸۶
۲۴۳	〃 شیخ الاسلام حضرت بابا فرید الدین شکر گنج	۳۸۷
۲۴۴	〃 خواجہ عزیز بشیر سہروردی	۳۹۱
۲۴۵	سلطان المشائخ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی	۳۹۲
۲۴۶	حضرت امیر خسرو	۴۰۶
۲۴۷	〃 خواجہ حسن سنجری	۴۰۷
۲۴۸	〃 شیخ جلال الدین تبریزی	۴۰۸
۲۴۹	〃 حاجی احمد چشتی	۴۱۲
۲۵۰	〃 مولانا اخی سراج الدین عثمان	۴۱۳
۲۵۱	〃 مخدوم سید صلاح الدین جرجانی	۴۱۵
۲۵۲	قطب المدار حضرت سید بدیع الدین زندہ شاہ	۴۱۷
۲۵۳	حضرت سید بہاول شیر قلندر	۴۲۲
۲۵۴	〃 مولانا عبد الغنی چشتی	۴۲۳
۲۵۵	〃 شاہ حمید طباں	۴۲۴
۲۵۶	〃 مولانا سید نور محمد نقشبندی	۴۲۵
۲۵۷	〃 شاہ کبیر جان جاناں پیلی	۴۲۶
۲۵۸	〃 شیخ محمد عطیف چشتی	۴۲۷

نمبر شمار	تفصیل	نمبر صفحہ
۲۵۹	حضرت مولانا غلام فرید چشتی	۴۲۸
۲۶۰	" شاہ محمد بیدار چشتی	۴۲۹
۲۶۱	" مولانا شاہ حسن علی چشتی	۴۳۰
۲۶۲	" شاہ درگاہی قادری	۴۳۱
۲۶۳	قطب الاولیاء حضرت مولانا سید شاہ آل احمد مارہروی	۴۳۳
۲۶۴	حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ کشفی	۴۳۴
۲۶۵	" میاں نجو خاں بیابانی	۴۳۵
۲۶۶	" حاجی خلیل الرحمٰن نقشبندی	۴۳۷
۲۶۷	" مولوی فضل مجید	۴۳۸
۲۶۸	" مولوی عزیز بخش مہاجر مکی	۴۳۹
۲۶۹	" مولانا سید شاہ احمد اشرف کچھوچھوی	۴۳۹
۲۷۰	" حاجی وصی اللہ دانشمندی۔ شاہ سراج	۴۴۱
۲۷۱	" مولانا سید شاہ محمد علی فضل اللہ الجیلانی	۴۴۲
۲۷۲	اعلیٰ حضرت محبوب بانی مولانا سید شاہ علی حسین اشرفی الجیلانی	۴۴۳
۲۷۳	قبلہ عالم حضرت مولانا سید پیر جماعت علیشاہ	۴۴۸
۲۷۴	حضرت مولانا شاہ قاسم حسین ہاشمی	۴۵۰
۲۷۵	" مولانا عبدالرحمٰن حیا بدایونی	۴۵۳
۲۷۶	" صوفی خلعت اللہ شاہ۔ حضرت ابراہیم میاں	۴۵۵
۲۷۷	محدث اعظم حضرت مولانا سید محمد اشرف کچھوچھوی	۴۵۷
۲۷۸	حضرت صوفی محمد حسن شاہ	۴۵۹
۲۷۹	" شرافت علی میاں	۴۶۱
۲۸۰	" شاہ جعفر علی فریدی	۴۶۲
۲۸۱	" مولانا الحاج سید شاہ مصطفےٰ اشرف کچھوچھوی	۴۶۶
۲۸۲	بی بی ہاجرہ خاتون بی بی تو اماں	۴۶۷
۲۸۳	بی بی زینب عرف بجو بی	۴۶۸
۲۸۴	بی بی زلیخا	۴۶۹

نمبر شمار	تفصیل	نمبر صفحہ
۲۸۵	بی بی ساجدہ خاتون بی بی غبیدہ خاتون	۴۷۱
۲۸۶	بی بی زبیدہ خاتون	۴۷۲
۲۸۷	بی بی فاطمہ	۴۷۳
۲۸۸	بی بی عائشہ۔ بی بی خدیجہ۔ بی بی سکینہ۔ بی بی ساجدہ	۴۷۴
۲۸۹	بی بی زینب زوجہ حضرت شاہ نیاز احمد چشتی بریلوی	۴۷۵

گرامی نامہ

منجانب جسٹس سید انوار احمد صاحب پریزائیڈنگ آفیسر انڈسٹریل ٹریبونل پٹنہ
سابق چیف جسٹس

بجناب پیرزادہ حکیم خواجہ سید محفوظ حسن نظامی صاحب سجادہ نشین درگاہ حضرت خواجہ
سید احمد بخاری رح، ساگرتال۔ بدایوں

مرقومہ جنوری سنہ ۱۹۷۶ء

۷۸۶

راجندر نگر پٹنہ

مکرم و محترم جناب حکیم صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ نے دہلی میں مجھ سے فرمایا تھا کہ آپ حضرت سلطان المشائخ کے متعلق کوئی کتاب شائع کرانے والے ہیں جس میں ان کے خاندان کے لوگوں کا تذکرہ بھی ہوگا جو اس وقت ہندوستان یا بیرون ہند مختلف جگہ آباد ہیں۔ اس سلسلہ میں خاندانی طور پر میرے ننہال کے بزرگ بھی شامل ہیں۔ ہم لوگوں کی خاندانی قلمی بیاض میں جن بزرگوار کے نام ہیں وہ ترتیب وار حسب ذیل ہیں۔

۱. سرکار دو عالم سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم
۲. امام المشارق والمغارب سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ
۳. سیدنا حضرت امام حسین شہید کربلا رضی اللہ عنہ
۴. سیدنا حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ
۵. سیدنا حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ
۶. سیدنا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
۷. سیدنا حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ
۸. سیدنا حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ
۹. سیدنا حضرت امام محمد تقی رضی اللہ عنہ
۱۰. سیدنا حضرت امام علی نقی رضی اللہ عنہ
۱۱. حضرت سید ابو عبد اللہ جعفر رضی اللہ عنہ
۱۲. حضرت سید علی اصغر
۱۳. حضرت سید عبد اللہ
۱۴. حضرت سید احمد بخاری
۱۵. حضرت سید علی بخاری (میر علی بے بازو)
۱۶. حضرت سید حسن بخاری (اشرف جہاں)
۱۷. حضرت سید عبد اللہ بخاری
۱۸. حضرت خواجہ سید علی بخاری (ان کے دو صاحبزادگان)

۱۹ حضرت سید محمد بخاری
۲۰ حضرت سید جمال الدین بخاری
(خلیفہ حضرت محبوب الٰہی مزار بیونگر دکن)
۲۱ حضرت سید ابراہیم چشتی جن کو حضرت محبوب الٰہی نے اپنی اولاد بنایا تھا
مزار شریف محلہ چاند پورہ قصبہ بہار شریف ضلع پٹنہ

۱۹ حضرت سید احمد بخاری
خلیفہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی
۲۰ حضرت سیدنا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ
خلیفہ حضرت بابا فرید الدین شکر گنج

نوٹ: واضح ہو کہ حضرت سید ابراہیم اور سیدنا علاء الحق پنڈوا (مرشد و شیخ حضرت سیدنا سلطان اشرف جہانگیر سمنانی) ہم زلف تھے۔

حضرت ابراہیم کے صاحبزادے حضرت سید شاہ فرید الدین ۲۲ طویلہ بخش منسوب بہ ہمشیرہ نور قطب عالم پنڈوا جو صاحبزادے حضرت علاء الحق پنڈوا کے ہیں۔ حضرت فرید الدین طویلہ بخش کی اہلیہ کا مزار پنڈوا میں ہے اور حضرت ابراہیم والد حضرت فرید الدین طویلہ بخش سے لیکر بقیہ لوگوں کے مزارات چاند پورہ میں ہیں۔ چاند پور

کی گدی صوبہ بہار کا مشہور خانقاہوں میں ہے۔ بقیہ لوگ جو چاندپورہ میں مدفون ہیں اُن کے نام سلسلہ وار حسب ذیل ہیں۔ ہر ایک کے والد بزرگوار کے بعد ان کے صاحبزادے کا نام ہے۔

۲۳۔ حضرت مخدوم معین الدین چشتی ولد حضرت فرید الدین طویلہ بخش

۲۴۔ حضرت نصیر الدین چشتی

۲۵۔ حضرت شاہ محمد سلطان بزرگ

۲۶۔ حضرت شاہ مظفر صاحب

۲۷۔ حضرت شاہ منصور صاحب

۲۸۔ حضرت شاہ محبوب صاحب

۲۹۔ حضرت شاہ مسعود صاحب

۳۰۔ حضرت شاہ عنایت اللہ صاحب

۳۱۔ حضرت شاہ امیر اللہ صاحب

۳۲۔ حضرت شاہ احسان اللہ صاحب

۳۳۔ حضرت شاہ محمد بخش صاحب

۳۴۔ حضرت سید شاہ محمد سلطان ثانی رحمۃ اللہ علیہ

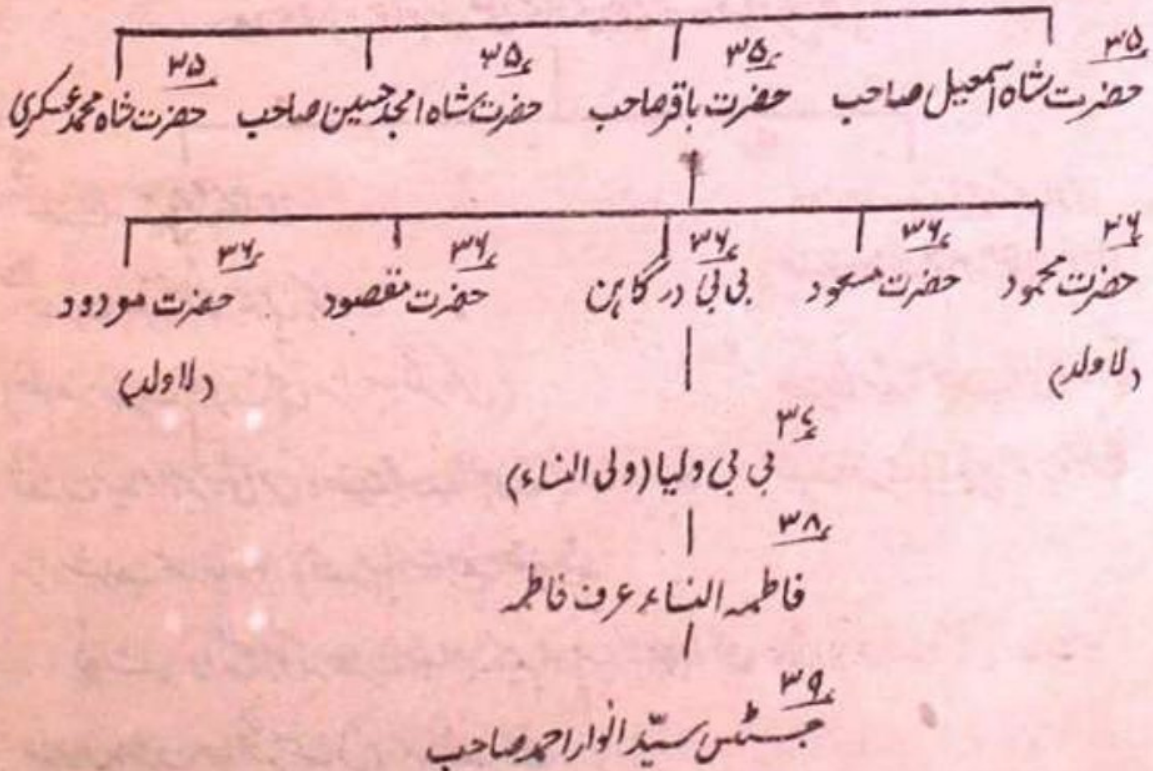

پیرزادہ حکیم خواجہ سید محفوظ حسن نظامی صاحب کے شکریہ کے ساتھ شامل اشاعت کیا جارہا ہے

ضیاء علیخاں اشرفی ۱۲ اپریل ۱۹۷۲ء

پیرزادہ صاحب نے مبلغ ایک سو ایک روپے کا گراں قدر عطیہ بھی مرحمت فرمایا۔

خود نوشت

نام و نسب ــــ ضیاء علیخاں نام ہے اور نسلی سلسلہ میرا شاہ حسین غوری سے ملتا ہے۔ انھوں نے امام المتقین، امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کے دست حق پرست پر تائب ہو کر اسلام قبول کیا تھا۔ میں نے آستانۂ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ کے سجادہ نشین، سراج السالکین، زبدۃ العارفین، قدوۃ الکاملین حضرت مولانا سید محمد مختار اشرف صاحب اشرفی الجیلانی مدظلہ العالی کے دست مبارک پر بیعت کر کے تجدید ایمان کی ہے۔

مولد و مسکن ــــ بدایوں محلہ نئی سرائے میرا مولد و مسکن ہے اور ۷ فروری ۱۹۱۳ء تاریخ پیدائش۔

تعلیم و تربیت ــــ والدین کے آغوش تربیت میں نشو و نما پائی۔ مولانا محب احمد قادری نے رسم تسمیہ خوانی ادا کرائی۔ مدرسہ اشاعت العلوم بریلی، گورنمنٹ ہائی اسکول بدایوں اور قانونگو ٹریننگ اسکول بدایوں میں علوم متداولہ کی تحصیل کی۔

مذہب و ملت ــــ سنی العقیدہ اور حنفی المذہب ہوں۔ زبان سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتا ہوں۔ اور دل سے اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ جملہ صحائف اور چاروں آسمانی کتابوں کو برحق جانتا ہوں۔ میرا ایمان ہے قرآن مجید اللہ تبارک و تعالیٰ کا آخری فرمان ہے اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء وحیات النبی ہیں انبیاء اور مرسلین کے بعد خلفائے راشدین کو افضل الناس سمجھتا ہوں اور ان کا مداح ہوں حب اہلبیت کا قائل ہوں اور پنجتن کا نام لیوا۔ ذکر شہادتین سنکر قدرتی طور پر میرے آنسو نکل آتے ہیں۔ عشرۂ مبشرہ اور اثناء عشریہ دونوں میرے نزدیک واجب التعظیم اور قابل احترام ہیں۔ اولیاء اللہ کے صاحب تصرف ہونے کا معترف ہوں اور مولانا روم کے اس قول سے قطعی متفق ہوں ؎

اولیاء را ہست قدرت از الٰہ تیر جستہ باز گردانند ز راہ

اوائل عمری سے بزرگان دین سے عقیدت ہے۔ اُن کے آستانوں پر جبیں سائی کرتا ہوں اور نذر و نیاز کراتا ہوں۔ علماء و مشائخ کو ہمیشہ میں نے عزت و احترام کی نظر سے دیکھا ہے۔ اسلاف کے طریقہ پر کاربند ہوں، سماع سے دلچسپی رکھتا ہوں اور محفل میلاد میں سلام پڑھتے وقت تعظیماً کھڑا ہونا ضروری سمجھتا ہوں۔ عقائد میں شدید ہونے کے باوجود چکڑالوی، قادیانی، نیچریت، اثنا عشری، شیعۂ غالی، دیوبندی، اہل حدیث اور آزاد خیال مسلمان سب ہی میرے دوست ہیں۔ ان سے کبھی کبھی تبادلہ خیالات بھی کر لیتا ہوں مگر اس حد تک کہ دل شکنی پیدا نہ ہو اور دوستی میں فرق نہ آئے۔

تصنیف و تالیف ـــــ طالب علمی کے زمانہ سے شعر و ادب سے دلچسپی رکھتا ہوں کتب بینی میرا محبوب مشغلہ ہے اور ادب برائے زندگی میرا نصب العین ہے۔ سنہ ۱۹۳۳ء سے اخبارات اور رسائل میں عقیل بدایونی، ایک بدایونی، ضیاء بدایونی اور ملک ہندی ناموں سے اپنے خیالات اور جذبات کا اظہار کرتا رہا ہوں۔ سنہ ۱۹۶۱ء میں میرا افسانوی مجموعہ "کلیاں اور کانٹے" شائع ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ کئی کتابوں کے مسودے اشاعت کے لئے تیار ہیں۔ ان میں ایک میرا شعری مجموعہ بھی ہے۔ "مردان خدا" میں نے جس ذوق و شوق سے لکھی ہے۔ اس کو بیان نہیں کر سکتا۔ یہی میری زندگی کے حسین خوابوں کی تعبیر ہے اور یہی میرے آخرت کے سفر کی زاد راہ۔ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھے گا تو دنیا سے کیا لایا تو میں اپنی اس کتاب کو پیش کر دوں گا۔

میرے والد منشی ناظم علی خاں صاحب قدیم وضع کے نہایت منکسر مزاج، شیریں گفتار، صداقت پسند، خلیق اور ملنسار بزرگ تھے۔ ان کا علمی ذوق بہت پاکیزہ تھا غیر معمولی فارسی استعداد رکھتے تھے۔ بدایوں کی تاریخ پر کافی عبور تھا۔ پرانی عمارتوں کا حال اکثر بیان کرتے رہتے تھے۔ اولاً سروے آف انڈیا میں انسپکٹر رہے بعدہٗ بریلی کلکٹری میں

امین بٹوارہ ہو گئے تھے۔ بریلی سے تبدیل ہو کر بدایوں آئے تھے۔ ان کی زاد بوم بھی یہی سرزمین تھی اور آباؤ اجداد کا مسکن بھی۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے۔ بزرگان دین سے عقیدت رکھتے تھے۔ عشرۂ محرم میں نہایت خوش عقیدگی سے شہدائے کربلا کی نذر و نیاز کرتے تھے محافل میلاد میں بڑے خلوص سے شریک ہوتے تھے۔ گیارھویں شریف کی فاتحہ بھی دلاتے تھے۔ تبلیغی جلسوں میں بھی جاتے تھے اور علمائے کرام کے وعظ بھی سنتے تھے۔ ایام عرس میں حضرت خواجہ سید احمد صاحب، حضرت شاہ ولایت صاحب اور حضرت سلطان العارفین صاحب کے آستانوں پر حاضری دیتے تھے اور ایصال ثواب کی غرض سے فاتحہ بھی پڑھتے تھے۔ جٹولہ کے میلہ بڑی رغبت سے جاتے تھے اور وہاں حضرت سید سالار مسعود غازی رحمتہ اللہ علیہ کی نیاز دلاتے تھے۔ مگر پیری مریدی کے قائل نہ تھے۔ اس کے باوجود — تاج الفحول حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب کے فضل و کمال کی نیز مولانا سید یونس علی صاحب کے زہد و تقویٰ کی تعریف کرتے تھے۔ میال بلی اور میاں برکو شاہ کے صاحب خدمت ہونے کا اعتراف کرتے تھے۔ سرسید کی ملی خدمت کے مداح تھے اور خواجہ الطاف حسین حالی کی مسدس کی بہت تعریف کرتے تھے۔ ایک مرتبہ شب قدر کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے تھے۔ ۱۷ ربیع الاول سنہ ۱۳۵۸ ہجری مطابق ۸ مئی سنہ ۱۹۳۹ء کو قرآن مجید کی تلاوت کے دوران اچانک حرکت قلب بند ہوئی اور رحمت الٰہی سے ہم آغوش ہوئے اپنے باغ میں مدفون ہیں قبر پختہ ہے اور چراغاں بنا ہے۔ تاریخ وفات پتھر پر کندہ ہے

میری والدہ — منشی سعید اللہ خاں صاحب کی صاحبزادی تھیں۔ اکبری بیگم نام تھا میرے والد کی پہلی بیوی کے انتقال کے بعد اُن کے عقد میں آئی تھیں۔ پڑھی لکھی نہایت عابدہ اور صالحہ خاتون تھیں۔ تہجد گزار تھیں اور طہارت کا بہت زیادہ خیال رکھتی تھیں رمضان المبارک کے روزوں کے علاوہ نفلی روزے بھی رکھتی تھیں۔ بزرگان دین کی انتہائی عقیدت مند تھیں۔ نماز فجر کی ادائیگی کے بعد نور نامہ درود تاج اور عہد نامہ ضرور پڑھتی

تھیں۔ قرآن مجید کی تلاوت اتنی آہستہ کرتی تھیں کہ پاس بیٹھنے والا بھی نہیں سن سکتا تھا بے شمار نصیحت آمیز قصے کہانیاں یاد تھے۔ باوجود استطاعت کبھی خادمہ نہ رکھی خود ہی گھر کا کام کاج کرتی تھیں اور کھانا بناتی تھیں۔ والد صاحب کے انتقال کے بعد میرے ساتھ حضرت مولانا سید محمد مختار اشرف صاحب کی مرید ہوئی تھیں۔ کبر سنی میں بھی باوجود ضعف و نقاہت ان کے معمولات میں کوئی فرق نہ آیا تھا۔

۲۲ رجب ۱۳۸۸ھ ہجری مطابق ۱۶ اکتوبر ۱۹۶۸ء کو صرف ایک دن کی علالت کے بعد واصل حق ہوگئیں۔ شوہر کے پائیں مدفون ہیں۔

۱؎ منشی سعید اللہ خاں صاحب یوسف زی پٹھان تھے اور حضرت مذاق میاں رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ جنوری ۱۹۳۱ء میں فوت ہوئے تھے۔ استو مستو کے جوار میں دفن ہیں

۲؎ پہلی بیوی کا نام ولایتی بیگم تھا۔ منشی محمد امیر خاں صاحب مختار کلکٹری بدایوں کی صاحبزادی تھیں۔ ۷ محرم ۱۳۲۹ھ ہجری کو فوت ہوئی تھیں۔

قدیم زمانہ سے بدایوں روحانیت کا مرکز رہا ہے اور آج بھی روحانی فیض کا سرچشمہ ہے اللہ کے بے شمار محبوب بندے اسی مقدس بستی میں ابدی نیند سو رہے ہیں۔ اولیاء عرفا اور مجاذیب اس کی گلیوں میں کھیلا کرتے ہیں۔ صوفیاء اور مشائخ یہاں آکر فیض حاصل کرتے ہیں اخیار اور ابدال سے یہ خطہ کبھی خالی نہیں رہا۔ جناب ضیاء علی خاں صاحب نہایت کاوش و کوشش سے ان تمام بزرگوں کے حالات اس کتاب میں درج کئے ہیں۔ اردو داں طبقے کیلئے اس کا مطالعہ قلبی راحت و سرور کا موجب ہوگا۔

(حضرت شاد کگرالوی)

گرانی کے اس دور میں "مردان خدا" کا شائع ہو جانا مردان خدا کی ایک کرامت ہے

(جناب محمد فہیم قریشی خلف اکبر بابو محمد عمر قریشی سورلوی)

حضرت شاہ جمال الدین رحمتہ اللہ علیہ

شاہ جمال الدین ساتویں صدی ہجری کے دوران ملتان میں پیدا ہوئے تھے وہیں تعلیم و تربیت پائی تھی۔ علم باطنی کے شوق میں ملتان سے چل کر دھلی تشریف لائے تھے اور سلطان المشائخ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء محبوبِ الٰہی کی خدمت میں پہنچ کر شرف بیعت حاصل کیا تھا۔ ریاضت و مجاہدات کے بعد خرقہ خلافت سے سرفراز کئے گئے تھے۔ بحکم پیر و مرشد قصبہ سوروں ضلع ایٹہ آکر سلسلہ رشد و ہدایات جاری کیا تھا۔ اہلِ حال، صاحب کمال، مخزن فیوض و برکات منبع جود و کرامات درویش تھے بدایوں بھی تشریف لائے تھے باشندگان سوروں آپ کے فیض سے بہت زیادہ مستفیض ہوئے۔ اب تک مزار سے فیض جاری ہے مستمندوں کی حاجت روائی فرماتے ہیں۔ ۱۲ شوال کو وصال ہوا تھا۔ اپنی خانقاہ کے اندر دفن کئے گئے تھے۔ مزار شریف قصبہ سوروں ضلع ایٹہ میں متصل مندر سیتا رام جی واقع ہے۔ مولوی عبدالعزیز نمبردار کے صاحبزادے مولوی آل حسن نوری ایڈووکیٹ عرس شریف کی خدمات انجام دیتے ہیں۔

(مولوی آلِ حسن نوری ایڈووکیٹ سے معلومات)

حضرت شاہ نیاز احمد چشتی بریلوی رحمتہ اللہ علیہ

نیاز بے نیاز حضرت شاہ نیاز احمد چشتی قطب عالم اور مدار اعظم کے القاب سے یاد کئے جاتے تھے۔ والد ماجد کا اسم گرامی حکیم الٰہی حضرت شاہ رحمتہ اللہ علوی تھا۔ قصبہ سرہند میں آپ کی ولادت ہوئی تھی اپنے والد کے ساتھ دہلی تشریف لائے تھے۔ حضرت مولانا سید فخر الدین صاحب دہلوی سے علوم ظاہری و باطنی

ضمیمہ

کی تکمیل کے بعد خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ سلسلہ قادریہ میں حضور غوث پاک کا خرقہ مبارک نقیب الاشراف حضرت سید عبداللہ قادری نے بغداد شریف سے دہلی آکر آپ کو مرحمت فرمایا تھا۔ بحکم پیر و مرشد بریلی تشریف لائے تھے اور خانقاہ تعمیر کرا کے سلسلہ رشد و ہدایت جاری کیا تھا۔ بدایوں بھی ایک بار تشریف لائے تھے اور حضرت خواجہ سید احمد بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ میں چلہ کش رہے تھے۔ فیض روحانی حاصل کیا تھا۔ قطب وقت تھے۔ بے شمار کرامات ظہور میں آئیں۔ صدہا اشخاص کو فیض روحانی بخشا اور لاتعداد افراد آپ کے فیضان تصرف سے بہرہ مند ہوئے۔ ۱۷ جمادی الثانی ۱۲۵۰ھ ہجری کو وصال ہوا تھا۔ نوے سال سے زیادہ عمر پائی۔ مزار شریف بمقام شہر بریلی محلہ خواجہ قطب سرچشمۂ فیوض و برکات ہے۔

(نیاز و ناز۔ حضرت محبوب میاں صاحب کے فرمودات)

خواجہ سید محفوظ حسن نظامی صاحب کے ارشادات

(سلسلۂ حضرت بابا فرید رح) ایک روز میرے کرم فرما ملک ہرنیس لال نارنگ جو پاکستان بننے کے بعد پنجاب کی سکونت ترک کر کے بھارت چلے آئے ہیں اور بدایوں میں رہتے ہیں تشریف لے گئے اور حضرت بابا فرید الدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ سے انتہائی عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے بولے بابا صاحب پنجابی تھے۔ ان کا مزار پاک پتن شریف میں ہے جو اس وقت ضلع منٹگمری میں ہے۔ بارہ سال جنگلوں میں عبادت اور ریاضت کرنے کے بعد جب وہ اپنے گھر واپس آئے تو ان کی والدہ نے پوچھا بیٹا تو اتنے دن کہاں رہا اور کیا کھایا۔ بابا صاحب نے فرمایا "ماں! میں جنگل میں خدا کی عبادت کر رہا تھا۔ جب بھوک زیادہ ستاتی تھی درختوں کے پتے اور پھل کھا لیتا تھا۔" ماں نے پیار بھرے انداز میں سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا "تیرے بال بہت بڑھ گئے ہیں۔ لا میں تیری جوئیں دیکھ دوں۔" یہ کہہ کر انھوں نے بابا صاحب کے سر کے بال نوچنے شروع کر دیئے جس سے ان کو تکلیف ہوئی اور ایک بار ان کے منہ سے "سی" نکل گئی۔ والدہ نے کہا — جہاں رکھاں دے پتے توڑ کھاوے اور رکھ روندے زار زار میاں — (جن درختوں کے پتے توڑ کر تو نے کھائے بیٹا وہ درخت بھی تکلیف کی وجہ سے زار زار روئے تھے) کاٹ کی ٹکیا پیٹ سے باندھ اور بارہ برس تک پھر خدا کی عبادت کر۔ چنانچہ آپ کاٹ کی ٹکیا پیٹ سے باندھ کر بارہ سال تک پھر مشغول عبادت رہے تھے۔ وہ ٹکیا آپ کے یہاں موضع شیخوپور میں ان کی اولاد کے پاس ہے۔

ضیاء علیمان اشرفی ۱۲ نومبر ۷۶ء

ضیاء علی خاں اشرفی ادبی دنیا میں جانی پہچانی شخصیت ہیں
اس سے پیشتر اُن کا افسانوی مجموعہ شائع ہو چکا ہے "مردانِ خدا" اُن
کی قابلِ قدر تصنیف ہے۔ اس کتاب کی بدولت اُن کا نام برسوں زندہ
رہے گا۔

(جناب محمد اسرار احمد ایم۔ ایس سی (اول) ایل۔ ایل۔ بی۔ پی ایچ۔ ڈی۔ ایم۔ ایل۔ اے)
چیئرمین اتر پردیش پبلک اکاؤنٹس کمیٹی
سابق وزیر مالیات و کارپردازی گورنمنٹ اتر پردیش

مردانِ خدا نے ضیاء علیخاں اشرفی کو سیادتِ جاوداں بخش دی

(شیخ وحید احمد مسعود (لوک پارلیمنٹری) سکریٹری یو پی گورنمنٹ)

جو اپنے اسلاف کو نہیں بھولتے دنیا اُن کو نہیں
بھولتی "مردانِ خدا" اس حقیقت کی ترجمان
ہے۔ ضیاء علیخاں اشرفی کی علمی کد و کاوش کا یہ ایک
ایسا کارنامہ ہے جس کی بنا پر زمانہ اُن کو مدتوں
یاد رکھے گا۔

(حضرت شاداں بدایونی ایڈیٹر ہماری آواز بدایوں)

مردانِ خدا لکھ کر ضیاء علیخاں اشرفی نے اُس کمی کو پورا کر دیا جو ایک مدت سے
محسوس کی جا رہی تھی

(مولوی احیید الدین نظامی، ایف۔ آ۔ اے۔ ایس۔ (لندن) چیف ایڈیٹر ذوالقرنین بدایوں)